سوادِ اعظم اہلِ سنت وجماعت کے مذہبِ قویم وصراطِ مستقیم کے تابندہ نقوش

عرفانِ مذہب ومسلک

(طبع جدید مع اضافہ مفید)

مع عرفانِ حقیقت

مع تحریرات

حضرت مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

تالیف

یٰسٓ اختر مصباحی

دارالاسلام

Marfat.com

سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے مذہبِ قویم و صراطِ مستقیم کے تابندہ نقوش

عرفانِ مذہب ومسلک

(طبع جدید مع اضافۂ مفید)

مع عرفانِ حقیقت

تالیف

یٰسٓ اختر مصباحی

مع تحریرات

حضرت مولانا محمد احمد مصباحی، مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

دارالاسلام

C-8 پہلی منزل محی الدین بلڈنگ، داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور، پنجاب - پاکستان

darulislam21@yahoo.com +923219425765

www.facebook.com/Razaulhassan Qadri

Marfat.com

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ   اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

فیضانِ نورِ علم

امامِ اعظم علی الاطلاق مؤسسِ فقہ حنفی ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ

امام المتکلمین مصحح عقائد المسلمین ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ

غوثِ اعظم شیخ طریقت حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

امام ربانی مجددِ الفِ ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

برکۃ المصطفیٰ فی الہند شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

میر مجلس

نازشِ ملت اسلامیہ، محدثِ عصر، محقق عبقری، سماحۃ الشیخ

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ

دار العلوم نعیمیہ، کراچی

اعیانِ مشاورت

حضرت علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی، ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نقش بندی، خوشتر نورانی

مولانا عون محمد سعیدی، حافظ محمد سعد اللہ، محمد سہیل احمد سیالوی، حافظ فریاد علی قادری

ناظمۃ الامور	مؤسس و مدیر	صاحب الارشاد
انعم شہزادی (ایم فل سکالر)	محمد رضاء الحسن قادری	مفتی غلام حسن قادری

ضابطہ و دستور

سلسلہ مطبوعات: 25 طبع: جمادی الاخری 1435ھ اپریل 2014ء قیمت: 180 روپے NET

حرفِ دانش اور کلمۂ حق

خدی را تیز تر می خواں چو ذوقِ نغمہ، کم یابی
نوا را تیز تر می زن چو محمل را، گراں بینی

اسلام، ایک عالم گیر اور آفاقی دین ہے جس کی دعوت و تبلیغ، دَورِ صحابہ و تابعین و تبع تابعین رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن اور ان نفوسِ قدسیہ کے بعد بھی عصرِ حاضر تک کے جملہ اہلِ ایمان واسلام، بالخصوص علما و فقہائے متکلمین و مجتہدین و دعاۃ و مبلغین اور صوفیہ و مشائخ کرام اپنے اپنے طرز و طریق کے مطابق اپنا فرضِ منصبی سمجھتے رہے ہیں۔

دعاۃ و مبلغینِ اسلام کا ایک بڑا طبقہ اپنا یہ فرضِ منصبی ادا کرنے کے لئے ہر عہد و عصر میں سرگرمِ عمل رہا ہے اور یہ تسلسلِ دعوت و تبلیغ، جہاں ایک اہم دینی ضرورت کی تکمیل ہے وہیں اہلِ اسلام کا اس کے ساتھ اجتماعی مفاد بھی وابستہ ہے۔

"خیرِ امت" ہونے کا تقاضا یہی ہے کہ وہ طبقۂ امت اپنی دعوتِ حق اور اَمر بِالْمَعْرُوْف ونَہی عَنِ الْمُنْکَر میں ہمیشہ مصروف رہے اور کبھی کسی حال میں اس سے غفلت نہ برتے۔

اِس فریضہ کی تکمیل، بہتر طور سے اُسی وقت ہو سکتی ہے جب داعی و مبلغ و عالم و مصلح اُن صفات و خصائص کا حامل ہو جن کی اِس شعبۂ عمل میں قدم قدم پر ضرورت پڑتی ہے۔

علم و عقل اور شعور و ادراک کے ساتھ حُسنِ سلوک و کردار اور حکمت و تدبر و بصیرت و فراست نیز معاملہ فہمی و قوتِ فیصلہ اور تصلب و استقامت جیسے اوصاف کا حامل شخص ہی یہ خدمت بااَحسن وُجوہ انجام دے سکتا ہے اور اپنے مدعو افراد واَقوام کو اپنی جانب متوجہ کر کے انھیں اپنی دعوتِ حق سے متاثر اور قبولِ حق پہ آمادہ کر سکتا ہے۔

اِس کے برعکس جو شخص مطلوبہ علم و عقل سے تہی دست، قوتِ فکر و فہم سے عاری، حُسنِ کردار و گفتار سے خالی، بے بصیرتی و بد خُلقی اور جارحانہ طرزِ کلام کا عادی ہو،

Marfat.com

اُس سے کسی خوش انجام کارِ خیر کی توقع ہی عَبَث ہے۔ اور اگر کسی سادہ لوح شخص کو اُس سے کچھ توقع ہے تو اس توقع کی حقیقت اور اس کا انجام، خواب وسَراب سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اِلَّا ماشاءَ اللّٰہ۔

علماے دین وداعیانِ اسلام بِفَضْلِہٖ تَبَارَکَ وتَعَالیٰ اپنے دینی وعلمی فضائل وکمالات، اپنی فکری واِستدلالی صلاحیت وقوت اور اپنے دیگر اوصافِ حمیدہ واَخلاقِ حَسَنَہ ومَساعیِ جمیلہ کے ذریعہ ہر دَور میں اسلام وسُنِّیت کی بیش بہا خدمت، حق وصداقت کی پُرکشش دعوت اور اُمّتِ مُسلمہ کی نجات دہندہ ہدایت کے اپنے فرائضِ منصبی کو بحسن وخوبی انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔ اور آئندہ بھی وہ اپنے متعلقہ فرائض اسی تدبیر وحکمت اور اسی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہیں گے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وتَعَالیٰ۔

اور اِس راہ میں جب بھی اُنھیں کسی مشکل ودشوار گذار مرحلہ اور مزاحمت ومخاصمت یا بحث ومباحثہ سے دوچار ہونا پڑا، اُنھوں نے نہایت ضبط وتحمّل کے ساتھ اپنی علمی وفکری صلاحیت وبالغ نظری وبلند نگاہی، اور اپنے مضبوط دلائل، واضح براہین، مُحکم نُصوص، دل پذیر کلمات، اور دل آویز بیانات کے ذریعہ اپنے موقف کا اِظہار واِثبات کر کے اپنے مدعو، اپنے سامع ومخاطب، اور اپنے حریف ومَدِ مقابل کو قبولِ حق پہ آمادہ یا اُسے مبہوت ولاجواب کیا ہے۔

اس داعی ومصلح کا اِخلاصِ قلب، پُرکشش لب ولہجہ، دل آویز طرزِ تکلّم، واضح اسلوبِ بیان، اور اس کے اِستدلال کی قوت، اِظہار کی بلاغت، اور دعوتِ حق کی تاثیر مُخاطب کے دل ودماغ پر چھا گئی اور اُس کے وجود کے ہر حصے پر اس مخلصانہ اور پُرسوز دعوت وتبلیغِ حق کا نقشِ جمیل، مُرتسِم اور جاوِداں ہو گیا۔

روز مَرّہ کا مشاہدہ ہے کہ انسانی معاشرے کے اندر، عہدِ ماضی میں جس تغیُّر واِنقلاب کے لئے طویل مدت، دَرکار ہوا کرتی تھی، آج کی تیز رفتار دنیا میں اُس طرح کا تغیُّر واِنقلاب، چند سال بلکہ چند ماہ میں برپا ہو جاتا ہے اور طرزِ وروایت محض ایک داستانِ پارینہ بن کر رہ جاتی ہے۔

Marfat.com

مغربی تہذیب وتمدّن کاایک مدت سے مشرقی اقوام وممالک بالخصوص عالمِ اسلام پر شدید حملہ اور پیہم یلغار ہے جس سے نئی نسل بڑی تیزی کے ساتھ متاثر بلکہ اس کا شکار ہوتی چلی جارہی ہے۔ یہ صورتِ حال کسی بھی بیدار مغز عالمِ دین، بلکہ کسی بھی باشعور انسان کو چونکانے اور اُسے خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لئے کافی ہے۔

برق رفتار، وسائلِ مواصلات (ٹرانسپورٹیشن) اور صبارفتار ذرائعِ ابلاغ (میڈیا) نے دنیا کے جغرافیائی حُدود وثُغور اور اُن کی طویل مسافت کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔

مادّیت زَدہ جدید تعلیم، روحانیت واَخلاق کو پسِ پشت ڈال کر مادّیت کو اِس طرح فروغ دے رہی ہے کہ تخریب زَدہ دل ودماغ اب انسانی ہیکل کو بھی قلب وروح سے خالی، کسی مشین کی شکل میں تبدیل کرتے جارہے ہیں۔ جن کا مقصد، محض طلبِ زَر وعیش وعشرت اور حصولِ دنیا ہوچکا ہے۔ اور عہدِ حاضر کے فرزندِ آدم کی سوچ، مشینی بن کر انسانی صفات سے اُسے روز بروز دور اور محروم کرتی چلی جارہی ہے۔

ایسے حالات میں عالَمِ اسلام کے اربابِ علم وفکر واصحابِ اَثر ونُفوذ کا یہ لازمی اور اجتماعی فریضہ ہے کہ وہ حالات کو قابو میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور انسانی وروحانی ومذہبی واخلاقی ہدایات وتعلیمات اور روایات واقدار کے تحفظ کی مؤثر تدابیر اور سبیلیں پیدا کریں۔

عصرِ حاضر کے عُلمائے کرام ومشائخِ عِظام اور مسلم والدین کا انتہائی اہم فریضہ ہے کہ:

وہ اپنی اُس نئی نسل کی تعلیم وتربیت کا خصوصی انتظام کریں جو آج اسکول وکالج ویونیورسٹی میں زیرِ تعلیم ہے۔ اُس کے دل ودماغ میں معتقداتِ اسلام اور ارکان وفرائض وواجباتِ اسلام اِس طرح جاگزیں کردیں کہ پھر وہ اپنی زندگی کے کسی بھی مرحلے میں اِلحاد ومغربیت اور کسی بھی فکری ونظریاتی اِنحراف وکج رَوِی وگمراہی کا کبھی شکار نہ ہونے پائے۔

اِس ہدفِ اصلی تک رسائی اور اِس مقصدِ خیر میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ:

عصری دانش گاہوں کے نصابِ تعلیم کے اندر اسلامیات کو لازمی مضمون قرار دیا جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ کام بہتر طریقہ سے اُسی وقت انجام پذیر ہوسکتا ہے جب کہ ہر خطے وعلاقے کے مسلمان، اپنی آبادیوں میں دینی مدارس ہی نہیں بلکہ اپنے پرائیوٹ اسکول وکالج بھی قائم کریں اور اُن کے نصاب میں اسلامیات شامل کرنے کے ساتھ ان عصری دانش گاہوں کے اِحاطے سے لےکر اپنے گھر تک کا ماحول ایک اچھے مسلم معاشرہ کی طرح بنانے کی تدبیر اور سعیِ مشکور کریں۔

یہ توجہ اور اہتمام صرف بچوں نہیں بلکہ بچیوں کے ساتھ بھی ہونا ضروری ہے۔ دونوں کو تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنا، سارے مسلمانوں کا قومی وملّی فریضہ ہے۔

یاد رکھیں کہ اِن بچوں کے دل ودماغ کا نقشِ اول، تاحیات انھیں اُسی مرکز ومحور کے گرد مضبوطی کے ساتھ دائرہ محصور رکھے گا، جس کے خطوط ان کے ابتدائی ایام میں اُن کے سامنے واضح اور ان کے دل ودماغ کے ہر رگ وریشہ میں پیوست کردیے جائیں۔

اِن بچوں کے عہدِ طفلی میں یہ کام بے حد آسان ہے۔ جب کہ بعد میں اِن کے سامنے طرح طرح کی مشکلات کھڑی ہوسکتی ہیں۔ اور اِن کی ذہنی نشوونما کے بعد انھیں قابو میں لانا، ایک دشوار گذار اَمر ہوسکتا ہے۔

بچوں کی مثال، شاخِ نرم ونازک جیسی ہے کہ اُسے جیسے اور جس طرف جھکائیں اور مُوڑیں، وہ بڑی آسانی کے ساتھ جھک کر مُڑ سکتی ہے۔ جب کہ بڑوں اور بالخصوص بوڑھوں کا معاملہ، عموماً اس سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ سوکھی ہوئی لکڑی ٹوٹ سکتی ہے مگر اس کا مُڑنا اور اسے موڑنا، نہایت مشکل کام ہے۔

نئی نسل اور مسلم طلبہ کو اچھے انسان اور اچھے مسلمان کی حیثیت سے زندگی کے ہر میدان میں سرگرم رہ کر اپنے اخلاق وکردار وعمل کا اچھا نمونہ پیش کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر حال میں ان کی اچھی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی جائے۔

ان طلبہ کی معلومات میں وسعت اور مطالعہ میں تنوّع پیدا کیا جائے۔ اِن کی صلاحیتوں کو پروان چڑھا کر اِنھیں جوہرِ قابل بنایا جائے۔ اپنے اکابر واسلاف کے اَحوال وآثار وخدمات سے واقف وآگاہ کرکے اِنھیں خدا اعتمادی وخود اعتمادی کا خوگر بنایا جائے۔ اپنے اسلامی عقائد وافکار ونظریات کے تابندہ ماضی کی وراثتوں کے تحفظ کا ان کے اندر جذبہ اور حوصلہ

پیدا کیا جائے۔

جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ شعوری اور غیر شعوری طور پر اسلاف و اکابرِ اسلام کے محاسن وفضائل کو اپنے اندر جذب کر لینے کا فطری عمل، خود اِنھیں بہت سے اوصاف ومحامد سے متصف کر کے اِنھیں علمی وعملی بلندیوں سے ہم کنار کر دے گا۔ اور یہ صرف اپنے ہم عصروں کے لئے نہیں بلکہ اپنے بعد والوں کے لئے بھی ایک بہترین نمونہ علم وعمل اور پیکرِ اخلاق وکردار بن کر اپنی امانت ووراثت کو آنے والی نسل تک منتقل کرتے رہیں گے۔

اِس سلسلے میں عصری اسلوب سے ہم آہنگ لٹریچرس، توسیعی خطابات، سَمَر کلاسز، سیمنار اور انعامی مقابلے، نہایت مؤثر ومفید کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اور جہاں جس طرح ممکن ہو اِن کے ذریعہ طلبہ کی ذہنی صلاحیت کی نشو ونما اور فکری بیداری کا ماحول بنا کر طلبہ کے مستقبل اور اِن کی شخصیت کی تعمیر بہت آسانی کے ساتھ کی جاسکتی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! ہم ''سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت'' ہیں اور قرآن وحدیث میں صراحۃً، مومن ومسلم کے ہمارے منصوص ناموں کے بعد، حدیثِ نبوی عَلٰی صَاحِبِہ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام سے ماخوذ ومستنبط یہ نام ''سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت'' صدیوں سے ہمارے اسلاف واکابرِ اسلام اپنی تحریر وبیان کے ذریعہ استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔

جو مسلمان، اِعتقاداً ماتریدی یا اَشعری ہیں۔ فقہی مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کے مقلِد حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی ہیں۔ اور کسی صحیح سلسلۂ طریقت سے وابستہ قادری یا چشتی یا نقشبندی یا سہروردی یا رِفاعی یا شاذلی وغیرہ ہیں۔ وہ سب سَوادِ اعظم میں داخل اور اُس کے مختلف طبقات ومسالک میں شامل ہیں۔

اِسی طرح وہ عامۂ مسلمین جو کسی سلسلۂ طریقت سے وابستہ نہیں مگر صحیح الاعتقاد ہیں وہ بھی سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کا حصہ اور اُس کے نہایت قابلِ قدر افراد ہیں۔

یہ مبارک ومسعود اِصطلاحی نام ''سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت'' ہم سے ہر لمحہ اِس بات کا متقاضی ہے کہ سُنّتِ نبوی وجماعتِ مبارکہ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت سے ہر لحظہ وہر آن،

Marfat.com

پورے طور پر وابستہ رہ کر ہم اپنی زندگی گذاریں اور دوسروں کو بھی ہمیشہ اسی کی پیروی اور اتباع کی دعوت دیتے رہیں کہ اِسی میں اور اسی کے ساتھ اَللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وہ رضا و خوشنودی ہے جو فلاحِ دارَین اور سعادتِ کونَین سے ہمیں مالا مال اور سرفراز کردے گی۔

اِس جماعتِ مبارکہ "سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت" سے مُنحرِف جتنے بھی فِرَق و اَحزاب، اور جو بھی عقائد و اَفکارِ باطلہ اِس دنیا کے کسی گوشے میں موجود ہیں اُن سے دور و نفور رہنے میں ہی ہماری کامیابی اور بھلائی ہے۔

ہماری مسلسل اور ہمہ وقتی ذِمّہ داری یہ بھی ہے کہ مسلم معاشرے کو فِرَقِ باطلہ کی ہر سازش و کوشش سے محفوظ رکھ کر ہر پیدا شدہ فتنہ کو ناکام و نامُراد بنانے کے ساتھ سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کی ہمہ جہت رہنمائی اور ہدایت و قیادت کا بھی فریضہ انجام دیتے رہیں تاکہ ہمارے افراد اپنے مذہب و مسلک سے منسلک و مطمئن و مُستقیم رہنے کے ساتھ کسی دوسرے خیمے کا بھی رُخ ہی نہ کر سکیں۔

سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت اگرچہ ہر دَور میں کثیرُ العدد اور رہے ہیں لیکن سَوادِ اعظم ہونے کا اصل پیمانہ، کثرت و قِلّتِ تعداد نہیں بلکہ اِتباعِ حق و ہدایت ہے۔ اور اہلِ حق و ہدایت ہی ہمیشہ سَوادِ اعظم رہیں گے۔ خواہ وہ کسی دَور میں قلیلُ العدد از کیوں نہ ہو جائیں۔

یہاں یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے کسی باہمی فرعی اختلاف کے موقع پر یہ کہنا غلط اور بالکل غلط ہوگا کہ: اگر چند افراد بھی حق پر ہوں تو وہی سَوادِ اعظم ہیں۔"

ہاں! اہلِ باطل کے بالمقابل یہ کہنا صحیح اور بالکل صحیح ہوگا۔ کیوں کہ جو اہلِ باطل کسی دَور میں بھی اہلِ سُنَّت کے عقائدِ قطعیہ اِجماعیہ کے مخالف ہیں وہ سَوادِ اعظم میں داخل ہی نہیں ہیں۔ اور جو اہلِ سُنَّت و اہلِ حق جُملہ عقائدِ قطعیہ اِجماعیہ میں متفق و متحد ہیں وہ سَوادِ اعظم میں داخل ہیں اور کسی اَمرِ فرعی میں ان کا کوئی اختلاف، اُن میں سے کسی کو بھی سَوادِ اعظم سے خارج کرنے کا باعث ہو ہی نہیں ہوسکتا ہے۔ فَافْہَمْ وَتَدَبَّرْ۔

اہلِ سُنَّت و جماعت کے جُملہ طبقات و مسالک "سَوادِ اعظم" میں شامل ہیں۔ اور اہلِ سُنَّت

Marfat.com

وجماعت ہی سَوادِ اعظم ہیں۔ چنانچہ امامُ المُحدِّثین، شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

وبالجملہ سَوادِ اعظم، در دینِ اسلام، مذہب اہلِ سُنَّت وجماعت است۔"

(ص ۱۵۲۔ اَشِعَّۃُ اللَّمعات۔ بابُ الاِعْتِصام)

ترجمہ:۔ دینِ اسلام میں مذہب اہلِ سُنَّت وجماعت ہی سَوادِ اعظم ہے۔"

سیفُ اللہ المسلول، علاّمہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی (وصال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) ارشاد فرماتے ہیں:

اور وہ سَوادِ اعظم، عقائد میں اَشْعَرِی، مَاتُرِیدِی اور فقہ میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہیں۔ جو اِن کے سوا ہے وہ جماعت سے خارج اور سَوادِ اعظم کا تارک اور دین کا مارِق ہے۔"

(ص ۱۰۔ سیف الجبار۔ موٴلفہ علاّمہ فضل رسول عثمانی بدایونی۔ مطبوعہ بدایوں)

شرعی اصول وضوابط کے اِلتزام کے ساتھ حالاتِ زمانہ کی رعایت صرف فقہی احکام ومسائل کے لئے مختص نہیں بلکہ دعوتی واصلاحی اُمور ومعاملات میں بھی اُن کی رِعایت، ضروری ہے۔ جس کی تلقین وہدایت قرآن حکیم میں اِس طرح فرمائی گئی ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِی ھِیَ اَحْسَنُ ۔ (سورۂ نحل۔ آیت ۱۲۵)

اپنے رب کی راہ کی طرف بلاوٴ پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اُس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔"

سامع ومخاطب کے مزاج ومعیار کو مَدِّنظر رکھ کر تدبیر ومصلحت ونصیحت و خیر خواہی کے ساتھ دعوت وتبلیغ واصلاح اور وعظ وبیان کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ دعوتِ حکمت وموعظت کے بیان کردہ طرز وطریق سے کوئی سروکار ہی نہ ہو اور بِالَّتِی ھِیَ اَحْسَنُ کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف جَادِلْھُمْ پر کوئی شخص، کمربستہ ہو۔

کتب فقہ واصول میں تغیُّراتِ زمان ومکان سے بعض احکام ومسائل میں تغیُّر وتبدُّل کا

Marfat.com

ضابطہ وکلیہ پوری صراحت ووضاحت کے مسطور ومذکور ہے۔اورفقہا ومفتیانِ کرام کااسی کے مطابق ہمیشہ عمل بھی رہاہے۔

عربی زبان کے قدیم فقہی مَراجع ومآخذ کے ساتھ اردوزبان کی فقہی کتب، مثلاً: فتاویٰ رضویہ وفتاویٰ امجدیہ وفتاویٰ مصطفویہ وغیرہ کا مطالعہ کر کے بھی اِس حقیقت کواچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے۔

بِحَمْدِہٖ تَعَالٰی جس طرح دینِ اسلام، آخری دین ہے اُسی طرح اِس دینِ اسلام کی شریعت بھی آخری شریعت ہے۔اب قیامت تک نہ کوئی نیادین آئے گا نہ شریعتِ اسلامی کے سوا کوئی نئی شریعت ہوگی۔

ہماری اِس شریعتِ مطہرہ کے جواحکام ومسائل، حلال وحرام سے متعلق ہیں اُنھیں **''فقہِ اسلامی''** کہاجاتا ہے۔اِس ''فقہِ اسلامی'' کے اصول وضوابط ہمارے ائمۂ کرام ومجتہدینِ عظام نے کتاب وسنّت کی روشنی میں دوسری تیسری صدی ہجری میں ہی مدوّن ومرتّب کردیے ہیں۔جنھیں ''اصولِ فقہ'' کہاجاتا ہے۔

''فقہِ اسلامی'' کاجُزوِ اہم واعظم ''فقہِ حنفی'' ہے جوامامُ الائمہ، کاشِفُ الغُمّہ، سیدُنا الامام ابوحنیفہ النّعمان (ولادت ۸۰ھ۔وصال ۱۵۰ھ) رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف منسوب ہے۔اپنی جامعیت وافادیت کی وجہ سے یہ فقہِ حنفی، عالَمِ اسلام کے تقریباًجُملہ بلادواَمصار میں معروف ومقبول ہے اورکروڑوں مسلمانانِ عالَم اِسی ''فقہِ حنفی'' کے مقلِّد اوراسی کی ہدایات وتعلیمات کے پابند ہیں۔

مسلم معاشرہ کے اِنفرادی واجتماعی اُمورومعاملات سے نظمِ مملکت وحکومت تک کے ہرشعبہ کی کامل رہنمائی میں یہ ''فقہِ حنفی'' اپنی مثال آپ ہے۔

شرائطِ اجتہاد آج کے فقہاوعلماے کرام میں اگرچہ موجودنہیں ہیں مگرمجتہدینِ کرام کے وارث ونائب ہونے کی حیثیت سے موجودہ فقہاوعلماے کرام بھی اصولِ مقرّرہ کی روشنی میں عصرِ حاضرکی رہنمائی کرتے ہوئے حوادث ومسائلِ جدیدہ میں اِستنباط واستخراجِ احکام کافریضہ بخوبی انجام دیتے چلے آرہے ہیں۔اوریہ سلسلۂ خیروبرکت، قیامِ قیامت تک اسی طرح باقی اورجاری رہےگا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی۔

Marfat.com

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ "فقہِ اسلامی" جامد نہیں بلکہ متحرک اور نمو پذیر ہے۔ جس میں زندگی کی حرارت اور نشو و نما کی بھرپور صلاحیت اور توانائی، موجود ہے۔

اِس کے ساتھ ہی ایک دوسری حقیقت یہ بھی ہے کہ فرشِ گیتی پہ وجود پذیر قافلۂ حیات، ہر لحہ متحرک اور رَواں دَواں ہے۔ مخلوقات و موجوداتِ عالَم کا لمحہ بہ لمحہ تغیّر و تبدُّل ایک مشاہداتی حقیقت ہے اور یہ سارے حقائق، ہر لحہ اس ضرورت کے متقاضی ہیں کہ پیدا ہونے والے ہر نئے مسئلہ کا شرعی و فقہی حل پیش کیا جاتا رہے۔ اور ہر عہد و عصر میں اُمّتِ مسلمہ کی ہمہ جہت مذہبی و فقہی رہنمائی کی جاتی رہے۔

یہ تقاضائے وقت ہی نہیں بلکہ تقاضائے فطرتِ انسانی بھی ہے۔ جس کی تکمیل، "فقہِ اسلامی" کے زندہ و متحرک عمل ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔

"فقہِ اسلامی" ایک بحرِ بے کراں ہے اور "فقہِ حنفی" اس سے نکلی ہوئی جوئے رواں ہے۔ یہ جوئے رواں نہ کسی ایک مقام پر ساکن اور نہ کبھی منجمد ہو سکتی ہے۔ اس کی تازگی و پاکیزگی کا مادّہ اور جوہر اسے اب تک متحرک اور رَواں دَواں رکھتا رہا ہے۔ اور آئندہ بھی اسے اسی طرح متحرک اور رَواں دَواں ہی رکھتا رہے گا۔

اس کی حرکت و عمل کی راہ جو لوگ بھی مسدود کرنا چاہیں گے اور اس کے آبِ رَواں کو جامد کر کے جو لوگ اسے مکدّر کرنا چاہیں گے اُنھیں ہمیشہ نقصان و خسران سے ہی دوچار ہونا پڑے گا۔

"فقہِ اسلامی" کے اِس اَٹل ضابطہ اور "فقہِ حنفی" کے اِس نجات دہندہ پیغام کو وہ سبھی علما و فقہا و مفتیانِ کرام اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں جنھیں اللہ ربُّ العِزّت نے عقل و سمع و بصر، شعور و ادراک اور بصیرت و فراستِ ایمانی سے نوازا اور مالا مال فرمایا ہے۔

اپنے ایک مطبوعہ مضمون (در ماہنامہ کنز الایمان دہلی) میں سات، آٹھ سال پہلے میں نے لکھا

Marfat.com

تھا کہ:

''ایک طرف انفرادی حیثیت سے لوگوں کا اپنا دائرۂ علم کتاب وسُنّت، محدود۔ مطالعہ، ناقص ومنتشر۔ روحانیت، پژمردہ۔ اخلاق، زوال آمادہ۔ امانت ودیانت، رخصت پذیر اور دنیاداری حاوی وغالب ہے۔ اور دوسری طرف قافلۂ حیات، رَواں دَواں ہے اور اس کے بے شمار تغیرات اور نئے نئے تقاضوں کا ہجوم ہے۔

فرد، معاشرہ، ملک اور ساری دنیا علمی، فنّی، تجارتی، صنعتی، عسکری، سیاسی، صحافتی، تہذیبی، اخلاقی، معاشرتی شعبوں میں تیز رفتار انقلابی دَور سے گذر رہی ہے۔

زندگی کا پیمانہ اور معیارِ حیات بدل رہا ہے۔ لوگوں کے خیالات ونظریات تہ وبالا ہورہے ہیں۔ گویا نظامِ عالم، دِگرگوں ہورہا ہے۔ جس میں صرف شریعتِ اسلامیہ، واحد ایسی شریعت ہے جو اپنے ماننے والوں کی ہر سَمت اور ہر جہت سے رہنمائی کررہی ہے۔ کیوں کہ یہ شریعتِ اسلامیہ صرف خَاتِمُ الشَّرَائِع نہیں بلکہ ہدایتِ انسانی کے لئے جَامِعُ الشَّرَائِط بھی ہے۔

عہدِ حاضر میں بہتر اور افضل واسلم طریقہ یہی ہے کہ:

پیش آمدہ اَہم اور پیچیدہ مسائل کے شرعی حل کے لئے اجتماعی طریقۂ کار اختیار کیا جائے اور ہر ملک کے وسیع النظر وکثیر المطالعہ، معتمد ومستند علما وفُقہا ومفتیانِ کرام کی علمی وفقہی مجالس ومحافل میں غور وفکر اور بحث وتمحیص کے بعد متفقہ طور سے یا کثرتِ رائے کے ساتھ آخری فیصلہ کیا جائے۔

اس موقع پر عصری اُمور ومعاملات کے کسی گوشہ کی تحقیق کے سلسلے میں یونیورسٹیوں کے قابلِ اعتماد، مسلم ماہرین کے علم وفن اور ان کے تجربات سے اِستفادہ کی ضرورت محسوس ہو تو اُن کی خدمات بھی حاصل کی جائیں۔

کتاب وسُنّت وقیاسِ شرعی اور اِجماعِ اُمّت کی روشنی ہی میں اِستنباطِ احکام واِستخراجِ مسائل کا یہ عمل آج بھی جائز بلکہ ضروری ہے اور آئندہ بھی اس کا جواز اور اس کی ضرورت اِسی طرح باقی وبرقرار رہے گی۔

اس سلسلے میں ضروری تحقیق وتفحص اور مقرّرہ اصول وضوابط کی پابندی، ہر حال میں لازمی

Marfat.com

ہوگی۔ ورنہ انھیں نظر انداز کر کے جو فیصلہ بھی کیا جائے گا وہ نہ صرف انحراف بلکہ ضلالِ مُبین بھی ہوگا۔ جس کی فقہِ اسلامی میں کوئی گنجائش نہیں۔

جَلبِ منفعت ودَفعِ مَضَرّت کے لئے ضروریات وحاجیات وتحسینات کا تَعیُّن اور اِستنباطِ مسائل کے لئے مطلوبہ دینی وعلمی واخلاقی وعملی اِستعداد وصلاحیت، لازمی ہے۔ جو تبحرِ علم، وُسعتِ مطالعہ، کمالِ فضل، توقُّدِ ذہن، اِصابتِ رائے، کثرتِ ممارست اور توفیقِ الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔

یہ اِستنباط واِستخراج، **مقاصدِ شریعت** (تحفظِ دین ونفس وعقل ومال ونسب) کی تکمیل کی نیت سے کیا جائے گا جن کی صراحت، عُلمائے اصول بہت پہلے اِس طرح کر چکے ہیں:

ومَقصودُ الشَّرعِ مِنَ الخَلقِ خَمسَۃٌ۔

وھُوَاَنْ یحفظ علَیھِم دینھم ونفسھم وعقلھم ونسلھم ومالھم۔ فکُلُّ مایتضَمَّن حفظَ ھذہِ الاصول الخمسۃ فھُوَمصلحۃٌ وکُلُّ مایفَوِّتُ ھذہِ الاصول فھُومفسدۃٌ ودفعُھا مصلحۃٌ۔

(اَلْمُستَصْفٰی مِنْ عِلمِ الْاُصولِ لِلْاِمام محمدالغزالی۔ اَلْمجلَّدُ الاوّل)

اِنَّ الشَّارِعَ قصدَ بِالتَّشرِیعِ اِقامۃَالْمَصالِحِ الاُ خرَوِیۃ والدُّنیوِیۃ۔

(اَلْموافقات فِی اصولِ الشریعۃ لِاَبی اسحٰق الشَّاطِبِی اَلمَالِکی۔ اَلْمجلَّد الثّانی)

لِاَنَّ اعمالَ الشَّرِیعَۃِ لَیستْ مقصودۃً لِاَنفُسِھا واِنَّمَا قصد بِھااُمورٌاُخریٰ ھِیَ مَعانِیھا۔وھِیَ الْمَصالِحُ الَّتِی شُرِعَتْ لِاَجلِھا۔(اَلْموافقات لِلشَّاطِبِی۔ اَلْمجلَّد الثّانی)

مقاصد کی اہمیت کا اندازہ اِن فقہی قواعد سے ہوتا ہے کہ:

اَلْاُمُورُ بِمَقاصِدِھا۔ (اَلْاَشباہُ والنَّظائِرُ لِاِبْنِ نُجَیم الحنفی)

اَلْمَقَاصِدُ تُغَیِّرُ اَحکامَ التَّصرُّفات۔ (اَلْاَشباہ لِاِبْنِ نجیم)

مقاصدِ شریعت واَحوالِ اقوام واختلافِ زمان وعُرف وعاداتِ بِلاد وغیرہ کو پسِ پشت ڈال کر ظاہرِ منقول کا اِعادہ کرتے رہنا مصلحت نہیں بلکہ مفسدہ اور علم نہیں، بلکہ جہل ہے۔ کیوں کہ تغیرِ اَحوال وفسادِ زمان کی وجہ سے بعض احکام بدلتے رہتے ہیں۔

کثیرٌ مِنَ الْاَحکامِ تختلفُ بِاِختلافِ الزّمان لِتَغیُّرِ عُرفِ اَھلِہ اَولِحُدوثِ

ضرورةٍ اَوْلفسادِاَهلِ الزّمان بحيث لَوْبقي الحكمُ عَلٰى ماكانَ اَوْلالَزِمَ مِنْهُ الْمَشقَّةُ والضَّررُبالنَّاس ۔ولَخالَفَ قَواعِدَ الشَّريعةِ الْمَبْنِيةِ عَلٰى التَّخفِيفِ والتَّيسِيرِودَفعِ الضُّرورةِ والْفسادِ۔

(نَشرُالعَرْفِ فِيمَابُنِي مِنَ الْاَحكامِ عَلٰى الْعُرف۔لِابنِ عابِدِين الشَّامي الحنفي)

فَقَد ظَهَرَلَکَ اَنَّ جُمُودَ الْمُفتي والقاضِي عَلٰى ظاهِرِ الْمَنقول مَعَ تَركِ العُرفِ والْقَرائنِ الواضِحة والْجَهْلِ بِاَحوالِ النَّاس يَلزَمُ مِنْهُ تَضْيِيْعُ حقوقٍ كثيرةٍ وظلمُ خلقٍ كثيرٍ۔ (ص ۳۹۳۔ اَلمجَلّد الاوَّل مِنَ الفتاوى الرَّضويه لِلْاِمام احمدرضا الحنفي القادري البركاتي البريلوى)

(مطبوعہ''پیغامِ عمل''مؤلفہ یٰسٓ اختر مصباحی۔طبع خامس۔۲۰۰۹ء۔طبع سادس۔۲۰۱۰ء)

بعض اُمور ومعاملات میں دویامتعدد پہلواور متعدد صورتیں ہوتی ہیں جن کے الگ الگ، شرعی احکام ہوتے ہیں۔اوران سے ناواقف اَفراد،عموماً اِفراط وتفریط کا شکار ہوجایا کرتے ہیں۔ زیرِنظر کتاب اسی اِفراط وتفریط سے جماعتِ اہلِ سُنّت کومحفوظ رکھنے کی ایک مخلصانہ کوشش ہے۔گویا:

سوے قطاری کشم ناقۂ بے زمام را

زیرِنظر کتاب ''عرفانِ مذہب ومسلک''سَوادِاعظم اہلِ سُنّت وجماعت کے وسیع آفاقی مذہب ومسلک کے صحیح تعارف،سَوادِاعظم کے فرائض اور ذِمّہ داریوں کی یاددِہانی،بعض فکری وفقہی حقائق کی توضیح،اور بعض غلط فہمیوں کے اِزالہ کی ایک سنجیدہ کوشش ہے۔

اِس سے پہلے اس کے جتنے بھی ایڈیشن منظرِ عام پرآئے اُنھیں اہلِ سُنّت وجماعت کے باشعور اورسنجیدہ حلقے میں تحسین وآفرین کی نظروں سے دیکھا گیااوراسے ایک اہم ضرورت کی تکمیل،قرار دیا گیا۔

اہلِ علم وفکر نے عام طور پر اِس کے بارے میں اپنے اِس خیال اوراپنے اِس

تأثر کا اظہار کیا کہ اِس کے ذریعہ جہاں کچھ اہم حقائق سامنے آئے ہیں اور قارئین کی معلومات میں اچھا خاصا اضافہ ہوا ہے، وہیں اِس کے ذریعہ حقیقت پسندی کا جذبہ، عام ہوا ہے۔ اور اَصحابِ نظر واَربابِ شعور کے سامنے فکر ونظر کے نئے دریچے وَا ہوئے ہیں۔

''عرفانِ مذہب ومسلک'' کے تعلق سے جو یقینی بات کہی جا سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس کے مطالعہ کے نتیجے میں اپنے مذہب ومسلک سے گہری وابستگی کے ساتھ اپنے اکابر واسلاف پر قابلِ فخر اِعتماد کی جڑیں، نئی نسل کے دل ودماغ میں مزید اُستوار اور راسخ ہوں گی۔ یہ اِس کتاب کی اِفادیت کا سب سے مُفید اور گراں قدر پہلو ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اِس خدمت کو شرفِ قبول سے نوازے اور ہم سب کو مذہب ومسلک سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کے مطابق عمل کرنے اور اپنے اسلاف واکابر کے نقشِ قدم پر چلتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین آمین یارَبَّ العَالَمِین۔

بِجاہِ حَبِیبِکَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِین عَلَیہِ وعَلٰی آلِہٖ واَصحابِہٖ وعُلَمَاءِ اُمَّتِہٖ الصَّلوٰۃُ والتَّسلِیم۔

یٰسٓ اختر مصباحی
دارُالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی

جمعہ مبارکہ
۶ ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ
۷ فروری ۲۰۱۴ء

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم

اِرشادِ مذہب ومسلک

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

ہم پرورشِ لوح وقلم کرتے رہیں گے
جودل پہ گذرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

ربِّ کائنات کا بے پایاں فضل وکرم اوراُس کا بے کراں انعام واحسان ہے ہم اہلِ ایمان واسلام پرکہ اُس نے اپنے پسندیدہ دین''اسلام'' کی نعمت ودولتِ لازوال سے سرفراز فرمایااورہمیں اسلام وایمان کاحامل وامین بناکر''خیرِ اُمّت'' ہونے کاشرف واعزاز بخشا۔

ہزاروں لاکھوں درود وسلام ہواُس کے رسولِ مجتبیٰ ونبیِ مصطفیٰ وپیغمبرِ صدق وصفا وداعیِ حق وہدیٰ،قرشی وہاشمی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم پرجن کی نبوت ورسالتِ عامّہ کے فیض وبرکت سے ہم اِس دینِ مُبین کی عظیم امانت کے حامل وامین اورفریضۂ دعوت وتبلیغِ اسلام کے وارث وجانشین کے منصب رفیع پہ فائز ہوئے۔ فَالْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ لِلّٰہِ وذالِکَ فضلُ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَنْ یَشاءُ۔وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیم۔

کتابُ اللہ وسُنّتِ رسول اللہ،اوّلین مَصادر ومَراجِ ایمان واسلام ہیں جنھوں نے ہمیں ''مومن ومسلم'' کے نام سے موسوم کیااورصحابہ وتابعین وتبع تابعین رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِین نے انھیں ناموں سے دنیا بھرمیں اپناتعارف کرایااوراِسی حیثیت سے شرق وغرب میں اُن کی شناخت قائم ہوئی۔

اُنھیں کی ہدایت،ہمارے لئے ہدایتِ حق وصواب ہے اوراُنھیں کی راہ،ہمارے لئے راہِ سعادت ونجات ہے۔صراطِ مستقیم وجادۂ مستقیم ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقاً وَارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ۔

Marfat.com

ارشادِ رسول وحدیثِ نبوی (عَلٰی صاحِبِہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام) نے ہمیں ''سَوادِ اعظم'' کی پیروی واِتباع اور ''سُنَّت'' و ''جماعت'' کو لازم پکڑے رہنے کا حکم دیا اور ''ماانا علَیْہِ و اَصْحابِی'' (جس پر مَیں اور میرے صحابہ قائم ہیں) کی اَبدی حقیقت واضح کر کے ہماری ''راہِ نجات'' متعین اور ہماری شاہراہِ حیات کو کشادہ فرما دیا ہے۔ فَصَلَّی اللّٰہُ تَبارَکَ وَتَعالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ واَصْحابِہٖ وَمَنْ تَبِعَھُم بِاِحْسانٍ اِلٰی یَومِ الدِّین۔

یہ حقیقت واضح رہے کہ عقائدِ قطعیہ اِجماعیہ میں سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کی اِتباع و پیروی لازم ہے۔ اور فرعی اعتقادیات کا جہاں تک سوال ہے تو اِن میں اَشاعِرَہ و ماتُرِیدیہ کا اختلاف، واضح ہے۔ اِسی طرح فقہی مذاہب اربعہ ہیں جن کے درمیان، ہزاروں اَحکام و مسائل اور خود اُن کے اصولِ فقہ میں بھی بہت سے اختلافات ہیں۔

یہ سب اِس اُمَّت کے لئے باعثِ خیر و برکت و رحمت ہیں۔ کیوں کہ سُنَّتِ نبوی عَلٰی صَاحِبِہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلام کے ہر پہلو پر اِن کے ذریعہ عمل ہو جاتا ہے۔

اِن اختلافات کے باوجود اَشاعِرَہ و ماتُرِیدیہ اور اَحناف و شوافع و مالکیہ و حنابلہ، چوں کہ عقائدِ قطعیہ اِجماعیہ میں متحد و متفق ہیں اس لئے یہ سب کے سب ''سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت'' میں شامل اور اہلِ سُنَّت کے ہی مختلف طبقات و مسالک ہیں۔

عالَمِ اسلام کے ہر خطے کے مسلمانانِ اہلِ سُنَّت و جماعت، اِعتقادی طور سے اَشعَری یا ماتُرِیدی اور فقہِ اسلامی میں ائمہٴ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کے مقلِّد ہیں۔ چنانچہ اَحناف، عموماً ماتُرِیدی اور شوافع، اَشعَری ہوتے ہیں۔

سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت ہی ہمیشہ حق و ہدایت پر اور کثیرُ التَّعداد رہے ہیں۔ لیکن بالفرض کبھی قلیلُ التَّعداد ہو جائیں تب بھی اہلِ حق و ہدایت ہی رہیں گے۔

مذہب و مسلکِ حق ''مذہب و مسلکِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت'' ہی ہے اور عالَمِ اسلام کے جملہ علما و فقہا و اَولیا و صُلَحائے کرام مثل ائمہٴ اربعہ، امامِ اعظم ابو حنیفہ

Marfat.com

وامام محمد بن ادریس شافعی وامام مالک وامام احمد بن حنبل ودیگر ائمۂ مجتہدین اوراکابر صوفیہ ومشائخِ کرام، مثل ائمۂ سلاسلِ طریقت، سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی وسلطانُ الھند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری وخواجہ بہاء الدین نقشبند وحضرت شیخ شہاب الدین سہروردی وسیدنا الشیخ احمد کبیر رفائی وسیدنا الشیخ ابوالحسن شاذلی ودیگر مشائخِ طریقت رِضوَانُ اللہِ علَیھِم اَجمَعِین اِسی شاہراہِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت پہ تاحیات گامزن رہ کر دُنیوی واُخروی فلاح وسعادت سے ہم کنار اور شادکام ہوئے۔

متحدہ ہندوستان کے وہ مشاہیرِ اسلام جو تجدید واحیاے دین کے منصبِ عظیم پہ فائز ہوئے۔ مثلاً: امام المحدِّثین، شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) ومجدِّدِ الفِ ثانی، شیخ احمد فاروقی سرہندی (وصال ۱۰۳۴ھ) وسیدنا میر عبدالواحد بلگرامی، مؤلفِ "سبعِ سَنابل" (وصال ۱۰۱۷ھ) وابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالم گیر (وصال ۱۱۱۷ھ) وسراج الھند، شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ) وفقیہِ اسلام، امامِ اہلِ سُنّت، مولانا الشاہ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ) قَدَّسَ اللہُ اَسرَارَھُم بھی تاحیات اسی مذہبِ اہلِ سُنّت وجماعت کے داعی ومبلّغ اور اسی شاہراہِ سَوادِ اعظم پہ خود بھی قائم ودائم رہے اور مسلمانانِ ہند کو بھی اسی پہ گامزن رہنے کی تلقین وہدایت کرتے ہوئے اِس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے ربِّ کریم کی بارگاہ میں سُرخ رُو اور شادکام ہوئے۔ فرَحِمَھُمُ اللہُ اَجمَعِین۔

مندرجہ ذیل، نمائندہ اکابر واسلاف وصوفیہ ومشائخ وعلما وفضلاے کرام ہمارے لئے بہترین نمونہ اور اُسوہ وقُدوہ ہیں۔ یہی ہمارے ہادی ورہنما اور ہمارے پیشوا ہیں جو ہند وپاک کے مختلف علاقوں میں آرام فرما ہیں۔ اور ان کے فیوض وبرکات کی نہریں آج بھی رَواں ہیں جن سے مسلمانانِ ہند وپاک اپنی مذہبی وروحانی پیاس بجھاتے اور سیرابی حاصل کرتے رہتے ہیں:

رہنماے کاملاں، سید علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری وحضرت بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی وعطاے رسول، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری وخواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی

Marfat.com

وسید فریدالدین مسعود گنج شکر ومحبوب الٰہی نظام الدین اولیا دہلوی ومخدومِ جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری وامیرِ کبیر، سید علی ہمدانی کشمیری ومخدوم سید جہاں گیراشرف سمنانی ومخدومِ اَوَدھ، شاہ محمد مینا چشتی لکھنوی وشیخ عبدالحق محدِّث دہلوی وصاحبُ البرکات ، سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی و بحرالعلوم، مولانا عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی ومولانا شاہ انوارالحق فرنگی محلی لکھنوی و شمسِ مارہرہ ،سید شاہ آلِ احمد اچھے میاں مارہروی وشاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی ومولانا شاہ احمد سعید مجدِّدی دہلوی ومولانا رشیدالدین خاں دہلوی ومولانا شاہ محمد مخصوص اللہ دہلوی وعلاّمہ فضلِ حق خیرآبادی وعلاّمہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی وخاتم الأ کابر، سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی ومولانا حیدرعلی فیض آبادی وغیرھُم ۔رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیہِم اَجْمَعِین ۔

صدیوں کے طویل عرصے میں متحدہ ہندوستان کے اندر،دینِ اسلام ومذہب اہلِ سُنَّت وجماعت کے خلاف بعض خطرناک مذہبی طوفان اُٹھے،سنگین حالات پیدا ہوئے اورنو مولود مذاہب وفِرَقِ باطلہ کے خیالاتِ فاسِدہ واَفکارِ کاسِدہ اوران کی حرکتوں وہرزہ سرائیوں سے مسلمانانِ ہند کے درمیان، بحرانی وہیجانی حالات پیدا ہوئے جنھوں نے ان کے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔مگراللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں ایام میں کچھ ایسے توفیق یافتہ پاکانِ امّت بھی پیدا کیے جنھوں نے اپنی مساعیِ جمیلہ اور خدماتِ جلیلہ کے ذریعہ ان فتنوں کا بڑی ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کر کے اسلام وسُنّیت کا تحفظ ودِفاع کیااور مسلمانوں کے وجود کواپنے اصل دین ومذہب سے وابستہ رکھ کران کے وجود کے ساتھ ان کے تشخص وشناخت کوبھی باقی وبرقراررکھنے کا عظیم فریضہ انجام دیا۔

کسی تفصیل سے گریز کرتے ہوئے اِجمال واِختصاراور تاریخی تسلسل کے ساتھ ایسے بعض بڑے فتنوں اور فرقوں کے حادثات کوذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

(۱) فتنہ مَہْدَوِیَّت: ۔سید محمد جون پوری (متولد ۸۴۷ھ جون پور۔متوفی ۹۱۰ھ بمقام فراہ) معروف بہ ''میران سید محمد مَہدیِ مَوعُود''۔

اِس دَجّال وکذّاب جون پوری نے ۹۰۱ھ میں دعویٰ کیا کہ: مَنِ اتَّبَعَنِی فَھُوَمُؤمِنٌ۔ (جو میری پیروی واتباع کرے وہی مومن ہے) اور ۹۰۳ھ یا ۹۰۵ھ میں اپنے ''مَہدیِ موعود''

Marfat.com

ہونے کا دعویٰ کیا۔

............''۹۵۲ھ میں شیخ علی متقی نے چار فتوے شیخ ابنِ حجر مکی وغیرہ، چار مذاہب کے، مکۂ معظمہ سے بادشاہِ گجرات کے پاس بھجوائے کہ یہ مہد دِیہ کافر ہو گئے ہیں۔ اگر یہ لوگ اِس مذہب باطل سے توبہ نہ کریں تو ان کو قتل کرنا، بادشاہِ اسلام پر واجب ہے۔'' (ص ۷۰۶۔

مذاہبُ الاسلام۔ مؤلفہ مولانا حکیم نجم الغنی خاں رام پوری۔ مطبوعہ رضا پبلی کیشنز، داتا گنج بخش۔ لاہور۔ ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء)

''مہد دِیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ تصدیقِ مہدیت، سید محمد جون پوری کی فرض ہے اور اِنکار ان کی مہدیت کا کفر ہے۔ اور ۹۰۵ھ سے کہ انھوں نے اس سنہ میں دعویٰ مہدیت کا کیا تھا، اس طرف جو اہلِ اسلام گذرے ہیں اور گذریں گے، سب بہ سبب انکار کے، کافرِ مطلق ہیں۔

مسلمان، صرف مہدوی ہیں۔ اور سید محمد مہدی اگرچہ داخلِ اُمّتِ محمدی ہیں لیکن افضل ہیں آمر اے مومنین، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین اور علی مرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُم سے ۔اور سید محمد جون پوری سوائے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے، تمام انبیائے مُرسل سے افضل ہیں۔

اور سید محمد جون پوری اگرچہ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پورے پورے تابع ہیں لیکن درجے میں دونوں برابر ہیں۔ دونوں میں سرِ مُو فرق نہیں۔'' الخ

(ص ۱۱۷۔ مذاہبُ الاسلام۔ مؤلفہ نجم الغنی خاں رام پوری۔ مطبوعہ لاہور)

مہدَوِیّت کی بیخ کنی میں شیخ علی متقی جون پوری، برہان پوری اور شیخ محمد طاہر پٹنی، گجراتی نے نمایاں حصہ لیا۔ اور عظیم کردار ادا کیا۔

شیخ علی متقی جون پوری، برہان پوری (وصال ۲؍ رجمادی الاولیٰ ۹۷۵ھ۔ بعمر نوے (۹۰) سال) جلیل القدر مُحدِّث تھے۔ ۹۵۳ھ میں حرمین شریفین پہنچے اور مکۂ مکرمہ میں اقامت اختیار کرلی۔ آپ کی تصانیف، سو (۱۰۰) سے زیادہ ہیں۔ مفتی حرم، شیخ ابنِ حجر مکی مؤلفِ اَلصَّوَاعِقُ الْمُحرقة ابتدا میں آپ کے استاد اور بعد میں شاگرد ہوئے۔ علامہ جلال الدین سیوطی کی ''جَمْعُ الجَوَامِع اور اَلْجَامِعُ الصَّغِیر کو ابوابِ فقہیہ پر مرتّب کیا۔

شیخ ابو بکر البکری فرماتے تھے کہ:

''سیوطی کا احسان، عالمِ اسلام پر ہے اور علی متقی کا احسان، سیوطی پر ہے''

Marfat.com

''شیخ مکہ'' (۹۷۵ھ) شیخ علی متقی کا مادۂ تاریخ وصال ہے۔

(ملخصاً از مآثِرُ الکِرام۔ مؤلفہ سید غلام علی آزاد بلگرامی۔ وصال ۲۴ رذوالقعدہ ۱۲۰۰ھ)

مولانا فقیر محمد جہلمی (متوفی ۲۷ رذوالحجہ ۱۳۳۴ھ/۲۵ راکتوبر ۱۹۱۶ء) مؤلفِ ''حدائق الحنفیہ'' آپ کے تعارف وتذکرہ میں لکھتے ہیں:

''علی بن حُسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خاں متقی، جون پوری الاصل، برہان پوری المولد، ۸۵۷ھ میں برہان پور میں پیدا ہوئے۔ پہلے شیخ حُسام الدین ملتانی وغیرہ سے مختلف علوم حاصل کیے پھر ۹۵۳ھ میں مکہ شریف کو تشریف لے گئے۔ اور شیخ ابوالحسن بکری وغیرہ مشائخ وارکانِ دین سے فقہ وحدیث وغیرہ علوم وفنون کی تکمیل کر کے جامعِ کمالاتِ ظاہری وباطنی ہوئے اور مکۂ معظمہ میں ہی اِقامت اختیار کر کے نشرِ علومِ ظاہری وباطنی میں بذریعۂ تدریس وتصنیف واِستکتاب اور تلقین وریاضت وتقویٰ میں مصروف ہوئے اور بُقعۂ مبارکہ کے خواص وعوام میں یہاں تک آپ کی کمالیت وفضیلت کی شہرہ آفاقی ہوئی کہ شیخ ابنِ حجر ہیتمی مکی مفتیِ حرمِ مکی، مؤلفِ اَلصَّوَاعِقُ الْمُحرقۃ جو ابتدا میں آپ کے استاد تھے، اَخیر میں اپنے آپ کو آپ کا تلمیذ، تصور کرنے لگے۔ اور رسمِ اِرادت بجالا کر آپ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

اکثر اوقات اپنے ہاتھ سے، سیاہی درست کر کے طالب علموں کو دیتے اور ان سے اُن کتابوں کو جو کم یاب ہوتیں، متعدد نسخے لکھوا کر اہلِ علم کو دیتے تھے۔

آپ نے بہت سی کتابیں ورسائل تصنیف کیے جن کا مجموعہ صغیر وکبیر، عربی وفارسی، سو (۱۰۰) کتاب سے مُتجاوز ہے۔ لیکن سب سے بڑی اور مفید تر ''کَنزُالعُمّال فِی سُنَنِ الْاَقْوَالِ والْاَفْعَال'' ہے۔ جس میں آپ نے شیخ جلال الدین سیوطی کی کتاب ''اَلْجَامِعُ الصَّغِیر'' اور ''اَلْجَامِعُ الکَبِیر'' یعنی ''جَمْعُ الْجَوَامِع'' اور اَلزَّوَائِدُ والْاِکمَال'' کو جن میں احادیث کو حروفِ تہجی پر جمع کیا گیا تھا اور جمیع احادیثِ قولی وفعلی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اِحاطہ کا دعویٰ کیا گیا ہے، تبویب فرمائی اور اَبوابِ فقہیہ پر ان کو ترتیب دیا۔ پھر ان کو مرتب کیا اور اکثر مکرّرات کو حذف کر کے مہذّب ومنقّح کتاب، چار جلدوں میں تیار کی۔ جس کی نسبت، شیخ ابوالحسن البکری مکی نے فرمایا ہے: لِلسُّیُوطِی مِنَّۃٌ عَلَی الْعَالَمِین ولِلْمُتَّقِی مِنَّۃٌ عَلَیہِ۔

Marfat.com

یہاں سے غور کرنا چاہیے کہ آپ کی اِمعانِ نظر، فہمِ معانی، ترتیبِ الفاظِ حدیث میں کس قدر تھی؟ آپ کا اِشتغال، تتبّعِ سُنن واحادیثِ نبوی میں یہاں تک تھا کہ اخیر وقت میں بھی جب بہ مقتضائے بشریت کے، امکان حرکت کی اور طاقت ہلنے کی نہ رکھتے تھے، حکم کیا تھا کہ تادمِ اخیر، مقابلہ کتب احادیث کا، ہمارے آگے سے نہ اُٹھاؤ"

لوگوں نے عرض کیا کہ: ہم کو کس طرح معلوم ہو کہ اب آپ کا دمِ اخیر ہے؟

آپ نے فرمایا: جب تک ہماری انگشتِ شہادت کو موافق حرکت ذکر کے، متحرک دیکھو تو یہی جانو کہ ابھی تک روح، قالَب میں ہے۔ اور جب وہ حرکت سے باز رہ جائے تو جان لو کہ روح، قبض ہو گئی۔"

چنانچہ ایسا ہی انھوں نے کیا اور آپ نے دوم جمادی الاولی ۹۷۵ھ کو سحر کے وقت، وفات پائی۔ آپ کی تاریخِ ولادت "سحر خیز" اور تاریخِ وفات "شیخ مکّہ" ہے۔

(آپ کے شاگرد) شیخ عبدالوھّاب متقی نے آپ کی تعریف وسوانح عمری میں ایک کتاب "اِتحاف التقی فی فضلِ الشیخ علی المُتقی" تصنیف کی ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی نے کتاب "زَادُ المُتقِین" میں آپ کا ذکر ایسی شرح وبسط سے کیا ہے کہ اس سے زیادہ، متصور نہیں۔"

(ص ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ حدائق الحنفیہ۔ مؤلفہ مولانا فقیر محمد جہلمی۔ ناشر: ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی۔ ۲۰۰۶ء)

شیخ محمد طاہر پٹنی، گجراتی مؤلف "مَجْمَعُ بِحَارِ الْاَنوار" (شہادت ۹۸۶ھ دَر مالوہ۔ مدفون پٹن، گجرات) نے مکّہ مکرّمہ میں شیخ علی متقی (وصال ۹۷۵ھ۔ مکّہ مکرّمہ) سے علمِ حدیث کی تعلیم حاصل کی اور ان کی صحبت وتربیت سے فیض یاب ہوئے۔

حجازِ مقدس کے جلیل القدر محدِّث، شیخ عبدالوھّاب متّقی قادری شاذلی، تلمیذِ رشید، شیخ علی متقی کے تلمیذِ علمِ حدیث، امام المحدِّثین، شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) ہیں۔

محدِّث شیخ علی متقی جون پوری برہان پوری اور محدِّث شیخ محمد طاہر پٹنی، گجراتی نے فتنۂ مہدویت کے اِستیصال اور اس کی بیخ کنی میں بڑا مجاہدانہ اور فیصلہ کُن کردار ادا کیا۔

سید غلام علی آزاد بلگرامی (وصال ۲۴ ذو القعدہ ۱۲۰۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

شیخ محمد طاہر پٹنی، مہدوی فرقہ کے پیشواؤں کو جو آپ کے ہم قوم تھے اور سید محمد جون پوری

کی اقتدا کرتے تھے، اپنے استاذ ہی کی طرح اسے شکست دینے پر کمر بستہ ہو گئے اور عہد کر لیا کہ جب تک اِس قوم کی پیشانی سے بد مذہبی کا داغ نہ دھولیں گے، اپنے سر پر دستار نہ باندھیں گے۔ ....(اِس نیت سے گجرات سے آگرہ چل پڑے کہ اکبر بادشاہ سے ملاقات کر کے اِس فتنہ کے خلاف کارروائی کریں) آپ کے مخالفوں (مہدویوں) کا ایک گروہ راستے میں آپ کے پیچھے لگ گیا۔ اُجّین اور سارنگ پور کے درمیان آپ کو شہید کر ڈالا۔'' الخ

(ملخصاً از مآثِرُ الکِرام ۔مؤلفہ سید غلام علی آزاد بلگرامی۔ وصال ۲۴ ذوالقعدہ ۱۲۰۰ھ)

محدِّث، شیخ محمد طاہر پٹنی، گجراتی کے بارے میں مولانا فقیر محمد جہلمی (متوفی ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) تلمیذِ مفتی صدرُ الدین آزردہ صدرُ الصّدر دہلی (متوفی ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) لکھتے ہیں:

''محمد بن طاہر پٹنی:۔خادمِ حدیثِ نبوی، ناصرِ سُنَنِ مصطفوی، جامعِ منقول و معقول، حاویِ فروع و اصول تھے۔ ۹۱۴ھ (۹۱۳ھ۔مرتّب) شہر نہر والہ (گجرات) میں پیدا ہوئے۔

پہلے اپنے ملک کے عُلما و فُضلا مثل مولانا شیخ ناگوری و شیخ برہان الدین سمہودی و مولانا یدُ اللہ سوہی اور مُلّا مہتہ وغیرہ سے علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی۔ پھر حرمین شریفین کو تشریف لے گئے اور وہاں کے عُلما و مشائخ، مثل شیخ ابو عبداللہ زبیدی و سید عبداللہ مدنی و شیخ عبداللہ حضرمی و شیخ جارُ اللہ مکّی و شیخ ابنِ حجر مکّی، صاحب ''اَلصَّوَاعِقُ الْمُحرِقة'' و شیخ علی مدنی و شیخ برخوردار سندھی اور شیخ ابوالحسن بکری مکّی سے علوم و فنون حاصل کیے۔ خصوصاً شیخ اجلّ، ولی اکمل، شیخ علی بن حُسام الدین متّقی سے بے شمار فیوض حاصل کر کے ان کے مُرید خاص ہوئے۔

پھر اپنے وطن (گجرات) میں واپس ہو کر اِفادۂ علوم اور اِعلائے کلمۃ الحق کا ہنگامہ گرم کیا اور تصانیفِ نفیسہ میں مصروف ہوئے۔ جن میں سے ''مَجْمَعُ الْبِحَارفِی غَرِیبِ الْحدیث'' اور ''اَلْمُغْنِی فِی ضَبطِ اَسماءِ الرِّجال'' اور ''تَذْکِرۃُ الْمَوضُوعاتِ فِی الْاَحادِیثِ الْمَوضُوعة'' اور ''قَانُونُ الموضوعات فِی ذِکْرِ الضُّعَفاءِ وَالْوَضّاعِین'' وغیرہ ہیں۔

اور بہ موجب وصیت اپنے شیخ علی متّقی کے، واسطے امداد کتب نویسوں کے، اپنے ہاتھ سے سیاہی حل کر کے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ سبق پڑھاتے وقت بھی سیاہی حل کرنے میں مصروف رہتے تھے۔

اُن دنوں، فرقۂ بواہیر مہدویہ کا بڑا زور تھا۔ اور وہ سید محمد جون پوری مدّعی مہدویّت کی

Marfat.com

اِقتدا کرتے تھے: آپ نے مثل اپنے شیخ واستاذ (شیخ علی متقی جون پوری، برہان پوریؒ) کے کمرِ ہمت باندھ کر عہد کیا کہ جب تک یہ بدعت (بدمذہبی/رَسم مذکور میں سے دور نہیں ہو جاتی، پگڑی اپنے سر پر نہ باندھیں گے۔

چنانچہ کچھ مدت تک بغیر پگڑی باندھنے کے، ان کے اِستیصال میں مصروف رہے۔ جب ۹۸۰ھ میں اکبر شاہ (مغل بادشاہ، جلال الدین محمد اکبر۔) نے گجرات کو فتح کیا تو آپ سے اس کی قصبہ پٹن میں ملاقات ہوئی۔ اور اس نے اپنے ہاتھ سے پگڑی باندھ کر کہا کہ:

''آپ کے تَرکِ دستار کا حبب مَیں نے سُن لیا ہے۔ پس اب نصرت، دینِ متین کی، آپ کے ارادہ کے موافق مجھ پر لازم ہوئی۔''

اسی سال گجرات کی حکومت، خانِ اعظم ''مرزا عزیز کوکہ'' کے سپرد ہوئی جس کی اعانت سے اکثر رسوم، بدعت کی دور ہوئیں۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد صوبہ گجرات، خانِ خاناں عبدالرحیم کے تحت حکومت میں آ گیا۔ جس کی حمایت سے فرقۂ مہدویہ نے پھر زور پکڑ لیا۔

آپ نے پھر پگڑی اپنے سر سے اتار ڈالی۔ اور آگرہ کا قصد کیا کہ اکبر شاہ (اکبر بادشاہ) کے پاس جا کر عرضِ حال کریں۔ اور اس بدعت کے دور کرانے کا قرارِ واقعی تدارک کرائیں۔

ہر چند، شیخ وجیہ الدین علوی (گجراتی) نے کنایۃً منع کر کے فرمایا کہ:

''یہ جہاں، مظہرِ اسمائے جلالی و جمالی ہے۔ حفظِ آثار اور احکامِ ہر اسم، ضرور مستقیم ہے۔''

مگر کچھ سود مند نہ ہوا۔ اور آپ نے ۹۸۶ھ میں کوچ کر ہی دیا۔

راستے میں مخالفوں (مہدویوں) کی ایک جماعت نے پہنچ کر درمیان اوجین اور سارنگ پور کے، آپ کو شہید کر دیا۔

نعش آپ کی مالوہ سے پٹن (گجرات) لا کر آپ کے اسلاف کے مقابر میں دفن کی گئی۔ ''خلیفۂ دوراں'' تاریخ وفات ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''اَخبارُ الاَخیار'' میں میاں غیاث، ساکن بروچ، گجرات کے حالات میں جو اپنے وقت کے صُلحا میں تھے، لکھتے ہیں کہ:

شیخ عبدالوہاب، خلیفۂ شیخ علی متقی نے فرمایا کہ:

Marfat.com

میں نے ایک دفعہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ:

اِس زمانہ میں کون اَفضلُ النَّاس ہے؟

آپ نے ارشاد فرمایا: میاں غیاث۔ پھر تیرا شیخ۔ پھر محمد طاہر۔ اِنتَھٰی۔

بعض نے آپ کا نسب، حضرت ابوبکر صدیق تک پہنچایا ہے۔ اور بہ اتفاقِ جمہور، آپ قوم بوہر میں سے تھے۔ جو صوبہ گجرات میں رہتی ہے۔ جس کے اسلاف، مُلّا علی کے ہاتھ پر جن کی قبر کھمبات میں ہے، اسلام لائے تھے۔

تمام، تجارت پیشہ اور اہلِ حرفہ ہیں۔ غالباً ان کے اس لقب سے مشہور ہونے کی وجہ بھی شغلِ تجارت ہے۔ جس کو ہندی میں بیوپار (بیوہار۔ مرتب) کہتے ہیں۔"

(ص ۳۰۸ و ص ۳۰۹۔ حَدَائِقُ الحنفیۃ۔ مؤلفہ مولانا فقیر محمد جہلمی۔ مطبوعہ ادبی دنیا مٹیا محل۔ دہلی۔ ۲۰۰۶ء)

مَہدَوِی فتنے کا اثر گجرات، سندھ، حیدر آباد دکن اور افغانستان کے بعض علاقوں تک پھیل گیا تھا۔ آج بھی مَہدَوِی بڑی تعداد میں حیدر آباد دکن (آندھرا پردیش) اور بعض دیگر مقامات پہ موجود اور منظم و سرگرم ہیں۔

(۲) فتنہ دینِ الٰہی:۔ مُرتِد اس کا جلال الدین محمد اکبر، شہنشاہِ ہندوستان ہے.........

ماہِ رجب ۹۸۷ھ میں ایک محضر (درباری) علما سے بادشاہِ مذکور نے تیار کرایا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ:

"امامِ عادل، مطلقاً مجتہد پر فضیلت رکھتا ہے اور وہ مجاز ہے اس بات کا کہ مسئلہ مختلف فیہ میں روایتِ مَرجوح کو ترجیح دے دے۔ معاملاتِ شرعی میں کسی کو اس کی رائے سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں۔ کیوں کہ امامِ عادل، معاملات کو مجتہدین سے زیادہ سمجھتا ہے۔

پس جو اس سے مخالفت کرے وہ دنیا و عُقبیٰ میں مستوجبِ عذاب ہے۔

بلکہ امامِ عادل کو اس کا بھی اختیار ہے کہ کوئی حکم ایسا بھی اپنی طرف سے جاری کرے جو نص کے مخالف ہو۔ مگر اس میں خلائق کی رفاہیت مدِ نظر ہو۔ اور امامِ عادل کے ایسے مسائل کی تعمیل، سب پر واجب ہے۔" خلاصہ محضر نامہ۔

اور مُراد اس امامِ عادل سے جلال الدین محمد اکبر کی ذات تھی۔"

Marfat.com

(ص ۵۸۳۔ تاریخ مذاہبُ الاسلام، مؤلفہ نجم الغنی خاں رام پوری۔ مطبوعہ لاہور)

"اِس فتویٰ کے حاصل ہونے کے بعد اکبر نے اپنے اجتہادات جاری کیے۔ اور تمام تحلیل وتحریم کی موقوفی پر نوبت پہنچی اور اپنی عقل سے دین میں باتیں پیدا کرنے لگا اور اسلام کا نام "تقلید" رکھ دیا۔
کہتا تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ وحی محال ہے۔ اور امامات ونبوات میں تشکیک کرنے لگا۔
جِنوں اور فرشتوں اور تمام مغیبات اور مُعجزات وکرامات سے انکارِ صریح کر دیا اور قرآن کے تَواتُر اور اس کے کلامِ الٰہی ہونے کے ثبوت کو محال قرار دیا۔
وہ کہتا تھا کہ: بدن کے فنا ہو جانے کے بعد روح کا باقی رہنا اور ثواب وعذاب کا بغیر تناسُخ کے ہونا محال ہے۔ اور پھر اِعلانیہ حکم دے دیا کہ کلمہَ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کے ساتھ اکبر خلیفۃُ اللّٰہ بھی کہا کریں۔" الخ (ص ۵۸۳۔ مذاہبُ الاسلام۔ مطبوعہ لاہور)

.........اور وہ آفتاب کو "حضرت نیّرِ اعظم" کہتا تھا۔ گاؤ کُشی اور اس کا گوشت کھانا، حرام کر دیا۔ آتش پرستوں سے آتش کے فضائل معلوم کر کے آگ کی تعظیم کرنے لگا۔
اور حکم دیا کہ: بطورِ آتش کدوں کے محل میں آگ کی حفاظت کی جائے اور وہ ہمیشہ، روشن رہے۔ کیوں کہ آگ، اللہ تعالیٰ کی ایک آیت اور اس کا نور ہے۔"
اور جلوس کے پچیسویں سال میں "نوروز" کے دن اس نے آگ اور سورج کو سجدہ کیا اور یہ مقرّر کر دیا کہ جب شام کو شمعیں اور چراغ، روشن ہوں تو ہمارے مُرید، سروقد تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کریں۔
اور ایک زُنّار، مُرصَّع بجواہر تیار کرا کے تبرکاً برہمنوں کے ہاتھ سے پہنی اور راکھی بندھوائی اور قَشقہ ماتھے پر کھنچوایا۔" الخ (ص ۵۸۴۔ مذاہبُ الاسلام۔ مطبوعہ لاہور)

اس آتشِ فتنہ کو فَرو کرنے میں اور اِلحاد وبددینی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں خصوصیت کے ساتھ امامُ المحدِّثین، شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) نے عالمانہ ومحدِّثانہ۔ اور امامِ ربّانی، مجدِّدِ الفِ ثانی، شیخ احمد فاروقی سرہندی (وصال ۱۰۳۴ھ) نے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔
بعض مؤرخین نے "دینِ الٰہی" کو "آئینِ اکبری" سے بھی تعبیر کیا ہے۔

(۳) فتنہ وہابیت:۔ نجد سے دہلی تک کی وہابیت سے مسلمانانِ ہندوپاک کسی نہ کسی حد تک

Marfat.com

عموماً واقف ہیں۔ شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کے بیانات و خطابات و کتب و رسائل بالخصوص تقویۃ الایمان جو ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں خواص و عوام کے سامنے آئی، وہی متحدہ ہندوستان میں وہابیت کا نقطۂ آغاز ہے۔

فرقۂ ناجیہ اور سوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کے عقائد و افکار اور معمولات و مراسم کے خلاف ''سلسلۂ وہابیہ اسمٰعیلیہ'' نے متحدہ ہندوستان میں ایک ایسا محاذ کھولا اور ایسا فتنہ برپا کیا جس نے متحدہ ہندوستان کے مسلم معاشرے کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اس کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے اس کا امن و سکون، غارت کر دیا۔ جب کہ مسلّمہ حقیقت یہ ہے کہ صدیوں سے متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی غالب اکثریت، سنّی ہے اور سنّی ہونے کے ساتھ حنفی بھی ہے۔ بعض ساحلی علاقے، مثلاً: مالابار و کوکن میں سنّی شافعی ہیں۔ کہیں کہیں، بہت معمولی تعداد، اہلِ تشیع کی رہی ہے۔

سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت اور فرقۂ ناجیہ ہی اہلِ حق و ہدایت ہیں۔ جن کے بارے میں امامُ المحدِّثین، حضرت شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مَروِی ایک حدیث بسلسلۂ اِتباعِ صراطِ مستقیم کی تحقیق و توضیح کرتے ہوئے علمِ حدیث کی اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''اَشِعَّۃُ اللَّمعات شرح مشکوٰۃ'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

اگر کہا جائے کہ:

یہ کیسے معلوم ہو کہ فرقۂ ناجیہ، اہلِ سُنّت و جماعت ہی ہیں؟

اور یہی سیدھی راہ، اور خدا تک پہنچانے والا راستہ ہے۔ اور دوسرے سارے راستے، جہنم تک پہنچانے والے ہیں؟

دعویٰ تو ہر فرقہ یہی کرتا ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے اور اس کا مذہب برحق ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

یہاں صرف دعویٰ سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ اس کی دلیل بھی ہونی چاہیے۔

اہلِ سُنّت و جماعت کی حقّانیت کی دلیل تو یہ ہے کہ:

دینِ اسلام، منتقل ہوتا ہوا اُن تک پہنچا ہے۔ جس کے لیے محض، عقل کا استعمال کافی نہیں۔

اَخبارِ متواترہ سے معلوم ہوا اور احادیثِ نبوی و آثارِ صحابہ سے یقین ہوا کہ:

Marfat.com

صحابہ وتابعین وتبع تابعین جو سَلفِ صالحین ہیں، وہ اہلِ سُنّت و جماعت کے اسی اعتقاد اور اسی طریقہ پر رہے ہیں۔

اَقوال ومذاہب میں نفسانیت وبدمذہبی، صدرِ اوّل کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ صحابہ وتابعین وتبع تابعین وسَلفِ متقدمین میں سے کوئی دوسرے مذاہب کا ماننے والا نہیں تھا۔

سب کے سب ان نئے مذاہب سے بیزار تھے اور ان مذاہب کے پیدا ہوتے ہی ان کے ماننے والوں سے اپنا رشتۂ محبت وتعلق توڑ کر ان کا خوب رَدّ و اِبطال کیا۔

صِحاحِ ستّہ اور ان کے علاوہ دوسری مشہور ومُعتمد کتب جن پر احکامِ اسلام کا مدار ومبنیٰ ہوا اُن کے محدِّثین اور ائمہ فُقہائے حنفی ومالکی وشافعی وحنبلی ودیگر عُلمائے کرام، یہ سب کے سب مذہب اہلِ سُنّت وجماعت پر ہی قائم رہے ہیں۔"

(اشِعَّۃُ اللّمعات شرح مشکوٰۃ۔ جلدِ اول، بابُ الِاعْتِصام)

اَشاعرہ وماتُریدیہ وصوفیۂ کرام کو اہلِ سُنّت وجماعت میں شمار کرتے ہوئے آخر میں حضرت شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) رقم طراز ہیں:

ہم نے جو بات کہی ہے اُس کی صداقت اِسی سے ثابت ہو جائے گی کہ:

مشرق ومغرب میں پھیلی ہوئی مشہور کتب حدیث وتفسیر وکلام وفقہ وتصوف وسِیَر وتواریخِ معتبرہ کو جمع کرکے ان کی چھان بین کرلی جائے۔ ہمارے مخالفین بھی کتابیں لاکر دیکھ لیں۔ تاکہ حقیقتِ حال واضح ہو جائے۔"

(اشِعَّۃُ اللّمعات شرح مشکوٰۃ۔ جلدِ اول، بابُ الِاعْتِصام)

امامُ المحدِّثین، شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) شیخ عبدالکریم حنبلی قادری کی ایک کتاب 'قابَ قوسَین ومُلتقیٰ النّامُوسَین فِی مَعرِفۃِ قَدرِ النَّبِیّ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم) وکیفیۃِ التعلُّق بِجَنابِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے نقل فرماتے ہیں کہ:

جنابِ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی بارگاہِ اَقدس کے ساتھ تعلق کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم:۔ آپ کی کامل اِتباع پر اِستقامت۔ یعنی جس قول، فعل اور عقیدے کا کتاب وسُنّت نے حکم دیا اسے ہمیشہ اختیار کرنا۔ جیسے کہ چار ائمہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی

Marfat.com

اور امام احمد بن حنبل رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تعالیٰ میں سے کسی ایک کا طریقہ ہے۔

کیوں کہ عُلمائے محققین کا اِس اَمر پر اِجماع ہے کہ:

یہ چاروں ائمہ، اہلِ حق ہیں اور اِنْ شاءَ اللّٰهُ العزیز قیامت کے دن یہی فرقۂ ناجیہ (نجات پانے والی جماعت) ہوں گے۔" اِلٰی آخِرِہٖ۔

(ص ۲۰۵۔ اَلتَّعَرُّف فِی مَعْرِفَةِ الْفِقهِ وَالتَّصَوُّف۔ مؤلّفہ شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی۔ اردو ترجمہ بنام "تعارفِ فقہ و تصوف" از مولانا عبدالحکیم شرف قادری لاہوری۔ مطبوعہ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس۔ سوئیوالان، نئی دہلی ۲)

اسی کی تشریح کرتے ہوئے سیف اللہ المسلول، مولانا فضلِ رسول عثمانی قادری بدایونی (وصال ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) اپنی مشہور کتاب "سیفُ الجبار" مطبوعہ بدایوں میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ بات ظاہر ہے کہ ہر فرقہ (اپنے) آپ کو "صراطِ مستقیم" یعنی سیدھی راہ پر جانتا ہے۔ مگر صرف ہر ایک کا جاننا اور کہنا، کفایت نہیں کرتا۔ اور فقط ان کے کہہ دینے سے ثابت نہیں ہو جاتا۔ بلکہ حق وہ ہے کہ اللہ اور رسول کے کلام سے ثابت ہو۔

اِس واسطے ہم رُجوع کرتے ہیں خدا اور سول کے کلام کی طرف۔ یہ بات دریافت کرنے کے لئے کہ سیدھی راہ اور صراطِ مستقیم کون سی ہے؟

سو قرآن شریف کی پہلی سورت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو تعلیم فرمایا کہ سیدھی راہ کی ہدایت مانگیں اور یوں کہیں:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ (سورۂ الفاتحہ)

اور اسی جگہ صراطِ مستقیم کا بیان بھی فرمادیا کہ وہ راہ اُن لوگوں کی ہے جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ اور اُسی جگہ ان لوگوں کا بھی بیان فرمادیا کہ وہ کون ہیں؟ یعنی اَنبیا و صِدِّیقین اور شُہَدا و صالحین۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے "تفسیرِ عزیزی" میں لکھا ہے:

"جب اللہ تعالیٰ نے بندے کو تعلیم فرمایا کہ سیدھی راہ کی ہدایت طلب کرے تو اُن لوگوں کا ذکر کرنا، لازم ہوا کہ جن کے واسطے سے سیدھی راہ بندوں کو پہنچی ہے۔ اور اُن کے اَعمال کے دیکھنے اور اَقوال کے سننے سے سیدھی راہ، غیر سیدھی راہ سے جُدا ہو جاتی ہے۔

اور نہیں تو سب مختلف مذہب والوں میں سے ہر ایک کہتا ہے کہ: میں سیدھی راہ پر ہوں۔"

سوایک جماعت کومقرر کیا چاہیے کہ سیدھی راہ کے بیان کرنے والے ہوں۔اس واسطے سیدھی راہ کا بیان اِس طرح تعلیم فرمایا کہ:

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ۔ (سورۂ الفاتحہ)

یعنی اون لوگوں کی راہ کہ انعام کیا تو نے اون پر۔"

اس لفظ قرآن مجید کی دوسری جگہ تفسیر فرمایا ہے کہ:

وہ چار فرقہ ہیں: اَنبیا و صدِ یقین اور شُھدَا و صالحین۔

سو معلوم ہوا کہ سیدھی راہ ان چار فرقوں کی ہے۔اور بندے کو چاہیے کہ:

اللہ سے مناجات کے وقت میں ان چار فرقوں کو اپنی نظر میں لحاظ کرے اور اون کی راہ، طلب کرے۔جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے سورۂ نساء میں:

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقاً۔ (سورۂ نساء: آیت ۶۹)

یعنی جو کوئی اطاعت، اللہ و رسول کی بجالاوے اور دونوں کے کہے پر عمل کرے، سو راہ میں اون لوگوں کے ساتھ جاتا ہے کہ انعام کیا ہے اللہ نے اون پر۔اور وہ چار فرقے ہیں:

اَنبیا و صدِ یقین اور شُھدَا و صالحین۔یہ گروہ اچھے رفیق ہیں۔"

پس اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، میں راہِ حق کا ڈھونڈھنا ہے اور صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ میں رفیق کا طلب کرنا ہے کہ:

اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْقُ۔پہلے رفیق، پھر راہ۔" الخ

(ص ۴ و ۵۔سیف الجبار۔مؤلفہ علامہ فضلِ رسول بدایونی۔مطبوعہ بدایوں۔یوپی)

علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی، مزید تحریر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْراً۔

(سورۂ نساء: آیت ۱۱۵)

یعنی، اور چلے سب مسلمانوں کی راہ کے سوا۔ہم اوس کو پھیریں گے جس طرف کو پھر گیا۔

Marfat.com

اور پہنچاویں گے اوس کو ہم دوزخ میں۔ اور پہنچا بُری جگہ۔"

مولوی عبدالقادر (دہلوی) نے ترجمہ میں اِس آیت کا فائدہ یوں لکھا ہے:

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ علیہِ و آلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ:

"اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں پر۔ جس نے جُدا راہ پکڑی، وہ جا پڑا دوزخ میں۔"

پس جس بات پر اُمّت کا اِجماع ہو، وہی اللہ کی مرضی ہے اور منکر ہو سو دوزخی ہے........

ابنِ ماجہ نے انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ سے روایت کی ہے کہ:

فرمایا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم نے:

اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔

یعنی سَوادِ اعظم کی پیروی کرو۔ کیوں کہ جو اکیلا ہوا اُکثروں کی متابعت سے وہ اکیلا دوزخ میں گرایا جاوے گا۔"

شیخ عبدالحق (محدّث دہلوی) عَلَیہِ الرَّحْمَۃ نے لکھا ہے کہ:

مقصود یہ ہے کہ جس جانب میں اکثر علما ہوں اوس کی پیروی کرو۔

ترمذی نے عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ سے روایت کیا کہ:

فرمایا رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم نے:

یَدُ اللّٰہِ عَلیٰ الْجَمَاعَۃِ۔ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔

یعنی جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ جو جماعت سے اکیلا ہوا، دوزخ میں پڑے گا اکیلا۔"

ابوداؤد اور امام احمد نے ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ سے روایت کیا کہ:

فرمایا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلیہِ وَسَلَّم نے:

اِنَّ الشَّیْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَأْخُذُ الشَّاذَّۃَ وَالقَاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ۔ وَاِیَّاکُمْ وَالشِّعَابَ۔ وَعَلَیْکُم بِالْجَمَاعَۃِ وَالْکَافَّۃِ۔

یعنی شیطان، آدمی کا بھیڑیا ہے۔ جیسے بکری کا، کہ پکڑ لیتا ہے جس کو کہ، اپنے بھائیوں سے نفرت اور بے اُنسی کے سبب اکیلے رہے۔ اور جس کو کہ گلّے سے اکیلی چلی جاوے۔ اور جس کو کہ اکیلی رہ جاوے اپنی جماعت سے۔

Marfat.com

گھاٹیوں میں مت جاؤ اور جماعت کو لازم پکڑو۔"

شیخ عبدالحق عَلَیہِ الرَّحمَۃ نے لکھا ہے: مقصود یہ ہے کہ جماعت کو لازم پکڑو۔

شیخ عبدالحق عَلَیہِ الرَّحمَۃ نے لکھا ہے: مقصود یہ ہے کہ جماعت سے باہر نہ ہو۔ اور اکثر عالم جس طرف ہوں اس کی پیروی کرو۔"

فائدہ: یہ بات قرآن وحدیث سے خوب ثابت ہوگئی کہ:

راہِ حق اور صراطِ مستقیم، راہ، انبیا اور صدیقین اور شُہدا اور صالحین کی ہے۔ موافق جماعت اور سَوادِ اعظم کے۔ جو جماعت اور سَوادِ اعظم کے خلاف ہے، وہ دوزخی ہے۔"

(ص ۷ تا ص ۹۔ سیف الجبار۔ مؤلفہ علاّمہ فضلِ رسول بدایونی، مطبوعہ بدایوں، یوپی)

آگے فرماتے ہیں:

"وہ جو فرقۂ ناجیہ، جمہور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ان کے اَتباع (متّبعین) کا ہے کہ جن کو اہلِ سُنّت و جماعت کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب سے اب تک اوسی صراطِ مستقیم پر ہیں اور جماعت اور سَوادِ اعظم اُمّت وہی ہیں۔

اور ہر وقت میں اکثر اَطراف میں اِظہارِ حق اور مددگاری، دین کی اونھیں سے ہوتی رہی اور سب بدمذہبوں کو تادیب اور تنبیہ لسانی اور سنانی کرتے رہے۔ اور بموجب وعدۂ الٰہی کے اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ، غلبۂ عام اوسی فرقہ کو رہا۔

اور وہ سَوادِ اعظم، عقائد میں اَشعری، ماتُریدی اور فقہ میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہیں۔

جو ان کے سوا ہے وہ جماعت سے خارج اور سَوادِ اعظم کا تارِک اور دین کا مارِق ہے۔

اور جماعت کا تارک اور سَوادِ اعظم کے مخالف جو فرقے اب تک ہوئے ہیں اور ان کے رَدّ و اِبطال اور دَفع و زَوال میں جو جو کہ پیش آیا اوس کا ذکر کرنا بسبب شہرت کے ضرور نہیں ہے۔"

(ص ۹ و ص ۱۰۔ سیف الجبار۔ مؤلفہ علاّمہ فضلِ رسول بدایونی۔ مطبوعہ بدایوں۔ یوپی)

فتنۂ وہابیت کے سدِّ باب کے لئے مولانا رشید الدین خاں دہلوی و علاّمہ فضلِ حق خیرآبادی اور شاہ مخصوص اللہ دہلوی و شاہ محمد موسیٰ دہلوی نبیرگانِ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی و دیگر

Marfat.com

علما و مشائخ دہلی نے ۱۲۴۰ھ ۱۸۲۴ء میں شاہجہانی جامع مسجد دہلی میں شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی سے مناظرہ کیا۔

شاہ احمد سعید مجدِّدی دہلوی و شاہ عین الحق عبد المجید عثمانی بدایونی و علاّمہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی و مولانا حیدر علی فیض آبادی و مولانا جمال الدین فرنگی محلی لکھنوی (نواسۂ بحر العلوم، مولانا عبد العلی فرنگی محلی) و مولانا مخلص الرحمٰن چاٹگامی و مفتی شرف الدین رام پوری و مولانا غلام محی الدین قصوری و مولانا سلامت اللہ کشفی بدایونی و سید عبد الفتاح گلشن آبادی و مولانا سید عبد اللہ بلگرامی اور نہ جانے کتنے علما و مشائخِ اہلِ سنّت نے زبانی و تحریری طور پر وہابیت کا تعاقب کیا۔

بعد کے اُدوار میں مولانا مفتی ارشاد حسین مجدِّدی رام پوری (متوفی ۱۳۱۱ھ) و مولانا نقی علی قادری برکاتی بریلوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) و تاج الفحول، مولانا عبد القادر عثمانی بدایونی (متوفی ۱۳۱۹ھ) و حافظِ بخاری، سید عبد الصّمد مودودی چشتی سہسوانی ثُمّ پھپھوندوی (متوفی ۱۳۲۳ھ) و امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ) و مولانا غلام قادر بھیروی، پنجابی (متوفی ۱۳۲۷ھ) و مولانا غلام دستگیر قصوری پنجابی (متوفی ۱۳۱۵ھ) و مولانا عبد السمیع بیدلؔ رام پوری سہارن پوری (متوفی ۱۳۱۸ھ) و مولانا احمد حَسَن کان پوری (متوفی ۱۳۲۲ھ) و مولانا وکیل احمد سکندر پوری (متوفی ۱۳۲۲ھ) و مولانا خیر الدین دہلوی (متوفی ۱۳۲۶ھ) و مولانا عبد العلی آسی مدراسی لکھنوی (متوفی ۱۳۲۷ھ) و مولانا وصی احمد محدِّث سورتی، پیلی بھیتی (متوفی ۱۳۳۴ھ) و مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی (متوفی ۱۳۴۷ھ) وغیرھُم رِضْوَانُ اللّٰہِ تعالیٰ علَیہِم اَجمَعِین کی خدماتِ جلیلہ اِس سلسلے میں نہایت روشن و تابناک اور ناقابلِ فراموش ہیں۔

اہلِ سُنّت و عُلمائے اہلِ سُنّت کے تعلق سے اپنی لاعلمی بلکہ عِناد و مخاصمت کی وجہ سے مُعانِدِین و مُخالِفین کی طرف سے بہت سی باتیں کہی جاتی ہیں۔ جن میں سے ایک بات یہ بھی بار بار کہی اور لکھی جاتی رہی ہے کہ:

"مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنی تحریروں کے ذریعہ ہندوستان کے اندر مسلکی اختلاف پیدا کیا اور اسے پَروان چڑھایا۔"

Marfat.com

اِن ناواقفوں یا مخالفوں کو معلوم نہیں کہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں جب تقویۃ الایمان (جس کی تالیف کئی سال پہلے ہی ہو چکی تھی اور نقل در نقل لوگوں تک پہنچتی رہی) منظرِ عام پر آئی تو سب سے پہلا اس کا تحریری جواب ۱۲۴۰ھ ہی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ) کے شاگردِ رشید، حضرت علّامہ فضلِ حق خیرآبادی (وصال ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) نے پہلے مرحلے میں اِجمال واختصار کے ساتھ ''تقریرِ اعتراضات برتقویۃ الایمان'' اور دوسرے مرحلے میں ''تحقیقُ الفتویٰ فِی اِبطالِ الطَّغویٰ'' کے نام سے دیا۔ پھر رسالہ ''یک روزہ'' از شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی کا محقِّقانہ جواب ''اِمتناعُ النظیر'' کے نام سے سپردِ قلم فرمایا۔

۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء ہی میں تقویۃ الایمان کے پیدا کردہ مسائل کے خلاف، متعدد عُلماے اہلِ سُنّت نے بھی جامع مسجد دہلی میں شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) سے مناظرہ کر کے اسے ساکت وعاجز اور لاجواب کیا۔

اور ساتھ ہی ساتھ یہ تاریخی حقیقت بھی یاد رکھنی چاہیے کہ: اِس سُنّی وہابی مناظرۂ جامع مسجد، دہلی میں نہ بدایوں کا کوئی شخص (عالمِ دین) تھا، نہ بریلی کا۔

امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی پر ''مسلکی اختلاف پیدا کرنے کا اِلزام'' نہایت لَغو اور باطل ہے جس کی تردید وتغلیط کے لئے اِس حقیقت کا اظہار کافی ہے کہ مناظرۂ جامع مسجد دہلی ۱۲۴۰ھ کے بتیس (۳۲) سال بعد ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں امام احمد رضا کی ولادت ہوئی۔ جب کہ خود آپ کے والدِ محترم، حضرت مولانا نقی علی قادری برکاتی بریلوی کی بھی اِس مناظرہ (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے چھ (۶) سال بعد ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں ولادت ہوئی تھی۔

بدایوں و بریلی میں متعدد جلیل القدر عُلما تھے۔ ان کی بہت ساری دینی

Marfat.com

وعلمی خدمات ہیں۔ لیکن اِس تعلق سے جامع مسجد دہلی میں جو کچھ ہُوا اُس میں صرف عُلماے دہلی شریک تھے اور انھوں نے وہابی اسمٰعیلی خیالات کا ردّ وابطال کیا۔

دوسرا تاریخی مناظرہ ''براہینِ قاطعہ'' مؤلّفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری (متوفی ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء) ومصدّقہ مولانا رشید احمد گنگوہی (متوفی جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ/اگست ۱۹۰۵ء) کی ایک توہین آمیز عبارت کے خلاف بھاول پور میں ہوا۔

۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں بھاول پور، پنجاب (موجودہ پاکستان) کے اندر ہونے والے اِس مناظرہ میں ایک طرف سُنّی عُلماے پنجاب تھے اور دوسری طرف دیوبندی عُلماے سہارنپور۔ بدایوں اور بریلی کا کوئی عالم اِس سُنّی دیوبندی مناظرہ میں بھی شریک نہیں تھا۔

عُلماے پنجاب کی طرف سے حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری (وصال ۱۳۱۵ھ) اور عُلماے سہارن پور کی طرف سے مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری (متوفی ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء) مُناظِر تھے۔

مناظرۂ بہاول پور، پنجاب کی تفصیلی روداد ''تَقدِیسُ الْوَکِیل عَنْ تَوْهِینِ الرَّشِیدِ والْخَلِیل'' مؤلّفہ مولانا غلام دستگیر قصوری، پاک وہند سے شائع ہوچکی ہے۔

اہلِ سُنّت وجماعت کے درمیان مختلف اَدوار میں مختلف شخصیتیں جلوہ گر ہوتی رہیں اور انھوں نے اپنے اپنے طور پر نمایاں دینی وعلمی خدمات انجام دیں۔ اِدھر آخری دَور میں سب سے نمایاں اور ممتاز خدمات، فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ/۲۸/اکتوبر ۱۹۲۱ء)

Marfat.com

عَلَیْهِ الرَّحْمَۃُ وَ الرِّضْوَان کی ہیں۔ جن کی دینی وعلمی وفقہی خدمات کے بارے میں آپ بہت کچھ پڑھتے اور سنتے چلے آرہے ہیں۔

غیر مقلّدیت وندویت ودیوبندیت اسی وہابیت کی مختلف شاخیں ہیں۔ جو رفتہ رفتہ متحدہ ہندوستان کے مختلف خطوں اور علاقوں میں پھیلتی چلی گئیں۔

مدرسہ فیضِ عام، کان پور کے سالانہ جلسۂ دستار بندی ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء کی ایک تجویز کے مطابق ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں مشاہیر علماے ہند کا مدرسہ فیضِ عام، کان پور میں اجتماع ہوا جس میں متعدد علما ومشائخِ اہلِ سنّت اور امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی بھی شریک ہوئے۔ اور یہیں سے تحریکِ ندوہ کا آغاز ہوا۔ مگر اس کے اِس جلسۂ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں شیعہ مقرر و خطیب، غلام حسین کنتوری نے حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کی خلافت بلافصل کا عیّارانہ انداز میں ذکر کیا جس پر امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ نے بعض دیگر علماے اہلِ سنّت سے گفتگو کر کے مولانا محمد علی مونگیری سے سخت احتجاج کیا اور انھوں نے وعدہ کیا کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ مگر اس وعدے پر عمل نہیں ہوسکا اور رفتہ رفتہ دوسرے مفاسد بھی پیدا ہوتے رہے۔ جن کی وجہ سے علماے اہلِ سنّت ایک ایک کر کے ندوہ سے الگ ہوتے چلے گئے۔

ندوہ اُس وقت ایک تنظیم کی شکل میں اُبھرا جس کا کوئی مدرسہ ودارُالعلوم نہیں تھا۔ ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء میں لکھنؤ میں دارُالعلوم ندوۃُ العلما کا قیام عمل میں آیا۔

ندوہ کے سالانہ اجتماعات، ہر سال کسی بڑے شہر میں ہونے لگے۔ جس کا اُس دور کے اکابر علما ومشائخِ اہلِ سنّت بالخصوص تاج الفحول، مولانا عبدالقادر عثمانی قادری برکاتی بدایونی (وصال ۱۳۱۹ھ) وامام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ) وحافظِ بخاری، خواجہ سید عبدالصمد مودودی سہسوانی ثم پھپھوندوی (وصال ۱۳۲۳ھ) اور مولانا وصی احمد محدّث سورتی، پیلی بھیتی (وصال ۱۳۳۴ھ) نے زبردست تعاقب کیا۔

اس تحریکِ ندوہ کے خلاف محسنِ اہلِ سنّت، قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی (وصال ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) اور مخیّرِ قوم وملّت، حاجی لعل محمد مدراسی (وصال ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء۔ کلکتہ) خلفاے امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اپنی نہایت گراں قدر مالی قربانی پیش

Marfat.com

کی۔ اور بالآخر سالانہ اجتماعاتِ ندوہ کا سلسلہ اس کے سالانہ اجلاس و اجتماع مدراس ۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۲ء کے بعد بالکل موقوف اور بند ہوگیا۔ اور اہلِ ندوہ کی ساری توجّہ، دارُالعلوم ندوۃُ العُلما، لکھنؤ کی تعمیر و ترقی کی طرف مبذول ہوگئی۔

اہلِ ندوہ نے خاموشی کے ساتھ تدریس و تعلیم و تصنیف و تالیف کا کام، جاری رکھا اور جب اپنے آپ کو ہر طرح مضبوط و مستحکم کرلیا تو مولانا ابوالحسن علی ندوی (متوفی دسمبر ۱۹۹۹ء) کی سربراہی میں دارُالعلوم ندوۃُ العُلما لکھنؤ نے ۱۹۷۵ء میں اپنا پچاسی (۸۵) سالہ جشن، دارُالعلوم ندوۃُ العُلما، لکھنؤ کے وسیع و عریض میدان میں اندر نہایت اہتمام کے ساتھ منایا جس میں کچھ عرب شیوخ بھی شریک ہوئے۔

تحریکِ ندوہ کی شدید مزاحمت و مخالفت کا اصل سبب بیان کرتے ہوئے امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۲۵ / صفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ / اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ) ارشاد فرماتے ہیں:

''ندوہ، کھچڑی ہے۔ پہلے بعض اہلِ سُنّت بھی دھوکے سے اس میں شامل ہوگئے تھے۔ جیسے مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی و مولوی احمد حَسَن کان پوری اور مولوی عبدالوہاب صاحب (فرنگی محلی) لکھنوی۔ اس کی شناعتوں پر اطلاع پا کر یہ لوگ علٰیحدہ ہوگئے۔

مولانا احمد حَسَن صاحب مرحوم، ندوۂ عظیم آباد کے بعد بریلی تشریف لائے۔ رمضان کا اَخیر عشرہ تھا۔ میں اپنی مسجد میں مُعتکِف تھا۔ میں نے خیر سُن کر ان کو خط لکھا جس میں یہ القاب تھے:

اَحْمَدُالسِّیْرَۃِ، حَسَنُ السَّرِیْرَۃِ، غَیْرُ شَرِکَۃِ النَّدْوَۃِ الْمُبِیْرَۃ۔

اس میں ''احمد حَسَن'' ان کا نام بھی نکلا اور معنی یہ ہوا کہ:

آپ کی خصلت، محمود۔ اور طینت، مسعود۔ مگر ندوۂ تباہ کُن کی شرکت، مردود۔''

میری اُن کی دوستی تھی۔ اِن القاب کو دیکھ کر بہت ہنسے۔ اور میرے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا:

میں نے اِس سے توبہ کرلی ہے۔ اور عین جلسہ میں مولوی محمد علی (مونگیری) ناظم سے یہ کہہ کر اُٹھا ہوں کہ:

آپ اِس مجمع کو دیکھتے ہیں؟ یہ سب جہنم میں جائے گا۔ اور ان کے آگے مَیں اور آپ

Marfat.com

ہوں گے۔ یہ نہیں جانتا کہ پہلے آپ جائیں گے کہ پہلے میں؟"

لکھنؤ کے جلسے میں ابراہیم آروی نے اپنے لکچر میں صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پر مدارِ نجات رکھا۔ مولوی عبدالوہاب صاحب (فرنگی محلی) لکھنوی (مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے والد ماجد) مع ہمراہیان یہ فرما کر اُٹھ آئے کہ: یہاں تو رسالت بھی تشریف لے گئی۔"

اِسی طرح سنیوں میں سے جو مطلع ہوتا گیا، جدا ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس میں بدمذہب، رہ گئے۔ یا تو کھلے مُرتدین۔ جیسے رافضی، وہابی وغیرہم۔ یا وہ نام کے سُنّی جواُن کو ارا کینِ دین بناتے اوران سے اتحاد، مناتے۔

ندوہ کا عقیدہ ہے کہ:

نیچری، وہابی، قادیانی، رافضی، سب اہلِ قبلہ ہیں۔ لِهٰذا سب مسلمان ہیں۔ اہلِ قبلہ کی تکفیر، جائز نہیں۔

خدا سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ جیسے برٹش گورنمنٹ۔ کہ اسے اس کی رعیّت کے سب مذہب والے، ایک سے۔

ہم ایسے عقیدۂ واہیہ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا۔"

(ص ۷۵ وص ۷۶۔ الملفوظ، حصہ دوم۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی)

"صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم پر رافضی، تبرّا بکتے ہیں۔

ندوی کہتے ہیں: سُنّی، شیعہ کا قطعیات میں اتفاق ہے۔ صرف ظنّیات میں اختلاف ہے۔ ذرا ذرا سی بات، پہاڑ بنا کر کہاں تک نوبت پہنچائی ہے۔"

تو اَب نہ صدیق کی صحابیت، قطعی ٹھہری، نہ صدیق و فاروق کی خلافتِ راشدہ، قطعی ہوئی، نہ صدیق و فاروق کا جنّتی ہونا، قطعی رہا۔ سب ظنّیات ہو گئے۔

روافض کا تبرّا بکنا، صدیق و فاروق کو گالیاں دینا، ایک ذرا سی بات ہوئی۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔

(ص ۷۶۔ الملفوظ، حصہ دوم۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی)

"جن علما نے میرے علم میں، ندوہ قائم کیا۔ جیسے مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا سید محمد علی

Marfat.com

کان پوری (مونگیری) اور مولانا شاہ محمد حسین الٰہ آبادی مرحوم و مغفور اور اسی طرح اکثر شُرَکا، ہرگز ہرگز مَعَاذَاللّٰہ، کافر نہ تھے۔ نہ انھیں کافر کہا گیا۔

ان سے اِس بات پر نزاع تھی کہ:

بد مذہبوں کو اپنی مجلس کا رُکن نہ بناؤ۔ نہ اُن سے وعظ کہلاؤ۔"

(ص ۶۵۲۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، مکمل۔ مؤلفہ ملک العلما مولانا ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی۔ مکتبہ نبویہ، لاہور)

علاّمہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی کے چند رسائل کا ایک مجموعہ بنام "مجموعۂ رسائلِ فضلِ رسول" ۔۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء میں رضا اکیڈمی بمبئی کی طرف سے شائع ہوا۔ جس میں میرا، ایک تفصیلی مقدّمہ، شامل ہے۔ مضمون کی شکل میں یہ مقدّمہ، ماہنامہ جامِ نور، دہلی اور ماہنامہ، کنز الایمان، دہلی میں اِس "مجموعۂ رسائلِ فضلِ رسول" کی طباعت سے پہلے، کئی قسطوں میں شائع ہوا۔ جس کا ایک حصہ اِفادۂ عام کی غرض سے نذرِ قارئین ہے:

"اپنے قصیدہ دَر مدحِ مُحبِّ رسول، تاج الفحول، مولانا عبدالقادر عثمانی قادری بدایونی، بنام "چراغِ اُنس" (۱۳۱۵ھ) میں امامِ اہلِ سُنّت، مولانا احمد رضا قادری برکاتی بریلوی فرماتے ہیں:

تیری نعمت کا شکر کیا کیجیے — تجھ سے کیا کیا ملا، مُحبِّ رسول
اور تو اور "شیخ" تجھ سے ملا — اِس سے بڑھ کر ہے کیا؟ مُحبِّ رسول
شیخ بھی کون؟ حضرت "آلِ رسول" — خاتم الأولیا، مُحبِّ رسول
اس کے دَر تک رسائی تجھ سے ملی — تو ہوا رہنما، مُحبِّ رسول
مجھ پہ واجب ہے تیرا شکرِ نِعَم — مجھ پہ لازم دُعا، مُحبِّ رسول

تجھ پہ "فضلِ رسول" کا سایہ
مجھ پہ سایہ تِرا، مُحبِّ رسول

ایک اِستفتا کے جواب میں فقیہِ اسلام، امامِ اہلِ سُنّت، مولانا احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت تاج الفحول، محبِّ رسول، مولانا مولوی عبدالقادر صاحب قادری بدایونی قُدِّسَ سِرُّہٗ الشَّرِیف۔ پچیس (۲۵) برسوں تک اِس فقیر کو اس جناب سے صحبت رہی۔

Marfat.com

اُن کی سی وُسعتِ نظر وقوتِ حفظ وتحقیقِ اَنیق اُن کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔"

(ص ۱۳۱۔فتاویٰ رضویہ۔جلدِ دوازدہم (۱۲)۔مطبوعہ لاہور وبمبئی)

اور مذکورہ قصیدہ "چراغِ اُنس" (۱۳۱۵ھ) میں حضرت مُحبّ رسول، تاج الفحول بدایونی کے بارے میں امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی، مزید عرض کرتے ہیں:

آج قائم ہے دینِ حق کی بِنا	دَم قدم سے ترے، محبِّ رسول
ٹھیک "معیارِ سُنّیت" ہے آج	تیری حُبّ و ولا، محبِّ رسول
سُنّیت سے پھرا، ہُدیٰ سے پھرا	اب جو تجھ سے پھرا، محبِّ رسول
مصطفیٰ کا ہُوا، خدا کا ہُوا	اب جو تیرا ہُوا، محبِّ رسول

رِفض و تفضیل و نجدیت کا گلا
تیرے ہاتھوں کٹا، مُحبّ رسول

اپنے مشہور قصیدہ "آمَالُ الْاَبْرَار وَآلامُ الْاَشْرَار" میں ندوہ اور فرقۂ وہابیہ کی تردید وابطال کی مُہم میں مُحبّ رسول، تاج الفحول، مولانا عبدالقادر عثمانی قادری برکاتی بدایونی (وصال ۱۳۱۹ھ) کی قیادت وسربراہی کا ذکر کرتے ہوئے امامِ اہلِ سُنّت، مولانا احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ عرض کرتے ہیں:

وقُدْوَةُ جَمْعِهِم تاجُ الفُحُول	اِمامُ الْحَقِّ لَيْسَ لَهُ نَدِيْد
ومَا اَدْرَاکَ مَاتاجُ الفُحُول	بِفَضْلِ الْمَجْدِ فَضَّلَهُ الْمَجِيد
وتَوَّجَهُ بِتاجِ الفَضْلِ حَقاً	رسولُ اللّٰهِ لیسَ لهُ ضَدِيد
جَوَادٌ جَيِّدٌ جُودٌ مُجادٌ	مَجِيدٌ ماجِدٌ مَجْدٌ مجيد

وذَاالفضلُ الرَّسول لِمُهْتَدِيهِ
فكيفَ يَنالهُ غادٍ كَنُود

(ص ۱۲۰۔"بَسَاتِینُ الغُفران" جمع وتحقیق اَلاُستاذحازم محمداحمدعبدالرّحیم اَلمحفوظ۔ کُلِّیَۃُ اللُّغاتِ والتَّرجمۃ۔جامعہ ازہر، قاہرہ، مصر۔مکتبہ قادریہ، لاہور۔۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء)

نیز تحریر فرماتے ہیں:

''چودہویں صدی ہجری کے عُلما میں باعتبارِ حمایتِ دین ونصرتِ سُنّت نیز باعتبارِ تفقُّہ، حضرت مولانا مولوی محمد عبدالقادر بدایونی صاحب رحمۃُ اللہ علیہ کا پایہ، اکثر معاصرین سے اَرفع تھا۔

ایامِ ندوہ میں اور اس کے بعد جب فقیر نے سرگرم حامیانِ دین کے خطاب تجویز کیے۔۔۔۔۔

اُسی زمانے میں حضرت فاضلِ بدایونی قُدِّسَ سِرُّہٗ کو ''تاجُ الفُحُول'' سے تعبیر کیا۔ جو آج تک ان کے اَخلاف میں منقول ومقبول ہے۔

اور بے شک وہ باعتباراتِ مذکورہ اس کے اہل تھے۔ رحمۃُ اللّٰہِ تعالیٰ علیہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً۔'' (ص ۳۶۶۔ فتاویٰ رضویہ۔ جلدِ ششم۔ مطبوعہ سُنّی دارُالاشاعت، مبارک پور)

بدایوں اور بریلی، دونوں کا سلسلۂ بیعت وارشاد، ''قادری برکاتی'' ہے۔

دونوں کا پیرخانہ اور مرکزِ عقیدت، خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہّرہ ہے۔
اور آج بھی اِن دونوں مراکزِ علم وفضل کے عُلما ومشائخ اور ان کے جُملہ وابستگان اپنے اسی مرکزِ عقیدت، مارہرہ مطہّرہ سے منسلک اور اس کے چشمۂ فیض سے سیراب ہو رہے ہیں۔ گویا:

سلسلہ ایک ہے، ہم عشق کے دیوانوں کا
قدوگیسو سے چلے، دار و رَسَن تک پہنچے

(ص ۳۷ و ص ۳۸۔ ''تقدیم'' بقلم مفتی اختر مصباحی۔ مشمولہ ''مجموعۂ رسائلِ فضلِ رسول'' مطبوعہ ہندوپاک۔ ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء)

مذکورہ وغیر مذکورہ بالا فِرَقِ باطلہ کے خلاف، خصوصیت کے ساتھ امامِ اہلِ سُنّت، مجدِّدِ دین وملّت، مولانا الشاہ احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ/۲۸ راکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ) قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فتاویٰ کی شکل میں جتنا لکھا اس کی نظیر ومثال، متحدہ ہندوستان کے اندر پوری چودہویں صدی ہجری کی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔

یہ ایسی واضح ومسلّم حقیقت ہے جس کا انکار کوئی بدمذہب یا حاسِد ومُعانِد یا ناواقف وجاہل ہی کر سکتا ہے۔

امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کی دینی وعلمی وفقہی خدمات جلیلہ کے متعدد اہم شعبے اور مختلف جہتیں ہیں جن پر بے شمار کتب ورسائل اور رسائل ومجلات کے نمبروں میں بہت

Marfat.com

سے اہلِ علم وقلم نے بہ شمول راقمِ سطور، بہت کچھ لکھا ہے۔ جن کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔

تحفظِ مذہبِ اہلِ سنّت و جماعت اور تردیدِ فِرَقِ باطلہ میں امام احمد رضا کے قلم سے نکلے ہوئے وقیع فتاویٰ ہی ایسی عظیم وجلیل خدمت کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں جو ہر انصاف پسند وحق پسند کو یہ باور کرانے کے لئے کافی ہیں کہ بلا شبہ آپ چودہویں صدی ہجری کے مُجدِّد ہیں۔ اور بقول پروفیسر منیر قصوری:

توڑی ہیں تری ضربتِ کاری نے چٹانیں
پگھلے ہیں تری آہِ سحر گاہی سے پتھر
تو میری نگاہوں میں ''مُجدِّد'' سے نہیں کم
زندہ ہوئے پھر تجھ سے فرامینِ پیمبر

متحدہ ہندوستان کے اکابر عُلماے اہلِ سُنّت و جماعت نے ۱۹۲۵ء میں سُنّی کی تعریف کرتے ہوئے متاخر عُلماے ہند میں سے جن مشاہیر اسلامی شخصیات کے مذہب ومسلک کو ''معیارِ سُنّیت'' قرار دیا ہے اُن کے اَسماے گرامی کا آغاز، حضرت شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) سے اور اِختتام، حضرت مولانا شاہ احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ) پر کیا ہے۔

کسی شخصیت کو کسی دَور میں معیارِ حق قرار دیا جانا، وہ بھی اُس دَور کے جلیل القدر نمائندہ عُلماے اہلِ سُنّت کی جانب سے، یہ وہ اِعزاز اور نصیبہ کی ایسی اَرجمندی ہے جو شاذ ونادر ہی کسی کے حصے میں آتی ہے۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَشَآءُ۔

نصف صدی کے اندر کی بات ہے کہ ہندوپاک میں مذہبِ اہلِ سُنّت و جماعت کی تعبیر ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کے ذریعہ کی جانے لگی جسے اب ایک اصطلاحی حیثیت حاصل ہوچکی ہے۔ ابھی ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء میں عُلماے اہلِ سُنّت و جماعت کی جانب سے ایک ہدایت نامہ جاری ہوا جس پر مختلف مدارسِ اہلِ سُنّت کے عُلما واساتذہ کے ساتھ، متعدد عُلما واساتذۂ اشرفیہ مبارک پور کے بھی دستخط ثبت ہیں۔

''توضیحات وہدایات'' کے عنوان سے یہ ہدایت نامہ کئی سُنّی رسائل ومجلات اور راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) کی کتاب ''پیغامِ عمل'' مطبوعہ دارُالقلم، ذاکر نگر نئی دہلی میں بھی شائع

Marfat.com

ہو چکا ہے۔ جس کا ایک ضروری حصہ، قارئینِ کرام یہاں بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۱) فقیہِ اسلام مجدِّدِ دین وملّت، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی اور حضور مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّھُمَا کی دینی وعلمی خدمات کی وجہ سے بریلی شریف، مرکزِ سُنّیت ہے۔

سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت (برصغیر ہندوپاک) کے بیشتر علما وعوام اپنی تقریر وتحریر اور باہمی گفتگو کے وقت کبھی ''مذہب اہلِ سُنّت'' اور کبھی ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کی اصطلاح کا استعمال کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ یہ دونوں قدیم وجدید اِصطلاحیں، شرعاً جائز و درست ہیں۔

''مذہب اہلِ سُنّت'' سارے عالَمِ اسلام کی اصطلاحِ عام ہے۔ جب کہ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' برِصغیر ہندوپاک کی اصطلاحِ خاص ہے۔ اور کوئی لفظ کسی اصطلاحی حیثیت سے جہاں بھی رائج ہو جائے تو اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس اصطلاح کا مُوجِد کون ہے؟ اور کب، کس طرح اس کا آغاز ہوا؟

اس اصطلاح کا وہی معنی اُن سارے مقامات ومواقع پر مراد لیا جائے گا جہاں تک اس کا دائرہ اور اس کا رَواج ہے۔

اصطلاحِ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا اِس زمانے میں ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ وہابیہ ودیابنہ سے اہلِ سُنّت کا امتیاز ہو جاتا ہے۔

اگر جلسہ وجلوس میں اصطلاحاتِ ''مذہب اہلِ سُنّت'' و''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا استعمال کیا جائے اور حسبِ ضرورت واِفادیت ان کا نعرہ لگایا جائے۔ اسی طرح ایسا کوئی بورڈ اور بینر آویزاں کیا جائے تو بلاشبہ یہ عمل، شرعاً جائز و درست ہے۔

(۲) ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' بمعنیٰ ''مسلکِ اہلِ سُنّت'' کا ماننا، ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور اگر کوئی شخص ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کی اصطلاح کو استعمال نہیں کرتا اور اس کے عقائد ومعمولات، مذہب اہلِ سُنّت ومسلکِ اعلیٰ حضرت کے مطابق ہیں تو اس کا یہ عدمِ استعمال، شرعاً کوئی فِسق یا گمراہی نہیں۔ اور نہ اس سے اصطلاحِ مسلکِ اعلیٰ حضرت کی صحت پر کوئی حرف آتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص مسلکِ اعلیٰ حضرت کے مسلّمہ عقائد سے انکار کرے تو مذکورہ بالا تفصیل کی

Marfat.com

روشنی میں وہ مسلکِ اہلِ سُنّت سے مُنحرف قرار پائے گا۔

یہ بھی واضح رہے کہ فروعی فقہی مسائل میں فُقہا دمُفتیانِ اَحناف کا علمی و تحقیقی اختلاف کوئی اَمرِ معیوب و مذموم نہیں۔ صحتِ ایمانیات وعقائدِ اہلِ سُنّت پر اِستقامت کے ساتھ مذکورہ اختلاف سے مذہب اہلِ سُنّت ومسلکِ اعلیٰ حضرت پر کوئی آنچ نہیں آتی۔ جب کہ وہ اِخلاص و نیک نیتی پر مبنی ہو۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔"

(اٹھائیس (۲۸) عُلماے اہلِ سُنّت کا مشترکہ وتخطی بیان۔ مطبوعہ ماہنامہ کنزالایمان دہلی۔ شمارہ صفرالمظفر وربیع الاول ۱۴۲۹ھ/اپریل ۲۰۰۸ء۔ وماہنامہ اشرفیہ مبارک پور۔ شمارہ اپریل ۲۰۰۸ء۔ ودیگر مجلات ورسائل)

ہندوپاک کے نجدی وکیل، شب وروز اپنی مُہم میں مصروف رہتے ہیں اور اپنی کارگذاریوں کی تفصیل سے اپنے آقایانِ نعمت کو برابر مطلع کرتے رہتے ہیں۔ حج وعمرہ اور زیارت کی نیت سے جو عُلما و مشائخ اہلِ سُنّت حَرمین طیبین کی حاضری دیتے ہیں، اُن کی تفصیلی رپورٹ اُن کے ایجنٹوں کے ذریعہ پہنچتی رہتی ہے اور اہلِ سُنّت وجماعت کو "بریلوی" کہہ کر ایک نیا غیر سُنّی فرقہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔

اِس پس منظر میں آپ اُس حادثہ کی اصل روح سمجھ سکتے ہیں جو جانشینِ مفتیِ اعظمِ ہند، حضرت مفتی اختر رضا قادری رضوی ازہری بریلوی مُدَّظِلُّہُ العَالِی کے ساتھ مورخہ ۳۱/اگست ۱۹۸۶ء کو مکّۂ مکرّمہ میں پیش آیا۔ اور انہیں زیارتِ مدینہ منورہ سے محروم کرکے ہندوستان واپس کردیا گیا تھا۔

متحدہ ہندوستان کے مسلمانانِ اہلِ سُنّت کو تقریباً ایک صدی پیشتر "خیرآبادی" اور "بدایونی" کہا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا محمود احمد قادری رفاقتی مظفرپوری تحریر فرماتے ہیں:

"یہ حقیقت ہے کہ حضرت سیف اللہ المسلول (علاّمہ فضلِ رسول بدایونی) صفِ اول کے اُن ممتاز عُلما و مشائخ میں تھے جنھوں نے فتنۂ وہابیت کے سدِّ باب کے لئے کوششِ بلیغ فرمائی۔ آپ کی اور علاّمہ فضلِ حق خیرآبادی کی ذاتِ قدسی صفات کی وجہ سے اہلِ باطل کے مقابل میں اہلِ حق، دو دہائیوں میں "بدایونی" اور "خیرآبادی" پکارے جاتے تھے۔"

(ص ۲۱۔ تذکرہ علماے اہلِ سُنّت۔ مطبوعہ کان پور۔ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

Marfat.com

اس کے بعد علماے دیوبند نے اہلِ سُنّت کو ''بریلوی'' کہنا شروع کیا جس سے اُن کی مُراد یہ ہُوا کرتی تھی اور اب بھی وہ اس سے یہی مُراد لیتے ہیں کہ ہم ''سنّی'' اور یہ ''بریلوی'' ہیں۔

سفرِ حج وزیارت کے موقع پر ۳۱/اگست ۱۹۸۶ء کو مکّہ مکرّمہ میں جانشینِ مفتیِ اعظم ،حضرت مولانا محمد اختر رضا قادری رضوی ازہری کی گرفتاری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے مولانا محمد شہاب الدین رضوی بریلوی اپنی کتاب ''حیاتِ تاج الشریعہ'' میں بزبانِ حضرت ازہری میاں، یہ تحریر کرتے ہیں کہ:

..........دس بجے پھر سی آئی ڈی سے گفتگو ہوئی۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ:

ہندوستان میں کتنے فرقے ہیں؟

میں نے شیعہ،قادیانی وغیرہ چند فرقے گنائے۔اور میں نے واضح کیا کہ امام احمد رضا فاضلِ بریلوی نے قادیانیوں کا رَد کیا ہے۔ اوران کے رَد میں چھ(۶) رسالے ''جَزَاءُ اللّٰہ عَدُوَّہٗ ، قَھْرُالدَّیَّان، اَلسُّوءُ وَالْعِقَاب وغیرہ لکھے ہیں۔

ہم پر کچھ لوگ یہ تہمت لگاتے ہیں اور آپ کو بتایا ہے کہ ہم اور قادیانی ایک ہیں۔

یہ غلط ہے۔اور وہی لوگ ہمیں ''بریلوی'' کہتے ہیں۔جس سے وہم ہوتا ہے کہ ''بریلوی'' کسی نئے مذہب کا نام ہے۔ایسا نہیں ہے بلکہ ہم ''اہلِ سُنّت وجماعت'' ہیں۔

سی آئی ڈی کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ:

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے کسی نئے مذہب کی بنیاد نہیں ڈالی، بلکہ اُن کا مذہب وہی تھا جو سرکارِ محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابہ و تابعین اور ہر زمانے کے صالحین کا مذہب ہے۔

اور یہ کہ ہم اپنے آپ کو ''اہلِ سُنّت وجماعت'' کہلوانا ہی پسند کرتے ہیں۔اور ہمیں اِس مقصد سے ''بریلوی'' کہنا کہ ہم کسی نئے مذہب کے پیَرو ہیں،ہم پر بہتان ہے۔''

(ص ۴۲۔''حیاتِ تاج الشریعہ'' مؤلّفہ مولانا شہاب الدین رضوی بریلوی۔مطبوعہ اسلامک ریسرچ سنٹر۔ ۵۸ سنگران۔سوداگران۔بریلی شریف۔طبع دوم صفر المظفر ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۲ء)

''میں بارہا یہ کہہ چکا ہوں کہ:

''بریلوی'' کوئی مذہب نہیں ہے۔اور اگر کوئی نیا مذہب بنام ''بریلوی'' ہے تو مَیں اس سے

Marfat.com

بَری ہوں۔" (ص۴۳وص۴۴۔حیات تاج الشریعہ،مطبوعہ بریلی)

"اِقرار نامہ میں میرے مطالبہ پر اُس نے یہ اضافہ کیا کہ:

"بریلویت" کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔اور ہم لوگ اپنے آپ کو"اہلِ سُنّت و جماعت" ہی کہلوانا پسند کرتے ہیں۔" (ص۴۴۔حیات تاج الشریعہ۔مطبوعہ بریلی)

۱۹۸۵ء میں "حجاز کانفرنس" لندن، انگلینڈ میں ہوئی تھی جس میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی وحضرت علاّمہ ارشد القادری وحضرت مفتی اختر رضا ازہری وحضرت مولانا قمرالزماں اعظمی وحضرت مولانا شاہد رضا نعیمی وغیرھُم شریک تھے۔مختلف تجاویز کے ساتھ اس حجاز کانفرنس میں ایک تجویز یہ بھی پاس ہوئی تھی کہ"رابطۂ عالَمِ اسلامی،مکّہ مکرّمہ" میں ہندو پاک و برطانیہ کے عُلماے اہلِ سُنّت و جماعت کو بھی نمائندگی دی جائے۔حضرت ازہری میاں فرماتے ہیں:

"سی آئی ڈی کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ:

لندن کے اس اجلاس میں جس میں مَیں شریک تھا،بنامِ "بریلویت" مسائل پر مباحثہ نہ ہوا بلکہ اتحادِ اسلام اور تنظیم المسلمین پر تقاریر ہوئیں۔اور اس جلسہ کا خرچ وہاں کے سُنّی مسلمانوں نے اٹھایا۔اور اس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ:

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پَیر و اہلِ سُنّت و جماعت کو"رابطۂ عالَمِ اسلامی" میں نمائندگی دی جائے۔جس طرح ندویوں وغیرہ کو رابطہ میں نمائندگی، حاصل ہے۔

سی آئی ڈی کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ:یہ تجویز باتفاقِ رائے پاس ہوئی تھی۔"

(ص۴۴۔"حیات تاج الشریعہ" مؤلّفہ مولانا شہاب الدین رضوی بریلوی۔مطبوعہ اسلامک ریسرچ سنٹر۔ ۵۸ سنگران۔سوداگران۔بریلی شریف۔طبع دوم صفر المظفر ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء)

اس سے چند ماہ پیشتر،سفرِ پاکستان کے موقع پر جناب ابوزاہد نظامی نے آپ سے ایک انٹرویو لیا تھا۔دورانِ گفتگو،محمد صدیق زاہد صاحب نے بھی آپ سے ایک سوال کیا کہ:

Marfat.com

''پاکستان میں بعض لوگ اپنے آپ کو ''بریلوی'' کہتے ہیں اور بعض اپنے آپ کو ''دیوبندی'' کہتے ہیں۔کیا یہ اچھی بات ہے؟

آپ نے فرمایا:

''بریلوی'' کوئی مسلک نہیں ہے۔ہم مسلمان ہیں۔اہلِ سُنّت و جماعت ہیں۔''

ہمارا مسلک یہ ہے کہ:

ہم حضور صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّم کو آخری نبی مانتے ہیں۔حضور کے صحابہ کا ادب کرتے ہیں۔حضور کے اہلِ بیت سے محبت کرتے ہیں۔حضور کی اُمّت کے اولیاء اللہ سے عقیدت رکھتے ہیں۔فقہ میں ہم امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلِّد ہیں۔

ہم اپنے آپ کو ''بریلوی'' نہیں کہتے۔ہمارے مخالف ہمیں ''بریلوی'' کہتے ہیں۔''

(ص ۱۴۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور۔ فروری ۱۹۸۶ء)

اَغیار و مخالفین ہی نے تقسیمِ ہند (۱۹۴۷ء) کے بعد سے سُنّی مسلمانانِ ہندو پاک کو بڑی چابک دستی کے ساتھ ''بریلوی'' کہنا اور لکھنا شروع کیا۔جس پر علمائے اہلِ سُنّت نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اس کی مخالفت کی۔

چنانچہ حضور مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی (وصال محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) ۱۹۶۰ء کی دہائی کے آغاز میں اپنے ایک فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ہم وہی قدیم چودہ سو سالہ اہلِ سُنّت و جماعت ہیں اور وہابیہ دیابنہ مَلاعِنہ، اہلِ سُنّت کو ''بریلوی'' کہتے ہیں۔اگر کوئی تم کو ''بریلوی'' کہے تو شِدّت سے اِنکار کرو۔'' (مطبوعہ ماہنامہ پاسبان ۔آباد)

مفتیِ اعظم کان پور، حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین مظفر پوری عَلَیهِ الرَّحمَةُ وَالرِّضوَان کے فرزندِ اکبر، حضرت مولانا محمود احمد قادری رفاقتی مظفر پوری نے اپنی ایک مطبوعہ کتاب ''اہلِ سُنّت میں اِختلاف واِفتراق'' میں اسے نقل کیا ہے۔

بعض الفاظ و اصطلاحات کے معانی و مفاہیم میں زمان و مکان کے بدلنے سے تبدیلی ہو جایا کرتی ہے اور اَحوال و اَماکن کے اِختلاف سے ان کے مستعمل یا متروک ہوتے رہنے کا عمل

بھی جاری رہتا ہے۔ ہر زبان و مذہب اور ہر قوم و ملک میں صدیوں سے ایسا ہوتا چلا آرہا ہے۔

اِصطلاحات والفاظِ عُرفیہ کے بارے میں اسبابِ ستّہ کی بحث کے ضمن میں امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

(عربی سے ترجمہ) اَقولُ: بتوفیقِ الٰہی، ہم نے اپنے مقرّرہ اصول اپنے مباحث میں ذکر کردیے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

مسئلہ میں اسبابِ ستّہ میں سے کوئی سبب پایا جائے گا یا نہیں؟

پہلی صورت میں حکم، سبب کے مطابق ہی ہوگا۔ جو امام کا قولِ ضروری اور وہی مُعتمد عَلَی الْإِطْلَاق ہے۔ خواہ ان کا قولِ صوری، بلکہ ان کے اصحاب کا قول اور ترجیحاتِ مُرجّحین اس کے موافق ہوں یا نہ ہوں۔ کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ اگر ان کے زمانے میں ایسا ہوتا تو اسی کے مطابق، حکم فرماتے۔

امام کا قولِ ضروری، ایسی اہم چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے نہ کوئی روایت نہ کوئی ترجیح دیکھنے کی کوئی ضرورت ہے۔ بلکہ مُرجّحین کے لئے بھی قولِ ضروری کی رعایت، ضروری ہے۔ یہی ضابطہ ہر عہد وعصر کے لئے عام ہے۔

شرحُ العُقود میں فرمایا ہے کہ:

اگر یہ کہا جائے کہ عُرف میں تو بار بار تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اِس صورت میں زمانہ سابق سے الگ کوئی عُرف وقوع پذیر ہو جائے تو کیا مفتی کے لئے یہ رَوا ہوگا کہ وہ نئے عُرف کے مطابق فتویٰ دے جو خلافِ منصوص ہو؟

قُلْتُ: نَعَمْ۔ ہاں! ایسا ہی ہے۔ کیوں کہ جن متاخر فقہا و مفتیانِ کرام نے اپنے عہد کے مسائل میں خلافِ منصوص کوئی فتویٰ دیا، انھوں نے عُرفِ جدید ہی کی وجہ سے ایسا کیا۔ جو عُرفِ جدید، زمانۂ امام کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

مفتی کے لئے لازم ہے کہ عُرفی الفاظ میں عُرفِ جدید کی رعایت واتباع کرے۔

اسی طرح ان مسائل میں جو کسی مجتہد نے اپنے زمانہ کے عُرف کے مطابق بیان کیے تھے اور وہ عُرف اب بدل گیا تو مفتی کو عُرفِ جدید پر مبنی فتویٰ دینا چاہیے۔

Marfat.com

مگر مفتی ایسا ہو جو صاحب فکر و نظر ہو۔ جسے قواعدِ شریعت کا پورا علم ہو اور اچھی طرح سمجھتا ہو کہ کس عُرف پر کون سا حکم متفرع کیا جاسکتا ہے۔ اور کس پر نہیں کیا جاسکتا ہے۔''

(رسالہ "اَجلیٰ الاِعْلام اَنَّ الفتویٰ مُطلقاً عَلیٰ قولِ الامام۔ مشمولہ در آغازِ فتاویٰ رضویہ، جلد اول۔ مطبوعہ بریلی و بمبئی)

متحدہ ہندوستان کے اندر، ڈیڑھ دو صدی پیشتر لفظ ''مُلّا'' نہایت باوقار تھا۔ بڑے بڑے معقولی عُلما کے نام کے ساتھ ''مُلّا'' کا سابقہ اُن کے تبحرِ علمی کی علامت بلکہ ضمانت ہوا کرتا تھا۔ جب کہ آج کوئی ادنیٰ درجہ کا مولوی بھی اپنے نام کے ساتھ ''مُلّا'' کہنا، بولنا، لکھنا اپنی سخت توہین محسوس کرتا ہے۔ تقریباً یہی حال اب ''مولوی'' کا بھی ہو چکا ہے۔ جب کہ ایک صدی پہلے، بڑے بڑے عُلما کے نام کے ساتھ ''مولوی'' لکھا ہوا ملتا ہے۔

تحریکِ وہابیت کا ہندوستان میں جب آغاز ہوا تو ہندوستانی وہابی اپنے آپ کو ''محمدی'' کہا اور محمدی لکھا کرتے تھے۔ ایک عرصہ بعد وہ اپنے آپ کو ''اہلِ حدیث'' کہنے اور کہلانے لگے۔ وہ اب اپنے آپ کو وہابی کہنا کہلانا، سخت ناپسند کرتے ہیں۔

قادیانی اور مرزائی اپنے آپ کو دنیا بھر میں ''احمدی'' کے نام سے مشہور کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو بحیثیتِ جماعت ''احمدی'' کہنا کہلانا کہیں بھی اور کبھی بھی پسند نہیں کرتے ہیں۔

عنایت اللہ مشرقی کی تحریک ''خاکسار'' سے وابستہ ہونے والوں نے جب اپنے نام کے ساتھ ''خاکسار'' لکھنا شروع کیا تو مسلمان اپنے نام کے ساتھ ''خاکسار'' لکھنے سے پرہیز کرنے لگے۔ یہی حال آج کل ''طالبان'' کا بھی ہے۔

صوبہ سندھ کے بڑے بڑے وڈیرے اور سیکڑوں ہزاروں ایکڑ زمین کے مالکان ''سائیں'' کہے جاتے ہیں اور سندھ میں ''سائیں'' ہونا بڑے اعزاز اور فخر کی بات ہے۔ جب کہ ہندوستان میں ''سائیں'' فقیر اور گداگر کو کہا جاتا ہے۔

ایک صدی پیشتر، متحدہ ہندوستان کے اہلِ سُنّت کو ''خیر آبادی'' اور ''بدایونی'' بھی کہا جاتا تھا جس کی جگہ اب لفظ ''بریلوی'' کا استعمال ہونے لگا ہے۔ اور اب خیر آبادی و بدایونی کا سابقہ مفہوم بدل چکا ہے۔

Marfat.com

عُلمائے دیوبند نے سب سے پہلے اہلِ سُنّت کو ''بریلوی'' کہنا شروع کیا اور کبھی کبھی ''رضا خانی'' بھی کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں۔

''بریلوی'' کو عامّۂ اہلِ سُنّت نے اِمتدادِ زمانہ کے ساتھ گوارا اور پھر قبول کرنا شروع کیا۔ مگر ''رضا خانی'' کہنے کو اہلِ سُنّت، کسی گالی سے کم نہیں سمجھتے۔ جب کہ دونوں الفاظ کے درمیان اِس کے علاوہ کوئی فرق نہیں کہ ایک کی نسبت، شہر کی طرف اور دوسرے کی نسبت، نام کی طرف ہے۔

اس لئے اس طرح کی نسبتوں اور ایسے مسائل کے بارے میں محض جذبات کے مظاہرہ سے سخت پرہیز کرتے ہوئے ان کی معنویت، ان کے حقائق، اور ان کی عُرفی تبدیلی کے ہر پہلو کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ہی کوئی رائے قائم کرنی چاہیے اور اس کا مہذّب و معقول انداز میں علمی و تاریخی حیثیت سے جائزہ لے کر مناسب و مفید فیصلہ کرنا چاہیے۔

آج کل ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کو ''مذہبِ اہلِ سُنّت'' کی مُترادف اصطلاح کہنے اور لکھنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ:

فرعی اعتقادی اختلاف کے باوجود ہر صحیح العقیدہ اَشعَری و ماتُرِیدی اور فرعی فقہی اختلاف کے باوجود ہر صحیح العقیدہ سُنّی حنفی، ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا ماننے والا بلکہ ہر صحیح العقیدہ شافعی یا مالکی یا حنبلی ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' سے وابستہ سمجھا جائے گا۔ اِسی طرح ہر صحیح العقیدہ قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی، رفاعی، شاذلی اور کسی بھی صحیح سلسلۂ طریقت سے وابستہ یا عام سُنّی مسلمان ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا ماننے والا ہی سمجھا جائے گا۔ خواہ وہ اِس اصطلاح کا استعمال کرے یا نہ کرے اور اِس سے واقف ہو یا نہ ہو۔

مذکورہ حقیقت کو مندرجہ ذیل، واضح و صریح فتویٰ کی روشنی میں اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے:

Marfat.com

''شافعی، ہمارے بھائی، سُنّی مسلمان ہیں۔ہم میں اُن میں کچھ فرعی اختلافات ہیں۔ہم، امامِ اعظم کے مقلِّد ہیں۔وہ امامِ اعظم کے شاگرد کے شاگرد، حضرت امام شافعی کے مقلِد ہیں۔
وہ دونوں اہلِ حق وہدایت ہیں۔دونوں باہم، اصولاً متحد ہیں۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۲۱۲۔فتاویٰ مصطفویہ۔از مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی۔مطبوعہ رضا اکیڈمی۔بمبئی۔ ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)

اِسی فتویٰ میں ہے کہ سُنّی حنفی مسجد میں آمِین بِالْجَھْر اور رَفْعِ یَدَین، شوافع کریں تو اُن کی ممانعت نہ کی جائے۔

واضح رہے کہ عام طور پر، اَحناف، اِعتقاداً ''ماتُرِیدی''، اور شوافع، اِعتقاداً ''اَشْعَرِی'' ہوتے ہیں۔

تصوف سے وابستہ بعض حضرات، سَماع مع مزامیر کے قائل بلکہ اس پر عامل ہوتے ہیں۔
بعض حضرات، پیر کے لئے سجدۂ تعظیمی کے جواز کے قائل اور اس پر عامل ہوتے ہیں۔
یہ دونوں اُمور ہمارے یہاں شرعاً ناجائز وحرام ہیں۔مگر حکمِ فسق (حکمِ ضلالت وکفر تو بے حد سنگین معاملہ ہے) کسی مسلمان پر عائد کرنا اتنا اہم معاملہ ہے کہ حضور مفتیِ اعظم ہند، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری (وصال محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''قوالی مع مزامیر، ہمارے یہاں ضرور حرام وناجائز وگناہ ہے۔اور سجدۂ تعظیمی بھی ایسا ہی۔
اِن دونوں مسئلوں میں بعض صاحبوں نے اختلاف کیا ہے۔اگر چہ وہ لائقِ التفات نہیں۔
مگر اِس نے اُن مبتلاؤں کو حکمِ فسق سے بچادیا ہے جو، ان مخالفین کے قول پر اعتماد کرتے اور جائز سمجھ کر مُرتکب ہوتے ہیں۔
اگر چہ شرعاً ان پر دوہرا اِلزام ہے۔ایک اِرتکابِ حرام کا۔دوسرا اُسے جائز سمجھنے، خلافِ قولِ جمہور چلنے کا۔وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلم۔ (ص ۴۵۶۔فتاویٰ مصطفویہ۔رضا اکیڈمی، بمبئی۔۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)

مولانا مفتی نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی تحریر فرماتے ہیں کہ:

''واضح ہو کہ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کوئی نیا مسلک نہیں، بلکہ وہی مسلکِ اہلِ سُنّت ہے جو ہمیشہ سے تمام مسلمانوں کا مسلک رہا ہے اور چاروں مذاہب کے امام بھی، باہم بہت کچھ فقہی

Marfat.com

فروعی اختلافات رکھنے کے باوجود ہمیشہ اسی مسلک کے حامی و عامل مانے گئے۔

اب اِس مقام پر مجدِّدِ اعظم، امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ کا درج ذیل ارشاد (در فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۷۔ ص ۲۸۱ تا ص ۲۸۲۔ مطبوعہ سنّی دارُالاشاعت، مبارک پور) ٹھنڈے دل سے بغور پڑھیے:

''اِتباعِ سَوادِ اعظم'' کا حکم اور ''مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّار'' (جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا) کی وعید، صرف در بارۂ عقائد ہے، مسائلِ فرعیہ فقہیہ کو اس سے کچھ علاقہ نہیں۔

صحابۂ کرام سے ائمہ اربعہ تک (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِین) کوئی مجتہد، ایسا نہ ہوگا جس کے بعض اقوال، خلافِ جمہور نہ ہوں۔

سیدنا ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مطلقاً ''جمعِ زر'' (مال جمع کرنے) کو حرام ٹھہرانا۔

ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا ''نوم'' (سونے) کو حدث (ناقضِ وضو) نہ جاننا۔

عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مسئلۂ ربا۔

امام اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مسئلۂ مدّتِ رضاع۔

امام شافعی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مسئلۂ مَتْرُوکُ التَّسْمِیَۃ عمداً۔

امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مسئلۂ طہارتِ سورِ کلب و تعبُّدِ غسلاتِ سبع۔

امام احمد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مسئلۂ نقضِ وضو بِلَحمِ جزور۔ وغیر ذٰلک مسائلِ کثیرہ کو جو اِس وعید کا مورد جانے، وہ خود ''شُذَّفِی النَّار'' (جہنم میں جانے) کا مستحق بلکہ اِجماعِ اُمّت کا مخالف اور ''نُوَلِّہٖ مَاتَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَ تْ مَصِیْراً۔'' (ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے) کا مستوجب (حقدار) ہوگا۔''

فتاویٰ رضویہ (جلدِ ہفتم۔ ص ۲۸۱ تا ۲۸۲۔ مطبوعہ سنّی دارُالاشاعت، مبارک پور) کی اِس عبارت سے چند باتیں بہت کھل کر سامنے آگئیں:

الف: ''اِتباعِ سَوادِ اعظم'' کا تعلق، صرف عقائد سے ہے، فقہی، فرعی مسائل سے نہیں (اور واضح ہو کہ 'مسلکِ اعلیٰ حضرت' مسلکِ سَوادِ اعظم سے ہی عبارت ہے)

ب: صحابۂ کرام سے لے کر ائمۂ اربعہ تک کوئی مجتہد، ایسا نہیں جس کا کوئی قول، جمہور کے خلاف نہ ہو۔ پھر بھی وہ حضرات، سَوادِ اعظم سے ہیں۔

Marfat.com

مثلاً امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہ عَلَیہ کا مذہب ہے کہ:
کوئی شخص جان بوجھ کر جانور ذبح کرتے وقت ''بِسْمِ اللّٰہِ، اللّٰہُ اکبر'' نہ پڑھے تو بھی وہ جانور، حلال ہے۔ جب کہ اُن کے سوا دوسرے ائمہ وفقہا اُسے مُردار وحرام کہتے ہیں۔
مگر اِس قولِ شاذ کے باوجود بالاتفاق وہ سَوادِاعظم اہلِ سُنَّت وجماعت سے ہیں۔
ج: جو شخص ایسے اقوال پر ''جماعت'' سے اِنحراف یا ''شُذَّفِی النَّار'' واِستحقاقِ جہنم کا حکم لگائے وہ خود اِجماعِ اُمّت کا مخالف اور جہنمی ہے۔
قرآنِ پاک میں اُس کے لئے فرمایا گیا: وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ۔
ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے۔''
واضح ہو کہ: دیوبندی، وہابی، قادیانی، نیچری، صلح کلّی اور چکڑالوی جماعت کے عُلَما نے اہلِ سُنَّت وجماعت سے اصولِ عقائد میں اختلاف کیا ہے اِس لئے وہ سَوادِاعظم سے مُنحرِف اور شُذَّ فِی النَّار کے مصداق قرار پائے اور درحقیقت یہی لوگ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کے مخالف ہیں۔
مگر جو لوگ عقائد میں اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے ساتھ ہیں مگر فروع میں کہیں بھی اُن کی رائے الگ ہوگئی ہے۔ جیسے حضرت سیدی اشرفی میاں کچھوچھوی رَحمۃُ اللّٰہ عَلَیہِ کا قوالی کو جائز ماننا، تو وہ ہرگز سَوادِاعظم یا مسلکِ اعلیٰ حضرت سے باہر نہیں۔ بلکہ وہ تو اپنے دَور میں سَوادِاعظم کے سچے علَم بردار وناشر ومبلّغ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے ساتھ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے تعلقات بہت اچھے رہے۔
جواب میں اِن چند سطور کا اضافہ اپنے اُن بھائیوں کی رہنمائی اور خیر خواہی کے لئے کیا ہے جو بات بات پر، مسلکِ اعلیٰ حضرت سے اِنحراف کے فرمان جاری کردیتے ہیں اور اُنھیں اِس کا احساس تک نہیں ہوتا کہ اس کا تعلق، مسلکِ اعلیٰ حضرت سے نہیں جس سے اِنحراف، کفر وگمراہی ہے۔ بلکہ خالص فروع سے

Marfat.com

ہے اور ان میں اختلاف جیسا کہ بیان ہوا، رحمت ہے۔

ارشاد ہے: اِخْتِلَافُ اُمَّتِی رَحْمَۃٌ۔ میری اُمّت کا اختلاف، رحمت ہے۔"

(ص ۲۸ تا ص ۳۱۔ "عصرِ حاضر میں مسلکِ اہلِ سُنّت کی مترادف اصطلاح !مسلکِ اعلیٰ حضرت" مؤلّفہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی۔ مکتبہ برہانِ مِلّت۔ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یو پی۔ طبعِ اول۔ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء)

مذکورہ بالا عبارت میں دی گئی مثالوں کی توضیح وتشریح کرتے ہوئے مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی اِس طرح تحریر فرماتے ہیں:

● عبداللہ بن عباس کا مسئلہ ربا۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا مذہب، سُود کے بارے میں یہ تھا کہ:

جنس کی بیع جنس کے بدلے میں کمی، بیشی کے ساتھ جائز ہے، سود نہیں ہے۔ جیسے چاندی یا سونے کے ایک سکّے کی، بیع دو سکّے کے بدلے میں۔ یا مثلاً: ایک کیلو کھجور یا گیہوں یا جَو یا نمک کی بیع، دو کیلو کھجور یا گیہوں یا جَو یا نمک کے بدلے میں۔

یہی مذہب، حضرت عبداللہ بن عمر کا بھی تھا۔ جب کہ عامۂ صحابۂ کرام کا مذہب اِن حضرات کے برخلاف یہ تھا کہ یہ معاملہ، سُود وحرام ہے۔

امام نووی نے بعد میں دونوں حضرات کا رُجوع بھی نقل کیا ہے۔ جیسا کہ اُن کی شرح صحیح مسلم، ص ۲۷۔ ج ۲، میں ہے۔ مگر جب تک یہ حضرات وہ موقف رکھتے تھے اُس وقت تک وہ جمہور صحابہ کے خلاف ہی تھا۔ ۱۲ نظام۔

● امامِ اعظم کا مسئلۂ مدّتِ رضاع۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ:

"مدّتِ رضاع، ڈھائی سال ہے"

یعنی ڈھائی سال کی عمر تک بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو وہ اُس کی ماں ہو جائے گی اور یہ اُس کا بیٹا۔

اس کے برخلاف فقہائے صحابہ وتابعین وعلمائے اَمصار کا مذہب یہ ہے کہ:

Marfat.com

''مدّتِ رضاع'' دو سال ہے۔ امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں ایسا ہی لکھا ہے۔ دیکھیے ص ۴۶۹۔ ج ۱، کتاب الرضاع، مجلسِ برکات، مبارک پور۔ ۱۲ نظام۔

● امام شافعی کا مسئلہ مَتْرُوْکُ التَّسْمِیَۃِ عَمداً۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ:

جانور ذبح کرنے والے نے قصداً ذبح کے وقت ''بِسْمِ اللّٰہ'' نہ پڑھی تو بھی جانور، حلال ہے۔

اس کے برخلاف عامۂ فقہائے اَمصار و صحابہ و تابعین کا مذہب یہ ہے کہ قصداً ''بِسْمِ اللّٰہ'' چھوڑ دینے کی وجہ سے جانور، مُردار و حرام ہو جائے گا۔ ۱۲ نظام۔

● امام مالک کا مسئلہ طہارتِ سورِ کلب و تعبُّدِ غسلاتِ سبع۔

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ کتے کا جوٹھا، پاک ہے۔

جب کہ اُن کے سوا دوسرے فقہائے اُمّت کا مذہب یہ ہے کہ ناپاک ہے۔

نیز امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ کتے کا جوٹھا برتن، سات بار دھونے کا حکم، بطورِ عبادت ہے، تطہیر کے لئے نہیں۔

یعنی سات کا عدد، تعبُّدی ہے۔ اور قولِ طہارت پر یہ مذہب، جمہور فُقَہا کے خلاف ہے۔ ۱۲ نظام۔

● امام احمد کا مسئلہ ''نقضِ وضو بلَحمِ جزور''

امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

جب کہ جمہور فقہا کا مذہب یہ ہے کہ وہ ناقضِ وضو نہیں ہے۔

ایسا ہی شرح صحیح مسلم۔ ص ۱۵۸۔ ج ۱ میں ہے۔ ۱۲ نظام۔

وغیر ذالک مسائلِ کثیرہ۔ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود کا رُکوع میں ''تطبیق'' کا قول۔ یعنی دونوں ہتھیلیوں کو باہم ملا کر دونوں رانوں کے بیچ میں کر دینا۔

● اور دو مقتدی ہوں تو امام کا دونوں کے برابر بیچ میں کھڑا ہونا۔

● گھر میں جماعت سے نماز پڑھے تو بغیر اذان و اقامت کے پڑھنا، جیسا کہ صحیح مسلم اور اس کی شرح نووی۔ ص ۲۰۲۔ ج ۱۔ مجلسِ برکات، مبارک پور میں ہے۔

Marfat.com

اور اس طرح کے مسائل بہت ہیں جو مذاہب فقہا کا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔۱۲ نظام غُفِرَ لَہٗ۔

(حاشیہ ص ۲۸ و ص ۲۹۔ "مسلکِ اہلِ سُنّت کی مترادف اصطلاح بمسلکِ اعلیٰ حضرت" مؤلفہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی۔ مطبوعہ مبارک پور۔ طبع اول۔ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء)

مقلِّدینِ ائمہ اربعہ اور اصحابِ تصوف جو اہلِ سُنّت و جماعت ہیں وہ دنیا کے جس کے گوشے میں آباد ہیں، حُکماً "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کے متبعین میں شامل ہوں گے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اِس اصطلاح کا دائرہ اور حلقہ محدود ہے، اِس لئے کسی ایسے ملک ومقام کے سنّی حضرات سے اِس کے استعمال کا مطالبہ ہی بے جا ہوگا جہاں کے لوگ اِس اصطلاح سے واقف ہی نہیں ہیں۔ اور واقف ہونے کے بعد بھی اِس کا استعمال کوئی فرض و واجب شرعی نہیں ہے۔

"مسلکِ اعلیٰ حضرت" کے عنوان سے نائب مفتیِ اعظمِ ہند، شارح بخاری، مفتی محمد شریف الحق امجدی، سابق صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا ایک مضمون ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، شمارہ اپریل ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا تھا۔

اِسی طرح استاذِ گرامی، بحر العلوم، مفتی عبد المنان اعظمی، سابق شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ، مبارک پور کا ایک جامع مضمون شائع ہوا جسے مختلف مجلات وکتب میں نقل کیا گیا۔

مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی، صدر شعبۂ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا مضمون اسی موضوع پر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے شمارہ جولائی ۲۰۰۳ء اور شمارہ اپریل ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا۔

مزید برآں دیگر علمائے اشرفیہ مبارک پور کی تحریرات بھی مدتوں سے "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کی تائید وحمایت میں شائع ہو رہی ہیں۔

اس موقع پر نسبت کا ایک اور پہلو واضح رہے کہ "رضویت اور رضوی" کی نسبت، اہلِ سُنّت کے ایک سلسلۂ بیعت کی طرف ہے۔ ہند و پاک کا ہر رضوی، یہی جانتا اور سمجھتا ہے۔

دنیا میں کہیں بھی کوئی سنّی اِس رضوی نسبت کو سنّی کا ہم معنی اور مترادف کبھی نہیں سمجھتا۔ رضوی

Marfat.com

کا جہاں بھی استعمال ہوتا ہے اُس سے ہر سنّی اور ہر رضوی، یہی سمجھتا ہے کہ یہ سلسلۂ عالیہ رضویہ کی طرف نسبت ہے۔ جو سلسلۂ عالیہ برکاتیہ قادریہ، مارہرہ مطہرہ کی ایک شاخِ ثمر بار ہے۔

اب ایسی صورت میں اس نسبتِ رضوی پر جبر و اِکراہ کرتے ہوئے اس کا کوئی نیا مفہوم و معنی، مراد لینا اور اسے سنّی کا مترادف سمجھنا، سمجھانا کہ جو رضوی نہیں وہ سنّی نہیں، اسے ''ایجادِ بندہ'' کے سوا کچھ اور نہیں سمجھا جائے گا۔ اور یہ ''ایجادِ بندہ'' غلط اور نہایت غلط ہے۔

ابھی ''توضیحات وہدایات'' میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ فروعی فقہی مسائل میں فُقہا و مفتیانِ اَحناف کا علمی و تحقیقی اختلاف کوئی اَمرِ معیوب و مذموم نہیں۔

یہ صدیوں کا مسلَّمہ و متفقہ اصول ہے۔ اور صِرف، فُقہا و مفتیانِ اَحناف کا باہمی اختلاف نہیں بلکہ صدیوں قدیم فقہی کتب میں جا بجا اَحناف و شوافع کا اختلاف جہاں مذکور ہے، وہاں آپ کو صرف یہ لکھا ہوا ملے گا کہ: خِلافاً لِلشّافِعی۔

اس کے بعد کتبِ فقہِ حنفی میں حنفی دلائل کی تقویت اور حنفی مذہب کی ترجیح کے اسباب، مذکور ہوتے ہیں۔ بحث صرف دلائل کی قوت و ضعف پر ہوتی ہے۔

کہیں بھی امام شافعی یا فُقہا و مفتیانِ شوافع کی ذاتیات پر کوئی حملہ اور کوئی طَعن و تشنیع نہیں، کوئی تجہیل و تحمیق نہیں۔ صدیوں سے یہی طریقۂ علم و فضل رائج رہا کہ بحث کا محور علمی و فقہی رہا۔

اب پندرہویں صدی ہجری کے ''بعض مولویانِ ہند و پاک'' کی یہ ''بدعتِ سیئہ'' ہے کہ وہ:

دلائل و اسبابِ ترجیح سے کم اور طَعن و تشنیع و تجہیل و تحمیق سے زیادہ دل چسپی رکھنے لگے ہیں۔''

یہ طریقہ صرف غلط ہی نہیں بلکہ فقہ و اُصولِ فقہ کی تضحیک و تمسخر کے سوا کچھ نہیں۔ اور ایسی حرکت کرنے والا شخص، فقیہ و مفتی نہیں بلکہ عالمِ دین کہے جانے کے بھی لائق نہیں ہے۔

Marfat.com

امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ کی دینی وعلمی وفقہی خدماتِ جلیلہ، بے حد وقیع وممتاز ہیں اور عشق ومحبتِ رسول کا پیغام، عام کرنے میں آپ کی پوری زندگی گذری۔

اور جب بعض حلقوں سے عقائد ومعمولاتِ اہلِ سُنّت کے خلاف آواز اُٹھی، تقدیسِ اُلوہیّت اور عظمتِ رسالت کے خلاف ناپاک حملے شروع ہوئے تو آپ نے اُن کے خلاف مسلسل قلمی جہاد کر کے ان حملوں کو پسپا کیا اور ان کا رُخ موڑ دیا۔

فِرَقِ باطلہ کی تردید وابطال میں آپ کے سیکڑوں فتاویٰ آج بھی ہمارے سامنے کہیں فتاویٰ کہیں رسائل کی شکل میں موجود ہیں۔

اس کے ساتھ ہی آپ نے جن پانچ (۵) افراد کی نامزد تکفیر اُن کے عقائدِ کفریہ کی بنیاد پر کی ہے جس کی تفصیل حُسَامُ الْحَرَمَین عَلٰی مَنْحَرِ الکُفْرِ والْمَین (۱۳۲۴ھ) مطبوعہ بریلی وغیرہ میں مسطور ومذکور ہے اور عُلمائے عرب وعجم نے اس تکفیر کی تصدیق کی ہے۔ یہی اصل بنیاد ہے اصطلاحِ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کی، اور یہی اس کی اِفادیت کی اصل وجہ بھی ہے۔ ورنہ عقائد ومعمولاتِ اہلِ سُنّت وجماعت وہی قدیم ہیں جو صدیوں سے مسلسل ومتواتر ومتوارث چلے آرہے ہیں۔

تحذیر الناس وبراہینِ قاطعہ وحفظ الایمان کی بعض صریح عبارات کا کفرِ صریح ہونا اور ان کی بنیاد پر ان کے مؤلّفین ومُصدِّقین کی تکفیر کیا جانا، یہ دونوں اُمور (یعنی بعض بدنصیب افراد کی طرف سے کفر وضلال کا صُدور اور ان کے خلاف عُلما وفُقہا کی طرف سے شرعی مؤاخذہ) بھی قدیم اصول وضوابط کے مطابق ہی ہیں۔ امام احمد رضا نے ان کفریات کو طشت از بام کر کے اُن کے خلاف شرعی مؤاخذہ کیا اور ان کے قائلین کے خلاف، حکمِ شرع عائد کرتے ہوئے اُن کی تکفیر کی۔

گویا عقائد ومعمولاتِ اہلِ سُنّت کی تصدیق وتوثیق کے ساتھ اِسی مسئلہ تکفیر کی تصدیق وتائید، اصل مقصود ہے اِس اصطلاحِ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کی ترویج سے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اہلِ سُنّت کے سبھی عقائد ومعمولات، متوارث وقدیم ہیں اور صدیوں سے نسلاً بعد نسل چلے آرہے ہیں۔

اور آئندہ اگر نئے حوادِث ووَقائع واَحوال ایسے پیدا ہوں کہ اُس دَور کے ایک یا چند عُلما اُن کی بیخ کنی میں نمایاں کردار ادا کریں تو اُس دَور کے لئے وہی 'مِعیارِ سُنّیت'' قرار پائیں گے اور مسلک کی اضافت ان کی طرف کی جاسکتی ہے بلکہ انھیں کی طرف کی جائے گی۔

یہاں یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ:

خانقاہِ قادریہ برکاتیہ مجیدیہ، بدایوں شریف اور خانقاہِ قادریہ برکاتیہ رضویہ، بریلی شریف، دونوں کے بانیان واکابرِ سلسلہ کو سادات ومشائخِ مارہرہ مطہرہ کی بارگاہ میں درجۂ اعتبار وسندِ قبول حاصل ہے۔

اپنے ایک رسالہ ''سوادِ اعظم'' جس کی متعدد اِشاعتیں، مختلف مقامات سے ہو چکی ہیں، اُس کے تمہید یہ میں راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) نے لکھا ہے کہ:

(۱) خلیفۂ شمسِ مارہرہ، حضرت مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قادری برکاتی بدایونی (وصال محرم الحرام ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۶ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ۔

جن کے بارے میں آپ کے مُرشدِ برحق، شمس العارفین، حضرت سید شاہ آلِ احمد اچھے میاں قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:

حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا تھا کہ:

خداوند تعالیٰ نے اگر مجھ سے پوچھا کہ:

''نظام الدین! میرے لئے دنیا سے کیا لایا ہے؟۔''

تو مَیں اس اَوَدھی نوجوان، نصیر الدین محمود (چراغ دہلی) کو پیش کر دوں گا''

اِسی طرح آلِ احمد سے بروزِ قیامت اگر سوال ہوا:

تو مولوی عبدالمجید بدایونی کو پیش کر دوں گا''

(۲) چشم وچراغ خاندانِ برکات، فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) فرزندِ گرامی، حضرت مولانا نقی علی قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) قُدِّسَ سِرُّھُمَا۔

جن کے بارے میں آپ کے مُرشدِ برحق، خاتم الاکابر، سید شاہ آلِ رسول احمدی قادری برکاتی مارہروی (وصال ذوالحجہ ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اگر خدائے بزرگ وبرتر نے قیامت کے روز مجھ سے سوال فرمایا کہ:

آلِ رسول! میرے لئے کیا لائے ہو؟

Marfat.com

تو مولوی احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔"

(تہذیب "سو لو اعظم" از بنتِ اختر مصباحی۔ مطبوعہ ہندو پاک)

"تذکرۂ نوری" طبع جدید کی تقریظ میں شرفِ ملّت، حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ العَالِیَه تحریر فرماتے ہیں:

"مارہرہ مطہرہ سے نعمتوں کا یہ سلسلہ، شمسِ مارہرہ کے وقت میں بدایوں شریف گیا۔ اور حضرت خاتم الاکابر کے وقت میں بریلی شریف پہنچا۔ اور کچھ بعد میں حضرت اشرفی میاں نانا (کچھوچھوی) کے حوالہ سے کچھوچھہ مقدسہ پہنچا۔

بدایوں کا "مولوی" یعنی حضرت عین الحق عبد المجید جب بیعت ہوئے اور مُرشد کے ہاتھوں جب دل کا سَودا کر لیا تو اس کے بعد کسی بازار کا رُخ نہ کیا۔

بازار تو ایک طرف، پھر تو اپنے گھر جانے پر بھی راضی نہ ہوتے تھے۔ البتہ جب ان کی متاہلانہ زندگی شروع ہوئی تب شمسِ مارہرہ نے انھیں خلافت دے کر (بدایوں) جانے کو کہا۔

بریلی سے بائیس (۲۲) برس کا نوجوان اپنے محترم والد کے ساتھ مارہرہ مطہرہ کی چوکھٹ پر آیا تو مُریدی اور خلافت کے ساتھ علم و روحانیت کی دولت دے کر رخصت کیا گیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کو دین کی عظیم خدمت کرنے کی روحانی طاقت اسی پہلے لَمس میں محسوس ہوئی ہوگی جب مُرید اپنا ہاتھ اپنے مُرشد کے ہاتھ میں پہلی بار دیتا ہے۔

حضرت اشرفی میاں نانا (کچھوچھوی) مارہرہ تشریف لاتے ہیں اور گذارش فرماتے ہیں کہ:

مجھے آپ کے خاندان کی کچھ مخصوص اجازتوں کی طلب ہے۔"

مُرشد نے فرمایا: ابھی وقت آنے دو۔"

اشرفی نانا، ملول ہو کر رخصت ہوتے ہیں۔

مُرشد کو یہ کہاں گوارا تھا۔ مولانا روم یاد آ گئے ہوں گے۔ ع

تو برائے وصل کردن آمدی

پیغام بھیج کر واپس بلایا۔ فرمایا: آؤ تمہارے لئے ہم، محفل سجائے منتظر ہیں۔"

اشرفی میاں نانا آئے اور اپنا حصہ لے کر سرشار واپس ہو گئے۔

حضرت اشرفی میاں نانا کا یہ سفر، مارہرہ اور کچھوچھہ، دونوں کے رشتے کی استواری کی بنیاد کا مضبوط پتھر تھا۔

صاحبُ البرکات (حضرت سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی) کے گھرانے ، نے علم واہلِ علم اور طریقت واہلِ طریقت کو جوڑنے اور جوڑے رکھنے کا حسین وجمیل قرینہ وضع کیا تھا جس کے نتیجے میں دنیا نے دیکھا کہ اس خانقاہ کے عظیم خُلفا کے ہاتھوں پر ایک عالَم نے سَودا کر رکھا ہے۔

یہ حضرات، بلاتشبیہ مُجَسّم سونا تھے۔ نسبت ملی تو کندن بن گئے۔ اور جب عقیدت ومحبت بڑھی تو پارس بن گئے کہ جس کو چھولیں وہ سونا بن جائے۔

بعد کے بزرگوں میں نورُالعارفین، حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری ملقّب بہ میاں صاحب قبلہ کی ذات ایسی مَرجعِ خلائق تھی اور شخصیت میں ایسی مقناطیسی کشش تھی کہ جسے دیکھیے اُن کے پاس کھنچا چلا آرہا ہے۔ ع

وہ مَردِ درویش جس کو حق نے دیے ہیں اندازِ خسروانہ

(ص ۱۴ وص ۱۵۔ تقریظ۔ بقلم سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی "تذکرۂ نوری" بقلم مولانا غلام شبّر قادری برکاتی بدایونی۔ تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں۔ رجب ۱۴۳۴ھ/ مئی ۲۰۱۳ء)

امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ اور آپ کی طرف منسوب "مسلکِ اعلیٰ حضرت" دونوں، بارگاہِ برکات وآلِ برکات وسجادگان ومحبوبانِ بارگاہِ برکات میں مقبول ہیں اور انھیں خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہّرہ سے سندِ قبول حاصل ہے۔

سیدُ العلما، حضرت مولانا سید شاہ آلِ مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء) ارشاد فرماتے ہیں:

حفظِ ناموسِ رسالت کا جو ذِمّہ دار ہے
یا اِلٰہی! مسلکِ احمد رضا خاں، زندہ باد

شرفِ مِلّت، حضرت سید شاہ محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ کی ایک تالیف "یادِ حَسَنؔ" اِس وقت پیشِ نظر ہے جو حضرت احسنُ العلما، سید شاہ حیدر حَسَنؔ قادری برکاتی مارہروی (وصال شب سہ شنبہ ۱۵/ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ/ ۱۱/ ستمبر ۱۹۹۵ء) کی اِجمالی

سوانح حیات ہے۔ اس سے ماخوذ کچھ دستاویزی حقائق حاضرِ خدمت کیے جارہے ہیں جو اِس سلسلے میں معزز قارئین کی ہدایت کے لئے کافی ہیں۔

تاج العلما، حضرت مولانا سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۳۷۵ھ) نے احسن العلما، حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حَسَن قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء) کو جو خلافت نامہ عطا فرمایا تھا اُسے شرفِ مِلّت نے ''یادِ حَسَن'' کے ص ۲۵ تا ص ۲۷ پر درج کر دیا ہے۔ اِس خلافت نامہ (محرّرہ ۲۹ محرم ۔۱۳۶۲ھ) کے آخر میں اِس مضمون کی تحریر ہے کہ:

''جملہ کفّار و مُشرکین و مُرتدین و مبتدعین کے رَدّ و طرد کو اپنا شِعار بنائیں۔ ظاہر و باطن کو احکامِ شریعت و آدابِ طریقت سے آراستہ کریں۔

اور عقائدِ قدیم مذہب مہذب اہلِ سُنّت پر اس خاندانِ عالی کے اکابر کی کتب و تحریرات، مثل سبعِ سنابل و بحجۃ الاسرار و تصانیفِ علماے اہلِ سُنّت و تصانیفِ اعلیٰ حضرت، مجدِّدِ دین و مِلّت، وعقائد نامۂ منظومہ از سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم و مفاوضاتِ طیبہ و شوکتِ اسلام وغیرہ تصانیفِ مُرشدِ برحق سید شاہ محمد اسمٰعیل حَسَن قُدِّسَ سِرُّهُمُ الْعَزِيز وخطبۂ صدارت جماعتِ انصارُ الاسلام وغلبۂ فِئہ قلیلہ الٰہیہ وغیرہ تحریراتِ فقیر حقیر سے ظاہر و روشن ہیں، اُن پر مضبوطی و یک سوئی سے قائم رہیں۔ اور اسی پر اپنی اِتّباع والوں اور مُسترشِدین کو قائم رکھنے میں حتی الوسع، ساعی رہیں۔''

فقیر اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی ابوالقاسمی غُفِرَلَهٗ۔ بِقَلَمِه۔

(ملخصاً از ص ۲۵ تا ص ۲۷۔ یادِ حَسَن ۔ مؤلفہ سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی ۔ مطبوعہ برکاتی دارالاشاعت، خانقاہِ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

حضرت اَحسنُ العُلما مارہروی نے زندگی بھر اِن ہدایات و نصائح مبارکہ پر عمل کیا۔ مرضِ وصال کی وصیت میں بھی اس کا پورا خیال رکھا۔ جیسا کہ حضرت شرفِ مِلّت تحریر فرماتے ہیں:

''وصال سے چند روز قبل اپنے بیٹوں کو وصیت کی:

''میرا کوئی مُرید، اگر ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' سے ہٹ جائے تو پھر مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔''

وہ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو مذہبِ مہذّب اہلِ سُنّت کے بزرگوں کی تعلیمات کا ایک روشن باب سمجھتے تھے۔ اور وقتِ وصال بھی انھیں اندازہ تھا کہ:

اُن کے مُرید تک جب یہ وصیت پہنچے گی تو وہ یہ سمجھ لے گا کہ اعلیٰ حضرت، عظیم ُالبرکت کی تعلیمات ''خاندانِ برکات'' کی ہی تعلیمات ہیں۔'' (ص ۲۷۔ یادِ حسن)

''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' سے اُن (احسنُ العلما) کا لگاوَ اِس قدر گہرا تھا کہ اپنے وصال سے کچھ دن پہلے انھوں نے اپنے بیٹوں کو اپنی جائداد کے بارے میں نہیں بلکہ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کے تحفظ اور ترویج کی وصیت کی۔

وہ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کو اُسوۂ صحابہ، ارشاداتِ امامِ اعظم، طرزِ غوثِ پاک اور طریقۂ صاحبُ البرکات سے جُدا تصور نہیں کرتے تھے۔'' (ص ۶۔ یادِ حسن)

''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کی اَساس، اُلفتِ رسول اور عظمتِ رسول پر قائم ہے۔ اسی لئے تو حضور احسنُ العلما علَیہِ الرَّحمَۃ نے وقتِ آخر سے دو تین روز پہلے اپنے بچوں کو جو وصیت کی وہ یہ ہے:

''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' پر مضبوطی سے ڈٹے رہنا۔ میرا جو مُرید اِس مسلک سے ہٹ جائے۔ مَیں اس کا ذِمہ دار نہیں ہوں۔''

وہ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کو عشقِ رسول، عظمتِ نبی اور اپنے بزرگوں کے اَقوال سے جُدا نہیں جانتے تھے۔

خدا گواہ ہے کہ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا نعرۂ شیرانہ، جس دلیری، اِستقامت، مداومت اور تسلسل سے خانوادۂ برکات کے اِن دو بزرگوں یعنی حضور سیدُ العلما علَیہِ

Marfat.com

الرَّحْمَۃ اور حضور احسنُ العُلما علَیہِ الرَّحْمَۃ نے لگایا اُس کی سعادت اُن کے زمانے میں شاید ہی کسی دوسرے کے حصے میں آئی ہو۔

دراصل ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کے پردے میں وہ اُلفتِ رسول کا نعرہ لگاتے تھے اور عظمتِ نبی کا پرچار کرتے تھے۔'' (ص ۱۲۱۔ یادِ حَسن۔ مؤلفہ سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی)

حضرت احسنُ العلما کی مذکورہ وصیت اپنے صاحب زادگان کو اور ان کے ذریعہ جملہ مُریدین ومخلصین بلکہ عامۂ اہلِ سُنّت کو بھی تھی۔ اور وصال سے دو ہفتہ پہلے بھی حضرت احسنُ العُلما نے حضرت علاّمہ ارشد القادری کو (بوقتِ ملاقات بتاریخ ۲۴راگست ۱۹۹۵ء دَر ''جے بی پنت ہاسپٹل'' نئی دہلی) بموجودگیِ امینِ مِلّت، حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی مارہروی وڈاکٹر سید جمال الدین اسلم قادری برکاتی، ٹھیک اسی طرح وصیت فرمائی۔ جیسا کہ حضرت علاّمہ تحریر فرماتے ہیں:

.........اس کے بعد حضرت احسنُ العُلما نے اس کمترین کو اپنی دعاؤں اور حوصلہ اَفزا کلمات سے سرفراز کیا۔ دَمِ رخصت ارشاد فرمایا: ''مسلکِ اعلیٰ حضرت پر ڈٹے رہیے۔''

آج سوچتا ہوں تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے کہ:

اُن (احسنُ العلما) کے ایمان کی حِس کتنی بیدار تھی کہ موت کا فرشتہ ان کے سرہانے کھڑا تھا اور اس عالَم میں بھی انھیں اپنے خاندان کی نہیں، صرف ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کی فکر، دامن گیر تھی۔

اعلیٰ حضرت! ناز کرو اپنے مقدّر پر کہ تمہارے ''عشقِ رسول'' کے احترام میں خانوادۂ نبوت کا ایک فرزند جلیل، تمہاری یاد کو اپنے کفن میں چھپا کرلے گیا۔

ہزاروں رحمتیں نازل ہوں تم پر بھی اور عالمِ جاوید کے اس فیروزمند مسافر پر بھی جس کا عشق، موت کی ہچکیوں میں بھی زندہ سلامت رہا۔'' (ص ۲۵۴۔ یادِ حَسن)

اپنے وصال سے تقریباً پانچ (۵) سال پیشتر، منشی عبدالقدیر خاں قادری برکاتی مرحوم ومغفور کو حضرت احسنُ العُلما نے خلافت عطا فرمائی۔ اُس وقت کی ہدایت ونصیحت کا ذکر کرتے ہوئے منشی عبدالقدیر عُرف پھول خاں قادری برکاتی مرحوم ومغفور لکھتے ہیں:

''خلافت ۲۷رشعبان ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۵رمارچ ۱۹۹۰ء میں مُرشدانِ کالپی شریف کے عُرس میں کالپی شریف میں عطا ہوئی۔

خلافت نامہ عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

میری نصیحت و وصیت ہے کہ:

دینِ اسلام قدیم و مذہب مہذّب اہلِ سُنّت قدیم پر حتّی الوسع نہایت مضبوطی سے خود بھی ثابت قدم رہیں اور اپنے دست گرفتگان کو بھی اسی لائحۂ عمل پر چلنے کی تعلیم، قولاً و فعلاً دیتے رہیں۔ اپنے ظاہر و باطن کو حتّی الامکان اَحکامِ شریعت سے آراستہ اور پیراستہ رکھیں۔

دِکھاوے اور نمائشی نام و نمود سے علیحدہ اور بے زار رہیں۔

جُملہ بدمذہبوں کا رَدّ و طرد اپنے اِمکان بھر کرتے رہیں۔ اس کو اپنا شِعار بنانے کی کوشش کریں۔" الخ (ص ۲۷۹۔ یادِ حَسَن۔ مطبوعہ برکاتی دارُالاشاعت، مارہرہ مطہّرہ)

خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہّرہ کے مستند و مقبول مذہب مہذّب اہلِ سُنّت اور اصطلاحِ "مسلکِ اعلیٰ حضرت" جس کے ذریعہ، خصوصی طور پر ترجمانی و نمائندگی ہے، سُنّتِ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم و مذہب امامِ اعظم ابوحنیفہ و طریقتِ غوثِ اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی و مسلک و طریقتِ صاحبُ البرکات سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی کی، وہی مذہب و مسلک، متحدہ ہندوستان کے سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کے نزدیک بھی مقبول و محبوب ہے۔ اور اسے ہی اختیار کرنا اور لازم پکڑنا چاہیے۔

اور حسبِ نصیحت و وصیتِ حضرت احسنُ العلما:

"دِکھاوے اور نمائشی نام و نمود سے علیحدہ اور بیزار رہیں۔"

(ص ۲۷۹۔ یادِ حَسَن۔ مؤلفہ سید محمد اشرف قادری برکاتی۔ مطبوعہ برکاتی دارُالاشاعت، مارہرہ مطہّرہ۔ ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء)

"مسلکِ اعلیٰ حضرت" کے سلسلے میں اپنی کسی ذاتی خواہش و نمائش سے سخت پرہیز کرنا، لازم ہے۔ اور "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کا نام لے کر اس کے کسی اصول و ضابطہ کی خلاف ورزی کرنا اور نفسانیت کے زیرِ اثر کچھ کرنا، بولنا، لکھنا، شرعاً سخت معیوب و مذموم ہے۔ جس کا اِرتکاب آج کل بعض لوگوں کی طرف سے سننے دیکھنے میں

Marfat.com

آ رہا ہے۔ مثلاً:

(۱) فسقِ عمل اور فسقِ عقیدہ کا فرق و امتیاز ملحوظ نہ رکھتے ہوئے کسی صحیح العقیدہ سُنّی مسلمان کو "صلح کلّی" کہنا۔ اور اُس سے اسی بنیاد پر نفرت و بے زاری کا اظہار کرنا۔

جب کہ امامِ اہلِ سُنّت، مجدِّدِ دین و مِلّت، مولانا الشاہ احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ/۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فتاویٰ رضویہ (ص ۲۸۷ و ص ۲۸۸۔ جلدِ نہم، نصفِ آخر۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی) میں ایک اِستفتا کا جواب دیتے ہوئے اُس عَمر و کو "سنّی مسلمان" تحریر فرمایا ہے:

جو، زید، وہابی کافر مُرتد کے مکان پر آتا جاتا اور اس سے ہم کلام ہوتا ہے اور اس کے یہاں کھاتا پیتا ہے۔ لیکن زید مذکور کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا اور نہ مناکحت کرتا ہے۔ بلکہ اس سے عقیدۃً نفرت رکھتا ہے اور اس کے کفر میں شک نہیں کرتا۔"

البتّہ اس عَمر و کو فاسق و گنہگار تحریر فرمایا ہے۔ کیوں کہ وہ ایک مُرتد سے میل جول رکھتا ہے۔

(۲) شرعی و فقہی ضابطہ یہ ہے کہ:

فسقِ عملی، موجبِ فسق و گناہ۔ اور فسقِ اعتقادی، موجبِ بدمذہبی و گمراہی ہے۔

ایسی صورت میں فسقِ عملی کے کسی مُرتکب سُنّی کو اگر کوئی شخص صلح کلّی بمعنی بدمذہب کہتا ہے تو وہ خود ضابطہ شکنی کر کے شرعی مؤاخذہ کا اپنے آپ کو مستحق بنا رہا ہے۔

اور مذہبِ اہلِ سُنّت و مسلکِ اعلیٰ حضرت کی صریح خلاف ورزی کر رہا ہے۔

اور جب فسقِ عمل کے مُرتکب کو امامِ اہلِ سُنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے محض، فاسق گنہگار کہا ہے تو آج کے کسی مولوی کو یہ کیسے اور کہاں سے اختیار مل گیا کہ وہ کسی فاسق العمل "سُنّی مسلمان" کو "صلح کلّی" کہے؟

بڑی بے باکی سے بعض لوگ آج کل یہ کہتے نظر آ رہے ہیں کہ:

ہم صلح کلّیت کی نسبت کسی سُنّی کی طرف کرتے ہیں تو اس سے مُراد، فسقِ عملی ہے، فسقِ اعتقادی نہیں ہے۔"

Marfat.com

کیا ایسے لوگ یہ بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے کہ:

اسلاف واکابرِ اہلِ سُنّت میں سے کس نے اور کہاں اِس طرح کسی سنّی کو صلح کلی کہا ہے؟

اور جب فسقِ عملی کے مُرتکب کی طرف، فقیہِ اسلام، امام احمد رضا نے بدمذہبی وصلحِ کلّیت کی کوئی نسبت نہیں فرمائی ہے تو آج کے کسی مولوی کو اِس "ایجادِ بندہ" کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟

کیا اپنا شوق پورا کرنے کے لئے انھیں ایسی کوئی سَند ہاتھ آ گئی ہے کہ اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی اصطلاح کا کوئی مفہوم ومراد، وضع کرلیں اور کسی بھی سنّی پر اسے چسپاں کر دیں؟

حدیثِ نبوی میں منافق کی بیان کردہ علامتوں میں سے چند علامتیں یہ بتلائی گئی ہیں:

(۱) امانت میں خیانت (۲) بحث وتکرار کے وقت بدکلامی وبدزبانی (۳) وعدہ خلافی، وبدعہدی۔

کیا صلحِ کلّیت کے اپنے وضع کردہ مفہوم ومراد کی تشہیر کرنے والے مولوی، نفاقِ عملی کے مُرتکب کے بارے میں بھی اِس کی اجازت دیں گے کہ جس شخص یا جس مولوی کے اندر، مذکورہ علامات میں سے کوئی علامت پائی جائے اسے کوئی شخص اپنی تحریر وتقریر میں بے دھڑک "منافق" کہہ کر اُس کے نفاق کی تشہیر کرتا رہے اور جب کوئی اس کے بارے میں سوال کرے تو وہ یہ جواب دے دیا کرے کہ:

میں اِس سے منافقِ عملی مراد لیتا ہوں، منافقِ اعتقادی نہیں مراد لیتا۔"

صَدرِ اوّل میں خوارج ومُعتزلہ، دو فرقے پیدا ہوئے تھے اور پھر ان کے اندر بھی فرقہ دَر فرقہ کئی درجن فرقے ہو گئے تھے۔

سب سے پہلا مُعتزلی، واصل بن عطا (متولد ۸۰ھ متوفی ۱۳۱ھ) تھا۔ مُرتکبِ کبائر کے بارے میں اس کا قول اور مسلک یہ تھا کہ:

"گناہِ کبیرہ کرنے والا شخص، نہ مومن ہے نہ کافر۔ مُرتکبِ کبیرہ کے لئے مَنْزِلَۃٌ بَیْنَ الْمَنْزِلَتَیْن ہے کہ وہ ایمان وکفر کے درمیان معلّق ہے۔"

اس سے پہلے کی بات ہے کہ حضرت علی مرتضٰی وحضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا نے جب جنگِ صفّین سے پہلے مصالحت کے لئے اپنا اپنا حَکَم مقرر کیا تو ایک جماعت جس

Marfat.com

کی تعداد بارہ ہزار تھی اس نے یہ کہہ کر حضرت علی پر خُروج کیا کہ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ۔ حُکم تو صرف اللہ کا ہے۔" ایسی صورت میں علی نے کسی انسان کو حَکَم کیوں مانا؟ یہ تحکیم، کفر ہے۔
حضرت علی مرتضیٰ نے ابوموسیٰ اشعری کو اور حضرت امیر معاویہ نے عَمرو بن عاص کو اپنی اپنی جانب سے حَکَم مقرر کیا تھا۔ اسی مسئلۂ تحکیم کو بنیاد بنا کر خارجی فرقہ وجود میں آیا۔ اور یہ وہ فرقہ ہے جس نے سب سے پہلے خروج کر کے اُمّتِ مسلمہ و جماعتِ مسلمین سے اپنے آپ کو علیحدہ کیا۔
خوارج کے فرقۂ اباضیہ (عبداللہ بن اباض متوفی ۸۶ھ بانی فرقۂ اباضیہ) کا مسلک و عقیدہ ہے کہ:
"گناہ کبیرہ کرنے والا شخص، موحّد تو ہے مگر مومن نہیں۔"
خوارج کا ایک فرقہ یزیدیہ ہے جس کا مسلک و عقیدہ ہے کہ:
ہر گناہ، خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، شرک ہے۔"
کسی سُنّی کو صلح کلی کہنے والا شخص یکلخت خارجی یا معتزلی تو نہیں قرار دیا جائے گا مگر اس کی ذہنیت اور رَوِش کچھ ایسی ہی باقی اور جاری رہی تو اس کا امکان ضرور پایا جاتا ہے کہ خدانخواستہ وہ انھیں دونوں میں سے کسی ایک کے زُمرے میں کسی حیثیت سے کبھی شامل ہو جائے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تعالیٰ۔
(۳) روابط و تعلقات کے باب میں شرعی و فقہی ضابطہ ہے کہ:
(الف) کسی کافر و بدمذہب اور فاسق و فاجر سے دوستانہ میل جول، ناجائز ہے۔
(ب) انفرادی یا اجتماعی ضرورت و حاجت و مصلحت کے تحت، مؤدّت و موالات کے بغیر ملاقات و گفتگو اور اسی طرح کا کوئی عمل، مشروط و محدود دائرے میں مباح اور جائز ہے۔
(ج) مشترکہ اُمور و معاملات کے حل کے سلسلے میں کسی مخلوط اجلاس، کانفرنس، میٹنگ میں اُن علما کی شرکت، حسبِ ضرورت و حاجت و مصلحت، جائز ہے جو مستند و معتمد ہونے کے ساتھ بیدار مغز، معاملہ فہم، مؤثر و مقتدر اور اپنے موقف و مسلک کے اظہار و اثبات کی مطلوبہ صلاحیت کے حامل اور اہلِ سُنّت و جماعت کی باوقار نمائندگی کے اہل ہوں۔
یہ اصول و ضوابط، مسلّماتِ مذہبِ اہلِ سُنّت و مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار، محض جہالت و کج فکری اور کج رَوِی ہے۔
اَلْحَمْدُلِلّٰہ پہلے مرحلے میں "پیغامِ عمل" نے اور دوسرے مرحلے میں "عرفان

Marfat.com

مذہب و مسلک" نے مذہب اہلِ سُنّت و مسلکِ اعلیٰ حضرت کے اِن مسلّمہ حقائق کو مدلّل و مستند طور پر پیش کر کے بہت سے لوگوں کی جہالت یا تذبذب یا اِنکار کا بخوبی اِزالہ و علاج کر دیا ہے۔

اہلِ سُنّت نے دیا ہے جو بھی "پیغامِ عمل"
ہے حقیقت میں وہی "پیغامِ حق" "راہِ عمل"
رُشد و اِرشاد و ہدایت کا ہے اسلامی پیام
علم و فضل و فکر و دانش، ہے یہ "پیغامِ عمل"

حجۃ الاسلام، مولانا شاہ محمد حامد رضا قادری برکاتی بریلوی (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) خلفِ اکبر، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی نے اپنے رسالہ مَظَاهِرُ الْحَقِّ الْاَجْلٰی (مطبوعہ ۱۹۴۰ء) میں تحریر فرمایا ہے کہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی کی دعوت پر اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے مجھے اور اپنے بعض دیگر خلفائے کرام کو لکھنؤ کی اُس میٹنگ میں شرکت کے لئے بھیجا تھا جس کے دعوت نامہ ہی میں روافض و وہابیہ کی شرکت کا ذکر تھا۔

حضرت حجۃ الاسلام کی یہ تحریر "فتاویٰ حامدیہ" مطبوعہ بریلی (ص ۴۳۳ تا ص ۴۳۶) میں بھی شامل ہے۔ اور یہ واقعہ ۱۹۱۷ء کا، یعنی امام احمد رضا کے وصال (۱۹۲۱ء) سے چار، ساڑھے چار سال پہلے کا ہے۔

حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (متوفی ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) کی دعوت پر فرنگی محل، لکھنؤ میں منعقد ہونے والے اجلاس کا سال (۱۹۱۷ء) خود حضرت حجۃ الاسلام کی تحریر سے واضح ہے جس کی حیثیت ایک نہایت قابلِ وثوق داخلی شہادت کی ہے۔ جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"حضور پُرنور، اعلیٰ حضرت، رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے مجھے مولوی عبدالباری صاحب کی دعوت پر اس جلسے میں بھیجا تھا جس کے دعوت نامے میں مولانا عبدالباری وغیرہ علمائے فرنگی محل کے ساتھ مجتہدین روافض کے بھی نام تھے۔

اور یہ وہ وقت ہے جب مانٹی گو وزیر، ہندوستان آیا تھا اور سیلف گورنمنٹ کا ہندوستان میں ایک شور و غوغا مچا ہوا تھا۔

Marfat.com

مولانا عبدالباری صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ:

اِس وقت اگر ہماری آواز کوئی وزن نہ رکھے گی تو دیوبندی، تمام مسلمانوں کے نمائندے بن کر اہلِ سُنّت کو مضرّت پہنچانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں گے۔

میرے ہمراہ، حضرت مولانا ظہور حسین رام پوری، صدر (مدرس) دارُالعلوم (منظرِ اسلام، بریلی) اور جناب مولانا رحم الٰہی صاحب (منگلوری) اور صدرُالشریعہ، مولانا امجد علی صاحب (اعظمی رضوی)، خُلفاے اعلیٰ حضرت بھی تھے۔

اور ہمیں اُس جلسے میں جانا پڑا تھا جس میں روافض و وہابیہ بھی شریک تھے۔

تو کیا تحفظِ حقوق کے لئے، اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کا، ہمیں اجازتِ شرکت دینا عَیَاذاً بِالْمَولیٰ تعالیٰ گمراہی و فسق کہا جا سکتا ہے؟

اور کیا ہم سب شریک ہونے والے، کسی گمراہی و فسق کے مُرتکب ہوئے تھے؟

حاشا! اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِھَا۔ وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِءٍ مَانَوٰی۔

(رسالہ مَظاھِرُ الْحَقِ الْاَجْلی۔ مشمولہ فتاویٰ حامدیہ۔ مطبوعہ بریلی)

ہندو پاک کے سارے مؤرخین اِس تاریخی حقیقت سے دو دو، چار کی طرح واقف ہیں کہ:

متحدہ ہندوستان میں سیلف گورنمنٹ، یعنی حکومتِ خود اختیاری کا مطالبہ، ہندوستانی زُعما و قائدین نے ۱۹۱۷ء میں زور و شور کے ساتھ اُس وقت کی انگریزی حکومت سے کیا اور جب اِس تحریک کی شدت و وسعت کو ہندوستان کی انگریزی حکومت نظر انداز کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہ گئی تو اُس نے اس کی طرف سنجیدگی کے ساتھ توجہ دی۔

اسی سلسلے میں برطانیہ کا ایک انگریز وزیر، مسٹر مانٹیگو، ہندوستانی دورے پر ۱۹۱۷ء میں آیا اور ہندوستان کے متعدد زُعما و قائدین سے ملاقات کر کے ان کا نقطۂ نظر اچھی طرح سمجھا۔ اور اپنے تجربات و تجاویز و سفارشات پر مشتمل ایک کتاب ''اصلاحاتِ ہند'' کے نام سے اِس نے لکھی۔

اسی تحریک کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ لکھنؤ میں بہ سر کردگی، حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی ۱۹۱۷ء میں ایک نہایت اہم میٹنگ ہوئی جس میں مختلف طبقات کے نمائندہ علما و زُعما و قائدین شریک ہوئے۔

Marfat.com

۱۹۱۷ء کی اِس میٹنگ کی شرکت کے لئے مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی دعوت پر فقیہ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی نے اپنا ایک نمائندہ وفد لکھنؤ بھیجا جس میں حجۃ الاسلام، مولانا حامد رضا بریلوی وصدرُ الشریعہ، مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی اور حضرت مولانا ظہور حسین فاروقی رام پوری، صدرُ المدرسین دارُ العلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف وغیرھُم جیسے اکابر علماے اہلِ سُنّت شامل تھے۔ اوران سبھی حضرات نے لکھنؤ کی اس میٹنگ منعقدہ ۱۹۱۷ء میں نمایاں طور پر شرکت فرمائی۔

حضرت حجۃ الاسلام کی مذکورہ تحریر میں لکھنؤ کی جس میٹنگ کا ذِکر ہے اُس کا موضوع سیلف گورنمنٹ یعنی حکومتِ خوداختیاری ہے اور یہ واقعہ ۱۹۱۷ء کا ہے۔

اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے لکھنؤ کی پہلی ملاقات کے وقت مصافحہ نہ کرنے کا جو واقعہ ہے وہ ۱۹۲۴ء و۱۹۲۵ء میں حَرمین شریفین پر نجدیوں کے حملہ اور بم باری سے متعلق ہے۔ جس کا تعیُّن، تاریخ ہند کی اِس مسلّمہ شہادت سے ہوجاتا ہے کہ تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) وتحریکِ تَرکِ موالات (۱۹۲۰ء) کے دَور میں حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی (متوفی ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) سے کچھ لغزشیں ہوگئی تھیں جن پر امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی نے تنبیہ وہدایت فرمائی اوراس سلسلے میں دونوں حضرات کے درمیان طویل مُراسلت بھی ہوئی جسے سیدی ومُرشدی، حضور مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا مصطفیٰ رضانوری بریلوی (متوفی محرم ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) خَلفِ اصغر امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی نے "اَلطَّارِیُّ الدَّارِی لِھَفَوَاتِ عبدِالباری" کے نام سے ۱۹۲۱ء میں حَسَنی پریس، بریلی سے تین حصوں میں شائع کردیا تھا۔

۱۹۱۹ء سے پہلے مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے اِس طرح کی کسی غلطی اور اُس پر شرعی مؤاخذہ کی کوئی ادنیٰ سی بھی روایت نہیں ہے۔

امام احمد رضا کے وصال (۱۹۲۱ء) کے تقریباً چار سال بعد بھی حضرت حجۃ الاسلام مع بعض دیگر خُلفاے امام احمد رضا بریلوی، ایک اہم اجلاس میں شرکت کے لئے لکھنؤ تشریف لے گئے تھے اور آپ نے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی (وصال ۱۳۴۴ھ/جنوری

۱۹۲۶ء) سے اُس وقت تک مصافحہ نہیں کیا جب تک کہ رُجوع وتصفیہ کی صورت نہ نکل آئی۔

تاریخ، شاہد ہے کہ ۱۹۲۴ء و ۱۹۲۵ء میں نجدیوں نے حَرمین شریفین پر حملہ کر کے مقاماتِ مقدسہ پر بم باری کی، جنت المعلیٰ مکۂ مکرّمہ وجنتُ البقیع مدینہ منورہ کے متبرک آثار ومزارات کو شہید کیا۔ جس کے نتیجے میں سارے عالَمِ اسلام میں نجدیوں کے خلاف غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور ہر طرف سے اُن کے خلاف اِحتجاج ومظاہرہ ہونے لگا۔

متحدہ ہندوستان میں بھی اس کا شدید رَدِّعمل ہوا جسے منظم کرنے میں حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے پیش قدمی کی اور ''خُدّامُ الحرمین'' (تشکیل ۱۹۲۵ء) کے نام سے لکھنؤ میں ایک انجمن، قائم کر کے نجدیوں کے خلاف پورے ملک میں ایک زبردست تحریک شروع کی۔

مولانا محمد جلال الدین قادری (تحصیل کھاریان۔ضلع گجرات۔صوبہ پنجاب۔پاکستان) نے محدِّث اعظم پاکستان، حضرت مولانا سردار احمد قادری رضوی لائل پوری (وصال ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) تلمیذِ صدرُالشریعہ، مولانا محمد امجد علی اعظمی وحجۃ الاسلام، مولانا حامد رضا بریلوی و مفتیِ اعظم، مولانا شاہ مصطفیٰ رضا بریلوی عَلَیهِمُ الرَّحْمَةُ والرِّضْوَان کے اَحوال وخدمات پر مشتمل اپنی مشہور سوانحی کتاب ''محدِّث اعظم پاکستان'' (دو حصوں پر مشتمل) میں لکھا ہے کہ:

''جب نجدیوں نے مدینہ طیبہ پر بم باری کی تھی اور مقابر ومآثر کے اِنہدام کا سلسلہ شروع کیا تھا، اُس وقت لکھنؤ میں ''خُدّامُ الحرمین'' کے نام سے ایک انجمن قائم ہوئی تھی جس کے سربراہ، مولانا عبدالباری فرنگی محلی (متوفی ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء) عَلَیْهِ الرَّحْمَةُ تھے۔

اُس وقت مسلمانوں میں بہت زیادہ ہیجان واضطراب تھا۔ حَرمین شریفین کی حفاظت وصیانت کے لئے ایک بڑا اِجتماع، لکھنؤ میں بلایا گیا۔ اس میں بریلی سے ''جماعتِ رضاے مصطفیٰ'' (تشکیل ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) کا، علما پر مشتمل بہت بڑا وفد، زیرِ قیادت حضرت حجۃ الاسلام، لکھنؤ پہنچا۔ وفد کے چند حضرات یہ تھے:

حضرت حجۃ الاسلام، مولانا حامد رضا بریلوی، حضرت مفتیِ اعظم، مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، حضرت مولانا سید محمد میاں مارہروی، حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اور حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی ودیگر اراکینِ جماعتِ رضاے مصطفیٰ، بریلی۔

Marfat.com

مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے لکھنؤ میں اپنے مال دار ورؤسا مُریدین ومعتقِدین کے ہمراہ، حضرت حجۃ الاسلام کے شان دار اِستقبال کا اِہتمام کیا۔

جب حجۃ الاسلام، ٹرین سے اُتر رہے تھے تو مولانا عبدالباری نے مصافحہ کی کوشش کی۔ مگر آپ نے ہاتھ روک لیا اور مصافحہ نہ کیا۔ بلکہ فرمایا کہ:

''مصافحہ ہوگا۔ مگر پہلے وہ مسئلہ، شرعی طریقہ سے طے ہو جانا چاہیے، جس کی وجہ سے آپ کی اور ہماری علیحدگی ہوئی ہے۔

مسئلہ طے ہونے تک آپ کے یہاں قیام نہ کروں گا۔

میرے ایک دوست یہاں پر ہیں، اُن کے یہاں میرا قیام ہوگا۔''

یہ واقعہ ایک عظیم استقبال کے موقع پر ہوا۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، ناکام واپس آگئے۔ اُن کے لئے یہ صورتِ حال انتہائی ناخوش گوار تھی۔

اِس واقعہ کا پس منظر یہ تھا کہ:

تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) اور تحریکِ تَرکِ موالات (۱۹۲۰ء) کے دَور میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی، ہندو لیڈر گاندھی سے بہت متاثر ہوئے۔ اُسی دَور میں اُن سے کچھ ایسے کلمات وحَرکات صادر ہوئے جو ایک مسلمان کی شان کے خلاف تھے۔

امام احمد رضا نے انھیں توجہ دلائی کہ آپ ان کلمات سے توبہ کریں۔

دونوں حضرات کے درمیان، مُراسلت جاری رہی مگر معاملہ طے نہ ہو سکا۔ اس بنا پر عُلمائے اہلِ سُنّت اُن سے خوش نہ تھے۔

مولانا عبدالباری کی ناگواری دیکھ کر صدرُ الافاضل، حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اور مولانا عبدالقدیر بدایونی اُن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ:

مولانا! آپ کو ناگوار، نہ ہو۔ اس میں ناراضی کی کوئی بات نہیں۔

چوں کہ امام احمد رضا کا شرعی فتویٰ آپ کے خلاف موجود ہے۔ آپ نے اُن کے اِنتباہ کے باوجود اپنی غیر شرعی حرکات سے (بالکُلّیہ) رجوع نہ کیا اِس لئے حضرت حجۃ الاسلام نے اِس شرعی ذِمّہ داری کی بنا پر محض، دین کی خاطر ایسا کیا ہے۔

Marfat.com

اگر انھیں دنیا رکھنی منظور ہوتی تو لکھنؤ میں آپ کی وجاہت اور آپ کے ساتھیوں کی کثرت کو دیکھ کر ضرور آپ سے مصافحہ فرما لیتے ۔مگر انھوں نے اس کی قطعاً کوئی پروانہ کی۔ بلکہ شرعی فتوی کا احترام کیا اور حکمِ شرعی پر علانیہ عمل کر کے دکھایا ہے۔"

حضرت صدرُ الافاضل کی اِس تقریرِ پُر تاثیر کا مولانا عبدالباری پر گہرا اثر ہوا۔ انھوں نے اس سے متاثر ہو کر نہایت اِخلاص سے توبہ نامہ تحریر فرما دیا۔

جب یہ توبہ نامہ، حضرت حجۃ الاسلام، حضرت مفتیِ اعظم اور اُن کے رُفقا کے پاس پہنچا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ سب کی آنکھوں میں مسرت کے آنسو چھلکنے لگے۔

ادھر مولانا عبدالباری نے فوراً کاروں کا اِہتمام فرمایا اور حجۃ الاسلام، مفتیِ اعظم اور اُن کے رُفقا کو نہایت محبت واحترام کے ساتھ اپنے دارالعلوم میں لائے۔

اِس موقع پر حضرت حجۃ الاسلام اور مولانا عبدالباری کا آپس میں مصافحہ ومعانقہ ہوا تو وہ منظر نہایت ہی پُر کیف، ایمان افروز اور قابلِ دید تھا۔

حضرت حجۃ الاسلام کی اِستقامت علی الشریعہ، حضرت صدرُ الافاضل کی پُر خلوص مساعی اور مولانا عبدالباری کی لِلّٰھیت نے مل کر ایک عجیب نورانی سماں باندھ دیا۔

بعد اَزاں مولانا عبدالباری کے زیرِ اہتمام محفلِ میلاد منعقد ہوئی ۔حضرت حجۃ الاسلام کے ہمراہ، دارالعلوم منظرِ اسلام، بریلی کے طالبِ علم (جو بعد میں شیخ الحدیث بنے) مولانا محمد سردار احمد بھی تھے۔

حضرت حجۃ الاسلام کے ارشاد پر حضرت شیخ الحدیث (مولانا محمد سردار احمد) نے مولانا عبدالباری کی خدمت میں فتاویٰ رضویہ کی جلدِ اول پیش کی۔ جسے مولانا عبدالباری نے نہایت مسرت واحترام کے ساتھ قبول کیا۔"

(الف) ص ۷، ہفت روزہ "رضائے مصطفیٰ" گوجرانوالہ، پنجاب (پاکستان) شمارہ ۱۸۔ا۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ۔

(ب) مکتوب حضرت مولانا تقدس علی بریلوی۔ بنام محمد جلال الدین قادری۔ محررہ یکم صفر المظفر ۱۴۰۷ھ۔

(ص ۱۰۵ تا ص ۱۰۷۔ "محدثِ اعظم پاکستان" جلد اول۔ مؤلفہ مولانا محمد جلال الدین قادری، مطبوعہ۔ مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ۔ اندرون لوہاری دروازہ۔ لاہور۔ طبع اول ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء)

مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے پہلے مرحلے میں مصافحہ نہ کرنے اور بعد رجوع و تصفیہ، مصافحہ وغیرہ کرنے کا واقعہ، امام احمد رضا کے وصال (۱۹۲۱ء) کے بعد کا ہے اور حجۃ الاسلام کی تحریر ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء کی ہے۔ جس کے آخر میں آپ فرماتے ہیں کہ:

"بِحَمدِہٖ تعالیٰ میری اِس رَوِش سے اُنھیں متأثر ہونا پڑا اور انھوں نے صدر الافاضل، مولانا مولوی نعیم الدین مرادآبادی کے بالمشافہہ، توبہ نامہ تحریر فرمایا۔ اُس کے بعد میں اُن سے ملا۔

عزیزی مولوی حشمت علی صاحب اِس کے شاہد ہیں۔" الخ

(مظاہر المحق الاجلی، مؤلفہ حجۃ الاسلام۔ مشمولہ فتاویٰ حامدیہ، مطبوعہ بریلی)

پہلے کے سفرِ لکھنؤ ۱۹۱۷ء تک حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی جانب سے کسی ایسی شرعی لغزش کے صدور وظہور اور اس پر کسی شرعی مؤاخذہ و مطالبۂ رجوع و توبہ کا کوئی واقعہ اور کسی طرح کی زبانی یا تحریری روایت کا وجود ہی نہیں ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام کے دونوں اَسفارِ لکھنؤ کے درمیان تقریباً آٹھ (۸) سال کا وقفہ ہے۔ اور ان میں سے ایک سفر (۱۹۱۷ء میں) حیاتِ امام احمد رضا میں بحکمِ امام احمد رضا ہے۔ اور دوسرا سفر (۱۹۲۵ء میں) بعدِ وصالِ امام احمد رضا (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) بہ مشورۂ خلفائے امام احمد رضا ہے۔

ابوالفیض، مولانا محمد عبدالحفیظ حقانی سابق خطیب و امام شاہی جامع مسجد، آگرہ (متوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء۔ کراچی) لکھتے ہیں کہ:

"میں خود فرنگی محل، مدرسہ نظامیہ کا ادنیٰ طالب علم ہوں۔ حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ سے خاص طور سے "شرح چغمینی" پڑھی ہے۔ مگر زمانہ (تحریکِ) خلافت (۱۹۱۹ء) میں کچھ باتیں اُن سے سرزد ہوگئیں جن پر اعلیٰ حضرت

Marfat.com

(مولانا احمد رضا قادری بریلوی) نے گرفت فرمائی۔

آخرکار وصال (مولانا عبدالباری فرنگی محلی ـ متوفی ۱۳۴۴ھ/ جنوری ۱۹۲۶ء) سے کچھ پہلے "جشن یوم الخیر" (لکھنؤ) کے جلسے میں علماء بریلی شریک ہوئے۔

اس وقت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب نے مولانا عبدالباری سے مصافحہ نہ کیا اور ان کے یہاں قیام سے بھی انکار کر دیا اور فرمایا کہ:

"اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا بریلوی) رحمۃ اللہ علیہ نے آپ پر جو اعتراضات کیے ہیں ان باتوں سے رجوع کیجیے"

چنانچہ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش سے (مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے) تحریر دی۔

اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرنگی محل (لکھنؤ) گئے ـ دونوں میں مصافحہ و معانقہ ہوا۔

حضرت مولانا حامد رضا نے حضرت مولانا عبدالباری کے ہاتھ چومے ـ اس لئے کہ وہ صحابی کی اولاد ہیں ـ اور وہیں قیام فرمایا۔

فقیر (محمد عبدالحفیظ حقانی) اس موقع پر حاضر تھا ـ اس خوشی میں دارالشفاء (لکھنؤ) کی برفیاں آئیں ـ با قاعدہ فاتحہ ہوا اور تقسیم ہوئیں۔"

(ص ۶۱ ـ ۶۲ ـ تبلیغ ہدایت ـ از مولانا محمد عبدالحفیظ حقانی ـ مطبوعہ کراچی)

تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) کے ہنگامہ خیز دور میں جب کہ انگریزوں سے ہر طرح کے مقاطعہ کے پہلو بہ پہلو کفار و مشرکین کے ساتھ حد سے زیادہ اختلاط کا سلسلہ شروع ہوا اور احکام و شعائر دینی بھی اس کی زد میں آ گئے تو امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے "اَلْمَحَجَّةُ الْمُؤْتَمَنَةُ فِی آیَةِ الْمُمْتَحِنَةِ (۱۳۳۹ھ ـ مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء ـ مشمولہ فتاوی رضویہ جلد ۱۴ ـ رضا فاؤنڈیشن لاہور) تحریر فرمایا۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی سے مسئلہ خلافت و موالات پر طویل مراسلت کی جسے سیدی و مرشدی حضور مفتی اعظم ہند نے تین حصوں میں مرتب کر کے "الطاری الداری

Marfat.com

ملفوظاتِ عبد الباری" کے نام سے حسنی پریس، بریلی سے ۱۹۲۱ء میں شائع کیا۔

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف علی گڑھی (متوفی ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) جو ان مسائل میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کے موقف کے مؤید تھے۔ انھوں نے "النور" کے نام سے ایک وقیع کتاب لکھی جو مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی اور اسے رضا اکیڈمی ممبئی نے "معاملات و موالات کا شرعی حکم" کے نام سے ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء میں شائع کر دیا ہے۔

صدر الافاضل، مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (وصال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) نے "موالات" کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا جو اسی دور میں شائع ہوا اور اب "فتاویٰ صدر الافاضل" ۔ مطبوعہ ممبئی میں شامل ہے۔

اِن کتب و رسائل کے مطالعہ سے تحقیقی طور پر موالات و معاملات کا ہر پہلو واضح ہو جاتا ہے اور سارے حقائق ، آئینہ کی طرح روشن ہو جاتے ہیں۔

کفار و مجوس سے اگر قلبی موالات ہو تو یہ کفر کی سرحد میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اگر ظاہری موالات ہو تو یہ بھی ممنوع و ناجائز ہے۔ البتہ معاملات کے جواز کی مختلف صورتیں ہیں۔ تفصیل مذکورہ کتب و رسائل میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

صدر الافاضل، مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی کے رسالہ "موالات" کے بعض اقتباسات مع خلاصہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

"خلاصہ یہ ہوا کہ موالات کی مسطورہ بالا صورتیں، ممنوع ہیں جن کے احکام مع دلائل، مفصل مذکور ہو چکے۔ اور جن کا لبِ لباب یہ ہے کہ:

کفار کو دوست بنانا یا ان کو اپنا راز دار ٹھہرانا یا ان کو مددگار سمجھنا یا ان کو اپنے اُمور کا والی اور دخیلِ کار، قرار دینا، انھیں قوت پہنچانا یا ان سے بے ضرورت، دوستانہ میل جول، اختلاط و ارتباط کی رسمیں برتنا، مسلمانوں کے مقابلے میں امداد کرنا۔ یہ سب باتیں ممنوع اور داخلِ موالات ہیں۔ اور قرآن پاک میں ان کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

لیکن شریعتِ مطہرہ کے جملہ اَحکام، سراسر حکمت و مصلحت ہیں۔ اور مسلمانوں کی صحیح حکمتیں اُن میں ملحوظ۔

Marfat.com

جہاں کفّار کا غلبہ ہو۔یا وہ حاکم ووالی ہوں اور مجانبت کلّیہ وانقطاعِ تام سے مسلمانوں کے ضرر کا اندیشہ ہو، وہاں اُن کے ساتھ ایسے امور میں شرکت جو ممنوع نہیں ہیں اور اُن سے اسلام واہلِ اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے، جائز ہے۔قلب، کفر وکفار کی محبت سے فارغ ہونا چاہیے۔"

(ص ۲۷۳، ۲۷۴ وص ۲۷۴۔فتاویٰ صدرالافاضل ۔جمع وترتیب:۔مولانا نور محمد نعیم القادری۔مطبوعہ تنظیم افکار صدرالافاضل ۔خانقاہ نعیمیہ۔بالوتی، ملاڈ (ویسٹ) بمبئی ۹۵۔رجب ۱۴۲۸ھ/جولائی ۲۰۰۷ء)

"جو تعلق، مذکورہ بالا باتوں سے خالی ہو، یعنی نہ وہ حقیقت میں محبت کی بنا پر ہو، نہ اس کی علامت ودلیل، نہ اس سے اسلام یا مسلمانوں کو ضرر ونقصان متصور ہو، نہ کفار کا فائدہ ونفع مقصود۔ اور اس میں مسلمانوں کی کوئی حاجت وضرورت یا مقصدِ صحیح ہو تو جائز ہے۔اور وہ موالاتِ محرّمہ میں داخل نہیں۔" (ص ۲۷۵۔فتاویٰ صدرالافاضل۔مطبوعہ تنظیم افکار صدرالافاضل۔بمبئی)

"تفسیرِ احمدی میں ہے: اِنَّ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ یَعُمُّ الْمُبْتَدِعَ وَالْفَاسِقَ وَالْکَافِرَ۔ وَالْقُعُوْدُ مَعَ کُلِّھِمْ مُمْتَنِعٌ۔" (تفسیرِ احمدی۔ص ۳۰۸)

قومِ ظالم، مبتدع اور کافر وفاسق، سب کو عام ہے۔اور سب کے ساتھ بیٹھنا، ممنوع ہے۔"

جب کہ مبتدع وفاسق وفاجر کے ساتھ بھی موالات ممنوع ہے تو کافر کے ساتھ ممنوع ہونے میں کیا تأمل؟

کافر وغیر محارب تو کافر ہے، اس سے ترکِ موالات، کوئی تعجب کی بات نہیں۔شریعتِ مطہرہ ، فاسق مومن کے ساتھ بھی ترکِ موالات کا حکم فرماتی ہے۔اور ہنود تو مشرک وبت پرست ہونے کی وجہ سے بدترین کفار میں سے ہیں۔"

(ص ۲۹۴ وص ۲۹۵۔فتاویٰ صدرالافاضل۔مطبوعہ تنظیم افکار صدرالافاضل۔بمبئی۔۲۰۰۷ء)

بددین وبدمذہب کی صحبت، کافر کی صحبت سے بھی بدتر اور نقصان دِہ ہے اِس لئے کسی بدمذہب سے ہرگز اختلاط اور دوستانہ معاملات نہ رکھے جائیں اور بلاضرورت ومصلحت ومقصدِ صحیح کے اُن سے کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔بالخصوص عوام کے لئے یہ سخت ممنوع ہے۔

Marfat.com

فاسقوں، فاجروں کی صحبت بھی ضرر رَساں ہے اوران کی صحبتِ بد کے بُرے اثرات بھی کسی نہ کسی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اسی لئے فُسّاق وفجّار کی صحبت ومخالطت بھی ممنوع وناجائز وحرام ہے۔اور ان سے دور رہنے ہی میں ہر طرح کی عافیت ہے۔

ہاں! اگر کوئی دعوتی واصلاحی پہلو پیشِ نظر ہوتو اس کا حکم، الگ ہے۔

حضرت برہانِ مِلّت، مفتی محمد عبدالباقی برہان الحق رضوی جبل پوری (متوفی ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۴ء) خلیفۂ امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی اور رئیس القلم حضرت علّامہ ارشدالقادری (متوفی ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء) نے دسمبر ۱۹۷۲ء کے مسلم پرسنل لا کونشن، بمبئی میں شرکت کے ساتھ اُسے خطاب بھی کیا تھا۔ اِس کونشن کے داعی وشرکا میں قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند و مولانا مِنّتُ اللہ رحمانی مونگیری اور مولانا ابوالحسن علی ندوی وغیرہ تھے۔

حضرت برہانِ مِلّت نے اِس کونشن میں اپنی شرکت وتقریر کی تفصیل اپنے ایک مضمون، مطبوعہ مفتیٔ اعظم نمبر (استقامت ڈائجسٹ، کان پور۔شمارہ مئی ۱۹۸۳ء) میں بیان کردی ہے۔ جس کے مطابق وہ اِس کونشن میں حضرت مفتیٔ اعظمِ ہند کے حکم پر شریک ہوئے تھے۔

اور شرکت کے بعد مفتیٔ اعظمِ ہند نے آپ کے نام مبارک بادی کا خط تحریر کیا اور ملاقات کے وقت بھی مبارک بادی سے نوازا۔اور شرکتِ کونشن کی تائید وتحسین کی۔

حضرت علّامہ ارشدالقادری (متوفی ۱۵ر صفر ۱۴۲۳ھ/۲۱ر اپریل ۲۰۰۲ء) نے بھی اِس سلسلے میں ایک مضمون لکھ کر اُس میں اپنی شرکت وتقریر کا ذکر کیا ہے۔ جو ماہنامہ قاری، دہلی ۱۹۸۶ء اور ماہنامہ حجازِ جدید، دہلی ۱۹۹۰ء میں شائع ہو چکا ہے۔

حضرت برہانِ ملّت اپنے مضمون میں مسلم پرسنل لا کونشن، بمبئی، دسمبر ۱۹۷۲ء کی دعوتِ شرکت اور اُسے قبول نہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے آگے کا حال اِس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''حضور مفتیٔ اعظم، اُنھیں دنوں بالاگھاٹ (مدھیہ پردیش) تشریف لائے ہوئے تھے۔اور فقیر زادہ محمود احمد، حضور کی خدمت میں شرفِ زیارت اور فیوض وبرکات کے حصول کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت والا سے محمود میاں نے پرسنل لا اور اس کے اجتماع میں میری شرکت کے بارے

Marfat.com

میں دریافت کیا۔ اور فقیر زادہ نے میری شرکت سے معذرت کے اسباب، حضور کے سامنے عرض کیے اور اپنے طور پر جو کچھ بھی کارروائی کی جارہی تھی اُس کا بھی تذکرہ کردیا۔

حضور نے سارے معروضات سننے کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

"بُرہان میاں سے جا کر کہو کہ:

ہرگز ہرگز اس جلسے میں شرکت سے انکار نہ کریں اور چوں کہ اس سلسلے میں سب سے پہلے اُنھیں کا اِحتجاج اور اِقدام ہے اور اِحتجاج بھی باقوت احتجاج ہے اِس لئے انھیں اپنا کام جاری رکھنا اور اسے آگے بڑھانا ہے۔

مخلوط اجتماع اور غیروں کے زیر اہتمام وصدارت یہ جلسہ ہونے کے باعث اُنھوں نے جو معذرت کی اور شرکت سے اِحتراز فرمایا ہے، اُسے تَرک فرمادیں اور ضرور ضرور شرکت فرمائیں۔"

اِدھر ممبئی سے داعیانِ جلسہ، برابر مراسلات وفون سے مجھ سے رابطہ قائم کیے ہوئے تھے کہ ضرور ضرور ہر حالت میں جلسہ میں شرکت کروں۔

فقیر زادہ محمود میاں نے بالاگھاٹ (ایم، پی) سے آکر مجھے حضرت کا پیغام وحکم سنایا تو مَیں نے حضرت اَقدس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اُن کے ارشاد پر شرکت کا ارادہ کرلیا۔

جلسہ میں شرکت کے لئے مَیں بمبئی پہنچا مگر منتظمینِ جلسہ کا مہمان نہ ہوا۔ اور اپنے ایک برادرِ طریقت، خلیل احمد صاحب کے یہاں میں نے قیام کیا۔"

(مفتی اعظم نمبر۔ استقامت ڈائجسٹ، کان پور۔ شمارہ مئی ۱۹۸۳ء)

اپنی تقریر کے چند نِکات اور کنونشن سے واپسی کا ذکر کرنے کے بعد حضرت بُرہانِ مِلّت تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اِس جلسہ میں علمائے اہلِ سُنّت میں سے کسی نے میرا ساتھ نہیں دیا۔ جب کہ مَیں حضور مفتیِ اعظمِ ہند علیہ الرَّحمۃ کے ارشاد اور حکم کے مطابق ہی شریکِ جلسہ ہوا تھا۔

صبح، جب جلسہ کی کارروائی میری تقریر کے ساتھ اخبارات میں جلی حرفوں میں شائع ہوئی تو علماے اہلِ سُنّت نے میرے لئے دعائیں کیں اور کامیابی پر مبارک باد، دی۔

دوسرے دن کے جلسہ میں چوں کہ حضرت ارشد القادری صاحب حج و زیارت کے لئے تشریف لے جارہے تھے اور بمبئی ہی میں تھے، میں نے ان سے جلسہ میں شرکت کرنے اور تقریر کرنے کے لئے کہا۔ وہ فقیر کے ساتھ دوسرے دن جلسہ میں تشریف لے گئے اور اپنی تقریر میں میرے بیان کی تائید وحمایت فرمائی۔

حضور مفتیِ اعظمِ ہند عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کو جب جلسہ کی مکمل رپورٹ ملی تو انھوں نے میری کامیابی پر دعائیہ کلمات کے ساتھ مبارک باد تحریر فرما کر والا نامہ سے نوازا۔

جب میں بریلی شریف حاضر ہوا تو حضور نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

اگر تم شریکِ جلسہ نہ ہوتے اور اظہارِ حق واعلانِ حق نہ کیا ہوتا تو بڑی کمی رہ جاتی۔ تم نے اِس سلسلے میں جو احتجاجی کارروائی میں پہل کی تھی اُس کی تائید میں یہ جلسہ بڑا کامیاب رہا۔ اور یہ جلسہ تمہاری شرکت سے تمہارا جلسہ ہوگیا۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَنَوَالِہٖ وَاَفْضَالِہٖ۔

(مفتیِ اعظم نمبر۔ استقامت ڈائجسٹ، کان پور۔ مئی ۱۹۸۳ء)

قائدِ اہلِ سُنّت، رئیس القلم، علّامہ ارشد القادری (متوفی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء) اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ واضح رہے کہ مسلم پرسنل لا بورڈ پر کسی ایک مکتبِ فکر کی اِجارہ داری نہیں ہے۔ بلکہ اس کی تاسیس وقیام اور تشکیل واِستحکام میں ہر مکتبِ فکر کے رہنماؤں نے کھل کر حصہ لیا ہے۔

چنانچہ دسمبر ۱۹۷۲ء میں بمبئی کے ساحل پر مسلم پرسنل لا بورڈ کا جو سب سے پہلا کنونشن ہوا تھا اُس میں تاجدارِ اہلِ سُنّت، حضور مفتیِ اعظمِ ہند کے حکم پر تین حضرات، جماعتِ اہلِ سُنّت کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے۔

جبل پور سے بُرہانِ مِلّت، حضرت علّامہ مفتی بُرہان الحق صاحب قبلہ، بمبئی سے حضرت مولانا نصرت اللہ عباسی، اور جمشید پور سے یہ خاکسار ارشد القادری۔

Marfat.com

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے بھرے مجمع میں جہاں قاری طیب صاحب، مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا منت اللہ رحمانی وغیرہ بھی موجود تھے، تقریر کرتے ہوئے صاف صاف کہا تھا کہ:

"اسٹیج پر جو چہرے نظر آرہے ہیں اِن حضرات کے ساتھ ہمارے سنگین اختلافات، کل بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ لیکن اِس کے باوجود ہم صرف اِس جذبہ میں آج یہاں دوش بدوش بیٹھے ہوئے ہیں کہ حکومتِ ہند کو یہ باور کرادیں کہ مسلم پرسنل لا کے تحفظ کے لئے جہاں دیوبند اور لکھنؤ سینہ سپر ہیں وہاں بریلی نے بھی سر سے کفن باندھ لیا ہے۔"

حضرت علّامہ مفتی بُرہان الحق صاحب قبلہ اور مولانا نصرت اللہ عباسی، خدا کو پیارے ہوگئے۔ یہ لوگ جب تک بقیدِ حیات تھے، مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر اور جوائنٹ سکریٹری کی حیثیت سے مسلم پرسنل لا بورڈ کے تحفظ کے لئے ہمیشہ سرگرمِ عمل رہے۔"

(مطبوعہ۔ ماہنامہ قاری، دہلی۔ شمارہ جون ۱۹۸۶ء۔ و ماہنامہ حجاز جدید، دہلی۔ شمارہ محرم الحرام۔ ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء)

حضرت برہانِ مِلّت سے ایک بار، بریلی شریف میں کئی گھنٹے کی ملاقات و گفتگو کی سعادت، راقمِ سطور (یٰسین اختر مصباحی) کو حاصل ہوئی۔ یہ ملاقات حضرت مولانا ریحان رضا خاں عُرف رحمانی میاں، بریلی شریف (متوفی ۱۹۸۵ء) کے دولت کدہ پر ہوئی تھی۔ جس میں صدیق محترم مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری مصباحی بھی شریک تھے۔ ارادہ تھا کہ اسے انٹرویو کی شکل میں ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع کردیا جائے۔ گفتگو کے بعض مَراحل میں بعض دیگر علما بھی شریک ہوتے رہے۔

گفتگو کے دَوران ہی اپنے اپنے طور پر راقمِ سطور (یٰسین اختر مصباحی) اور نعمانی صاحب نے کچھ نوٹ بھی تیار کرلیا تھا۔ مبارک پور واپسی کے بعد ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کے قارئین کے لئے یہ تحریری خوشخبری بھی شائع کرادی گئی تھی۔

مگر افسوس صد افسوس کہ ہم لوگوں کی غفلت و سستی کی وجہ سے یہ کام آج کل پر ٹلتا رہا اور یہ عظیم سرمایۂ گفتگو، جمع و ترتیب اور طباعت و اِشاعت کی منزل سے نہ گذر سکا۔

امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ کی حیاتِ مبارکہ کے دینی و علمی اَحوال، تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء)

Marfat.com

وتحریکِ ترکِ موالات (۱۹۲۰ء) ومسلم پرسنل لا کونشن، دسمبر ۱۹۷۲ء بمبئی وغیرہ کی بہت ساری تفصیلات آپ نے ہم لوگوں کے سوالات کے جوابات میں بیان فرمائیں۔

حضرت علاّمہ ارشد القادری (متوفی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء) سے نہ جانے کتنی بار، جماعتی مسائل اور آپ کی سابقہ سرگرمیوں اور خود مسلم پرسنل لا کونشن بمبئی کے بارے میں راقم سطور کی گفتگو ہوئی۔

ہر دو حضرات میں سے کسی نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ مسلم پرسنل لا کونشن، دسمبر ۱۹۷۲ء بمبئی کے خطاب میں مَیں نے دیگر مسالک کے عُلما سے اُن کے عقائد وافکارِ باطلہ سے رُجوع وتوبہ کا مطالبہ یا تکفیر کی کوئی بات کہی۔

اِن دونوں حضرات کی زبانی مَیں نے جو کچھ سنا وہ وہی ہے جو اِن حضرات کی تحریروں میں موجود ومذکور ہے۔

۱۹۸۵ء میں شاہ بانو تحریک، زور شور کے ساتھ چلی۔ بعض عُلماے اہلِ سُنّت نے مخلوط اجتماعات میں اس وقت بھی شرکت کی۔ اِسی دَوران کسی خاص موقع پر بمبئی میں عُلماے اہلِ سُنّت کی ایک بڑی مِیٹنگ ہوئی جس میں اِس طرح کی شرکت کے بارے میں تبادلۂ خیال اور غور وخوض کیا گیا۔

اِس مِیٹنگ میں حضرت علاّمہ مشتاق احمد نظامی اِلٰہ آبادی (متوفی ۱۹۹۰ء) اور استاذِ گرامی، بحر العلوم، حضرت مفتی عبد المنان اعظمی (متوفی ۱۴ محرم ۱۴۳۴ھ/۲۹ نومبر ۲۰۱۲ء) جیسے ذِمّہ دار عُلما بھی شریک تھے۔

کسی بھی عالم نے اِس مِیٹنگ میں اِس کا ذکر نہیں کیا کہ بُرہانِ مِلّت یا علاّمہ ارشد القادری نے اپنی تقریر میں کسی کی تکفیر کا مسئلہ چھیڑا یا کسی سے توبہ ورجوع کا مطالبہ کیا تھا۔

۲۰۰۱ء کی ایک ملاقات میں استاذِ گرامی، حضرت بحر العلوم اعظمی (متوفی ۱۴ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ/۲۹ نومبر ۲۰۱۲ء) علَیہِ الرَّحمَۃ سے راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) نے اِس مِیٹنگ کی تفصیلات معلوم کی تھی۔ انھوں نے بھی اِس مِیٹنگ کے اندر اِس طرح کی کسی بات کا کوئی تذکرہ نہیں فرمایا۔

۱۹۷۲ء میں میڈیا (ذرائعِ ابلاغ) کے اندر بھی کوئی ایسی بات نہیں آئی۔ اور نہ اِس طرح

Marfat.com

کا کوئی چرچا، سامعین وحاضرینِ کنونشن یا بعد میں عوام وخواص کے درمیان ہوا۔

تقریباً آٹھ، دس، سال پہلے ذاکر نگر، نئی دہلی میں جانشینِ مفتیِ اعظم، حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا قادری رضوی ازہری بریلوی اور محدِّثِ کبیر، حضرت علاّمہ ضیاء المصطفیٰ قادری سے اِس موضوع پر اتفاقیہ گفتگو ہوئی۔ اِن حضرات میں سے کسی نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ:

میرے سامنے کسی نے اِس طرح کا کوئی بیانِ واقعہ کیا کہ حضرت برہانِ مِلّت یا علاّمہ ارشد القادری نے اپنی تقریر میں کسی کی تکفیر کی یا رجوع وتوبہ کا کوئی مطالبہ کیا۔"

حضرت برہانِ مِلّت یا علاّمہ ارشد القادری کی حیات میں ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی۔ نہ اِن حضرات نے بیان کیا، نہ لکھا۔

ایسی صورت میں اگر بلا ثبوت وگواہی کے، کوئی شخص اِس کنونشن میں کسی کی تکفیر یا توبہ کے مطالبہ کی بات کہتا ہے تو وہ صرف اپنی بات پالنے اور مطلب برآری کے لئے ایسا کر رہا ہے اور اس کا اِنتساب ان حضرات کی طرف کر رہا ہے جو اس کنونشن کے ان کے خطاب سے متعلق بالکل بے بنیاد اور خلافِ واقعہ بات ہے۔

آج بھی ایسی کوئی روایت وسماعت وشہادت نہیں۔ ایسی صورت میں اِس خودساختہ بیان اور اِلحاق کو کیا کہا جائے؟ اور عوامی زبان میں ''سفید جھوٹ'' کے علاوہ اُسے کیا کہا جائے؟ اِس کا فیصلہ قارئینِ کرام خود فرمالیں تو بہتر ہے۔

مجاہدِ مِلّت، حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی (وصال ۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ/۱۳ مارچ ۱۹۸۱ء) عَلَیهِ الرَّحْمَةُ وَالرِّضْوَان جیسا عالم ومناظر وقائدِ اہلِ سُنّت آپ کے دَور سے آج تک کون پیدا ہوا ہے؟

اپنے ایک مکتوبِ گرامی (بنام مولانا محمد اسمٰعیل صدر جمعیۃ العلما، صوبہ اڑیسہ) میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

......مختصر یہ کہ فقیر اُن اُمور میں جو مسلمانانِ ہند کے تحفظِ دین ومذہب وجان ومال کے متعلق، گورنمنٹ سے مطالبہ ہے، اُس میں محض اِشتراکِ عمل کے لئے اِس شرط پر تیار ہے کہ:

Marfat.com

اپنے عقائد پر قائم رہتے ہوئے ہی نہیں بلکہ علماے دیوبند کی عباراتِ قطعیہ مُتعیَّنہ مُتبیَّنہ کے متعلق ہم لوگوں کی جو تحقیق ہے، اُس کا بالکل وضاحت سے، تقریراً و تحریراً، بلا روک ٹوک، ہر موقع پر ظاہر کرنے کا اختیار رہے گا۔

اور علماے دیوبند کو بھی، ہم لوگوں کے متعلق جو خیالات رکھتے ہیں، اُن کو بے روک ٹوک ظاہر کرنے کا اُنھیں اختیار ہوگا۔

تا کہ عوام کو دھوکا نہ ہو اور دین میں فتنہ نہ واقع ہو۔''

فقط۔ محمد حبیب الرحمٰن۔ خادمِ منصب صدارت آل انڈیا تبلیغِ سیرت۔ ۱۹؍ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ/ ۱۹؍ فروری ۱۹۶۸ء۔ بروز دوشنبہ مبارکہ۔

(ص ۱۷۸۔ مجاہدِ ملت نمبر۔ پندرہ روزہ ''نواے حبیب'' کلکتہ۔ جنوری ۱۹۸۶ء)

ایک تازہ ترین تحریر ملاحظہ فرمائیں جو ۱۵/۱۶ جمادی الآخرہ ۱۴۳۵ھ/ ۱۶/۱۷ اپریل ۲۰۱۴ء کو انعقاد پذیر ہونے والے، دینی سیمینار، انجمن جامعہ حبیبیہ، الہ آباد کی طرف سے بہ صورتِ دعوت نامہ مع موضوعات و نظام الاوقات شائع ہوئی ہے۔

''حضرت مجاہدِ ملت رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے ۴؍ رمضان مبارک ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۰؍ فروری ۱۹۶۱ء کو حفظ الرحمٰن صاحب (سابق) ناظمِ عمومی جمعیۃ علماے ہند کے نام لکھے ہوئے اپنے خط میں یہ لکھا تھا کہ:

اب سے کچھ دنوں پہلے بعض ارکینِ جمعیۃ علماے ہند نے اشتراکِ عمل کے لیے فقیر کی طرف پہل کی اور گفتگو بھی ہوئی مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اس کی طرف بھی جناب کی خصوصی توجہ چاہتا ہوں۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کٹکی صدر جمعیۃ العلما، اڑیسہ نے کٹک میں مجھ سے ملاقات کی اور یہ کہا کہ:

اس وقت بھارت کے مسلمان، خوف و ہراس، امید و بیم کے جس بحرانی دور سے گذر رہے ہیں اور آئے دن، مسائلِ دینیہ سے متعلق جو قانون بن رہے ہیں، ان کی اصلاح اور شر پسند عناصر کا مقابلہ بغیر اتحاد و اشتراک کے ناممکن ہے۔

Marfat.com

اگر کسی موقع پر گورنمنٹ کسی فریق کے مطالبے پر دست اندازی کرے اور دوسرا فریق، بیٹھ کر مذاق اُڑائے اور اس پر ہنسے تو کیسے کام چل سکتا ہے؟

اور فیروز آباد میں اتفاقاً مولوی ابوالقاسم صاحب شاہجہاں پوری، ناظم جمیۃ العلماء، اترپردیش سے ملاقات ہوگئی تو انھوں نے مسلمانوں کی تباہی و بربادی، پولیس اور حکّام کی زیادتیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اسی قسم کی گفتگو کی۔ تو دونوں سے فقیر نے قریب قریب یہی کہا کہ:

اپنے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے آپ پولیس اور حُکّام اور حکومت کے جن مظالم کے متعلق بھی کوئی اِقدام کریں گے، فقیر اپنی جماعت ''آل انڈیا تبلیغِ سیرت'' کے ساتھ اشتراک کرے گا۔

مولوی اسمٰعیل صاحب سنکی نے تو اسے منظور کرلیا مگر مولوی ابوالقاسم صاحب کو اس پر تامّل رہا۔

ابھی بہرائچ شریف میں سید سالار مسعود غازی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے آستانہ پر مولوی ابوالقاسم صاحب سے ملاقات ہونے پر پھر اس کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ:

اگر میری بات آپ کی سمجھ میں نہیں آتی تو ارکانِ جمعیۃ سے مشورہ کرلیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایوانِ جمعیت میں اس کا حل، تلاش کرلیا جائے۔ اور مشترکہ طور پر کوئی کام ہوجائے۔ لیکن اب تک اس کی کوئی اطلاع، موصول نہ ہوئی۔''

حفظ الرحمٰن صاحب مذکور نے حضرت مجاہدِ مِلّت کے اُس خط کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس طرح، مظالم کے خلاف اِقدام کرنے کے لئے اپنے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے عمل میں اشتراک کی اجازت آج تک حضراتِ اہلِ سُنّت کو وہابیہ کی طرف سے نہ ملی۔

اس کے برخلاف وہابیوں کی تنظیمیں یہ چاہتی ہیں کہ عمل میں اشتراک تو ہو لیکن اہلِ سُنّت کو اپنے مسلک کی وضاحت کرنے کی اجازت نہ ہو۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۲۔ عنوان ۲۔ اُمّتِ مسلمہ پر تحقیقات جدیدہ کے اثرات۔ (ایک موضوع سیمنار) از (دعوت نامہ) دینی سیمنار، انجمن جامعہ حبیبیہ۔ الہ آباد۔ بقلم، مولانا غلام جیلانی نوری۔ مدرس جامعہ حبیبیہ۔ الہ آباد۔ اترپردیش)

جب کبھی علماے اہلِ سُنّت نے حاجت و مصلحت سمجھی ہے، مخلوط اجتماع و نشست میں

شرکت کی ہے اور آئندہ بھی جب وہ ایسا مناسب خیال کریں گے اُس کے مطابق عمل کریں گے۔

مَیں خود اپنے موقف کی وضاحت کردوں کہ:

جب بھی کوئی ضرورت وحاجت ومصلحت، داعی ہو، اِس طرح کی محتاط ومشروط شرکت، جائز ہے۔ مذہب اہلِ سُنّت ومسلکِ اعلیٰ حضرت کے مطابق ہے۔ شریعت وفقہِ اسلامی کی طرف سے اِس کی، صراحت کے ساتھ اجازت ہے۔ بشرطے کہ شریک ہونے والا عالم، مستند ومعتمد ہو۔ حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے کی اس کے اندر صلاحیت اور جرأت بھی ہو۔"

اِس طرح کی نشست یا وفد میں خود راقم سطور (یسٓ اختر مصباحی) نے اپنی صواب دید کے مطابق شرکت کی ہے۔ اور کوئی ضرورت وحاجت ومصلحت آئندہ بھی سامنے آئے گی تو اس کے مطابق کوئی مناسب فیصلہ اور عمل ہوگا۔

اِس سلسلے کے تین اہم اور نئے واقعات، قارئین بھی جان لیں تو اس مسئلہ کی نوعیت وحقیقت سمجھنے میں اُنھیں بہت آسانی ہوگی:

(۱) ۱۹۸۹ء میں فقہ اکیڈمی، نئی دہلی کا فقہی سمینار ہوا جو قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی سربراہی میں ہوتا چلا آرہا تھا۔ اس ۱۹۸۹ء کی دعوتِ شرکت، حضرت مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پورنوی کو ملی۔ آپ نے اِس سلسلے میں جانشینِ مفتیِ اعظمِ ہند، حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری رضوی ازہری بریلوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُم سے اِستصواب رائے کیا۔

حضرت جانشینِ مفتیِ اعظمِ ہند نے ارشاد فرمایا کہ:

"آپ کے لئے شرکت جائز ہے۔"

فقہ اکیڈمی، نئی دہلی کے اِس سمینار ۱۹۸۹ء میں حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پورنوی اور آپ کی گذارش وتحریک پر خواجۂ علم وفن، حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی (متوفی ۱۴؍ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ/۲۰؍اکتوبر ۲۰۱۳ء) شریک ہوئے۔ اِن حضرات کے ساتھ مولانا انوار احمد امجدی بھی تھے۔ (روایتِ حضرت مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پورنوی)

(۲) ۱۹۹۰ء میں جب کہ چندر شیکھر، ہندوستان کے وزیر اعظم تھے، اُنھوں نے مسئلۂ بابری مسجد،

Marfat.com

حل کرنے کی کوشش کی۔اور اِس سلسلے میں اُن کے ایما پر دہلی میں مختلف اداروں، تنظیموں، اور شخصیتوں کو مدعو کیا گیا اور بہت سے لوگ اِس جلسہ (میٹنگ) میں شریک ہوئے۔ اس کی کمان، مولانا ہمنَتُ اللہ رحمانی و قاضی مُجاہدُ الاسلام قاسمی وغیرہ کے ہاتھ میں تھی۔

عُلماے اہلِ سُنّت کی طرف سے شریک ہونے والے حضرات میں یہ نام، نمایاں ہیں:

مجاہدِ دَوراں، مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی (متوفی ۱۹۹۷ء) و محدّثِ کبیر، علاّمہ ضیاء المصطفیٰ قادری و مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی و مولانا محمد ادریس بستوی۔

نائب مفتیِ اعظمِ ہند، شارحِ بخاری، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی (متوفی ۶؍صفر ۱۴۲۱ھ؍۱۱؍مئی ۲۰۰۰ء) نے زور دے کر عُلماے اشرفیہ کو دہلی بھیجا تھا۔

منتظمین کی طرف سے دعوت مجھے بھی ملی تھی مگر دہلی سے باہر کسی کام سے گیا ہوا تھا اس لئے میری شرکت نہ ہو سکی۔

(۳) ۱۹۹۷ء میں مسلم کنونشن، اتر پردیش کی جانب سے لکھنؤ کے ایک بڑے ہال ''گنگا سنستھان'' میں پروگرام ہوا۔ اسٹیج پر مولانا غلام عبدالقادر علوی و مولانا محمد ادریس بستوی و مولانا محمد اقبال قادری و راقمِ سطور یٰسٓ اختر مصباحی کے علاوہ ملائم سنگھ یادو اور محدّثِ کبیر، علاّمہ ضیاء المصطفیٰ قادری بھی تھے۔

بروز اتوار بتاریخ ۳؍اگست ۱۹۹۷ء کو منعقد ہونے والا یہ پروگرام بہت کامیاب رہا۔ اور ۴؍اگست کے اردو، ہندی، انگریزی اخبارات میں اس کی نمایاں رپورٹ شائع ہوئی۔ مولانا محمد اقبال قادری (دارُالعلوم وارثیہ، لکھنؤ) کے پاس اخبارات کا ریکارڈ موجود ہے۔

ذہن نشین رہے کہ اصول و ضابطہ الگ حقیقت ہے اور کسی کا ذاتی قول و عمل اُس سے بالکل علیحدہ مسئلہ ہے۔ اور کسی چیز کے جواز کا قائل ضروری نہیں کہ اُس کا فاعل و عامل بھی ہو۔

کسی کے ذاتی قول و عمل کو بنیاد بنا کر کسی قاعدہ و ضابطہ کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اِسے اچھی طرح سمجھنا ہے تو ذیل کی روشن تحریرات و بیانات ملاحظہ فرمائیں:

Marfat.com

فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ اَحکامِ فقہ میں نہ تشدُّد کو رَوا رکھتے تھے اور نہ ہی تورُّع وتقویٰ کے نام سے کسی حرج وتنگی کو راہ دیتے تھے۔ بلکہ فُقہاے اسلام کی اُس رَوِش پہ تاحیات قائم رہے جس کا ذکر آپ کی مندرجہ ذیل تحریر میں ہے:

''مقاصدِ شرع سے ماہر، خوب جانتا ہے کہ:

شریعت، رِفق وتَیسیر کو پسند فرماتی ہے۔ نہ معاذَ اللّٰہ تضییق وتشدید۔

لِہٰذا جہاں ایسی دِقتیں واقع ہوئی ہیں، علماے کرام اُنہیں روایات کی طرف جھکے ہیں جن کی بنا پر مسلمان، تنگی سے بچیں۔''

(ص ۱۰۷۔ جلد پنجم۔ فتاویٰ رضویہ۔ مطبوعہ سُنّی دارُالاشاعت، مبارک پور)

امام احمد رضا قادری برکاتی بریلویؒ کی خدمت میں ایک اِستفتا محرَّرہ ماہ ذوالقعدہ ۱۳۰۳ھ از شیخ عبدالجلیل پنجابی (نواب گنج۔ بارہ بنکی۔ اَوَدھ) آیا جس میں سوال تھا کہ:

''رَوَسر کی شکر، ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے۔ اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اِس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک؟ حلال کی ہوں یا مُردار کی ہوں؟

اور سُنا گیا ہے کہ اُس میں شراب بھی پڑتی ہے۔ اور اِسی طرح کی وہ کُل چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ، سُنا جاتا ہے، شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں؟

اِس سوال کے جواب میں فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی نے ''اَلْاَحْلیٰ مِنَ السُّکَّرِ لِطَلَبَةِ سُکَّرِ رَوَسَر'' کے نام سے اڑتالیس (۴۸) صفحات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا۔ جو مطبع حنفیہ، پٹنہ میں رسالہ ''مَخزنِ تحقیق'' معروف بہ ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ کے ضمن میں چھپا۔ پھر دوسری مرتبہ فتاویٰ رضویہ، جلدِ دوم میں ص ۹۵ تا ص ۱۴۳ شائع ہوا۔ اور اب حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلدِ دوم، مؤلفہ ملک العلما، مولانا ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی۔ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء میں ص ۳۷۰ تا ص ۳۹۲ شامل ہے۔

اِس رسالہ کے آغاز میں دس (۱۰) مقدمات اور ایک قاعدۂ کلیہ کے بعد بیانِ مسئلہ ہے۔ اور آخر میں تحریر فرمایا ہے کہ:

Marfat.com

''فقیر غَفَرَلَہُ الْمَولٰی الْقَدِیر نے آج تک اِس شُکر کی صورت نہ دیکھی، نہ کبھی اپنے یہاں منگائی، نہ آگے منگائے جانے کا قصد، مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا۔

نہ جو مسلمان استعمال کریں، انھیں آثم، خواہ بے باک جانتا ہے۔ نہ تورُّع و احتیاط کا نام، بدنام کرکے عوام مومنین پر طَعن کرے۔ نہ اپنے نفسِ ذلیل، مہین، رَذیل کے لئے اُن پر ترفُّع وتعلّی رَوا رکھے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۳۹۱۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلدِ دوم۔ مؤلفہ مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی۔ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

بیانِ ضابطہ و بیانِ حقیقت پر حضرت حجۃ الاسلام کو کیا کچھ سننا اور جھیلنا پڑا؟ اسے جاننے کے لئے آپ کی ۱۹۳۹ء کی وہ تحریر پڑھیں جو ۱۹۴۰ء میں ''مَظَاھِرُ الْحَقِّ الْاَجْلیٰ'' کے نام سے مطبع نابھ/اسٹیم پریس، پنجاب سے شائع ہوئی تھی اور ص ۴۲۴ تا ص ۴۴۶، فتاویٰ حامدیہ (مطبوعہ ادارہ اشاعتِ تصنیفاتِ رضا۔ محلّہ سوداگران، بریلی شریف) میں بھی شامل ہے۔

حجۃ الاسلام اُس دَور کے حالات اور اپنے خلاف ہونے والے بے جا حملوں اور متشدِّدانہ اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''میں لیگ کی شرکت کو بحالتِ موجودہ کہ اس کے اندر بہت سے گمراہ، بددین شریک ہیں، نظرِ استحسان سے نہیں دیکھتا۔ اور اسی بنا پر میں نے آج تک کسی کو اس کی شرکت کی اجازت نہیں دی۔ مگر اس کے ساتھ جو لوگ اس میں خالص سُنّی رضوی شریک ہوگئے ہیں، اُن پر سخت حکم دینے کو بھی اچھا نہیں سمجھتا کہ جب اُن کی شرکت کسی شرعی نقطۂ نظر سے ہو تو تکفیر کیا معنیٰ؟ تضلیل وتفسیق کا بھی شرعاً حکم نہیں دیا جاسکتا۔

اعلیٰ حضرت، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ کا فتویٰ ہے کہ اگر کفّار کے کسی مذہبی میلے میں مسلمان بغرضِ تجارت چلا جائے تو شرعاً جائز ہے.........

اَلْغَرَض میں اپنوں کو جو خالص العقیدہ سچے سُنّی ہیں اُنھیں کافر، فاسق، گمراہ کہنا، شرعی نقطۂ نظر سے ہرگز جائز نہیں رکھتا۔

جو اِس کے خلاف ہو، میرے خیال میں وہ فِقہ سے نابلَد ہے۔

جو مجھے اور دارُالعلوم (منظرِ اسلام) اور جماعت (رضائے مصطفیٰ) کو لیگی کہے، وہ مُفتری کذّاب ہے۔ کسی تحریر سے وہ ہرگز ثابت نہیں کرسکتا۔

مَنْ آنچہ شرطِ بلاغ ست با تو می گویَم
تو خواہ از سُخَنم پند گیر و خواہ مَلال

فقیر محمد حامد رضا قادری غُفِرَلَہٗ۔ خادمِ آستانہ رضویہ وگدائے سجادۂ عالیہ۔ بریلی شریف

(ص ۲۰۔ مَظَاھِرُ الْحَقِ الْاَجْلیٰ (۱۳۶۰ھ/۱۹۴۰ء) طبع اول نابھہ اسٹیم پریس۔ نابھہ۔ پنجاب۔ کتب خانہ اہلِ سُنّت۔ محلّہ بھورے خاں۔ پیلی بھیت۔ وص ۲۲۱، ۲۲۲۔ فتاویٰ حامدیہ، ناشر:۔ ادارہ اشاعت تصنیفاتِ رضا، محلّہ سوداگران، بریلی شریف۔ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ/اپریل ۲۰۰۳ء)

اِس سے پہلے حضرت حجۃ الاسلام لکھ چکے ہیں کہ:

''بلاشبہ بحالتِ موجودہ، لیگ قابلِ اصلاح ہے۔ اس میں بہت سی شرعی خامیاں ہیں۔

میں نے آج تک کسی کو اس میں شرکت کو نہ کہا۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْداً۔

ہاں! بعض اوقات جب مجھ سے اس کے متعلق سوال ہوا تو میں نے اس کے شرعی نقائص پر روشنی ڈالی۔

ہاں! اتنا ضرور ہے کہ جو سُنّی رضوی اس میں کسی غرضِ شرعی یا محض ناواقفی سے شریک ہوگئے ہیں، اُن کی نسبت، مَیں کوئی سخت حکم نہیں لگاتا۔

اور یہ شرعی نقطۂ نظر سے کہتا ہوں۔ اس کے لئے میرے ذہن میں دلائل ہیں۔

اس سے مجھے لیگ کی حمایت، مقصود نہیں۔ بلکہ اپنے سُنّی رضوی بھائیوں کو تکفیر و تضلیل و تفسیق سے بچانا، مقصود ہے۔

میرے سامنے حضور پُرنور، اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی رَوِش ہے۔

مدرسہ (منظرِ اسلام، بریلی) بحیثیت تعلیمِ دین اور جماعت (رضائے مصطفیٰ) بہ حیثیت تبلیغِ عقائدِ اہلِ سُنّت بِفَضْلِہٖ تَعَالیٰ اسی رَوِش اور اُسوۂ حَسَنۂ اعلیٰ حضرت، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ پر ہیں۔

حضور پُرنور، اعلیٰ حضرت، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ نے مجھے مولوی عبدالباری صاحب کی دعوت پر اُس جلسے میں بھیجا تھا جس کے دعوت نامے میں مولانا عبدالباری صاحب وغیرہ

Marfat.com

علمائے فرنگی محل (لکھنؤ) کے ساتھ مجتہدینِ روافض کے بھی نام تھے۔

اور یہ وہ وقت ہے جب مانٹی گو وزیر، ہندوستان آیا تھا اور سیلف گورنمنٹ کا، ہندوستان میں ایک شور وغوغا مچا ہوا تھا۔

مولانا عبدالباری صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ:

''اِس وقت اگر ہماری آواز کوئی وزن نہ رکھے گی تو دیوبندی، تمام مسلمانوں کے نمائندے بن کر اہلِ سُنّت کو مضرّت پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔''

میرے ہمراہ، حضرت مولانا ظہور حسین رام پوری، صدر دارُالعلوم (منظرِ اسلام، بریلی) اور جناب مولانا مولوی رحم الٰہی صاحب (منگلوری) اور صدرُالشریعہ مولانا امجد علی صاحب (اعظمی رضوی)، خُلفائے اعلیٰ حضرت بھی تھے۔ اور ہمیں اُس جلسہ میں جانا پڑا تھا جس میں روافض ووہابیہ وغیرہ بھی شریک تھے۔

تو کیا تحفظِ حقوق کے لئے اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ کا ہمیں اجازتِ شرکت دینا عَیَاذاً بِالْمَولیٰ تعالیٰ گمراہی وفسق کہا جاسکتا ہے؟

اور کیا ہم سب شریک ہونے والے، کسی گمراہی وفسق کے مُرتکب ہوئے تھے؟

حاشا۔ اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِھَا۔ وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ وَلِکُلِّ امْرءٍ مَانَوٰی۔

عزیزم! اِن اِفتراءات کا سبب صرف اور صرف یہی ہے کہ:

میں نے اس مسئلہ کے متعلق بطور اِفہام وتفہیم، تبادلۂ خیالات کرنا چاہا تھا۔ میں اہلِ سُنّت میں تفریق اور رضویوں پر فتوائے تضلیل ہرگز پسند نہ کروں گا۔

میرے نزدیک، اعلیٰ حضرت، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ کے جو سچے حلقہ بگوش ہیں وہ اگر کسی غرضِ شرعی سے شریک ہوگئے ہیں تو اُن پر میری فقہی نظر میں کوئی شرعی اِلزام نہیں۔

ہاں! جن کے عقائد فاسد ہوں، جیسے عقائد رکھتے ہوں، ویسے ہی حکمِ تکفیر یا تضلیل یا تفسیق کے مستحق ہوں گے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(مظاھرُ الحق الاجلیٰ از حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی۔ طبع اول ۱۹۴۰ء۔ تابعہ، پنجاب۔ ص ۴۳۱، ص ۴۳۲۔ فتاویٰ حامدیہ۔ مطبوعہ بریلی۔ ۲۰۰۳ء)

Marfat.com

اہلِ سُنّت و جماعت کی اپنی تنظیم بنا کر حالات کا مقابلہ کرنے ،مسلمانانِ ہند کی صحیح رہنمائی کرنے اور ان کے مسائل کا حل تلاش کرنے کی حجۃ الاسلام نے کوشش کی مگر آپ پر افترا پردازی و الزام تراشی کی بوچھار کرنے والوں نے یہ کام بھی نہ ہونے دیا۔ جس کا ذکر بڑے قلق و اضطراب کے ساتھ کرتے ہوئے حجۃ الاسلام تحریر فرماتے ہیں:

''عزیزم! میں نے تو اس بلائے عظیم کو دیکھتے ہوئے چاہا تھا کہ:

اہلِ سُنّت کی تشکیل ہو جائے اور علمائے کرام ایک تنظیم کے تحت اپنی وہ آوازِ حق بلند کریں جو حضورِ پُر نور اعلیٰ حضرت، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ کی آواز تھی۔

یعنی کفّار و مشرکین سے موالات، حرام ہونا۔ اور یہ آواز حضورِ پُر نور ہی کی آواز نہیں، اللہ و رسول جَلَّ جَلالُہٗ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی صدائے برحق ہے۔

ہماری آواز پر اہلِ سُنّت لبیک کہیں گے اور ہماری منظم جماعت کی آواز ملک و قوم میں اپنے سر کے کانوں ہی تک نہیں، دلوں کی گہرائیوں تک اُتر جائے گی۔

مسلمان، لیگ وغیرہ کی رَو میں نہ بہیں گے، بلکہ ہمارے ساتھ ہم آواز ہوں گے۔ اس طرح ہم، لیگ کے نہ سمجھے جائیں گے بلکہ لیگ، ہماری آواز اٹھانے والی ہوگی۔

اس منظم جماعتِ علما کی ہدایات، لیگ اور تمام اِداراتِ اسلامیہ کو مذہباً ماننا پڑیں گی۔ مسلمان، اُن مفاسدِ شرعیہ سے محفوظ ہو جائیں گے جن کا خطرہ اب محسوس کیا جا رہا ہے۔

عُرسِ سراپا قُدس امامِ اہلِ سُنّت، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ میں جو اکابر علمائے اہلِ سُنّت تشریف لائے تھے، میں نے انھیں جمع کر کے اِس تنظیم کی تحریک کی تھی۔ مگر شومیِ قسمت سے بعض حضرات کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ مجلسِ مشاورت سے انھوں نے اس تفریق کو نظرِ استحسان سے دیکھا۔

پیارے عثمن! کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ:

میں نے جو یہ راہِ عمل نکالی تھی، اس میں کوئی شرعی نقص تھا؟ یا کوئی کفر و گمراہی کا، راستہ تھا؟ جس کی یوں تخریب، رَوا رکھی گئی؟

مجھے اِس کی ان صاحبوں سے ضرور شکایت ہوئی اور ہے۔ جب یہ سب بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا تو مجبوراً میں اور دوسرے صاحبان بھی اٹھ کر چلے گئے۔

Marfat.com

زمانہ شناسی، اگر ہوتی تو اس وقت دیوبندیوں پر بُری بنی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ انھیں ذلّت ورُسوائی کا سامنا تھا۔ مسلمان اُن سے متنفّر ہو رہے تھے۔

اگر یہ تنظیم عُلماے اہلِ سُنّت ہو جاتی تو ہماری آواز نہ صرف کانگریس کے لئے زلزلہ افگن ہوتی، بلکہ اَحرار، جمعیۃ العُلما دہلی اور تمام کانگریسی دیوبندی مولوی، سب سے، مسلمان جُدا ہو کر اہلِ سُنّت کے ساتھ ہوتے اور اعلیٰ حضرت، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی آوازِ حق بلند کرتے۔ ان کی سچی غلامی کا دَم بھرتے۔ مَیں ضرور اس کی ضرورت محسوس کرتا تھا۔

اور اس وقت جو مہلکے کی حالت، مسلمانوں کے لئے ہے، وہ کھلی آنکھوں کے سامنے ہے۔

مُشرکین، ہمارے دین اور مساجد کی توہین کر رہے ہیں۔ قربانی اور اذان جیسے شعائرِ دین بند کیے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کی جان و مال وعزت وآبرو، سخت خطرے میں ہے۔

اسلام کے نام لیوا، محض اس جُرم میں کہ مسلمان ہیں، ذبح کیے جا رہے ہیں۔

کیا اب بھی ضرورتِ شرعی کا تحقّق نہیں ہوتا؟" اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(مَظاہِرُ الحَقِّ الْاَجلیٰ۔ مؤلّفہ حجۃ الاسلام، مولانا حامد رضا بریلوی۔ مطبوعہ نابھہ، پنجاب۔ ۱۹۴۰ء۔ ص۴۳۲و۴۳۳۔ فتاویٰ حامدیہ۔ مطبوعہ بریلی)

دَورِ حاضر کے نامور عالمِ اہلِ سُنّت، شہزادۂ صدرُ الشریعہ، مُحدِّث کبیر، علّامہ ضیاء المصطفیٰ قادری، "مُبتدِعین کی مجالست ومشارکت کی مستثنیٰ صورتیں" اِس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"(۱) رَدّ ومناظرہ کی مجالست (۲) مصالحِ شرعیہ کی وہ صورتیں جن میں صرف اہلِ حق کی قیادت ہو۔ اور انھیں عملاً، غلبہ حاصل ہو (۳) مصالحِ شرعیہ کی وہ صورتیں جن میں اگرچہ قیادت، مشترک ہو مگر شرکت کرنے والے اہلِ حق، مؤثّر شخصیت کے حامل ہوں۔ جن کے آگے، گمراہ فرقے سر اُبھارنے کی جرأت نہ کر سکیں اور نہ کارنامہ اپنے نام ریزرو کریں۔

(۴) وہ ضرورتِ شرعیہ جو بے اِشتراکِ عمل پوری نہ ہو سکے (۵) وہ ضرورتِ شرعیہ یا مصلحتِ شرعیہ جس میں اِشتراک نہ ہو تو بد مذہبوں کو قوت حاصل ہونا، مظنون ہو۔

لیکن اِن تمام اِستثنائی صورتوں میں ایک شرطِ مشترک یہ ہے کہ:

موالات کا کوئی عمل نہ برتا جائے۔"

(ص۸۔ سہ ماہی "امجدیہ" قصبہ گھوسی، ضلع مئو۔ اتر پردیش۔ شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۹ء)

Marfat.com

''اِستثنائی حکم، صرف اِسی صورت میں دیا جاسکتا ہے کہ:
اشتراکِ عمل کے بغیر، مسلمانوں کے بنیادی حقوق کا حصول، ناممکن ہو۔
تو اس شرط کے ساتھ مشترکہ کوششیں جائز ہیں کہ:
وہاں نہ میل جول ہو، نہ وہاں دوستانہ تعلقات کا اِرتکاب ہو، نہ اہلِ سُنّت کے دینی وقار کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو۔
جب کہ اِن شرطوں کا فُقدان، موجودہ حالات میں نہ صرف مَظنون، بلکہ واقع ہے۔''
(ص ۹۔ سہ ماہی ''امجدیہ'' قصبہ گھوسی ضلع مئو۔ اتر پردیش۔ شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۹ء)

''ظاہر ہے کہ ہندوستان میں اہلِ سُنّت کو تمام کلمہ گو جماعتوں کے بِالمقابل، اکثریت حاصل ہے۔ اِس لئے ضروری ہے کہ:
سُنّیوں میں باہمی اتحاد کی کوشش کی جائے۔ اور اِس طرح اپنے اِعتقادی تشخُّص کے ساتھ، مسلمانوں کے مذہبی سیاسی مفادات کے لئے جدوجہد کی جائے۔''
(ص ۹۔ سہ ماہی ''امجدیہ'' قصبہ گھوسی ضلع مئو۔ اتر پردیش۔ شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۹ء)

مُشترکہ مقاصد کے حصول کی مُشترکہ جِدّ وجُہد کے سلسلے میں مُعتمد و مُستند عُلما کی صواب دید کے مطابق کوئی اِقدام و عمل کیا جاسکتا ہے جس میں شرعی اصول وحُدود کا پاس ولحاظ اور مِلّی و جماعتی وقار و معیار کا تحفُّظ و اِلتزام ضروری ہے۔

اِس سلسلے میں ''اَمِیرُ الْمُؤمِنِین اور اُوْلُوْا الْاَمْر کی اجازت'' کی قید لگانا اور اِس اجازت کو شرط قرار دینا ایک ایسی نکتہ آفرینی ہے، خواہ یہ کسی علّامۃ الدَّہر ہی کی نکتہ آفرینی کیوں نہ ہو، اسے اُس وقت تک ''نکتہ بعد الوقوع'' اور اُس وقت تک ''ایجادِ بندہ'' ہی سمجھا جائے گا جب تک کہ اِس کے مدّعی، اپنی اِس شرط کی تائید میں کوئی قدیم یا جدید مستند فقہی جُزئیہ نہ پیش کردیں۔

غیروں کی مجالس ومحافل میں مشروط شرکت یا کسی مخلوط تنظیم و جماعت کے ساتھ مشروط اِشتراکِ عمل کی مختلف صورتیں اور ان کے مختلف احکام ہیں۔ اور ایسی مجالس ومحافل میں شرکت کے خطرات بھی بہت ہیں۔ اس لئے بلاضرورت وحاجت ومصلحت ایسی مجالس ومحافل میں ہرگز شریک نہیں

ہونا چاہیے۔

لیکن خود اہلِ سُنّت کی تنظیم بننے بنانے اور اسے چلانے میں بھی بعض افراد کو نہ صرف یہ کہ کوئی دل چسپی نہیں بلکہ ایسی کوشش کو سبوتاژ اور درہم برہم کرنے میں انھیں ایک خاص قسم کی لذّت محسوس ہوتی ہے۔

ایسے کرم فرما حضرات، کل بھی تھے اور آج بھی ہیں۔

ماضی کی داستان آپ سُن چکے۔ **اب حال کی بدحالی** ملاحظہ فرمائیں:

عرسِ قاسمی برکاتی، مارہرہ شریف کی تقریبات میں چند سال پہلے ایک نہایت اہم تقریب کا اضافہ ہوا ہے اور وہ ہے: ''فکر وتدبیر کانفرنس'' جس میں عُلمائے اہلِ سُنّت ودانشورانِ قوم وملّت، اِس کانفرنس کے ایجنڈے کے مطابق، اظہارِ خیال، تبادلۂ خیال اور غور وفکر کرتے ہیں اور اسے عملی شکل دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہّرہ کی جانب سے حسبِ دستورِ سابق، عرسِ قاسمی برکاتی میں ہونے والی'' فکر وتدبیر کانفرنس'' (مؤرخہ، یکم ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۹/اکتوبر ۲۰۱۱ء) کا موضوع تھا: **''اہلِ سُنّت وجماعت کی شیرازہ بندی''**

بعض کرم فرمایانِ جماعت ویارانِ طریقت کو نہ یہ موضوع پسند آیا اور نہ کانفرنس کا اِس موضوع پر اِنعقاد، اور نہ ہی کانفرنس کی تجاویز وتفصیلات اُن کے حلق کے نیچے اُتر سکیں۔

بڑی بے چینی کے ساتھ تبصرے شروع ہوگئے۔ زبانی بھی اور تحریری بھی۔

گویا خود اہلِ سُنّت وجماعت کی شیرازہ بندی کا کوئی کام تو دور کی بات ہے، شیرازہ بندی وتنظیم کا نام سنتے ہی اُنھیں اپنا 'خود ساختہ مسلک (غلط فکر وخیال) یا مفاد خطرے میں پڑتا ہوا نظر آتا ہے۔

کیا کیا جائے اور کیا کہا جائے ایسے حضرات کو؟ اور کیا تبصرہ کیا جائے اُن کی ذہنیت اور اُن کی رَوِش پر؟ اُن کے حق میں بس دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُنھیں شعورِ حق کے ساتھ فہمِ حالات ومعاملات کی صلاحیت اور مثبت فکر وخیال رکھنے کی سچی ہدایت اور عقلِ سلیم سے نوازے۔

آمین۔ بجاہِ حبیبک سیّدِ المرسلین علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ الصّلوٰۃُ والتّسلیم۔

Marfat.com

کچھ لوگوں کی ذہنیت، کتنی فاسد اور طرزِ عمل کتنا شرانگیز وفتنہ خیز ہو چکا ہے، اِس کا کسی حد تک صحیح اندازہ مندرجہ ذیل اِستفتا کے نمبروار سوالات سے کیا جا سکتا ہے۔

واضح رہے کہ یہ سوالات اُسی غالی ومتشدد طبقہ کے افراد سے متعلق ہیں جو صبح وشام، اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت کا وظیفہ پڑھتے اور اٹھتے بیٹھتے مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نعرہ (اِس وظیفہ اور نعرہ میں نمائشی عنصر غالب ہوتا ہے) لگاتے رہتے ہیں۔

اِستفتا کے نمبروار سوالات اِس طرح ہیں:

(۱) پچھلے کچھ دنوں سے کُرلا (بمبئی) کے عُلماے اہلِ سُنّت کو ''صلحِ کُلّی'' کہا جا رہا ہے۔ اور جلسوں میں اِس کا اعلان کیا جا رہا ہے۔

نیز ''ٹپوری مفتی'' اور ''صلحِ کُلّی مولوی'' کہہ کر اُن کا اِستہزا کیا جا رہا ہے۔

(۲) دونوں تحریکوں (دعوتِ اسلامی وسُنّی دعوتِ اسلامی) کو گمراہ وگمراہ گر نہ کہنے والے عُلما کو ''صلحِ کُلّی'' کہا جا رہا ہے۔

(۳) دعوت دینے والا اور مدعو، دونوں سُنّی ہوں۔ اگر اِس دعوت میں کوئی وہابی، دیوبندی وغیرہ بدمذہب شریک ہے۔ خواہ اسے دعوت دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو۔ تو ایسے سُنّی، شریکِ دعوت کو ''صلحِ کُلّی'' قرار دیا جا رہا ہے۔ جب کہ بدمذہبوں سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۴) کچھ لوگ، مفتی نہ ہونے کے باوجود اپنے جلسوں میں کسی سُنّی پر گمراہ وگمراہ گر وغیرہ کہہ کر سخت حکم لگاتے ہیں۔

(۵) کچھ لوگ، سُنّی صحیح العقیدہ امام کو ''صلحِ کُلّی'' کہہ کر قصداً جماعت، ترک کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو ورغلاتے ہیں۔

نیز جماعت کے وقت مسجد کے دروازے پر کھڑے رہتے ہیں اور جماعت کے بعد آ کر نماز پڑھتے ہیں۔

لہٰذا، چند سوالات، عُلماے کرام ومفتیانِ عظام کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) جلسوں میں عُلماے اہلِ سُنّت کو ''ٹپوری مفتی'' اور ''صلحِ کُلّی'' کہہ کر اُن کا، اِستہزا کرنا کیسا ہے؟

Marfat.com

(۲) ایسی دعوت کے سُنّی شُرکا پر ''صلحِ کُلّی'' کا اِطلاق کرنا کیسا ہے؟

(۳) غیر مفتی شخص، اپنے جلسوں میں زبانی فتویٰ جاری کرے، اُس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور جس کو ''صلحِ کُلّی'' کہا گیا ہے اگر وہ واقعۃً ''صلحِ کُلّی'' نہیں تو کہنے والے پر، کیا حکم ہے؟

(۴) دونوں تحریکوں (دعوتِ اسلامی و سُنّی دعوتِ اسلامی) کو گمراہ و گمراہ گر قرار دینا، کیسا ہے؟

(۵) دونوں تحریکوں کے بارے میں حکمِ شرعی کیا ہے؟ اِن میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

اور اگر اِن سے دوری اختیار کرنے کا حکم ہے تو دوری کی، کیا حد ہے؟

اور اِن سے دوری اختیار نہ کرنے والے علما پر کیا حکم، عائد ہوتا ہے؟ اور جو علما اِن کے جلسوں میں شریک ہوں، اُن کا کیا حکم ہے؟

(۶) سُنّی صحیح العقیدہ امام کو ''صلحِ کُلّی'' کہہ کر قصداً جماعت تَرک کرنے اور لوگوں کو وَرغلانے، نیز عین جماعت کے وقت، مسجد کے دروازے پر کھڑے رہنے والے اور بعدِ جماعت، نماز پڑھنے والے کا، کیا حکم ہے؟

(۷) ''صلحِ کُلّی'' کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۸) سُنّی صحیح العقیدہ عُلما کو ''صلحِ کُلّی'' کہنے والے پیر کی بیعت، جائز ہے یا نہیں؟

اگر جائز نہیں تو جو بیعت ہو چکے، وہ کیا کریں؟

اَلْمُسْتَفتِیان: علمائے اہلِ سُنّت، کُرلا۔ بمبئی

(1)smikram786@gmail.com(2)naim misbahi@yahoo.com

جواب، طویل ہونے کی وجہ سے یہاں نقل نہیں کیا جارہا ہے۔ مندرجہ بالا اِی میل پر اِنٹرنیٹ کے ذریعہ میسیج بھیج کر سوال و جواب دونوں حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

ویسے نظرِ غائر سے مطالعہ کریں تو زیرِ نظر رسالہ میں اکثر سوالات کے جوابات مل جائیں گے۔

مؤرخہ ۴ ر جمادی الآخرہ ۱۴۳۴ھ / مطابق ۱۶ راپریل ۲۰۱۳ء بروز منگل، کُرلا، بمبئی کے مقامی علما اور ائمۂ مساجد و متولیانِ مساجد کی ایک ہنگامی میٹنگ، بعد نمازِ عشا، سُنّی مدرسہ، آگرہ روڈ، کُرلا۔ بمبئی میں ہوئی اور غور و خوض و تبادلۂ خیال کے بعد تقریباً دو درجن علما و ائمۂ مساجد و متولیانِ مساجد کے دستخط کے ساتھ مذکورہ اِستفتا، مفتیانِ کرام کی خدمت میں بھیجا گیا۔

Marfat.com

مذکورہ اِستفتا اور سوالات سے صورتِ حال پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ:
"مسلکِ اعلیٰ حضرت" کا نام لے کر اِس کی آڑ میں کچھ لوگ کس طرح کی جہالت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ اور مسلمانانِ اہلِ سُنّت کو اپنے مذموم خیالات وعزائم کا شکار بنا رہے ہیں۔

جب کہ مذہب اہلِ سُنّت ومسلکِ اعلیٰ حضرت، یہ ہے کہ:
جو صحیح العقیدہ سُنّی مسلمان ہیں خواہ وہ کسی خانقاہ وادارہ وتنظیم وغیرہ سے وابستہ ہوں، بہر حال وہ اپنے ہیں اور انھیں اپنا ہی سمجھا جانا چاہیے۔
اور کسی مسئلہ میں کسی سُنّی سے کوئی اختلاف ہو جب بھی اُس کے ساتھ گفتگو وبحث ومباحثہ کی صورت میں شرعی تقاضوں اور جماعتی مفادات ومصالح کا اِلتزام ضروری ہے۔ اور اپنوں کے ساتھ ہر حال میں اپنائیت ہی کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔
نہ یہ کہ **"سَیفُ الاسلام"** اور **"صَمصَامُ الاسلام"** لے کر نکل کھڑے ہوں اور اپنوں ہی پر وار کر کے روحِ اُمّت کو شہید، وحدتِ مِلّت کو پارہ، پارہ اور نظامِ اہلِ سُنّت کو درہم برہم کرنے لگیں۔
اپنے کسی بھی عالم و مفتی سے کوئی فرعی فقہی اختلاف ہو تو علمی وفکری انداز سے بھی دلائل کی روشنی میں ہی اُس کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا جانا چاہیے۔
اُسے کسی بھی حال میں "رَدِّ وہابیہ" جیسے انداز کا "تختۂ مشق" نہیں بنانا چاہیے۔ مصالحِ شرعیہ اور اخوتِ دینی کا لحاظ واِلتزام، ہر حال میں ضروری ہے۔

بعض کرم فرما اَفراد، سالہا سال سے مسلسل اور متعیّن ونامز د طور پر جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور اس کے دو چار قدیم فارغین کے خلاف لکھتے بولتے چلے آرہے ہیں۔ قطعِ نظر اس کے کہ اِس طرح کی تحریروں اور بیانوں میں کتنی حقیقت اور کتنا فسانہ بلکہ کتنی اِلزام تراشی اور کتنا کتمانِ حق ہے؟ انھیں اِس کا ذرا بھی احساس نہیں کہ اُن کی کس تحریر وتقریر کا اَغیار، کیا فائدہ اٹھائیں گے؟
اشرفیہ مبارک پور اور مصباحیوں کے خلاف نامز د پروپگنڈہ اور اِلزام تراشی کرنے والوں کا یومِ حساب بھی اب قریب آتا جا رہا ہے۔
اشرفیہ مبارک پور اور ذمہ دارانِ اشرفیہ کے خلاف اِلزامات اور پروپگنڈوں کے جو تقریری

وتحریری نمونے سامنے آرہے ہیں، اُنھیں دیکھ سُن کر مجھے یاد آیا کہ ہٹلر کی بھی یہی رَوِش اور اُس کی بھی یہی پالیسی تھی۔

اڈولف ہٹلر (ADDOLF HITLER-1889-1945) پروپگینڈہ کی اپنی پالیسی کا اظہار اِس طرح کرتا ہے:

''ہنر مندانہ اور مسلسل پروپیگنڈے کے ذریعہ یہ بھی ممکن ہے کہ:

لوگ، دوزخ کو بہشت اور بہشت کو دوزخ سمجھنے لگیں۔

اور جو پروپگینڈہ سب سے مؤثر ہونا چاہیے، لازم ہے کہ:

اُسے زیادہ عاقلانہ اور دانش مندانہ بنانے کی کوشش نہ کی جائے۔ ایسا پروپیگنڈہ، ہمیشہ اور اوّلاً جذبات پرمبنی ہونا چاہیے، نہ کہ عقلی اِستدلال پر۔

پروپیگنڈہ کو علمی صحت ودرستی سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا کہ پوسٹر کو فن سے ہوسکتا ہے۔

عوام کی جتنی زیادہ تعداد کو متاثر کرنا منظور ہے، پروپیگنڈے کی سطح اتنی ہی نیچی ہونی چاہیے۔'' (ص ۲۲۸۔ دسواں باب، زیرِ عنوان: ہٹلر کی کتاب ''میری جدوجہد'' نامِ کتاب ''کتابیں! جنھوں نے دنیا بدل ڈالی'' تصنیف: رابرٹ بی ڈاؤنز۔ ترجمہ بقلم: غلام رسول مہر۔ مطبوعہ پاک وہند)

اِس پروپگینڈہ مُہم کا تازہ ترین نمونہ یہ ہے کہ:

اِس سال (صفر المظفر ۱۴۳۵ھ/اَوَاخِرِ دسمبر ۲۰۱۳ء) عرسِ رضوی، بریلی شریف کے ایام (۲۳/۲۴/۲۵/صفر) میں کسی انجمن عاشقانِ اولیا (جو کوئی محدود اور گم نام انجمن ہے) نے موبائل میسج کے ذریعہ کچھ مخصوص لوگوں کے درمیان یہ پروپگینڈہ کیا اور اَفواہ پھیلانے کا مذموم کارنامہ انجام دیا کہ:

''مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی صاحب (صدرُ المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور)۔

مولانا محمد الیاس قادری، اَمیرِ دعوتِ اسلامی کی مجددیت کی تائید کی ہے۔''

حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی کو کسی نے بذریعہ موبائل فون اطلاع دی کہ:

حضرت! آپ کے نام سے اِس طرح کی افواہ پھیلائی جارہی ہے۔''

مصباحی صاحب نے اسے جواب دیا کہ:

Marfat.com

"نہ مجھے اِس طرح کی کوئی اطلاع ہے اور نہ میں نے ایسی کوئی بات کہی ہے۔"

اس کے بعد مصباحی صاحب نے اشرفیہ کی ویب سائٹ پر بھی اپنا بیان جاری کر کے افواہ بازوں کی مکروہ و مذموم سازش، ناکام بنادی۔

مجھے جب اِس کی اطلاع ملی کہ اِس طرح کی منصوبہ بند حرکت کی جارہی ہے تو میں نے اِس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ:

کسی تیز طرّار عالم کا نام لے کر یہ افواہ اُڑائی گئی ہوتی تو وہ یہ کہہ سکتا تھا کہ:

اگر مجدِّد بننا اور بنانا اتنا آسان کام ہوتا تو میں مولانا محمد الیاس قادری صاحب کی مجدِّدِیّت کی تائید کرنے کی بجائے خود اپنی مجدِّدِیّت کا اعلان کر دیتا۔

آخر اتنی عظیم نعمت کسی دوسرے کے حوالے کر دینا کون سی عقل مندی ہے؟"

حضرت مصباحی صاحب کے خلاف جو افواہ پھیلائی گئی، اُس سے یہ اندازہ کر لینا بہت آسان ہے کہ کچھ لوگ پروپیگنڈہ کی کتنی گھٹیا سطح پر اُتر آئے ہیں اور کتنی اوچھی حرکتوں پر کمر بستہ ہو چکے ہیں۔

چھری بھی تیز، ظالم نے نہ کر لی
بڑا بے رحم ہے، قاتل ہمارا

آج کل کچھ لوگ "اعلیٰ حضرت" اور "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کا نام اپنی مطلب برآری کے لئے کس طرح استعمال کر رہے ہیں اور مسلمانانِ اہلِ سُنّت کے جذبات سے کس طرح کھیل رہے ہیں؟ یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہ گئی ہے۔

ضِد، حسد، عِناد، نفسانیت کا بُخار اُن کے اوپر اتنا سوار ہے کہ وہ اپنوں ہی کے خلاف، افواہ بازی اور رسوائی کرتے رہنے کو گویا سب سے بڑا کارِ ثواب سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور اپنے خیال کے مطابق ایسے ہی کاموں میں مصروف رہنا "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کی عظیم خدمت تصور کرنے لگے ہیں۔

ایسے کرم فرماؤں کی اِس طرح کی مسلسل آنے والی تحریریں پڑھ کر اور اُن کی تقریریں سُن کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ مثبت اور تعمیری انداز کی سوچ اور صلاحیت ہی سے یکسر محروم ہیں۔ تقریباً ہر تحریر یا تقریر اِسی حقیقت کا اِظہار و اعلان کر رہی ہے۔

آج کل بعض افراد "اعلیٰ حضرت" اور مسلکِ اعلیٰ حضرت" کا اپنی تحریر و تقریر میں بڑے

پُر جوش اور جذباتی انداز میں بار بار ذکر کر کے خود اہلِ سُنّت کے بعض افراد، اداروں، تنظیموں ،خانقاہوں پر جارحانہ حملے کر کے اُن کی سُنّیت کو کمزور یا مشکوک ٹھہرانے کی مسلسل خدمت انجام دے رہے ہیں۔ جب کہ ایسے جھنڈا بردار افراد کے عزائم خود مشکوک و مشتبہ ہیں۔

اور ظاہر ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے اس طرزِ عمل سے ایک طرف خود کو نہایت صحیح العقیدہ سنّی کی حیثیت سے عوام اہلِ سُنّت کے سامنے، پیش کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف عوام کے درمیان اپنی شہرت میں اضافہ کر کے ان کی نظر میں مقبول ہونا اور ''ظاہری فیوض و برکات'' سے مالا مال ہو کر اپنی دنیا سنوارنا چاہتے ہیں۔

اِس کوشش اور لپک میں اُن سے طرح طرح کی حرکتیں صادر ہو رہی ہیں جن سے مذہب و مسلک کا وقار اور عُلما کا اعتبار، مجروح ہو رہا ہے۔

اِس طرح کے مظاہر سے آج کل کے بعض سنّی اسٹیج شرمسار ہو رہے ہیں جن سے مخلص و باشعور عُلما و عوام اہلِ سُنّت، سخت اضطراب و بے چینی کا شکار ہو رہے ہیں۔

بہر حال! اب ایک اہم پہلو کی جانب، معزز قارئینِ کرام اپنی توجہ مبذول فرمائیں۔

کوئی فتویٰ یا کسی فتویٰ کی تصدیق نہ کرنے کا سبب کوئی داخلی یا خارجی، کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

جسے جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بلا تحقیق، کوئی پروپگنڈہ کرنا اور بدگمانی پروپگنڈہ کا شکار ہو جانا، شانِ عُلما سے بعید تر بات ہے۔

ایک بار، عرسِ قاسمی برکاتی، مارہرہ مطہرہ کے ایام میں فقیہِ مِلّت، حضرت مفتی محمد جلال الدین احمد امجدی (متوفی ۴ر جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ/۲۳ر اگست ۲۰۰۱ء) عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ وَالرِّضْوَان نے مارہرہ شریف کی اپنی قیام گاہ پر دَورانِ گفتگو اپنا ایک واقعہ سنایا کہ:

''فلاں (حضرت فقیہِ مِلّت نے یہاں اُس کا نام لیا) میرے پاس ایک فتویٰ پر تصدیق کے لئے آیا۔ اُس نے فتویٰ میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ:

اِس پر بہت سے عُلما و مفتیانِ کرام کی تصدیقات ہیں، آپ بھی اِس کی تصدیق کر دیں۔''

میں نے اُسے پڑھ کر سوچا کہ اُس کی تصدیق کر دوں۔ معاً مجھے خیال آیا کہ اِس نے یہاں

آنے کے وقت مجھ سے سلام تو کیا نہیں؟ جب یہ مجھ سے سلام کرنے کا روادار نہیں ہوا تو مجھے مفتی سمجھ کر مجھ سے تصدیق کرانے کیوں میرے پاس آ گیا؟

اور ایسی صورت میں اُس کے لائے ہوئے اِس فتویٰ کی تصدیق، مَیں کیوں کروں؟

چنانچہ میں نے اُس سے کہا کہ:

یہ سب یہاں سے لے جاؤ۔ میں کوئی تصدیق نہیں کروں گا۔ اور یہاں سے فوراً نکل جاؤ۔

اِس طرح وہ شخص ناکام ہو کر واپس چلا گیا۔"

حضرت فقیہِ مِلّت سے تصدیقی دستخط کرانے آیا ہوا فلاں شخص ایسے نادر و نایاب طبقے کا فرد ہے جو بڑے بڑے عُلماے اہلِ سُنّت کی اِقتدا اور ان حضرات کی امامت قبول کرنا بلکہ انھیں سلام کرنا بھی اپنی "شانِ سُنّیت" کے خلاف سمجھتا رہا ہے۔ (اِس "فلاں" کا نام معلوم کرنے کی کوئی صاحب، شرعی ضرورت محسوس کریں تو انھیں نام بھی بتایا جا سکتا ہے)

یہ تو ہُوا خارجی سبب۔ اب ایک داخلی سبب بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ایک اِستفتا مع جواب کی، بڑے زور و شور کے ساتھ تبلیغ و اشاعت کی جا رہی ہے۔

یہ اِستفتا، دارُالاِفتا، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور بھی پہنچا مگر اُس کا جواب لکھنے سے پہلے اُس کی تنقیح، ضروری سمجھی گئی۔ جس کی نقل، ذیل میں درج کی جا رہی ہے:

Marfat.com

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

تنقیح

محترم مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب۔ دَامَ مَجدُہُم

سلام مسنون! مزاج شریف؟

آپ نے ماہنامہ جامِ نور، دہلی، شمارہ اکتوبر ۲۰۰۷ء میں شامل مضمون "تبلیغ کی راہیں، مَسدود کیوں؟ کی زیروکس کاپی اِرسال کی ہے اور اس سے متعلق چند سوالات قائم کیے ہیں۔

سوال نامہ میں بعض اُمور، غور طلب اور تنقیح طلب ہیں۔ مثلاً:

(۱) سوال نامہ کی ابتدا میں آپ نے اس رسالے سے متعلق لکھا ہے کہ اس میں کبھی

(۱) مسلّماتِ اہلِ سُنّت پر (۲) کبھی معمولاتِ اہلِ سُنّت پر (۳) کبھی بریلویت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت پر (۴) کبھی خود اعلیٰ حضرت پر تنقیدی مضامین یا پیراگراف ہوتے ہیں۔

الگ الگ چاروں قسم کے مضامین یا پَیراگراف کے حوالے درج کریں۔

جلد، شمارہ، صفحہ، سطر، واضح طور پر بتائیں۔ بلکہ زیروکس بھی منسلک کردیں تاکہ آپ کا بیان مع تصدیق وثبوت، مُجیب کے سامنے رہے۔

(۲) الف: سوال نمبر ۶ میں آپ نے چند اکابر کے نام گناتے ہوئے لکھا ہے کہ:

انھوں نے، مسلکِ اعلیٰ حضرت پر عمل کیا اور بِالاِلتِزام نعرہ لگوایا۔"

خط کشیدہ جملہ سے متعلق، ذکر شدہ اکابر میں سے ہر ایک کے بالالتزام نعرہ لگوانے کا مستند تحریری ثبوت درکار ہے۔ ارسال فرمائیں۔

ب: اسی سوال نمبر ۶ میں یہ بھی ہے کہ آج اگر کوئی اسے "غلط کہہ رہا ہے"

زیرِ بحث مضمون میں سے وہ جملہ نقل کریں جس میں اسے "غلط" کہا گیا ہے۔

(۳) سوال نمبر ۳ میں آپ نے لکھا ہے:

سیکڑوں ادارے "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کے ضابطے کے تحت چل رہے ہیں۔"

کیا ان اداروں کے دستور میں صرف اتنا ہی درج ہے کہ:

Marfat.com

یہ ادارہ "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کا پابند ہوگا۔ یا اس کی کچھ وضاحت بھی ہے؟ یا سرے سے یہ لفظ ہی درج نہیں؟

گذارش ہے کہ سیکڑوں میں سے کم از کم پچیس (۲۵) معروف وممتاز اداروں کے دستوروں سے "مسلک" کی دفعہ کی مصدّقہ نقل بھیجیں۔ تاکہ آپ کا بیان مع تصدیق وثبوت، مُجیب کے سامنے ہے۔

(۴) بہتر ہوگا کہ اطمینان کے لئے کچھ ایسے معروف مدارس اور معروف مساجد کے نام پتے بھی درج کر دیں۔ جن میں "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کا بورڈ، آویزاں ہے۔ جیسا کہ آپ نے سوال نمبر ۴ میں لکھا ہے۔

اپنے سوال نامہ سے متعلق درج بالا تنقیحات، جلد از جلد اِرسال فرمائیں۔ تاکہ جواب آپ کے شواہد کی روشنی میں لکھا جائے۔

"مسلکِ اعلیٰ حضرت" اِس زمانے میں "مسلکِ اہلِ سنّت" کا مُترادف ہے۔ یہ کہنا، لکھنا جائز ہے۔ اس میں کوئی مضایقہ نہیں۔

تفصیلی فتویٰ اِنْ شَاءَ اللّٰہ تَعَالٰی آپ کا جواب آنے کے بعد تحریر کیا جائے گا۔

فقط والسّلام ۔ کَتَبَہٗ :۔ محمد نظام الدین الرضوی

خادمُ الِافتا، دارُالعلوم اشرفیہ۔ مبارک پور۔ ۲۶ رشوال ۱۴۲۸ھ۔

حضرت مفتی نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی کے بیان کے مطابق:

مندرجہ بالا تنقیح نامہ بذریعۂ رجسٹرڈ ڈاک، مستفتی کے نام اِرسال کیا گیا۔ اور اس کے کچھ دنوں بعد مستفتی کو فون کے ذریعہ اس کی اطلاع بھی مل گئی۔

مفتی صاحب کا یہ خیال بھی مستفتی کو معلوم ہو گیا کہ:

"آپ تنقیح نامہ کا جواب جتنی جلد اِرسال کر دیں گے، آپ کے اِستفتا کا جواب بھی اُسی کے لحاظ سے فوراً تحریر کر کے آپ کو بھیج دیا جائے گا۔"

مستفتی نے اس گفتگو میں کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے یہ اِشارہ بھی ہوتا ہو کہ انھیں تنقیح نامہ نہیں ملا۔ بالفرض انھیں اس وقت تک تنقیح نامہ نہیں ملا تھا تب بھی وہ یاددِہانی اور تقاضا کر کے اسے حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔

Marfat.com

اور ابھی تک اس تنقیح نامہ کا کوئی جواب ہی نہیں ملا تو پھر اس اِستفتا کا جواب کیوں اور کیسے لکھا جائے؟

اِس موقع پر قارئین یہ بھی جان لیں تو اُن کا سارا ذہنی خلجان دور ہو جائے گا کہ:

تنقیح نامہ جاری ہونے کے بعد ایک جامعہ کے اساتذہ کو اِس خدمت پر مامور کیا گیا کہ وہ ایسے مَواد، تلاش کریں جو تنقیح نامہ کے سوالات کا جواب بن سکیں۔

غالباً اِس مُہم میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی اِس لئے تنقیح نامہ اور اس کے سوالات کے بارے میں مکمل خاموشی اختیار کی گئی۔

اِس واقعہ سے متعدد عُلما اور ذِمّہ دار حضرات اچھی طرح واقف ہیں۔

اِسی اِستفتا کا جواب، ایک دوسرے مفتی صاحب نے تحریر کیا ہے۔ اب مذکورہ حالات کی روشنی میں اساتذۂ اشرفیہ مبارک پور اس پر کیوں تصدیقی دستخط کریں؟ اُور ان کے اس موقف پر انھیں مَطعون کرنے اور مَوردِ الزام ٹھہرانے کا عمل کیوں کر جائز ہے؟

تنقیح نامہ کا سرے سے کوئی ذکر نہ کر کے، کِتمانِ حق کے کتنے سنگین جُرم کا اِرتکاب کیا جا رہا ہے؟ اِس کا فیصلہ اہلِ علم وفکر اور خواص وعوام خود کر لیں تو بہتر ہے۔

ایک مضمون، ماہنامہ کنز الایمان، دہلی میں شائع کرنے کے تعلق سے میرا بھی ایک جواب ملاحظہ فرمائیں:

ایک صاحب جو آج کل مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نامی گرامی جھنڈا بردار ہیں، دفترِ ماہنامہ کنز الایمان، مٹیا محل، دہلی تشریف لائے۔ یہ آٹھ، دس سال پہلے کا واقعہ ہے۔ اُس وقت ماہنامہ کی اِدارت مَیں ہی کر رہا تھا اور ساجد ہاشمی فردوسی اس کے نائب مدیر تھے۔

وہ صاحب جب دفتر میں پہنچے تو مَیں کسی کام سے دفتر سے باہر گیا ہوا تھا۔ انھوں نے ساجد ہاشمی صاحب کو ایک مضمون دیا اور کہا کہ: اِسے ماہنامہ کنز الایمان کے قریبی شمارہ میں شائع کر دیجئے گا۔"

ساجد ہاشمی صاحب نے کہا: میں اِسے فائل میں رکھ دیتا ہوں۔ مصباحی صاحب جب آئیں گے تو اسے دیکھ کر اس کے بارے میں جو فیصلہ کرنا ہے، وہی کریں گے۔"

آنے والے صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ مضمون، اعلیٰ حضرت سے متعلق ہے۔ اگر مصباحی صاحب اسے شائع نہیں کریں گے تو میں جگہ جگہ ان کی شکایت کروں گا کہ:

اعلیٰ حضرت کے بارے میں انھوں نے ماہنامہ کنزالایمان میں یہ مضمون شائع نہیں کیا۔''

ساجد ہاشمی صاحب نے کہا کہ: جو کچھ بھی ہوگا اُس کا فیصلہ، مصباحی صاحب ہی کریں گے۔''

میں جب واپس دفتر پہنچا تو ساجد ہاشمی صاحب نے سارا واقعہ سنایا اور فائل سے مضمون نکالتے ہوئے مجھے دیا کہ یہ مضمون انھوں نے دیا ہے۔

میں نے اس مضمون کو پڑھے بغیر، ساجد ہاشمی صاحب سے کہا کہ:

وہ ابھی ٹیا محل (دہلی) کے کسی کتب خانہ میں ہوں گے۔ یہ مضمون ساتھ لیتے جایئے اور جہاں بھی وہ ملیں انھیں یہ مضمون واپس کرتے ہوئے صراحت کے ساتھ کہہ دیجیے کہ:

مصباحی صاحب یہ مضمون، ماہنامہ کنزالایمان میں شائع نہیں کریں گے۔''

چنانچہ ایسا ہی ہُوا اور وہ مضمون انھیں واپس کر دیا گیا۔

ایسے شرانگیز وفتنہ خیز جھنڈا برداروں کا صحیح جواب یہی ہے۔ اور انھیں اِسی طرح کا جواب ملنے لگے تو بہت جلد ان کا دماغ درست ہو جائے گا۔

مندرجہ بالا ''تنقیح نامہ'' اُس بنیاد کو ہی منہدم اور بے نام ونشان کرنے کے لئے کافی ہے جس کا سہارا لے کر، بلکہ جس کی آڑ میں اشرفیہ کے دارُالافتا اور عُلماے اشرفیہ مبارک پور کے خلاف اِلزام تراشی اور مذموم پروپگنڈہ کا ''ریت محل'' تعمیر کیا گیا ہے۔

سرِ دست، **مزید ایک تحریری بیان**، ملاحظہ فرمالیں جو ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور (شمارہ اگست وستمبر ۲۰۰۸ء) اور ماہنامہ کنزالایمان، دہلی (شمارہ ستمبر ۲۰۰۸ء) میں شائع ہو چکا ہے۔

یہ بیان، مولانا محمد ادریس بستوی، نائب ناظم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی جانب سے مذکورہ دونوں ماہناموں میں بھیجا اور اسے شائع کیا گیا ہے۔ مگر اس کے باوجود بعض بدنیت وشرپسند اَفراد اصل واقعہ کو توڑ مروڑ کر اور اِس مطبوعہ وضاحتی بیان کو نظرانداز کر کے محض روزنامہ ''راشٹریہ

Marfat.com

سہارا'' اور ہفت روزہ ''مرکز'' لکھنؤ کے کسی مجہول رپورٹر کی خودساختہ رپورٹ پر اعتماد کرتے ہوئے انہیں عام طور پر تحریراً و تقریراً اُچھالتے رہتے ہیں تاکہ اشرفیہ مبارک پور کے خلاف اپنی پروپگنڈہ مُہم میں جان پیدا کرسکیں۔ مطبوعہ وضاحتی بیان، ذیل میں معزز قارئین بھی ملاحظہ فرمائیں:

'' آج سے چند سال قبل، جامعہ عربیہ، سلطان پور (یوپی) کے جلسۂ دستار بندی میں میری شرکت ہوئی تھی۔ اِس اجلاس میں جامعہ عربیہ کے اساتذہ اور دیگر علمائے کرام بھی موجود تھے۔

اس اجلاس کی رپورٹنگ کرتے ہوئے ہفت روزہ ''مرکز'' لکھنؤ کے نامہ نگار نے یہ لکھ دیا کہ: مولانا محمد ادریس بستوی نے اپنی تقریر میں کہا کہ: مسلمان، کسی بھی امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔''

مذکورہ رپورٹ بالکل جھوٹ اور قطعاً غلط ہے۔ میں نے اپنی تقریر میں یہ بات ہرگز نہیں کہی ہے۔ بطورِ گواہ، جامعہ عربیہ، سلطان پور کے تمام علما اور دیگر موجود علمائے کرام ہیں۔

مذکورہ اخبار کے اس حصے کی فوٹو کاپی کراکے کچھ لوگ تقسیم کررہے ہیں۔ مگر مجھ سے براہِ راست کوئی دریافت نہیں کرتا۔

میں پوری وضاحت سے پھر کہتا ہوں کہ: میں نے ایسی کوئی تقریر نہیں کی ہے۔

اِس اجلاس میں مَیں نے بہت سی باتوں کے ساتھ یہ کہا تھا کہ:

اگر کوئی مسلمان، کسی اجنبی جگہ پہنچ گیا، وہاں نماز کی جماعت ہورہی ہے اور کسی وجہ سے یہ بات معلوم نہیں ہوسکی کہ یہ لوگ کس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں؟ تو جماعت، ترک نہ کرے، نماز پڑھے۔

البتہ اگر بعد میں معلوم ہوجائے کہ یہ لوگ اپنی جماعت کے نہیں تھے تو فوراً اپنی نماز دُہرائے۔ اور یہ معلوم ہو کہ اپنی ہی جماعت تھی تو سُبْحٰنَ اللہ۔ جماعت کا ثواب بھی ملا اور نماز بھی ہوگئی۔

میں نے اپنی تقریر میں جو کہا تھا۔ اب اس کا تجزیہ بھی فتاویٰ رضویہ سے ملاحظہ فرمالیا جائے:

مَسْئَلہ: ۔ کسی مسجد میں جماعت، تیار ہے۔ لیکن اتنا وقت نہیں کہ دریافت

Marfat.com

کیا جائے کہ امام، سنّی ہے یا وہابی؟ تو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیے یا اپنی علیحدہ؟

اَلْجَوَاب:۔ جب کہ شُبہ کی کوئی وجہِ قوی نہ ہو، جماعت سے پڑھے۔ پھر اگر تحقیق ہو کہ امام، وہابی تھا، نماز پھیرے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم۔

(ص ۲۵۰۔ فتاویٰ رضویہ، جلد سوم۔ مطبوعہ سنّی دارُالاشاعت، مبارک پور رضا اکیڈمی، بمبئی)

محمد ادریس بستوی۔ (ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور۔ شمارہ اگست و ستمبر ۲۰۰۸ء۔ و ماہنامہ کنزالایمان، دہلی۔ شمارہ ستمبر ۲۰۰۸ء)

جھنڈا بردار افراد جواب دیں کہ جب مولانا محمد ادریس بستوی کے اصل بیان کے خلاف کوئی گواہی تو درکنار، کوئی قابلِ وثوق خبر نہیں تھی، نہ انھوں نے براہِ راست، مولانا محمد ادریس بستوی سے کوئی تحقیق کی تو محض اخباری خبر جس کی کوئی حقیقت نہیں، اسے بنیاد بنا کر ان کے خلاف، مذموم پروپگنڈہ مُہم کیوں چلائی؟

یقیناً اسی طرح کے مواقع اور ایسے ہی افراد کی تنبیہ و ہدایت کے لئے یہ ارشادِ نبوی ہے کہ:

کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِباً اَنْ یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ۔ (الحدیث)

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات، دُہراتا پھرے۔"

تلبیس و کتمانِ حق کے اِس طرح، مَزید حقائق بھی ہیں جن سے مسلمانانِ اہلِ سُنّت جلد ہی واقف ہو جائیں گے۔

سالہا سال سے اشرفیہ مبارک پور کے خلاف ہونے والی اِلزام تراشی اور پروپگنڈے کو محض اِس لئے برداشت کیا گیا کہ حاسدین و مخالفینِ اشرفیہ، عقل و شعور سے جب بھی کام لیں گے تو انھیں اپنی اِن حرکتوں پر ندامت ہوگی۔ لیکن افسوس کہ یہ سلسلہ تھمنے اور رُکنے کی بجائے بڑھتا ہی چلا گیا۔ جس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ ایک منصوبہ بند مُہم ہے۔

ذمّہ دارانِ اشرفیہ مبارک پور کے سامنے جماعتی مفادات و مصالح بھی ہیں کہ جواب دَر جواب سے جماعت کے اندر غیر ضروری اختلاف و انتشار برپا ہوگا۔ اُن کے سامنے حافظِ مِلّت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوان کا طرزِ عمل اور آپ کی صالح تعمیری روایت بھی ہے اور ہدایت بھی کہ:

"میرے نزدیک ہر "مخالفت" کا جواب، "کام" ہے۔"

Marfat.com

''کام'' ہی ہر ''مخالفت'' کا جواب ہے۔'' وغیرہ وغیرہ
لیکن! اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔
''کچھ لوگوں کے نزدیک، ہر ''کام'' کا جواب، ''مخالفت'' ہے۔''
ایسے افراد، فعل وعمل کا جواب، گرمیِ گفتار اور سوقیانہ تحریروں سے دینا چاہتے ہیں۔

چنانچہ ابھی نومبر و دسمبر ۲۰۱۳ء میں بمبئی کے اندر ایسے ہی کچھ افراد نے منصوبہ بند طریقے سے پے در پے متعدد اجلاس کرائے جس کے ایک جلسے میں ایک مولوی نے اپنی تقریر میں اشرفیہ مبارک پور کو چندہ نہ دینے کی عوام سے اپیل کی۔ جس کی تردید اگرچہ اسی طرح کے دوسرے جلسے میں ہوگئی، مگر اس تردید کے باوجود، دو ایک روز کے بعد اسی طرح کے جلسے میں ایک دوسرے مولوی نے اپنی تقریر میں یہ جاہلانہ فتویٰ دے ڈالا کہ:

''اشرفیہ، مبارک پور کو چندہ دینا، ناجائز وحرام ہے۔'' اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی۔

اِس جاہلانہ فتویٰ کی جھنڈا بردار گروپ کے مولویوں نے اپنے سکوت کے ذریعہ تائید کی اور میرے علم واطلاع کے مطابق کسی جھنڈا بردار مولوی نے تادمِ تحریر اس کی زبانی یا تحریری تردید نہیں کی ہے۔ اس سلسلے میں مفتیانِ شرعِ متین ہی بہتر بتا سکیں گے کہ:

کسی سنّی ادارے میں چندہ (مالی تعاون) دینے کو حرام قرار دینا کیسا ہے؟ اور اس کے قائل کے بارے میں کیا حکمِ شریعت ہے؟

اشرفیہ مبارک پور کے خلاف اِس سنگین فتویٰ بازی کے جواب میں پورے یقین وإذعان کے ساتھ، مَیں یہ لکھ رہا ہوں کہ:

اشرفیہ مبارک پور کو سالِ گذشتہ جتنا مالی تعاون، سرزمینِ بمبئی سے حاصل ہوا تھا، اِس سال اُسی سرزمینِ بمبئی سے کچھ زیادہ ہی مالی تعاون، اسے حاصل ہوگا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی۔

اب چوں کہ ایسے مخالفانہ ومعاندانہ واحمقانہ پروپگنڈے میں شِدّت پیدا ہوتی جارہی ہے اور پانی سر سے اونچا ہوتا جارہا ہے۔ اِس لئے صورتِ حال یہ ہوگئی کہ ع
تنگ آمد بجنگ آمد

وقت کا انتظار کیجیے۔ حساب وکتاب ہوگا اور اچھی طرح ہوگا۔ حال کا ہی نہیں بلکہ ماضی کا

Marfat.com

بھی قرض چکایا جائے گا۔اور پھر پوری جماعت، سَر کی آنکھوں سے دیکھے گی کہ اِن شرپسند حاسدوں کا چہرہ کس طرح بے نقاب ہوتا ہے۔ضبط وتحمل کا اِن فتنہ انگیزوں نے بہت ناجائز فائدہ اٹھایا ہے مگر اب جلد ہی انھیں مرحلۂ اِحتساب سے بھی گذرنا ہوگا۔

خِشت باری کرنے والے افراد اب اپنی خیر منائیں۔اُنھیں مُسکت اور دنداں شکن جواب ملے گا۔مگر نہایت مہذّب وشائستہ۔جو علمی بھی ہوگا۔فکری بھی ہوگا۔اور فقہی وشرعی بھی ہوگا۔

اِنْ شاءَ اللّٰهُ تبارکَ وتعالیٰ ۔

معزّز قارئین سے گذارش ہے کہ:

حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی (صدر شعبۂ اِفتا، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور) کے مندرجہ ذیل، تین، تازہ ترین علمی وفقہی رسائل کا ضرور مطالعہ فرمائیں:

(۱) فقہِ حنفی میں حالاتِ زمانہ کی رعایت! فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے۔

(۲) چلتی ٹرین میں نماز کا حکم۔

(۳) مسلکِ اہلِ سُنّت کی مُترادف اصطلاح! مسلکِ اعلیٰ حضرت۔

کبھی کبھی ایسا بھی محسوس ہونے لگتا ہے کہ **''رَدِّ بدمذہباں''** کا فریضہ، جھنڈا بردار افراد، مرحلۂ تمام وکمال تک پہنچا چکے ہیں۔اور اب معاذاللہ صرف **''رَدِّ سُنِّیاں''** کا مَرحلہ درپیش ہے۔اِس لئے گھوم پھر کر کسی نہ کسی سُنّی کے خلاف زبان یا قلم چلانے ہی کو ایسے افراد باعثِ خیر وبرکت یا سببِ جلبِ مَنفعت سمجھ بیٹھے ہیں۔

ایسے افراد، جماعتی حالات اور اہلِ سُنّت وجماعت کے قدیم وجدید دینی وعلمی اداروں وخانقاہوں پر کتنا جسارت آمیز اور **خوں آشام تبصرہ کر رہے ہیں، اس کا نمونہ،** دل پر ہاتھ رکھ کر، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

''ایک گروپ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے اَجدادی دشمنی کا کوئی باب غیر مکمل تھا، پورا کرنا چاہتا ہے۔

دوسرا گروپ، ماضی میں حامیانِ رضا کی ضربِ کاری کی تاب نہ لاکر انتقام کے درپے ہے۔

Marfat.com

تیسرا گروپ، مرکز کے غم میں نیم پاگل ہو چکا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ:
ہماری مرکزیت تسلیم کرو۔ ورنہ ہم کسی کی پگڑی سلامت نہیں رہنے دیں گے۔ اور جدید تحقیقات کے نام پر نئے نئے فتنے کھڑا کر دیں گے کہ ان کا اچھے اچھوں سے دفاع مشکل ہو جائے گا۔
اور چوتھا گروپ، یہ تصوّر لیے بیٹھا ہے کہ مجدّد اور مرکز ہم بناتے ہیں، اس لئے ہماری ہر بات کو بسر و چشم قبول کرو۔ ورنہ ہم مجدِّدِیَّت کا تاج کسی دوسرے کے سر پر ڈال دیں گے۔ اور مرکز، گلی کوچے سے نکال کر کسی پُر فضا مقام پر لے جائیں گے۔ جہاں ہر طرف سے، ہَوا آنے کی گنجائش ہو۔"

تبصرہ نگار کے اس خیالِ فاسد اور تبصرۂ بے بصیرت میں:
پہلا گروپ، خانوادۂ عثمانیہ قادریہ، بدایوں شریف ہے۔
اتنی بات تو سب کو معلوم ہے کہ عُلماے بدایوں و عُلماے بریلی، دونوں از ابتدا تا ایں دم، ہم مذہب و ہم مسلک ہیں۔
اِس وقت عُلماے بدایوں کا جو عمل، طرزِ عمل اور ان کی جو رَوِش ہے وہ میرے علم و اطلاع کے مطابق، کچھ اِس طرح ہے:
(۱) اپنے قدیم "مدرسہ قادریہ" بدایوں کے فروغ و اِستحکام و ترقی میں مصروف ہیں۔
(۲) کتب و رسائلِ خانوادۂ عثمانیہ قادریہ کی جدید طباعت و اشاعت کی طرف وہ اپنی خصوصی توجہ مبذول کر رہے ہیں۔
(۳) "اَذانِ ثانی" کے قضیہ کو، نہ چھیڑ رہے ہیں، نہ اسے اُچھال رہے ہیں۔
(۴) فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی یا خانوادۂ رضویہ، بریلی شریف، یا عُلماے بریلی کے خلاف وہ نہ کوئی نازیبا تبصرہ، نہ ہی کوئی محاذ آرائی کر رہے ہیں۔
(۵) عرسِ قاسمی برکاتی، مارہرہ شریف میں شریک ہو رہے ہیں۔
(۶) ہر طبقہ اور ہر حلقہ کے عُلما و مدارسِ اہلِ سُنّت کے ساتھ خوش گوار روابط کے

Marfat.com

خواہش مند ہیں۔

موجودہ علماے بدایوں کے ''سنگین جرائم'' کی مکمل فہرست، میری معلومات کے مطابق یہی ہے۔ جس کی سزا کبھی ''سدُّ الفرار'' کبھی ''مفاوضاتِ طیبہ'' کبھی کسی کتابچہ کی طباعت واشاعت اوران کی مفت تقسیم، اور کبھی کسی مضمون کے ذریعہ دے کر بزعمِ خویش 'مسلکِ اعلیٰ حضرت کے تحفظ کا انتظام'' کرنے یا علماے بدایوں کو سرنگوں کرنے یا علماے بریلی کو سربلند وسرفراز کرنے میں ہمارے جھنڈا بردار افراد، اور ''نادان دوست'' مصروف رہتے ہیں۔

ایسے افراد، انجانے میں ہی سہی، علماے بدایوں نہیں بلکہ علماے بریلی کو نشانہ بنا رہے ہیں۔

میں بڑی صراحت ووضاحت اور ذمّہ داری کے ساتھ اس سلسلے میں اپنے تاریخی مطالعہ کی روشنی میں یہ انتباہ، دینا چاہتا ہوں کہ:

تحریری ریکارڈ کے مطابق، حضور مفتیِ اعظم وحضرت صدرُ الشریعہ، وحضرت صدرُ الافاضل وحضرت محدِّث اعظم وحضرت مجاہدِ ملّت ودیگر اکابر علماے اہلِ سُنّت نے جس قضیہ (ماضی بعید میں مسئلہَ اذانِ کے سلسلے میں اختلاف اوراس کے ناخوش گوار نتائج واثرات) کو عملاً ختم کر دیا تھا اور متعدد جلسوں وکانفرنسوں کے اسٹیج پر ایک ساتھ بیٹھ کراس کا عملی حل اپنی زندگی ہی میں پیش کر کے اسے بے اثر اور کالعَدم کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ حضور مفتیِ اعظم نے ''مفروضہ، قضیہَ سالمی'' کو بھی اپنے عمل کے ذریعہ بے اثر کر دیا تھا۔

اِن دونوں قضیوں میں سے کسی بھی قضیہ کو چھیڑنا اوراسے ہَوا دینا:

اوّلاً تو ایک سوئے ہوئے فتنہ کو بیدار کرنا ہے جو خود ایک بدترین جُرم ہے۔

ثانیاً اسے چھیڑنے کا مطلب یہ ہوگا کہ جوابی کارروائی کی صورت میں ان ''نادان دوستوں'' اور وار کرنے والوں کا وار، خود ان پر پلٹ پڑے گا جس کا دِفاع کرنا، علماے بدایوں نہیں بلکہ علماے بریلی کو بہت مشکل اور بھاری پڑ جائے گا۔ اور حملہ آوروں کو دن میں تارے نظر آنے لگیں گے۔

چو از قومے یکے بے دانشی کرد
نہ، کِہہ را منزلت ماند نہ مِہ را

Marfat.com

دوسرا گروپ، مشائخ کچھوچھہ مقدسہ کا ہے۔ کچھوچھہ مقدسہ، صدیوں قدیم مرکزِ تصوف وروحانیت ہے۔ مشائخِ کچھوچھہ مقدسہ، بِحَمْدِہٖ تَعَالیٰ صحیح العقیدہ سنّی حنفی ہیں۔ اور میرے علم واطلاع کے مطابق وہ اس وقت، صرف اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔

ان کی کوئی تازہ تحریر وتقریر ایسی نہیں جس پر کوئی نقد وتبصرہ کیا جاسکے۔ مگر ''نیشِ عقرب'' اپنی عادت بلکہ فطرت سے مجبور ہوا کرتا ہے۔ جس کا مظاہرہ وقتاً فوقتاً کرتے رہنا اس کی اپنی طبعی مجبوری ہوتی ہے۔

تیسرا گروپ، اہلِ مبارک پور یعنی فرزندانِ اشرفیہ کا ہے۔ ان کے ''سنگین جرائم'' کی فہرست بھی کافی، طویل ہے۔ جسے آپ زیرِ نظر کتاب کے صفحات میں جگہ جگہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

''مصباحی'' کیوں ہر جگہ، ہر شعبہ میں نمایاں اور حاوی ہیں، یہ تصور وخیال وسوال کچھ لوگوں کو بار بار کچوکے لگا کر ان کا وجود، زخمی کرتا رہتا ہے۔

اہلِ اشرفیہ خود، مرکز نہیں بننا چاہتے ہیں بلکہ مرکز کو ہی مرکز کی طرح دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مرکز کی دینی وعلمی خدماتِ سابقہ کا تحفظ اور ان کا تسلسل باقی اور جاری رہے۔

اہلِ اشرفیہ، کسی قیمت پر اپنے مرکز کو کسی سنّی ادارہ یا مقام یا شخصیت کا حریف نہیں بلکہ مُنصِف اور جج کی کرسی پر بیٹھا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔

اب ان کی یہ خواہش کچھ لوگ پوری نہ ہونے دینا چاہیں اور مرکز کو بار بار کسی وکیل وحریف کی کرسی پر بٹھانے پر آمادہ وکمربستہ ہوں تو اِس میں اہلِ اشرفیہ کا کیا قصور ہے؟

اور اِدھر اُدھر کے کچھ افراد، مرکز کے نام پر اور اس کی آڑ میں اپنی مطلب برآری اور مفاد پرستی میں مصروف ہو جائیں تو اہلِ اشرفیہ انھیں کیسے روک سکتے ہیں؟

چوتھا گروپ، خانوادۂ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ ہے۔ مارہرہ مطہرہ کی روحانیت وعظمت، شہرۂ آفاق ہے۔ سارے اکابرِ خانوادۂ رضویہ، بریلی شریف اسی آستانۂ عالیہ، مارہرہ مطہرہ کے غلام اور اسی دَر کے گدا ہیں۔

حضرت مولانا نقی علی بریلوی، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی، مولانا حَسَن رضا بریلوی، حجۃ الاسلام بریلوی، مفتیِ اعظم بریلوی، سب کے سب اسی کے دست گرفتہ مُرید اور تاحیات اس کے وفادار، اس کے خادم اور اس کے سائل رہے ہیں۔ اور اس نسبت وسعادت پر وہ ہمیشہ ناز

Marfat.com

کرتے رہے ہیں:

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا

بول بالے میرے سرکاروں کے

مذکورہ جارحانہ تبصرہ کی طرح ایک نہایت افسوسناک اور گستاخانہ تبصرہ یہ بھی ہے کہ:

''دعوتِ اسلامی'' کے خیر خواہوں نے جتنے خواب دیکھے، وہ سب امیر کے حق میں، یا کبھی اجتماعِ پاک میں شرکت کرنے والوں کے حق میں، یا کبھی ٹی وی کی مذمّت میں، یا پھر کبھی اس کے رحمت ہونے کے بارے میں۔

لیکن اب تک انھوں نے ایک بھی خواب اُن مُفتیوں کے بارے میں نہیں دیکھا، یا دیکھا تو کسی مصلحت کے تحت بیان نہیں کیا، جنھوں نے حلال وحرام کی پروا کیے بغیر ان کی محبت میں شریعت کا قتلِ عام کیا۔

کم از کم، مفتی عبدالحلیم ناگ پوری، شارحِ بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی، مولانا محمد احمد مصباحی کے حق میں تو ایک ایک خواب دیکھنا ہی چاہیے تھا۔ ماضی میں نہ سہی، اب دیکھ لیں۔''

(مؤاخذہ واِحتساب کے بعد، شارحِ بخاری کی جگہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی اور مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی کا نام استعمال کیا گیا)

کتنا زہر بھرا ہوا ہے اِس فکر وخیال کے اندر۔ اور کتنی شر انگیزی وفتنہ خیزی ہے اِس اندازِ فکر وخیال میں۔ اِسے بھی باشعور وباخبر حضرات اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

مفتیانِ کرام سے اہلِ سُنّت کو اتنا ضرور جاننا چاہیے کہ:

بعض عُلمائے اہلِ سُنّت پر ''حلال وحرام کی پروا کیے بغیر شریعت کے قتلِ عام'' کا اِلزام لگانے والے شخص کے بارے میں کیا حکمِ شریعت ہے؟

اور جو لوگ اس الزام کو اپنے خرچ یا اپنی تحریک پر شائع کرنے، کرانے والے اور عام مسلمانوں کے اندر کتابی شکل میں تقسیم کرنے، کرانے والے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ

Marfat.com

بہت سے سوقیانہ کذب وافترا پر مشتمل کتاب کی تائید وحمایت فرمانے والے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

تجزیہ واحتساب کا عمل، قارئین کے فہم وفکر پر چھوڑتے ہوئے ہم آگے کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔

کوئی موضوع خود ہی گرم کر کے کوئی کتاب یا کوئی مجموعۂ تحریر تیار کیا اور ''مسلکِ اعلیٰ حضرت خطرے میں ہے'' کا نعرہ لگاتے ہوئے کسی مالدار سُنّی کے پاس پہنچ گئے اور اُس کی غیرتِ ایمانی کو بیدار ہی نہیں بلکہ مشتعل کر کے کچھ فیضان حاصل کرنے کے بعد کسی دوسرے مالدار سُنّی کے یہاں پہنچے اور اُسے بھی اِسی طرح اپنا شکار بنالیا۔

مسلک کی دُہائی دے کر مالی فیضان حاصل کرنے کا یہ سلسلہ سالہا سال سے جاری ہے۔

پتے کی بات یہ ہے کہ:

بِحَمدِہٖ تعالیٰ ''مذہب اہلِ سُنّت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت'' پھل پھول رہا ہے۔ اِس لئے وہ کسی خطرے میں نہیں ہے بلکہ ایسے افراد خود خطرے میں ہو سکتے ہیں۔

ان کی جیب خطرے میں ہو سکتی ہے۔ ان کا بینک بیلینس خطرے میں ہو سکتا ہے۔ اور اپنے یہ خطرات ٹالنے کے لئے ''مسلکِ اعلیٰ حضرت، خطرے میں ہے'' کا شور مچاتے ہیں۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ محض اپنی شہرت ومقبولیت کے لئے ''مسلکِ اعلیٰ حضرت، خطرے میں ہے'' کا نعرہ لگایا جاتا ہو کہ ان کی نظر میں یہ ایک بہترین تدبیر ہے مسلمانانِ اہلِ سُنّت کی توجّہ اپنی طرف مبذول کرانے اور ان کے درمیان شہرت ومقبولیت حاصل کرنے کی۔

خدا کی پناہ! ایسے نفس اور نفسانیت سے۔ اَعَاذَ نَا اللّٰہُ مِنۡہُ۔

Marfat.com

بہر حال! مسلمانانِ اہلِ سُنَّت و جماعت کو اصطلاحِ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا زبانی یا تحریری استعمال ،ضرورت وحاجت و اِفادیت کے مطابق ہی کرنا چاہیے۔مثلاً:

(۱) دیو بندی وغیر مقلّد سے جہاں امتیاز ظاہر کرنا مقصود ہو۔

(۲) کسی تنظیم وادارہ کے دستور میں مسلک کی وضاحت کرنی ہو۔

عام حالات میں اصل دین کے اظہار کے لئے ایمان واسلام یا مذہبی فقہی حیثیت واضح کرنے کے لئے اصطلاحِ ''مذہبِ اہلِ سُنَّت'' کا ہی اِستعمال کرنا چاہیے۔ اِسے نظر انداز یا ترک کرنا بہت بڑی غفلت وحرماں نصیبی ہے۔جس سے آگے چل کر بڑے سنگین اور ناقابلِ تلافی ،نقصانات وخطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

''مذہبِ اہلِ سُنَّت'' کی اصطلاح کو نظر انداز یا ترک کرنا، ایک عظیم نعمت سے محرومی کے ساتھ گویا دیگر حریف مذہبی جماعتوں اور باطل فرقوں کے لئے عملاً ایک اجازت ہے کہ وہ اِسے اپنا لیں اور اِس پر قبضہ کر کے دنیا بھر کے سُنّی مسلمانوں کو وَرغلاتے اور گمراہ کرتے پھریں۔

اور میں یہ کہتا ہوں کہ:

'' اسلام وایمان'' اور'' مومن ومسلم'' کے الفاظ واصطلاحات کس کے لئے اور کس دن کے لئے ہیں؟

کتاب وسُنَّت سے ماخوذ بلکہ منصوص الفاظ واصطلاحات اوراُن کے معانی ومفاہیم کو اپنانا،اُن کی تفہیم وتشریح کرنا،اُن کی تبلیغ واشاعت کرنا،درحقیقت ہمارا اوّلین اور عظیم ترین دینی فریضہ ہے۔جس سے ہمیں کسی حال میں غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

اورحالات کے تجزیہ کے ساتھ اِس ''امتیازِ اہلِ سُنَّت'' سے سب کو آگاہ ومتنبّہ کرنا،ضروری ہو گیا ہے کہ:

Marfat.com

امتیازِ مذہب اہلِ سُنَّت ومسلکِ اعلیٰ حضرت:
علم وفضل ہے، نہ کہ جہالت وحماقت۔
حق وصداقت ہے۔ نہ کہ اِلزام تراشی وبُہتان طرازی وکِذب بیانی وکتمانِ حق۔
اِخلاص ودیانت ہے۔ نہ کہ مفاد پرستی اور خود غرضی۔
فلاحِ قوم ومِلَّت ہے۔ نہ کہ محض اپنے حلقۂ تعارف ودائرۂ اَثر کی توسیع وتشہیر اور اپنے بینک بیلینس میں اضافہ۔
اِتباعِ سُنَّت وشریعت ہے۔ نہ کہ پیروِیٔ نفس ونفسانیت۔
اِقدام وعمل ہے۔ نہ کہ جُمود وتعطُّل اور بے عملی۔
مذہبِ اہلِ سُنَّت ومسلکِ اعلیٰ حضرت، وہی معتبر ہے جس کی سَند، کتبِ اسلاف واکابرِ اہلِ سُنَّت سے ملے۔ اُور اس سے مُزاحم ومُتصادِم کوئی فکر وخیال ہے تو وہ نہ مذہبِ اہلِ سُنَّت ہے نہ مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے۔ بلکہ وہ مُسترد فکر وخیال اور کوئی فرضی ومَزعوم مسلک ہے۔
اہلِ سُنَّت کے اِس مذہب ومسلکِ حق کے مقابلے میں کسی کی اپنی طبیعت ومزاج اور خواہش ومرضی کی کوئی حیثیت نہیں۔ شرعاً وہ مَخذول ومَطرود ہے۔
اِس مستردفکر وخیال کو فرضی ومَزعوم مسلک کہیں۔ یا مسلکِ جہالت کہیں۔ یا مسلکِ تجارت کہیں۔ یا مسلکِ نفسانیت کہیں۔ یہ قارئین کی صواب دید پر منحصر ہے۔ یہ اُن کی اپنی پسند اور اُن کا اپنا انتخاب ہوگا۔
"مسلکِ اعلیٰ حضرت" کے نام پر اُس کے اصول وضوابط کے خلاف کوئی فرضی ومَزعوم مسلک اور فکر وخیال کسی حال میں اہلِ سُنَّت کے لئے قابلِ قبول نہیں۔
بِحَمدِہٖ تعالیٰ بے شمار کتب ورسائلِ اکابر واسلاف اہلِ سُنَّت میں "اہلِ سُنَّت" کا مذہب ومسلک، تفصیل کے ساتھ، مسطور ومذکور ہے۔

Marfat.com

"مسلکِ اعلیٰ حضرت" کسی تجوری میں بند کوئی ایسا خزانہ نہیں ہے جس کی چابی، دو چار مخصوص افراد ہی کی تحویل میں رہے گی۔

بِحَمْدِہٖ تعالیٰ یہ خزانہ، جُملہ مُستند و مُعتمد علما و مشائخ اہلِ سُنّت کی دسترس میں ہے۔

اِس کا اظہار و اعلان امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے بھی بوقتِ وصال اِس طرح فرمادیا ہے:

"میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے۔" الخ (وصایا شریف۔ مطبوعہ بریلی)

تقریروں میں جوش و جذبہ کے ساتھ محض نعرۂ مسلک لگوانے سے نہیں بلکہ تقویت و استحکامِ مذہب اہلِ سُنّت کے لئے علمی و فکری و عملی خدمات کے ذریعہ کچھ فائدہ اور بھلا کیا جاسکتا ہے۔

عوام کے عقیدت مندانہ جذبات کو مشتعل کر کے گرمیِ محفل پیدا کرنا اور اگلے پروگرام کا انتظام کرنا، یہ ایک ایسی عملی حقیقت ہے جس سے اکثر باشعور مسلمانانِ اہلِ سُنّت اچھی طرح واقف ہیں۔

ریشہ ریشہ، اُدھیڑ کر دیکھو
"روشنی" کس جگہ سے "کالی" ہے

دہلی میں ایک بار حضرت علّامہ ارشد القادری (متوفی ۱۵ر صفر ۱۴۲۳ھ/ ۲۱ر اپریل ۲۰۰۲ء) علَیہِ الرَّحْمَہ سے جلسوں اور اُن میں ہونے والی تقاریر وغیرہ کے موضوع پر راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) کی گفتگو ہو رہی تھی۔

دورانِ گفتگو آپ نے یہ بڑا ہی جامع و بلیغ تبصرہ کیا جس سے جلسوں اور اُن کی تقریروں کا نفع و ضرر بخوبی واضح ہو جاتا ہے:

"اِن جلسوں نے ہمیں جلایا بھی ہے اور مارا بھی ہے۔"

اب اِن جلسوں کا کیا حال ہوتا جارہا ہے؟ یہ سب پر عیاں ہے۔ اِس لئے ضرورت ہے کہ "اِصلاحِ جلسہ" کی باضابطہ مہم شروع کی جائے۔ اور خواص و عوام کو بتایا جائے کہ نافع و مفید چیزوں کو اختیار کیا جائے اور مُضر و نقصان دِہ چیزوں کو ترک کر دیا جائے۔

۲۰۱۲ء میں گوہاٹی، صوبہ آسام کے مسلمانانِ اہلِ سُنّت نے محض کچھ مشورہ و تبادلۂ خیال

Marfat.com

کے لئے راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) کو مدعو کیا تھا۔ گوہاٹی پہنچنے کے بعد راقمِ سطور نے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک منتخب طبقہ سے ایک ہال کے اندر گفتگو کی۔ دیگر باتوں کے علاوہ اصلاحِ جلسہ کی طرف میں نے توجہ دلائی۔

مجھے ایسا محسوس ہوا کہ یہ سب، اُن کے دل کی باتیں ہیں۔ حاضرین کے چہرے کی مسرت آمیز لکیریں اس حقیقت کی واضح نشان دِہی کر رہی تھیں۔

میں نے گوہاٹی، صوبہ آسام کے اہلِ سُنّت کے لئے ایک تحریری ہدایت نامہ بھی تیار کیا۔ اِس ہدایت نامہ کے دو تین نِکات جو اصلاحِ جلسہ سے متعلق ہیں، انھیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کے جلسوں میں انھیں خُطبا و مقرِّرین کو مدعو کیا جائے جو صاحبِ علم ہونے کے ساتھ صاحبِ عمل بھی ہوں۔ اور مقامی مسلمانوں کی دینی ضرورت و حاجت کے مطابق تقریریں کریں۔

اپنی تقریر و خطابت کے دَوران وہ نہ کوئی غیر مستند بات کہیں، نہ کوئی غیر سنجیدہ اور نمائشی طریقہ اختیار کریں۔

(۲) نمازِ عشا کے بعد جلسے شروع کر دیے جائیں اور صلوٰۃ وسلام و دُعا کے ساتھ بارہ بجے سے پہلے یہ جلسے ختم کر دیے جائیں۔

(۳) تقریر و خطابت کے لئے معتقدات و عبادات و معاملات میں سے کسی اہم گوشے کا انتخاب کیا جائے۔

(۴) فضائل و مسائل کے ساتھ مسلمانوں کے معاشرتی اُمور و معاملات کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔

(۵) مسلمانوں کو تعلیم و تجارت کی طرف مائل کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ اور اِس کا بہر حال اِلتزام کیا جائے کہ مقامی مسلمانوں سے تبادلۂ خیال کے بعد جن باتوں میں ان کی دینی رہنمائی کی ضرورت ہو، اُن کو ہی موضوعِ تقریر و خطاب بنایا جائے۔'' (تحریر شدہ ۱۳ر مئی ۲۰۱۲ء)

Marfat.com

مولانا منظور احمد مصباحی آسامی کے ایک مضمون کے ساتھ مذکورہ بالا نکات کئی سُنّی ماہناموں میں شائع ہو چکے ہیں۔

خُطبا وشُعَرا اور اہلِ جلسہ "اصلاحِ جلسہ" کی طرف جلد تر توجہ فرمائیں تو مذہب وملّت وجماعت پر اُن کا خصوصی کرم ہوگا۔ خدانخواستہ ہمارے جلسوں کے حالات اور ان کے شب و روز یہی رہے اور مندرجہ ذیل تبصرہ اور تحریر کی طرح دیگر تبصروں اور تحریروں کی بھر مار ہونے کے بعد اگر وہ ہوش میں آئے تو کچھ اچھی بات نہ ہوگی:

"۱۹۷۸ء کے اَوَاخِرِ دسمبر کی کوئی سَرد ترین رات تھی۔ تیلنی پاڑہ کی نسبۃً تنگ، گلی بیریل گراؤنڈ لین میں تبلیغِ سیرت (کلکتہ) کے زیر اہتمام ایک جلسہ تھا۔

اُن دِنوں جلسوں، کانفرنسوں کے بڑے بڑے نام نہیں ملتے تھے۔ نہ آج کی طرح پیشہ ور نقیب ہوتے تھے، نہ اپنے پورے جسم کے ساتھ کلام پڑھنے والے نعت خواں، اور نہ ہی نعت کے تقدس کو پامال کرنے والے تھرڈ گریڈ اشعار پڑھے جاتے تھے۔

آج کی طرح آدھی رات تک نعت شریف پڑھنے کا سلسلہ بھی نہ تھا، نہ تو یہ سسٹم کہ استراحت فرما کر مقررین، باری باری سے آئیں گے اور پھر اُن کی آمد پر زوردار نعرے لگیں گے اور مدحتِ سرکار کی نعت پیش کرنے والا، سرکار (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم) کی نعت چھوڑ کر مقرر ذیشان کے لئے نعرے لگانے لگے۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۲۹۔ مضمون، بعنوان "مردِ حق آگاہ" بقلم پروفیسر شاہد اختر حبیبی۔ مشمولہ کتاب بنام "احسانِ کامل" مرتبہ محمد شاہنواز خاں احسانی۔ ہوڑہ، بنگال۔ طبع اول ۱۴۳۴ھ/ جون ۲۰۱۳ء)

مخلصین کے بارے میں ہمارا کوئی تبصرہ نہیں ہے۔ اُن کا جذبۂ خیر وصلاح وسعادت، باقی اور اُن کا نعرۂ مستانہ، جاری رہے۔ مگر بعض مذہبی افراد ایسے ضرور ہیں جنھوں نے اپنی جوشیلی جذباتی تقاریر اور نعروں کو "فیضانِ باطنی" کا نہیں بلکہ "فیضانِ ظاہری" کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

اور یہ "فیضانِ ظاہری" بھی صرف اپنے لئے، اپنی شہرت کے لئے، اور اپنے معاشی استحکام کے لئے ہوا کرتا ہے۔

Marfat.com

دنیا دیکھتی سنتی اور جانتی ہے کہ اجمیر شریف کے بہت سے خُدّام، صبح و شام نہ جانے کتنی بار یا خواجہ یا خواجہ اور یا غریب نواز یا غریب نواز کہتے رہتے ہیں۔ ان سبھی خُدّام کے بارے میں شک وشبہ اور انگشت نمائی کرنا بالکل غلط ہوگا۔ لیکن بعض خُدّام ایسے ضرور ہیں جو بہت سے زائرین کے مشاہدات وتجربات کے مطابق اُسی ''فیضانِ ظاہری'' کے لئے اِس مقدس نام کا وظیفہ پڑھتے ہیں، جس کا ذکر اوپر گذرا۔

مسلم معاشرہ کے عملی حقائق کا بنظرِ غائر مطالعہ ومشاہدہ کریں تو سمجھ میں آئے گا کہ مذہبی لبادے میں ملبوس بعض وہ افراد جن کا اوڑھنا بچھونا مذہب ہی ہوتا ہے اُن کی صفوں میں ایسے بہت سے افراد مل جائیں گے جن کی تگ ودَو کا حاصل، عام طور پر طلبِ مال وزَر ہوا کرتا ہے۔ اِسی مقصد کے حصول میں وہ شب وروز غلطاں وپیچاں رہتے ہیں اور زرق برق دنیاوی زندگی کو ہی وہ اپنی معراج سمجھتے ہیں۔

جب جیب میں پیسے بجتے ہیں، جب پیٹ میں روٹی ہوتی ہے
اُس وقت یہ ذرّہ، ہیرا ہے، اُس وقت یہ شبنم، موتی ہے

اور بات یہیں تک محدود نہیں۔ مدرسہ کے نام پر، مسجد کے نام پر، نماز کی صورت میں، آیاتِ قرآنی واحادیثِ نبوی پیش کر کے۔ یہاں تک کہ اللہ ورسول کے نام کی دہائی دے کر بھی اِس دنیا میں صدیوں سے نہ جانے کتنے ایسے بدنصیب افراد پیدا ہوتے رہے ہیں جو نہایت عیّارانہ وشاطرانہ طریقے سے اپنی شکم پروری اور دنیا داری کرتے ہوئے خَلقِ خدا کو گمراہ کر کے خود اپنی عاقبت کی بربادی کا سامان کرتے رہے ہیں۔

معرکۂ جہاد میں بظاہر اپنے آپ کو داؤ پر لگا کر اور اپنی جان، جوکھم میں ڈال کر بھی نہ جانے کتنے لوگ خائب وخاسر اور محرومِ اَجر وثواب ہوتے رہے ہیں۔ جب کہ جہاد کی اصل روح یہ ہے کہ کلمۂ حق کی سربلندی اور حُسنِ خاتمہ کی نیت سے میدانِ جنگ کا رُخ کیا جائے اور راہِ خدا میں شہادت کا عظیم مرتبہ حاصل کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک شخص نے حاضرِ بارگاہِ رسالت ہوکر عرض کیا:

یارسولَ اللہ! کوئی مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے، کوئی اپنی شہرت وناموری کے لئے، کوئی اپنی شجاعت وبہادری دکھانے کے لئے لڑتا ہے۔ تو ان میں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا کون ہوا؟

آپ نے ارشادفرمایا: مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔

(صحیح بخاری وجامع ترمذی وسُنَنِ ابن ماجہ)

جو شخص کلمۂ حق کی سربلندی کے لئے لڑتا ہے وہی مجاہد فی سبیلِ اللہ ہے۔"

اِس لئے ڈرنا چاہیے ہم سب کو اُس یومِ حساب سے:

جب خدائے قہّار و جبّار کے غضب وجلال کا سامنا ہوگا۔ جب ہیبتِ حق سے ہر انسان کا سینہ دہلنے لگے گا۔ جب سرائر وضمائر، عیاں ہوجائیں گے۔ جب زبان وقلم اور اعضا وجوارح، خود ہر گنہگار انسان کے خلاف گواہی دیں گے۔

جب کلاہِ افتخار، خاک آلود، قبائے حریر، عُریاں اور چادرِ تلبیس، پارہ پارہ ہوجائے گی۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰى۔

یہاں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ اگر کسی اَمرِ مندوب ومحمود ومستحب ومستحسن میں بھی کچھ خرابی اور بگاڑ پیدا ہوجائے تو اُس کی بھی اصلاح کی جاتی ہے۔

مثلاً اَعراسِ بزرگانِ دین میں بہت سی خرافات وبدعات کا اِرتکاب ایک عام سی بات ہوگئی ہے۔

دوایک جگہوں کے خانقاہی حضرات، جوازِ سجدۂ تعظیمی کے بھی قائل ہیں۔

کیا امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اَلزُّبْدَةُ الزَّكِيَّةُ لِتَحْرِيْمِ سُجُوْدِ التَّحِيَّةِ لکھ کر آیات واحادیث وآثارِ مبارکہ واقوالِ علما وائمہ کی روشنی میں سجدۂ عبادت کو شرک اور سجدۂ تحیت وتعظیم کو حرام نہیں قرار دیا ہے؟

بہت سے اَعراس میں عورتیں شریک ہوتی ہیں۔ مَرد وزَن کا اِختلاط ہوتا ہے۔ جس سے بزرگوں کی روحیں بھی مضطرب اور بے چین ہوتی ہیں۔

کیا مزارات پر عورتوں کی حاضری کے خلاف امام احمد رضا نے مُرُوْجُ النَّجَا لِخُرُوْجِ النِّسَا اور جُمَلُ النُّوْرِ فِي نَهْيِ النِّسَاءِ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ لکھ کر مزارات پر عورتوں کی حاضری

Marfat.com

اوراَعراسِ بزرگانِ دین میں اُن کی شرکت کوناجائز نہیں قرار دیا ہے؟

شادی بیاہ میں بہت سی بے ہودہ رسمیں پیدا ہوگئی ہیں۔ آتش بازی اور فضول خرچی ہوتی ہے۔ تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی میں دعوتِ عام ہوتی ہے۔ کیا اُن کے سدِّ باب کے لئے امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ نے جَلِیُّ الصَّوت لِنَھْیِ الدَّعوۃِ اَمامَ الْمَوت اور ھَادِی النَّاس فِی رُسُومِ الْاَعْرَاسِ اور اَلْحُجَّۃُ الفائحۃ لِطِیبِ التَّعیینِ وَالْفَاتِحۃ نہیں لکھا ہے؟

کیا تعزیہ داری کے خلاف "اَعَالِی الْاِفَادۃفِی تَعْزِیَۃِ الھندِو بیانِ الشَّھادۃ" معروف بہ رسالہ "تعزیہ داری" نہیں لکھا؟ اور "بَدْرُ الانوارفِی آدابِ الآثار میں اُس کے بارے میں یہ نہیں لکھا کہ:

"تعزیہ داری کہ اس طریقہ نامرضیہ (مذموم وناپسندیدہ) کا نام ہے، قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے۔" (ص۴۸۔ بَدْرُالاَنوارِفِی آدابِ الآثار، ازامام احمد رضا بریلوی)

کیا عرفانِ شریعت واحکامِ شریعت اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ میں جگہ جگہ ایسے مفاسد وممنوعات ومحظورات کے خلاف، مسلمانوں کوامام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ نے متنبہ نہیں فرمایا؟

اوراگر فرض وواجب کام بھی بے موقع ومحل ہوتو کیا اس سے منع نہیں کیا گیا ہے؟ کیا قدیم وجدید فقہی کتب میں اِس کی صراحت ووضاحت نہیں ہے کہ فلاں فلاں مقام پر اور فلاں فلاں وقت، نماز پڑھنا ممنوع ہے؟

کیا ایسی مجلس جہاں لوگ کسی گفتگو میں مصروف ہوں۔ یا کوئی بیمار شخص ہو۔ یا کہیں کوئی شخص سویا ہوا ہو۔ تو ایسی حالت وکیفیت میں بآوازِ بلند درود شریف یا تلاوتِ قرآنِ حکیم یا اَوراد ووظائف پڑھنے سے منع نہیں کیا گیا ہے؟

دودھ اور گھی، بہت مفید ومُقوّی چیزیں ہیں۔ مگر کوئی شخص ضرورت سے زیادہ انھیں ایک ہی وقت میں کھاپی لے تو اُس کا انجام کیا ہوگا۔ یہ کسے معلوم نہیں؟ اور یہ خود اپنے معدے پر ظلم ہے یا نہیں؟ اور ہر سمجھ دار آدمی، اِس طرح

Marfat.com

دودھ و گھی کھانے پینے اور بسیار خوری سے سخت منع کرتے ہوئے اِس طور طریقہ سے اظہارِ بیزاری کرے گا کہ نہیں؟

اِس لئے اِن عملی حقائق و تجربات کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ مناسب و مفید عمل بھی ضرر رَساں اور نقصان دِہ ثابت ہوسکتا ہے۔

کچھ لوگوں کے درمیان جہالت وحماقت کتنی عام ہے، اِس کا صحیح اندازہ مجھے "عرفانِ مذہب و مسلک" کی طباعت واشاعت کے بعد بعض کرم فرماؤں کے ایسے تبصروں کے ذریعہ ہوا جو مجھے بالواسطہ معلوم ہوئے۔

کرم فرماؤں نے ایسے ایسے مطلب بعض عبارتوں کے نکالے کہ اگر وہ صحیح ہوتے تو یقیناً میری معلومات میں اِضافہ ہوتا۔ مگر یہ مطلب کچھ اِس قسم کے ہیں کہ ع

مَنْ چہ سَرا ایم وطنبورہ مَنْ چہ سَرا ید؟

مرزا غالب کا ایک شعر ہے:

موت کا ایک دن معیّن ہے — نیند کیوں رات بھر نہیں آتی؟

اُدبا و شعرائے اردو کے درمیان ایک لطیفہ مشہور ہے کہ

ایک صاحب نے اِس شعر کا مطلب بتایا اور اس مطلب کو وہ بڑے فخر سے بیان بھی کرنے لگے کہ:

موت آنے کا جب ایک دن مقرّر ہے اور معلوم ہے کہ دن ہی میں موت آئے گی تو پھر رات میں نیند کیوں نہیں آتی؟ رات تو چین سے گذارنی چاہیے اور سکون سے سونا چاہیے۔ کیوں کہ رات میں موت آئے گی ہی نہیں۔ وہ جب بھی آئے گی، دن ہی میں آئے گی۔"

کچھ اِسی قسم کے مطالب، ہمارے بعض اُن کرم فرماؤں نے نکالے ہیں جو 'بزعمِ خویش مسلک اعلیٰ حضرت" کے بہت بڑے جھنڈا بردار بنتے ہیں۔

ایک بدنصیب و بدطینت دیوبندی مولوی نے امام احمد رضا قُدِّسَ سرُّہٗ کے ایک شعر کا ایسا مطلب نکالا ہے کہ اُسے پڑھ کر آپ حیران و ششدر رہ جائیں گے۔

سلطانِ نعت گویاں، حضرت مولانا سید کفایت علی کافیؔ مراد آبادی (شہادت ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۸ء) اہلِ سُنّت کے ایک بڑے عالمِ دین، انقلاب ۱۸۵۷ء کے عظیم مجاہد، عاشق رسول اور

معروف و مقبول نعت گو شاعر تھے۔ جنھیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِسَ سِرُّہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

مہکا ہے مری بوئے دہن سے عالم — یاں نغمۂ شیریں نہیں تلخی سے بہم
کافی، سلطانِ نعت گویاں ہیں رضا — اِنْ شَاءَ اللّٰہ، میں وزیرِ اعظم

دیوبندی مولوی خالد محمود (مانچسٹر، برطانیہ) نے دوسرے شعر کا مفہوم مسخ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''مولانا احمد رضا خاں اُن دِنوں کن امیدوں سے تھے؟ اسے جاننے کے لئے انھیں کی زبان میں سُنیے۔ شاعر تھے۔ بات اُگل دی۔

کافی، سلطانِ نعت گویاں ہیں رضا
اِنْ شَاءَ اللّٰہ، میں وزیرِ اعظم

(سلیس مفہوم) اے رضا! ہم نعت خوانوں (بریلویوں) کو حکومت کی سرپرستی کافی ہے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ کسی نہ کسی وقت ضرور وزیرِ اعظم بنوں گا۔''

ہم نے تاویل کرنے کی کوشش کی۔ ہوسکتا ہے کہ شاعری کی وزارت، مراد ہو۔
مگر معلوم ہوا کہ شاعری میں تو آپ، اپنے آپ کو وزیر نہیں، بادشاہ سمجھتے تھے۔ جو شخص اپنے آپ کو بالفعل بادشاہ سمجھتا ہو، وہ وزارت کی تمنا کیسے کرسکتا ہے؟
اس لئے اِنْ شَاءَ اللّٰہ کے ساتھ جس وزارت کی امید تھی، وہ شریف (شریفِ مکہ) کی حمایت اور انگریز کی خدمت کے صلے میں ''ملکی وزارت'' تھی۔''

(ص ۲۳۵ و ص ۲۳۶۔ مطالعۂ بریلویت جلدِ اول۔ مؤلفہ ڈاکٹر خالد محمود۔ مطبوعہ حافظی کتب خانہ دیوبند)

اور یہ عجیب بات ہے کہ جو لوگ ٹھوس طریقے سے امام احمد رضا قُدِسَ سِرُّہٗ کی دینی و علمی خدمات و تعلیمات اُجاگر کرکے ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کو صحیح طور پر دنیا کے سامنے پیش کررہے ہیں، وہ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کے نمائشی جھنڈابرداروں کی نظر میں گویا کچھ نہیں ہیں۔
اور ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کے نمائندہ اور ''چمپین'' ایسے لوگوں کی نظر میں گویا وہی ہیں جو:

"مسلکِ اعلیٰ حضرت" کا نعرہ لگوائیں۔ ماحول گرم کریں۔ "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کا شور مچائیں۔ اور موٹے لفافہ کے ساتھ، اگلی منزل کی راہ لیں۔

بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں
لرز جاتا ہے آوازِ اذاں سے

مولانا محمد حنیف رضوی مصباحی بریلوی (صدرُالمدرسین جامعہ نوریہ رضویہ، محلہ باقر گنج، بریلی شریف۔ وبانیِ امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف) جنھوں نے امام احمد رضا کی سیکڑوں کتب ورسائل کا مطالعہ کر کے ہزاروں احادیث جمع کیں اور دس (۱۰) جلدوں میں "جامعُ الْاَحَادِیث" کے نام سے اُنھیں شائع کرایا۔ اسی طرح مولانا غلام جابر شمس مصباحی (میرا روڈ۔ بمبئی) اور مولانا محمد عیسیٰ رضوی (گُرسہائے گنج) جو رضویات پر مسلسل لکھ رہے ہیں، وہ کہیں کچھ بھی نہیں ہیں۔

اگر ہیں تو وہ جو محض اپنی جوشیلی، جذباتی تقریروں میں "مسلکِ اعلیٰ حضرت" "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کرتے رہیں۔ یا منفی ذہنیت کے ساتھ تنقیدی مضامین ورسائل لکھتے رہیں۔ اور کوئی معیاری، علمی وفکری کام، صلاحیت واستطاعت کے باوجود نہ خود کریں، نہ دوسروں سے کرائیں۔ نہ ہی ایسے کام کرنے والوں کی تحسین اور حوصلہ افزائی کے لئے چند کلماتِ خیر کہنے کی وہ کبھی کوئی ضرورت محسوس کریں۔

ایسے کرم فرماؤں سے مخلصانہ گذارش ہے کہ وہ اپنی رَوِش تبدیل کریں اور گفتار کی بجائے کردار کے غازی بنیں۔ اور اگر خدانخواستہ وہ ایسا کچھ نہ کرنا چاہیں تو پھر اُن سے یہی گذارش کی جاسکتی ہے کہ

خدا کے واسطے صَیّاد اب تہ کر اَب تو دام اپنا
کہ گلشن سے لیا ہے تو نے خاطر خواہ کام اپنا

کبھی کبھی یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ:

اہلِ سُنّت کے درمیان جذباتی ماحول پیدا کر کے چند مسائل میں اُلجھائے رکھنے، ٹھوس علمی وفکری کاموں سے دور رکھنے کی شعوری یا غیر شعوری کوشش کا مقصد یہ تو نہیں ہے کہ:

خود مذہب اہل سُنّت کی مسلسل اور مستحکم و پائدار خدمت وہ نہیں کر پا رہے ہیں۔ اپنی صلاحیت اور وسائل کے لحاظ سے بے نیازی اور بے عملی کا شکار ہیں۔ تو انھیں یہ سوجھ رہی ہو کہ کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ کچھ لوگ جو کام کر رہے ہیں یا کچھ کرنا چاہ رہے ہیں، ان سب کو اُلجھا کر انھیں بھی کسی طرح کا ٹھوس کام نہ کرنے دیا جائے۔ تاکہ پھر یہ سوال ہی نہ پیدا ہو سکے کہ:

فلاں فلاں حضرات تو یہ کر رہے ہیں۔ وہ کر رہے ہیں۔ اور ان کے بالمقابل آپ حضرات، صرف باتیں بنا رہے ہیں اور انھیں مسائل سے دل چسپی رکھتے ہیں جن سے ایک طرف انتشار اور دوسری طرف اہم مقاصد کی تکمیل سے دوری پیدا ہو جاتی ہے۔

اس خیال وعمل کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ کچھ کر پائیں، نہ وہ کچھ کر پائیں۔

ایک دوسرے کے خلاف لکھنے، بولنے، تنقید و تبصرہ کرنے میں مصروف ہو کر اصولی و اَساسی اور اہم مقاصد سے غافل ہو کر سب کے سب بے عملی کا شکار ہو جائیں۔ پھر بے حسی و نا اہلی و بے عملی کا دَور دَورہ اس طرح ہو جائے کہ زیرِ لب تبسم کے ساتھ یہ گنگنایا جا سکے کہ: ع

ہم بھی اسی جہاز میں، تم بھی اسی جہاز میں۔

کچھ لوگوں کا رُجحانِ طبع یہ ہے کہ:

بس اعلیٰ حضرت کا ذکر کرو۔ دیگر اسلاف و اَکابر کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

یہاں تک کہ جب امامِ اعظم ابوحنیفہ سیمینار و کانفرنس، بمبئی کا انعقاد (دسمبر ۲۰۱۲ء) ہونے والا تھا تو کچھ اِس طرح کے تبصرے بالواسطہ سننے میں آئے کہ:

"اِس کی کیا ضرورت تھی؟ اگر سیمینار و کانفرنس کرنا ہی تھا تو اعلیٰ حضرت پر کرنا چاہیے تھا۔"

Marfat.com

کیا ایسے بد نصیب ومحرومُ القسمت ومحدودُ الفکر حضرات یہ چاہتے ہیں کہ:
سارے اکابر واسلاف کو معاذَ اللہ دفن کر دیا جائے اور صرف اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت کیا جائے، مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگوایا جاتا رہا ہے، اور ان کی تائید وتقویت کی پائدار کوششوں سے عملاً بے توجہی برتی جاتی رہے؟

یہ ذہنیت جس کی بھی ہو، یقیناً اور قطعاً نہایت گمراہ کرنے والی اور مذہب اہلِ سُنّت ومسلکِ اعلیٰ حضرت سے، بہت دور لے جانے والی ہے۔ جس سے خدا کی پناہ!

اِسی طرح بدمذہبوں سے دور رہنے کا مطلب، کچھ لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہر میدان اور ہر شعبۂ عمل سے سمٹ کر اپنے آپ کو محدود ومحصور کر لیا جائے۔

اِس فکر وخیال کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ:
دوسروں کے لئے میدان، خالی کر دو۔ جس کے بعد وہ خَلقِ خدا کو گمراہ کرتے اور ہر شعبۂ عمل پر قابض ہو کر اپنی فتح کا جھنڈا لہراتے چلے جائیں۔

کیا یہ بالواسطہ بدمذہبی اور وہابیت کے لئے راہ کشادہ کرنے اور فروغ بدمذہبی ووہابیت میں خود اپنے طرزِ عمل سے مُعین ومددگار ہونے کا عمل نہیں ہے؟
اور میدانِ مقابلہ سے فرار اختیار کرنا بے عملی ونا اہلی وبُزدلی کی واضح دلیل نہیں ہے؟
آخر ایسے لوگ کیا چاہتے ہیں؟ اور مسلمانانِ اہلِ سُنّت کو کس قعرِ مذلّت میں ڈھکیلنا چاہتے ہیں؟
مجھے رَہزنوں سے غرض نہیں، تری رَہبری کا سوال ہے؟
''عرفانِ مذہب ومسلک'' کا ایک نقد فائدہ یہ ہوا کہ:
مسلک کے ایسے جھنڈا بردار اَفراد جن کے لئے کسی بھی سُنّی کو ''صلحِ کلّی'' کہہ دینا معمول کی اور معمولی بات تھی (جن کی رَوش اور طور وطریقہ سے اہلِ سُنّت کا مذہبی حلقہ بخوبی واقف ہے)
اب وہ نہ صرف یہ کہ چوکنّا ہو گئے ہیں بلکہ جگہ جگہ مجلسی گفتگو اور تقریروں کے ذریعہ یہ صفائی دیتے پھر رہے ہیں کہ ہم نے کسی کو صلحِ کلّی نہیں کہا ہے۔ ہم نے کسی کو صلحِ کلّی کہاں کہا ہے؟
چلیے اچھا ہے کہ یہ عادت تو کسی طرح اپنے انجام کو پہنچی۔ کم از کم اب سے آپ بلا تحقیق

وثبوتِ شرعی کے، کسی سنی کو صلح کلی کہنے سے پرہیز کریں گے۔

یہ ایک بڑی اچھی اور خوش آیند بات ہے جس کا تہِ دل سے استقبال کیا جانا چاہیے۔

اِدھر کچھ سالوں سے **ایک نیا تجربہ**، بعض یارانِ طریقت نے اپنانا اور آزمانا شروع کیا ہے کہ جہاں کوئی بات اُن کے مزاج ومفاد کے خلاف ہوئی۔ فوراً اِعلان کردیا کہ:

''فلاں شخص، مسلکِ مخالف یا مرکز مخالف ہے۔''

لوگوں کو مرعوب کرنے اور اُن پر دھونس جمانے کا یہ ایک نیا اور بڑا مؤثر طریقہ ایجاد کیا گیا ہے جس کا جنازہ جلد ہی نکلے گا اور اس پر کوئی دو بُوند آنسو بہانے والا بھی نہیں ملے گا۔

ایسی ہر وُہ ذہنیت، موت کے گھاٹ اتر جانی چاہیے جو مذہبی لبادے میں مذہبی بے اصولی و بے اعتدالی یا مذہبی تجارت وسوداگری کو فروغ دے رہی ہو۔ ایسا ہوگا اور ضرور ہوگا اور ہمارا مسلک ومرکز بھی باقی رہے گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ۔

''عرفانِ مذہب ومسلک'' تاجرانہ ومفاد پرستانہ ذہنیت رکھنے والوں کے خلاف وہ صدائے حق اور صحیح مذہبِ اہلِ سُنّت ومسلکِ اعلیٰ حضرت کا وہ نعرۂ بلند آہنگ ہے جس نے بہتوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے اور اِس برقِ خاطف نے ناقص وفاسد ذہنیت سے معمور نہ جانے کتنے آشیانوں کو، جلاکر خاکستر کردیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں اور پوچھنے والے پوچھ رہے ہیں کہ:

گیا کون ہے صَید اَفگن اِدھر سے؟
کہ خالی پڑے آشیانے بہت ہیں

لیکن نہیں۔ یہ آشیانے ویراں نہیں بلکہ آباد ہونے چاہئیں ایسے افراد سے جن کے دل

ودماغ، دین ومذہب کے صالح افکاروخیالات اورعلم وفن وشعور وادراک سے معمور ہوں۔ جودین پر استقامت کے ساتھ دنیا کے حالات ومعاملات کو سمجھیں۔ جو ملّت وجماعت کی صحیح رہنمائی کے جذبات سے سرشار ہوں۔ جو مثبت اور تعمیری فکروکردار کے حامل ہوں۔ جو معاملہ فہم اور مستقبل شناس ہوں۔ جو وقت کے تقاضوں کے مطابق اپنا لائحۂ عمل طے کرسکیں۔ جو آنے والی نسل تک اُس وراثت وامانت کو دیانت کے ساتھ منتقل کرسکیں جو اُنھیں اپنے اکابر واسلاف سے عہد بہ عہد حاصل ہوتی ہوئی چلی آرہی ہیں۔

آج ضرورت اِس بات کی ہے کہ رائج الوقت اچھے کاموں کے ساتھ اِن دو محاذوں پر بھی خاطر خواہ توجہ دی جائے:

(۱) مسلم معاشرے کا وہ طبقہ جسے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کہا جاتا ہے۔ جو حکومتی دفاتر، اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، ہاسپٹلوں اور تجارت وصحافت وسیاست وغیرہ سے وابستہ ہے، اُس کے ذوق ومزاج کے مطابق عصری اسلوب میں صحیح اسلامی ہدایات وتعلیمات پر مشتمل ایسے لٹریچر مختلف زبانوں میں اس طبقہ کے مطالعہ کے لئے تیار کیے جائیں جنھیں وہ پڑھ کر اسلام اور اُس کے فطری وآفاقی نظام کو اچھی طرح سمجھ سکے اور اِس طرح اُسے اپنے اسلام وایمان پر مکمل یقین واعتماد قائم ہو اور اُس کی معلومات اتنی وافر ہوجائیں کہ وہ جہاں اُس کے مطابق اپنی زندگی گذارنے کی کوشش کرے وہیں ہر طرح کے اِلحاد وبے دینی اور گمراہی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے اور تاحیات اپنے مذہب ومسلکِ حق پر قائم ودائم رہے۔

(۲) وہ نئی نسل جو اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ہے۔

اور یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ نوے فی صد سے زائد، مُسلم طلبہ، مدارس نہیں بلکہ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

ایسے طلبہ کے دینی مستقبل کی فکر ہماری مذہبی وقومی وملی ذمّہ داری ہے۔ اِس لئے اُن طلبہ پر ہم خاص توجہ دے کر وہ غذا فراہم کریں جو اُنھیں ایک صحت مند اسلامی ذہن عطا کرسکے اور بچپن ہی سے اسلامی معلومات کا خزانہ اُن کے دل ودماغ میں اتنا جمع ہوجائے کہ زندگی کے کسی مرحلے میں اُنھیں مذہبی واخلاقی طور پر کسی احساسِ کم تری وکم زوری کا شکار نہ ہونا پڑے۔ وہ پوری قوت

Marfat.com

وتوانائی کے ساتھ آگے بڑھیں اور کبھی کسی فکری ونظریاتی گمراہی کا شکار نہ ہوسکیں۔

یاد رکھیے! ان بچوں پر ہم، آپ توجہ نہیں دیں گے۔ ان کی صحیح تعلیم وتربیت کا انتظام نہیں کریں گے ۔ان کے لئے ایسے پرائیوٹ اسکول وکالج نہیں کھولیں گے جس کے نصاب میں اسلامیات، لازمی طور پر شامل ہو۔ تو پھر سُنّی گھرانے کے لاکھوں بچے، رفتہ رفتہ اہلِ سُنّت کے ہاتھ سے نکلتے چلے جائیں گے۔ اور ہماری شومیِ قسمت سے ہندوپاک کے بے شمار علاقوں میں ایسا ہونے بھی لگا ہے۔

کیا یہ صورتِ حال ہمیں غیرت دِلانے اور ہماری بے حسی کو بیداری میں تبدیل کرنے کے لئے کافی نہیں؟

ہم اگر ان طلبہ پر مناسب توجہ نہیں دیں گے تو وہ دوسرے لوگ جو بڑی مستعدی اور سرگرمی کے ساتھ ہر مسلم آبادی میں اپنے اسکول وکالج کھولتے چلے جارہے ہیں، وہ حکمتِ عملی کے ساتھ، تعلیم کے نام پر ہمارے بچوں کو بھی ہضم کرتے چلے جائیں گے۔ اور آئندہ کفِ افسوس ملنے کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہ ہوگا۔

دوسروں کے لئے لقمۂ تر اور "چارہ" بن کر ہمارا ہی بچہ "بے چارہ" ہوجائے گا۔ اور ہم حسرت ویاس کے ساتھ اُس کا مُنہ تکتے اور کفِ افسوس ملتے رہ جائیں گے۔

کرنے کے کام یہ ہیں اور نہایت ضروری ہیں۔ مگر شور وشر، نعرہ بازی، سطحی جذباتیت سے ایسے کام نہیں ہوتے ہیں۔ اِن کے لئے خاموش جدوجہد، پائدار حکمتِ عملی، بیدار مغزی، حُسنِ اخلاق، مستقل مزاجی، جیسی صفات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ صفات نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔

ہمارے مشائخ کرام اگر جماعتی مسائل کی طرف توجہ مبذول فرمائیں تو اُن کے اثر ورسوخ سے بہت کچھ کیا جاسکتا ہے۔ اُن کے مُریدین ومتعلقین ومخلصین بہت کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ صرف اپنے شیخ وپیر ومُرشد کی توجہ وہدایت، بڑے سے بڑا کام کرڈالنے پر انھیں آمادہ وکمربستہ کرسکتی ہے۔ مگر صورتِ حال اور اس سے پیدا ہونے والا خیال یہ ہے کہ:

"میرے کرم فرما!! اگر مجھ سے برہم نہ ہوں تو حدیثِ دل زبان پر لاؤں اور زخمِ جگر سے پردہ اٹھاؤں۔ نہیں، نہیں۔ ان کی برہمی کا خطرہ مول لیتے ہوئے بھی میں بصد ادب ونیاز عرض کروں گا کہ:

Marfat.com

موجودہ صورتِ حال کی ساری نہیں تو بیشتر ذمّہ داری، اُن پیر صاحبان پر عائد ہوتی ہے، جو اہلِ سُنّت کے کشورِ دل کے سلطان ہیں۔ جو ہماری عقیدتوں کا مرکز ہیں۔ جو ہمارے عشق و مستی کا عُنوان ہیں۔ جن کے اشارۂ اَبرو پر ہر نیک سُنّی مسلمان، دل و جان قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔

اُنھوں نے علمی و فکری میدان میں جس مجاہدہ و جہاد کی ضرورت تھی اُس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اہلِ سُنّت کو متحد و منظّم کرنے کی اہمیت پر انھوں نے توجہ نہیں فرمائی۔ اور اُمّت کا سَوادِ اعظم ایک لشکرِ جرّار کے بجائے بھیڑوں کا گلہ بن گیا۔

لیکن اب بھی اگر اَدائے فرض کا احساس بیدار ہو جائے تو اس کی تلافی، چنداں مشکل نہیں۔

ہر شیخ کا اپنا حلقۂ اِرادت ہے جو اپنے شیخ پر پورا اِعتماد رکھتا ہے۔ اکثر مشائخ کرام میں سے صرف وہ چند جن کا علم و فضل اور جن کے روحانی گھرانے کا ماضی، آفتاب و ماہتاب سے تابندہ تر ہے، باہم متحد ہو جائیں تو دینی، اخلاقی، معاشرتی ہر میدان میں جو خرابیاں، مِلّت و جماعت کی رُسوائی کا باعث بنی ہوئی ہیں اُن کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔

ہر سُنّی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُس کے رسولِ مکرّم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عشق کا سمندر، ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ کام صرف اتنا ہے کہ اُس میں اُٹھنے والی شوخ و شنگ موجوں کو منظّم کر کے اُن کا صحیح رُخ، متعین کر دیا جائے۔

ہمارے مشائخ کرام اگر یہ فرض ادا کر دیں تو بخدا ہم ہر لشکرِ باطل کو شکست و ہزیمت سے دوچار کر سکتے ہیں۔" (ملخصاً از ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور۔ شمارہ نومبر و دسمبر ۱۹۷۶ء)

تاریخ کے اوراق پلٹیے اور سُنیے۔ غور سے سُنیے۔ ایک مفکّر و مدبّرِ اہلِ سُنّت کی پُرشکوہ و پُروقار اور تاریخ ساز آواز:

"اب آپ اِس عقیدہ کو چھوڑ دیجیے کہ:

آپ کے فرائض، ایک مجلس میں وعظ کہہ کر۔ یا ایک حلقہ میں درس دے کر۔ یا ایک خلوت خانے میں فتویٰ دے کر ادا ہو جاتے ہیں۔ اور آپ کو اِس پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں کہ:

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اور بدخواہانِ اسلام، تخریب کے لئے کیا کیا تدابیر، عمل میں لا رہے ہیں؟

یقیناً یہ آپ کا فرض ہے اور آپ سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

Marfat.com

اُٹھیے اور اپنے فرض کو ادا کیجیے۔"

(ص ۷۔ ماہنامہ اَلسَّوَادُ الْاَعْظَم۔ مرادآباد۔ شمارہ رجبُ المرجب۔ ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء)

"ستم ہے کہ جاہل، عالم نُما بن کر میدان میں آئیں اور اُن کی تعداد سے دنیا کو دھوکا دیا جائے اور اُن کی خودرائی و نفس پرستی کو علما کی رائے قرار دیا جائے۔ اور علما کا پورا طبقہ ، ساکت و خاموش بیٹھا یہ سب کچھ دیکھا کرے۔؟

نہ اُس کے منہ میں زبان ہو، نہ زبان میں حرکت، نہ ہاتھ میں قلم ہو، نہ قلم میں جنبش۔

اب آپ کا یہ تقاعُد، زُہد و اِنکسار کی حد سے گذر کر غفلت و تکاسُل کے دائرے میں آ گیا ہے۔ اور اِس اندازِ سکوت سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔"

(ص ٦، ماہنامہ اَلسَّوَادُ الْاَعْظَم۔ مرادآباد۔ شمارہ رجب۔ ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء)

زیرِ نظر کتاب میں مَیں نے جو کچھ لکھا ہے اُس کی بیشتر بنیادیں، ماہنامہ حجازِ جدید، دہلی (سالِ اِجرا۔ ۱۹۸۸ء) اور ماہنامہ کنز الایمان، دہلی (سالِ اجرا۔ ۱۹۹۸ء) کے میرے تحریر کردہ اِداریوں میں مل جائیں گی۔

قائدِ اہلِ سُنّت، رئیس القلم، حضرت علّامہ ارشد القادری (متوفی ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء) نے اِن اداریوں اور میرے خیالات وعزائم کی جتنی تحسین اور پذیرائی کی وہ صرف زبانی نہیں بلکہ تحریری بھی ہے۔ آپ کی دو تحریروں کے اِقتباسات پیش کرتے ہوئے مَیں اپنی بات ختم کرتا ہوں:

(۱)......زندگی کی سرفرازیوں کا نقشہ تیار کرنے کے لئے جس نے بھی قلم، ہاتھ میں لیا اُسے اِس خارزار وادی سے تنہا گذرنا پڑا۔ کسی نے اُس کا کرب تقسیم نہیں کیا۔..........

کسی نے محسوس نہیں کیا کہ جو خونِ جگر، ہر ماہ تحریروں کے نقوش میں جذب ہو رہا ہے، وہ اگر سوکھ گیا تو قلم کے لئے روشنائی، کہاں سے آئے گی؟

کون اِحساس کی نبض کو گرم رکھے گا؟ کون فکر کے دریچے کھولے گا؟ کون جذبے کو توانائی عطا کرے گا؟ اور کون کاروانِ ہمت کو جادہ پیمائی کے لئے آمادہ کرے گا؟.........

اہلِ سُنّت کا یہ (ماہنامہ حجازِ جدید، دہلی) پہلا ترجمان ہے جو فکری اور تنظیمی بیداریوں کی ایک انقلاب انگیز تحریک لے کر اُٹھا ہے۔

ہر شارہ میں آپ کا اِداریہ، واضح طور پر اُس منزل کی نشان دہی کرتا ہے، جدھر آپ اہلِ سُنّت کی نوجوان نسل کو لے جانا چاہتے ہیں۔

کسی بھی مدیر کی قلمی توانائیوں کا مظہر دراصل خود اُس کا اداریہ ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے فکر انگیز اور ذہن ساز اداریوں کے ذریعہ، سو پچاس افراد کو بھی قلمی توانائیوں سے مسلّح کر دیا تو آپ کا نام "مذہبی زندگی کے ناقابلِ تسخیر قوتوں کے بانی" کی حیثیت سے تاریخ میں محفوظ ہو جائے گا۔

آپ ہر ماہ، اسی طرح احساس کی مُردہ رگوں پر نشتر چلاتے رہیے۔

کہیں سے تو زندگی کا سوتا پھوٹے گا۔ کبھی تو جذبات کی سطح سے اوپر اُٹھ کر سوچنے والے افراد پیدا ہوں گے۔

تحریر کی ساحری کا رنگ اگر چہ دیر میں نکھرتا ہے لیکن اگر نکھر گیا تو صدیوں تک وہ اُسی آب و تاب کے ساتھ باقی رہتا ہے۔

اس کی زندہ مثال دیکھنا ہو تو اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سُنّت، فاضلِ بریلوی کی عبقری شخصیت کا مطالعہ کیجیے۔ اُن کی زندگی میں "چند کتابے و دوات و قلمے" کے سوا تقریر و خطابت کی کوئی گھن گرج آپ نے دیکھی ہے؟

..........اور عقلِ بے مایہ کو انگشت بدنداں رہنے دیجیے کہ:

مسلکِ اہلِ سُنّت کے نام سے امتیازِ حق و باطل کا ایک عالم گیر انقلاب جس کے مبارک و مسعود آثار، آج بحر و بر کی وسعتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ تنہا ایک شخص کے قلم کا برپا کیا ہوا ہے۔

اپنی تلخ نوائی کی معذرت چاہتے ہوئے اِس مقام پر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ:

اعلیٰ حضرت، فاضلِ بریلوی نے ہمیں لوح و قلم کا وارث بنایا تھا۔ اور ہم نصف صدی سے صرف منبر کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ اِس کا انجام یہ ہے کہ:

اب اہلِ قلم، ہماری جماعت میں نہیں پیدا ہو رہے ہیں۔ کسی مفکّر کو دیکھنے کے لئے ہماری آنکھیں ترس گئی ہیں۔

دنیا کا کوئی بھی مذہب، ہَوا میں تحلیل ہو جانے والے الفاظ کی بنیاد پر زندہ نہیں رہا ہے۔ جب تک اس کی پشت پر فکر انگیز لٹریچر نہ ہو، اُسے نہ اِستحکام حاصل ہو سکتا ہے اور نہ وہ آنے والی نسلوں میں منتقل ہو سکتا ہے.........

اگر ہماری جماعت کے اصحابِ فکر و قلم نے اِن فروگذاشتوں کی تلافی نہیں کی تو ہندوستان کی سرحدوں سے اُس پار، موجودہ امتیاز و تشخص کے ساتھ ہمارا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔

ویسے ایران اور نجد کو چھوڑ کر دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں مذہب اہلِ سُنّت اُنھیں روایات کے ساتھ، زندہ نہ ہو جن روایات کے ساتھ ہند و پاک میں زندہ ہے۔

اور یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کی جا سکتی کہ مذہب، زندہ ہو اور اُس کے پیچھے اہلِ قلم اور اہلِ ابلاغ کا وجود، سرگرمِ عمل نہ ہو۔ لیکن ماتم اپنی اِس تقصیر کا ہے کہ آفاقی سطح پر ہم اپنی تبلیغی ذمّہ داریوں سے اب تک سُبک دوش کیوں نہ ہو سکے؟

اور اِس کی وجہ سوا اِس کے اور کچھ نہیں ہے کہ:

ہم نے اپنی ساری اِنَرجی (طاقت) صرف تقریروں پر صَرف کی ہے اور پہاڑ کے برابر غلطی یہ ہوئی کہ ہم نے اپنے عوام کو بھی تقریروں کا رَسیا بنا دیا۔ اور ایسا رَسیا بنا دیا کہ تقریروں کے علاوہ تحریروں کی پذیرائی کا جذبہ ہی اُن کے اندر سے بالکل مفقود ہو گیا۔

ہم سجدۂ سہو ادا کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو حالات اب بھی قابو سے باہر نہیں ہیں۔ اور اِس کے لئے ہمیں دو بنیادی کام کرنے ہوں گے:

پہلا کام تو یہ ہے کہ ترغیب و تشویق کے جتنے بھی ذرائع ممکن ہو سکتے ہیں، اُنھیں استعمال کر کے اہلِ سُنّت میں اصحابِ قلم مفکّرین کی ایک متحرک و فعّال جماعت تیار کی جائے۔

اور دوسرا کام یہ ہے کہ اپنے عوام میں قلمی خدمات کی پذیرائی اور قدر دانی کا ایسا پُر خلوص جذبہ پیدا کیا جائے کہ وہ تحریری کام کو زندہ رکھنے کے لئے ہر طرح کی معاونت کریں۔"اِلٰی آخِرِہٖ۔

آپ کا قدر داں:۔ ارشد القادری۔ فیض العلوم جمشید پور۔ یکم فروری ۱۹۸۹ء۔

(مطبوعہ۔ ماہنامہ حجازِ جدید، دہلی۔ شمارہ شعبان ۱۴۰۹ھ/ مارچ ۱۹۸۹ء۔ ص ۸۸ تا ص ۹۱۔ نقوشِ فکر۔ مطبوعہ اسلامک پبلشر۔ مٹیا محل، جامع مسجد۔ دہلی۔ ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء)

(۲)........." بیرونِ ملک کے طویل سفر سے واپسی کے بعد مارچ اپریل (۱۹۹۱ء) کے مشترک شمارے کا اداریہ پڑھا۔

ہر ماہ، حجاز کی زمین پر اپنے خونِ جگر سے جو نئے نئے گل بوٹے آپ سجاتے ہیں، دیدۂ شوق کی آسودگی کے لئے وہی کیا کم تھے کہ:

Marfat.com

اس بار آپ نے دماغ کی سب سے اونچی سطح پر ایک ایسا گل کھلایا ہے جس کی خوشبو سے جذبہ واحساس ہی نہیں بلکہ کاغذ کا پیرہن تک معطّر ہو گیا ہے۔

اپنے بہت سارے ذیلی شعبوں کے ساتھ ''دارُالقلم'' کے قیام کا اعلان پڑھ کر میں حیران وششدر رہ گیا۔

آپ کے متعلق میرا سب سے بلند تصور یہ تھا کہ:

آپ ایک بہت اچھے صاحبِ قلم، ایک فلک پیما مفکّر، ایک صاحبِ طرز ادیب، اور جذبات واحساسات کے ایک انقلابی ترجمان ہیں۔''

لیکن تازہ اداریہ کے ذریعہ، پہلی بار اِس حیثیت سے آپ کا تعارف ہوا کہ:

آپ، اہلِ سُنّت کے فکری اور علمی مستقبل کے بہت بڑے منصوبہ ساز بھی ہیں۔''

خدائے قدیر آپ کی اُن انگلیوں کی حفاظت فرمائے جو اَب تک صرف قلم پر تھیں لیکن اب ایک شکستہ حال قوم کی نبض پر ہیں۔''

آپ بھی بدلتے ہوئے حالات کا یہ تماشا دیکھ رہے ہوں گے کہ:

اب بتدریج، زبان کی مصنوعات کی مارکیٹ، ڈاؤن ہوتی جارہی ہے۔ یہاں تک کہ جو طبقہ، الفاظ کے کاروبار پر اب تک زندہ تھا۔ وہ اب اپنی معیشت کے لئے دوسرے ذرائع کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

............خدا آپ کو نظرِ بد سے بچائے اور آپ کے جذبے کی تکمیل کے لئے پردۂ غیب سے وسائل فراہم کرے۔

خدا نے چاہا تو اِس خارزار وادی میں آپ مجھے بھی اپنا شریکِ سفر پائیں گے۔

کار آسی کے اِس شعر پر اپنا یہ مکتوب تمام کرتا ہوں:

بہر صورت، طلب لازم ہے آبِ زندگانی کی
اگر پایا خضر تم ہو، نہ پایا تو سکندر ہو

وَالسّلام :۔ارشد القادری۔ بانی ومہتمم جامعہ حضرت نظام الدین اولیا۔ نئی دہلی ۱۳۔

(مطبوعہ۔ ماہنامہ حجازِ جدید، دہلی۔ شمارہ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ/ستمبر ۱۹۹۱ء۔ و ص ۲۳۷ و ۲۳۸ ۔نقوشِ فکر۔ مطبوعہ اسلامک پبلشر۔ مٹیا محل، دہلی۔ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)

Marfat.com

لگے ہاتھوں راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) کی ایک کتاب "امام احمد رضا اور رَدِّ بدعات" پر آپ کی تحریر کردہ "تقدیم" (محرَّرہ مئی ۱۹۸۸ء) کے دو اقتباسات بھی ملاحظہ فرماتے چلیں:

"ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اشرفیہ مبارک پور کے زمانۂ تدریس میں طلبہ کے اندر تحریری ذوق کی بیداری اور ان کی فکری رہنمائی کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے اس کے اثرات آج پورے ملک میں محسوس کیے جا رہے ہیں۔ اور اہلِ سُنّت کی نئی نسل کے درمیان، تصنیف و تالیف کا رُجحان تیزی سے بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے۔

عربی علوم و فنون میں گہرے رُسوخ کے ساتھ وہ بالغ نظر مفکر اور بلند پایہ محقق کی حیثیت سے بھی اپنے اَقران میں امتیازی خصوصیت کے حامل ہیں۔

اپنی گراں قدر تصنیفات کے ذریعہ ایک شہرۂ آفاق مصنّف کی حیثیت سے وہ دنیا کے بیشتر حصوں میں جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اخلاقی محاسن کے اعتبار سے بھی وہ ایک پُرکشش شخصیت کے مالک ہیں۔ علم و فضل کے ساتھ دیانت و تقویٰ کی نعمت سے بھی وہ آراستہ ہیں۔

اور بلاشبہ، یہ ثمرہ ہے حضور حافظِ مِلّت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے فیضانِ صحبت کا جس نے انھیں پیکرِ محاسن و جامعِ کمالات بنا دیا۔

اوقات کا تحفظ اور زندگی میں نظم و ضبط ان کی قابلِ تقلید خصوصیات سے ہیں۔ قلمی کام کرتے کرتے، تنہائی کے وہ اس قدر عادی ہو گئے ہیں کہ ہجوم سے انھیں وحشت ہونے لگتی ہے۔

"کام زیادہ، باتیں کم" کے اصول پر وہ سختی سے عمل پیرا ہیں۔

موصوف کی گفتگو میں جذبات کا عنصر، کم اور معقولیت کا عنصر، زیادہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دانشوروں کے حلقے میں ان کا اثر و نفوذ، دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔

اور ان کا وہ ہُنر، جس نے اہلِ علم و ادب سے ان کی شخصیت کا لوہا منوالیا ہے، وہ ان کی سحر انگیز اور دل رُبا طرزِ تحریر ہے۔ جو عام فہم، سادہ اور سلیس ہونے کے باوجود اتنی پُرکشش، اتنی خوبصورت اور اس درجہ ادبی محاسن سے آراستہ ہے کہ پڑھیے تو پڑھتے رہیے۔

زبان کے رُخ سے ان کی تحریر میں جو خوبیاں ہیں وہ اپنی جگہ ہیں۔ قوتِ استدلال اور بلندیٔ فکر اور مَواد کے اعتبار سے بھی ان کا قلم اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔" الخ

(ص ۱۶۔ "تقدیم" محرَّرہ مئی ۱۹۸۸ء۔ بقلم علامہ ارشد القادری۔ مشمولہ "امام احمد رضا اور رَدِّ بدعات

دستکرات"۔ طبع رابع ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء۔ مطبوعہ ہندو پاک)

............ورلڈ اسلامک مشن کے ایک مؤقّر وفد نے "جمعیۃُ الدّعوۃِ الاسلامیۃ العالمیۃ" کی دعوت پر اس کی تیسری بین الاقوامی کانفرنس منعقدہ ۱۵؍تا ۲۰؍ستمبر ۱۹۸۶ء طرابلس (لیبیا) میں شرکت کی۔ دہلی سے لندن اور وہاں سے طرابلس (لیبیا) پہنچ کر وفد نے کانفرنس کی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ اور لندن ہوتے ہوئے ہماری واپسی ہوئی۔

لیبیا اور برطانیہ میں تین ہفتہ تک مولانا موصوف اور راقم سطور ارشد القادری کا ساتھ رہا۔ اس سفر میں بہت قریب سے ان کی صلاحیتوں کا جائزہ لینے کا موقع ملا۔ متعدد وفود و شخصیات سے ملاقات، بین الاقوامی مسائل پر گفتگو، اور دعوت و تبلیغِ اسلام کے لئے نئی نئی راہیں نکالنے کے لئے ان کا ذہن جس تیزی و رَوانی اور وُسعت و جامعیت کے ساتھ کام کرتا رہا، اُس کا اعتراف سارے شرکاے وفد نے کیا اور تحسین آفرین کی نظروں سے دیکھا۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (ص ۱۷۔ حوالہ مذکورہ)

"بلاشبہ، حضرت مولانا محمد یٰسٓ اختر مصباحی پوری دنیاے سُنّیت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ پہاڑ کھود کر انھوں نے جو ے شیر نکالا ہے۔ اور مجھے کہنے دیجیے کہ پہاڑ کھودنے کے بعد بھی انھیں کچھ نہیں ملتا اگر سچائیوں کا خود اپنا کوئی وجود نہ ہوتا۔

اور یہی بات بھی ہے کہ ہزار پردہ ڈالنے کے بعد بھی حقیقت کی کرن، کسی نہ کسی مَنفذ سے پھوٹ کر رہی۔ اسی طرح برصغیر ہند میں دینی و ملّی سرگرمیوں کی صحیح تاریخ مرتّب کرنے کے لئے اہلِ سُنّت کے مصنفین کو مواد ہاتھ آئے۔

اس گراں قدر خدمت کے لئے پاکستان میں پروفیسر، ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مجدّدی مظہری اور ہندوستان میں حضرت مولانا محمد یٰسٓ اختر مصباحی کو قدرت نے ایسا لگتا ہے کہ چن لیا ہے۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (ص ۳۰۔ حوالۂ مذکورہ)

چلتے چلتے، حضرت مولانا شبنم کمالی (متوفی ۱۹؍اگست ۲۰۰۴ء) کا یہ فکر انگیز اور حوصلہ افزا مکتوب بھی نذرِ قارئین ہے:

.........جہاں آپ کا جذبۂ ملّی، قابلِ قدر ہے وہیں آپ کا، فروغِ مسلک کے لئے معروفِ عمل ہونا بھی لائقِ صد ستائش ہے۔

رضا اکیڈمی بمبئی کی جانب سے اِنعام و اعزاز، پھر مادرِ علمی (اشرفیہ مبارک پور) کے لئے

Marfat.com

آپ کا ایثار بھی دیکھنے کو ملا۔ اِسی طرح پاکستان میں آپ کے معروف لمحوں سے بھی باخبر ہوا۔ دارُالقلم دہلی کے نام سے آپ کا قلمی و تنظیمی کارنامہ تو پہلے ہی نظر نواز ہوا۔ دسمبر ۱۹۹۱ء کے شمارہ میں آپ کے منصوبہ کی جھلک بھی دیکھنے میں آئی۔ یقیناً نوکِ قلم کا اِس کو "ایک عہد آفریں انقلاب" کہنا، بالکل درست ہے۔

............وہ بھی سرزمینِ دہلی پر، معمولی ہمت و استقلال اور جذبۂ عمل کی بات نہیں۔

خدا کرے کہ آپ اپنے مقصدِ خیر میں بدرجۂ احسن کامیاب ہو سکیں۔ اور بہتر سے بہترین کی طرف آپ کا قلم اور قدم، دونوں اُٹھتا رہے۔

اور آپ بجا طور پر اپنے معاصرین سے کہہ سکیں کہ:

ابھی تم میری خاکِ رہ گذر سے کھیلنا سیکھو
مری پرواز کی رفعت، نہ سمجھو گے کہاں تک ہے

شبنم کمالی، لُو ام۔ دربھنگہ۔ بہار (مطبوعہ۔ ماہنامہ حجاز جدید، دہلی۔ شمارہ جنوری ۱۹۹۲ء)

مولانا شبنم کمالی کے تحریر کردہ شعر کے ساتھ اگر مَیں اِس شعر کا اضافہ کر دوں تو بے جا نہ ہوگا کہ:

قفس کی تیلیوں سے لے کے، صحنِ گلستاں تک ہے
مری دنیا یہاں سے ہے، مری دنیا وہاں تک ہے

اور قارئین کی خدمت میں یہ درخواست کرتے ہوئے اب اجازت چاہوں گا کہ:

اِسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا
زمیں اور بھی آسماں اور بھی ہیں

وَاللّٰهُ الْهَادِی وَالْمُوَفِّقُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَان۔

Marfat.com

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

شعور وعرفانِ مذہب ومسلک

فیضانِ محبت عام تو ہے، عرفانِ محبت عام نہیں
اللہ اگر توفیق نہ دے، انسان کے بس کا کام نہیں

شعور وادراک اور علم وعرفان، ربّ کائنات کا وہ عطیہ اور انعامِ گراں قدر ہے جس سے سرفراز ہونے والے انسان یقیناً بڑے ہی باتوفیق اور سعید وصالح ہوا کرتے ہیں۔ فضل وعنایتِ خداوندی سے ہی ایسے باثر افراد انسانوں کی رہنمائی ودستگیری ہوا کرتی ہے اور نصیبہ کی اس ارجمندی سے وہ کونین کی سعادتوں سے ہم کنار ومالا مال ہوجاتے ہیں۔

ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم۔ (سورۃ الحدید آیت ۲۱)

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اُسے دے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

"سوادِ اعظم اہلِ سنّت وجماعت" بِفَضْلِہٖ تَبَارَکَ وَتَعالیٰ وبِکَرَمِ حَبِیْبِہٖ الْاَعْلیٰ عَلَیْہِ وعَلیٰ آلِہٖ اَفضلُ الصَّلوات واَکرمُ التَّسلیمات اِس خوش بختی اور اقبال مندی سے بہرہ ور ہیں کہ وہ اُس منتخب طبقۂ انسانی وافرادِ اُمّتِ محمدی میں ہیں جو سُنّت ووراثتِ نبوی کے حامل وامین ہوکر صراطِ مستقیم پہ گامزن اور رضائے رب ورضائے رسول وآلِ رسول کی نعمتِ لازوال سے بہرہ وَر اور فائز المرام ہیں۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ وَالشُّکْرُ۔

عقائدِ قطعیہ اجماعیہ کے ماننے والے سارے مسلمان "سوادِ اعظم" میں شامل ہیں۔ علما وفقہاے اسلام کا کوئی فرعی اختلاف ان میں سے کسی کو "سوادِ اعظم" سے خارج کرنے کا سبب نہیں بن سکتا۔ جملہ اشاعرہ وماتریدیہ ومقلّدینِ ائمۂ اربعہ "سوادِ اعظم" کا حصہ اور اس کے افراد وارکان ہیں۔

ارشادِ نبوی: اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ، (سوادِ اعظم کی پیروی واتباع کرو) کے بارے میں مِرقاۃُ المفاتیح میں ہے:

"اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعظَمَ" ۔وَالْمُرادُ مَا عَلَیْہِ اَکثرُ الْمُسْلِمِیْنَ۔

قِیلَ: وھٰذا فِی اُصُولِ الْاِعتقاد کَاَرْکانِ الاسلام۔

Marfat.com

وَاَمَّا الفُرُوْعُ كَبُطْلَانِ الْوُضُوْءِ بِالْمَسِّ مَثَلاً فَلَاحَاجَةَ فِيْهِ اِلَى الْاِجْمَاعِ۔ بَلْ يَجُوزُ اِتِّبَاعُ كُلِّ وَاحِدٍمِنَ الْمُجتهِدين كَالْاَئِمَّةِ الْاَرْبعة۔

وَمَاوَقَعَ مِنَ الخِلافِ بينَ الْمَاتُرِيدِيةِ والْاَشْعَرِيَّةِ فِي مسائل فَهِيَ تَرجِعُ اِلَى الْفُرُوْعِ فِي الْحَقِيْقَةِ ۔فَاِنَّهَا ظَنِّيَّاتٌ ،فَلَمْ تَكُنْ مِنَ الْاِعْتِقَادِيَاتِ الْمَبْنِيَّةِ عَلَى الْيَقِيْنِيَّاتِ۔

بَلْ قَالَ بعضُ الْمُحَقِّقِين:اِنَّ الْخُلْفَ بينَهُمَافِي الكُلِّ لَفْظِيٌّ۔اہ

(ص ۳۸۳۔ مِرقَاةُ الْمَفاتِيح۔اَلْمجَلّد الْاَوّل۔ حدیث نمبر۱۷۴۔ مطبوعہ دارُ الکتبِ العلمیۃ۔ بیروت)

مندرجہ بالاعبارت پیش کر کے اس کا ترجمہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی نے اِس طرح کیا ہے:

"سوادِ اعظم کی پیروی کرو۔ اِس سے مُراد، اکثر مسلمانوں کا مذہب ہے۔ یعنی اصولِ عقائد ،جیسے ارکانِ اسلام میں اکثر مسلمانوں کا مذہب۔

رہے فروعی مسائل جیسے چھونے سے (امام شافعی کے نزدیک) مثلاً وضو کا ٹوٹ جانا، تو اس میں اجماع کی حاجت نہیں۔ بلکہ اِس میں مجتہدین ۔ جیسے چاروں ائمہ۔ میں سے ہر ایک کا اتباع، جائز ہے۔

اور چند مسائلِ عقائد میں ماتریدیہ اور اشاعرہ کے درمیان جو اختلاف ہے ،وہ مسائل حقیقت میں فروع سے ہی ہیں۔ کیوں کہ وہ ظنّی مسائل ہیں۔ اعتقادیات سے نہیں ہیں جن کی بنیاد، یقین پر ہوتی ہے۔

اور بعض محققین نے فرمایا کہ:

ان دونوں گروہوں کے سارے اختلافی مسائل، حقیقی و معنوی اختلافات سے نہیں۔ بلکہ سب کے سب لفظی اختلافات سے ہیں۔ "مِرْقَاةُ الْمَفَاتِيح۔"

(ص ۲۰و ص ۲۱۔ "عصرِ حاضر میں مسلکِ اہلِ سُنّت کی مترادف اصطلاح بمسلکِ اعلیٰ حضرت" مؤلفہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی۔ مکتبہ برہانِ ملت مبارک پور۔ ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی۔ طبع اول، ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء)

اکابر و اسلافِ کرام و مشاہیرِ اسلام و علما و صوفیہ و مشائخِ عظام کے ارشادات و فرمودات، ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ اور یہ وہ نقوشِ ہدایت ہیں جو کتاب و سنت سے مستفاد و مستنیر ہیں۔

Marfat.com

جن کی پیروی و اتباع ہمارے لئے باعثِ فلاح و نجات ہے۔

کسی تفصیل و تحقیق سے قطعِ نظر چند معروضات، نذرِ قارئین ہیں جن پر توجہ دے کر اُن پر عمل کیا جائے تو ہمارے بہت سے مسائل کا حل اور بہت سی مشکلات کا ازالہ ہونے کے ساتھ ہماری اجتماعی زندگی کی بہت سی کامیابیوں کے راستے ہمارے سامنے کشادہ ہو سکتے ہیں۔

نورُ العارفین، حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد قادری برکاتی نوری مارہروی (وصال ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام میں وابستگانِ سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کو خصوصی طور پر اور سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کو عمومی طور پر نصیحت فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

پہلی نصیحت و وصیت یہ ہے کہ:

ایمان و اسلام کو قبول کرنے کے بعد مذہب اہلِ سُنّت و جماعت پر ثابت قدم رہیں۔ اور حنفی مسلک و قادری مشرب کے مطابق اپنا ظاہر و باطن آراستہ رکھیں۔

یعنی بالفاظِ دیگر اپنا ظاہر، شریعتِ غرّا (روشن و تابناک شریعت) کے موافق۔ اور باطن، طریقتِ عالیہ کے مطابق بنائیں۔

شریعت میں حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنْہُ کے مُقلِد رہیں۔ اور طریقت میں حضور غوثِ اعظم، سیدنا عبدالقادر جیلانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنْہُ کے مُتّبع و فرماں بردار بنیں۔ تمام احکامِ اسلام کی تعمیل و پیروی اپنے اوپر فرض جانیں۔

علما و فقرا کا ادب ملحوظ رکھیں۔ خانقاہ و درگاہ شریف کی خدمت بجالاتے رہیں۔ نمازِ پنج گانہ کے لئے مسجد کی حاضری اور نماز با جماعت اختیار کریں۔

خصوصاً والدین اور اپنے شیخِ طریقت اور علومِ دینیہ کے اساتذہ اور ان کی اولاد کی خدمت گذاری میں کوشش کرتے رہیں۔

اپنے شیخ طریقت کو اپنے زمانہ کے تمام مشائخ سے اپنے حق میں برتر و بالا جانیں۔ اپنے آپ کو تمام مخلوقاتِ الٰہی سے ذلیل و بے قدر سمجھیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ تواضع پسند اور منکسرُ المزاج رہیں۔"

(ص ۲۷ و ۲۸۔ سِرَاجُ الْعَوَارِف فِی الْوَصَایا وَالْمَعارِف۔ مؤلفہ نورُ العارفین، سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی۔ اردو ترجمہ (بنامِ شریعت و طریقت) از مفتی محمد خلیل خاں برکاتی۔ حیدرآباد، سندھ۔ مطبوعہ۔ مکتبہ جام نور۔ دہلی)

سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کو جس مذہب و مسلک کی پیروی و پابندی کی ہدایت و تاکید

Marfat.com

حضرت نورُ العارفین مارہروی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمائی ہے اور جس کا اِلتزام کرنے والوں کوسنّی اور اہلِ سُنّت کہا جاتا ہے، وہ ایک مشہور و معروف حقیقت ہے۔ جس کی تعبیر و تشریح ، مشاہیر علما و مشائخ اہلِ سُنّت اپنی تحریرات و ہدایات کے ذریعہ بار بار کر چکے ہیں۔

''مسلکِ اہلِ سُنّت'' ''مسلکِ صحابہ و تابعین'' ''مسلکِ امامِ اعظم'' ''مسلکِ اکابر و اسلاف'' ''مسلکِ علما و محدّثین'' ''مسلکِ سلسلۂ ولی اللّٰہی عزیزی'' ''مسلکِ علماے فرنگی محل'' ''مسلکِ خیرآباد و بدایوں'' اور ''مسلکِ اعلیٰ حضرت''۔ یہ سب ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیریں ہیں۔ جن میں ''مسلکِ اہلِ سُنّت'' ہند و پاک بلکہ عالَمِ اسلام کی سب سے قدیم اور رائج اصطلاح ہے۔

صحیح عقائد و افکارِ اسلامی اور مَراسم و معمولاتِ اہلِ سُنّت کے اظہار اور عوام و خواصِ اہلِ سُنّت کو عقائد و اَفکارِ باطلہ و فِرَقِ ضالّہ سے محتاط و مُحترِز اور ممتاز رکھنے کے لئے علما و مشائخ اہلِ سُنّت نے بیسویں صدی عیسوی کے نصفِ اول میں سنّی اور اہلِ سُنّت کی جامع و مانع تعریف فرمادی ہے۔

صدرُ الشریعہ، مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی (وصال ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) تحریر فرماتے ہیں:

''اہلِ سُنّت و جماعت وہ ہیں جو:

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے عقائد پر ہوں۔

حدیث میں ہے: قَالُوا: مَنْ هُمْ یَارَسُولَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: مَااَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِی۔

یا یوں سمجھیے کہ: حضرت امام ابو منصور ماتُرِیدی اور حضرت امام ابوالحسن اَشعَرِی نے سُنّیوں کے جو عقائد بیان کیے ہیں، اُن پر عقیدہ رکھے۔

اور اب یہ گروہ، چار مذاہب میں منحصر ہے: حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔

اور جو اِن چاروں سے باہر ہے، وہ باطل پر ہے۔

علّامہ سید طحطاوی، حاشیۂ دُرِّ مختار میں فرماتے ہیں:

وهٰذِهِ الطَّائِفَةُ النَّاجِيَةُ قَدِاجْتَمَعَتِ الیَومَ فِی مَذَاهِبَ اَربعةٍ۔

وهُمُ الحَنفِیُّون والمالِکیُّون والشَّافِعِیُّون والحَنبلِیُّون ۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تعالیٰ۔

ومَنْ کَانَ خَارِجاً عَنْ هٰذِهِ الاَربعةِ فِی هٰذاالزَّمانِ فَهُوَمِنْ اهلِ البِدعةِ والنَّارِ۔

شاہ ولی اللہ صاحب (دہلوی) رسالہ ''اَلاِنصاف'' میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

بعدَ المِائَتین ظھرَالتَّمَذْھَبُ لِلْمُجتھِدین بِاَعْیَانِھِم۔وقَلَّ مَنْ کانَ لایَعتمِدُ عَلٰی مَذھبِ مُجتھِدٍ بِعَیْنِہ۔

قاضی ثناءاللہ (محدِّ دی، پانی پتی) صاحب ''تفسیر مظہری'' میں لکھتے ہیں:

اَھلُ السُّنَّۃِ قداِفترقتْ بعدَالقُرونِ الثَّلٰثۃِ اَوِالْاَربعۃِ عَلٰی اَرْبعۃِ مذاھب۔لَمْ یَبْقَ فِی الفُروعِ سِویٰ الْمَذاھِبِ الْاَرْبعۃ۔واللّٰہُ تعالیٰ اعلم۔

(ص ۳۲۷۔فتاویٰ امجدیہ۔جلدِ چہارم۔مطبوعہ دائرۃُ المعارف الامجدیہ۔قصبہ گھوسی۔ضلع مئو۔ اتر پردیش۔انڈیا۔۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)

آل انڈیا سُنّی کانفرنس، مرادآباد (قائم شدہ ۱۹۲۵ء) کی تنظیم وتشکیل (زیرِقیادت صدرُالافاضل، مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی ۔وصال ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) کے وقت متحدہ ہندوستان کے مشاہیر علماومشائخ اہلِ سُنّت وجماعت، مثلاً: صدرُالشریعہ، مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی وصدرُالافاضل، مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی ومفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری بریلوی ومحدِّثِ اعظمِ ہند، مولانا سید محمد مُحدِّث اشرفی کچھوچھوی ومبلّغِ اسلام، مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی اورابوالحسنات، مولانا سید محمد احمد قادری لاہوری رِضْوَانُ اللّٰہِ علَیھِم اَجمعِین نے مشترکہ ومتفقہ طور سے اہلِ سُنّت وجماعت اورسُنّی کی تعریف اِس طرح کی ہے:

''سُنّی وہ ہے جومَآاَنَاعَلَیْہِ وَاَصْحَابِی کامِصداق ہو۔یہ وہ لوگ ہیں جو:

حضرت شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی وملک العلما، سندُالفضلا، بحرالعلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی وحضرت مولانا فضلِ حق خیرآبادی وحضرت مولانا شاہ فضلِ رسول بدایونی وحضرت مفتی ارشادحسین مجدِّدی رام پوری اورحضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا بریلوی کے مسلک پر ہوں۔''

(ص ۹۔اَلْفقیہ۔امرتسر، پنجاب۔مورخہ ۲۱ راگست ۱۹۲۵ء)

راہِ حق پرسَوادِاعظم اہلِ سُنّت وجماعت ہی ہیں اورانھیں کی راہ، صراطِ مستقیم ہے۔

اِس سلسلے میں فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ /۲۸ راکتوبر ۱۹۲۱ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ ارشادفرماتے ہیں:

''ہم ہمیشہ، جمہورسَوادِاعظم کے پَیرو ہیں۔''

(ص ۵۹۰۔حیاتِ اعلیٰ حضرت۔مؤلفہ مولانا محمد ظفرالدین قادری رضوی عظیم آبادی۔مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ۔لاہور)

Marfat.com

اور اہلِ سُنّت و جماعت کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''جو سَوادِ اعظمِ مسلمین کے پَیرو ہیں ۔ جن کے اِتّباع کا متواتر حدیثوں میں حکم ہے ۔

اور حدیث نے مذہبِ حق کی پہچان یہی بتائی ہے:

اِتَّبِعُوا السَّوَادَالْاَعْظَمَ ۔ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّار ۔

مسلمانوں کے سَوادِ اعظم (بڑے گروہ) کی پیروی کرو، کہ جو اس سے جُدا ہوا، وہ جہنم میں گیا۔"

ہر شخص جانتا ہے کہ مسلمانوں کا بڑا گروہ، مقلِّدین ہیں ۔ غیر مقلِّدین بہت قلیل ہیں۔'' الخ

(۵۹۶ ۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت ۔ مؤلفہ مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی ۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ۔ لاہور ۔)

بقدرِ ضرورت، تحصیلِ علمِ دین کی ترغیب دیتے ہوئے حضرت نورُ العارفین مارہروی قُدِّسَ سِرُّہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

چوتھی نصیحت یہ ہے کہ: بقدرِ ضرورت، کتاب و سُنّت سے علمِ دین کی تحصیل میں پوری پوری جدوجہد کریں اور اِس فریضہ کو دوسرے تمام اُمور پر مقدّم رکھیں۔

اِس سے فراغت پاکر پھر طریقۂ باطنی (سلوک و تصوف) میں قدم رکھیں ۔ اِس لئے کہ جاہل صوفی اور ناواقف عبادت گذار، شیطان کا مَسخرہ ہے ۔ اور محض ناکارہ اور نا قابلِ قبول ۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۳۰ ۔ سِرَاجُ العَوَارِف ۔ مطبوعہ دہلی)

دینی تصلُّب و اِستقامت کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ساتویں نصیحت یہ ہے کہ: اپنے دین و عقائد پر ایسے سخت اور مضبوط رہیں کہ دوسرے، متعصِّب سمجھیں ۔ اِس لئے کہ دینِ حق اور عقائدِ حقّہ میں تصلُّب، مقبولیت کی علامت ہے اور محمود و پسندیدہ۔

اور دینِ باطل میں غُلو (غالی ہونا، اَڑ جانا) بد بختی کی نشانی ہے اور مذموم و ناپسندیدہ۔

فُقرا و مَساکین اور غُربا سے اُنس و محبت اختیار کریں ۔ دنیادار اُمَرا اور اَہلِ دولت سے دور بھاگیں اور اُن سے پرہیز کریں ۔ فاسقوں، فاجروں اور بے باک کافروں مُشرِکوں سے خود کو دور رکھیں ۔ نیز غیر مُسلموں اور شرک پسندوں سے دور بھاگیں۔

اِس لئے کہ بُری صحبت، مقناطیس اور لوہے کی مانند ہے ۔ یعنی بُری صحبت، بدسیرتوں کو اِس طرح کھینچتی ہے جیسے مقناطیس، لوہے کو کھینچتا ہے ۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۳۳ ۔ ۳۴ ۔ سِرَاجُ العَوَارِف ۔ مطبوعہ دہلی)

Marfat.com

لُمعہ ثانیہ جس میں عقائدِ اہلِ سُنّت و جماعت کا اِجمالی بیان ہے، اُس کے نور (۱۵) میں آپ ارشاد فرماتے ہیں:

ہمارے اِس دَور میں ۱۲۳۹ھ کے آغاز سے ایک گمراہ ترین فرقہ۔ جس کا آغاز بدعت اور بین المسلمین رَخنہ ڈالنا اور انجامِ کار، اِلحاد و زندقہ ہے۔ ہندوستان میں نمود پا چکا ہے۔

اِس فرقہ کو اہلِ عرب (بلکہ تمام عجمی بھی) وہابی کہتے ہیں۔ یہ فرقہ محمد بن عبدالوہّاب نجدی کی طرف منسوب ہے جو عرب شریف (خطۂ نجد) میں پیدا ہوا۔

اِس گمراہ فرقے سے ہرگز ہرگز خلط ملط کو رَوا نہ رکھیں۔ اِس ننگ و عار طائفہ نابکار کی شناخت کے لئے یہی ایک بات جو مَیں کہتا ہوں، کافی ہے کہ:

یہ فرقہ، رافضیوں کا بھی بڑا باپ ہے۔ رافضی اگر صحابۂ کرام کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں تو یہ فرقہ خود جنابِ رسولِ مقبول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی جنابِ پاک بلکہ بارگاہِ الٰہی میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتا ہے۔ اسی لئے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جنابِ پاک کی طرف اِمکانِ کِذب کی نسبت کرتے ہیں۔ ''اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (ص ۶۲۔ سِرَاجُ العَوَارِف فِی الوَصَایَا والمَعَارِف۔ مؤلفہ نورُ العارفین، سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی۔ اردو ترجمہ (بنام شریعت و طریقت) از مفتی خلیل احمد خاں برکاتی، حیدرآباد، سندھ۔ مطبوعہ۔ مکتبہ جام نور۔ دہلی)

سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت، متحدہ ہندوستان کے تسلسل و توارث کو بیان کرتے ہوئے ۔ تقریباً ہزار سال قبل تک کے اکابر صوفیہ و مشائخ کے اَسمائے گرامی درج کرتے ہوئے **شیر بیشۂ اہلِ سُنّت** حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی ثم پیلی بھیتی (وصال ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء) عَلَیہِ الرَّحمۃُ والرِّضوَان تحریر فرماتے ہیں:

.........زمانہ موجودہ سے پیشتر جو ہمارے اگلے پُرکھے باپ دادا سُنّی مسلمان تھے، اُن کا دین و مذہب وہی تھا جو حضور سیدنا غوثِ اعظم و حضور خواجہ غریب نواز و حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی و حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و حضرت بابا فریدالدین گنج شکر و حضرت شیخ المشائخ سلطانُ الاولیا نظام الدین محبوبِ الٰہی و حضرت داتا گنج بخش لاہوری و حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی و حضرت قطبِ عالم پنڈوی و حضرت مخدوم جہاں گیر اشرف سمنانی کچھوچھوی و حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری و حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری و حضرت

Marfat.com

شاہ وجیہُ الدین علوی گجراتی وحضرت شاہ عالَم احمد آبادی وحضرت شاہ پیر محمد سَلونی وحضرت مخدوم علی احمد علاء الدین صابر کلیری وحضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلوی وحضرت مخدوم بندہ نواز گیسودراز وحضرت میراں سیدعلی داتا وحضرت سالار مسعود غازی وحضرت بدیع الدین شاہ مدار وحضرت مخدوم علی فقیہ مہائمی وحضرت سیدشاہ برکت اللہ قادری مارہروی وحضرت سیدشاہ اچھے میاں مارہروی ودیگراولیاے کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنۡھُم کاتھا۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص۴۹۴۔رَدّ ِ صلحِ کلیت (مختصر مجموعۂ فتاویٰ) ازحضرت مولانا حشمت علی لکھنوی پیلی بھیتی ۔مطبوعہ رضاے خواجہ پبلی کیشنز۔اجمیر شریف۔۲۰۱۲ء)

بے دینی وبدمذہبی کے رَدّ وطرد کے طریقۂ اکابر واسلافِ اہلِ سُنّت کے بارے میں شیر بیشۂ اہلِ سُنّت،حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی ثمّ پیلی بھیتی عَلَیۡہِ الرَّحۡمَۃُ تحریر فرماتے ہیں:

سَلفاً خلفاً ہر قرن وطبقہ میں صحابہ وتابعین وتبع تابعین وائمہ دین رِضوانُ اللّٰہِ عَلَیۡھِم اَجمعِین سے لے کر حضرت مولانا بحرالعلوم ملکُ العُلما عبدالعلی لکھنوی وشاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اوران کے بعد مولانا رشید الدین خاں صاحب دہلوی،مولانا احمد سعید صاحب نقشبندی مجدِّدی دہلوی،مولانا فضلِ رسول صاحب بدایونی،مولانا مولوی فضلِ حق صاحب خیرآبادی، غرض ۱۳۱۱ھ تک کے عُلما کا یہی دأب (طریقہ) رہا۔ہمیشہ عُلماے اہلِ سُنّت نے بدمذہبی وبدمذہباں کے رَدو تفضیح کواہم مقصد سمجھا۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ ۔ (ص۵۵۴۔رَدّ ِ صلحِ کلیت)

حضرت مجدِّدِ الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی کے یہ ارشادات،حضرت شیر بیشۂ اہلِ سُنّت،اِس سے پہلے نقل فرما چکے ہیں کہ:

اور دینِ حق ومذہب حق کی حمایتِ حقّہ کا بقدرِ قدرت وبشرطِ اِستطاعت فرضِ اہم ہونا توضرورتِ دینیہ سے روشن اورقرآن وحدیث میں مُبَرۡہَن ہے۔

حضرت مجدِّدِ الفِ ثانی رَحمۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ کاارشاد ہے:

تولّا بے تبرّا نیست ممکن۔

یعنی جب تک خدااور رسول جَلَّ جَلالُہٗ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیۡہِ وعَلیٰ آلِہٖ وسَلّم کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اُس وقت تک خدااور رسول جَلَّ جَلالُہٗ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیۡہِ وعَلیٰ آلِہٖ وسَلّم کی محبت حاصل ہی نہیں ہوسکتی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی رَحمۃُ اللّٰہِ تعالیٰ عَلَیہِ کا فرمان ہے کہ:

دینی معاملے میں چشم پوشی کرنا اور جو باتیں شرعاً ناجائز و ناپسندیدہ ہیں اُن کو دیکھتے سنتے ہوئے بھی تعصُّب نہ کرنا اور اپنے دین کے معاملے کو اہمیت نہ دینا اور دین و شریعت کا جو حق واجب ہے اُس سے درگذر کرنا، یہی مُداہنت ہے۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۵۱۸۔ رَدِّ صلحِ کلّیت۔ مطبوعہ اجمیر شریف۔ ۲۰۱۲ء)

تعصُّبِ محمود اور تصلُّبِ دینی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

............بلکہ جس تعصُّب کو حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّم نے مذموم اور بُرا فرمایا ہے اُس کے معنی صرف یہی ہیں کہ:

باطل و کِذب و جَور و ظلم کی حمایت کی جائے۔

لیکن دینِ حق کی نُصرت و اِعانت، مذہبِ حق کی حفاظت، اَمرِ حق کی طرف داری و اِشاعت، اسی طرح دینِ باطل کی اِہانت، مذہبِ باطل کی نِکایت، اہلِ باطل کی اِہانت، اَمرِ باطل کی مخالفت، ہرگز تعصُّبِ مذموم نہیں۔

بلکہ یہی وہ تعصُّبِ محمود ہے جس کو علمائے اہلِ سُنّت کی اصطلاح میں "تصلُّب" کہتے ہیں۔"

(ص ۵۲۴۔ رَدِّ صلحِ کلّیت۔ مطبوعہ اجمیر شریف۔ ۲۰۱۲ء)

گمراہی کے شکار اَفراد کے لئے اِفہام و تفہیم اور اصلاحی کوشش کے تعلق سے عامۂ علمائے اہلِ سُنّت کے لئے حکمِ شرعی تحریر کرتے ہیں:

..........جن کو دیکھیں کہ شبہات میں معاذَاللّٰہ مبتلا ہیں اُن کے شبہات، رِفق و نرمی کے ساتھ زائل کرنے کی سَعی کریں۔

جن لوگوں کو غلط فہمی یا نافہمی یا ناواقفی کے سبب، مذہبِ اہلِ سُنّت سے بھٹکتا ہُوا دیکھیں، اُن کو مہربانی و آشتی کے ساتھ سمجھائیں۔ اُن کی غلط فہمی، نافہمی و ناواقفی دور کرنے کی کوشش کریں۔

اور جن بدمذہبوں، بے دینوں کو مُعانِد و ہَٹ دَھرم پائیں اُن کے کفر و ضلال پر حسبِ وسعت بقدرِ ضرورت پوری طرح شِدّت و غلظت کے ساتھ رَدّ و طَرد فرمائیں۔"

(ص ۵۴۲۔ رَدِّ صلحِ کلّیت۔ مطبوعہ اجمیر شریف۔ ۲۰۱۲ء)

صلحِ کلّیت اور صلح کُلّی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

Marfat.com

سچ کلی کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ ہر اُس شخص کو کہتے ہیں جو:

بد مذہبوں، بے دینوں پر رَدّ وطنز دے اپنی ناراضگی ظاہر کرے اور کہے کہ:

ہم اپنی قبر میں جائیں گے، وہ اپنی قبر میں جائے گا۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم خواہ مخواہ بد مذہبوں، بے دینوں کا رَد کر کے دنیا میں بُرے بنیں؟

اور یہ کہ:

حتّیٰ تو یہ ہم اُن کا رَد کریں گے، اُن کو بُرا بھلا کہتے رہیں گے، اُن کو گالیاں دیتے رہیں ۔۔ حتّیٰ تو یہ ہم درود شریف پڑھیں تو ثواب بھی ملے گا اور کوئی ہمیں بُری نظر سے نہیں دیکھے گا۔

یہ خیالات، شدید بد مذہبی بلکہ الحاد و ارتداد کی جڑ ہیں۔

اگر اسی کا نام اسلام یا خلق عظیم تھا تو اللہ تعالیٰ نے کافروں، مُرتدوں اور مُنافقوں پر شِدّت وغِلظت کی تعلیم، قرآن عظیم میں کیوں دی؟ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۳۹۱۔ رَدّ صلح کلّیت (مختصر مجموعۂ فتاویٰ) از حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی پیلی بھیتی۔ مطبوعہ رضائے خواجہ پبلی کیشنز۔ اجمیر شریف۔ ۲۰۱۲ء)

رَدِّ فِرَقِ باطلہ کا مطلب ہے: اِحقاقِ حق واِبطالِ باطل۔

اپنے موقف ونظریہ اور فکر وخیال کے اِثبات کے بہت سے طُرُق واَسالیب ہوا کرتے ہیں ۔ اور مسئلہ کی نوعیت، موقع ومحل کی مناسبت، سامع ومخاطَب کے مزاج ومعیار کو مدِّنظر رکھ کر اپنا موقف ومسلک واضح وثابت کیا جاتا ہے۔ اِسی طرح غلط موقف ومسلک کو واضح بیان اور مضبوط دلائل کے ساتھ غلط اور باطل ٹھہرایا جاتا ہے۔

آج کل کے جو لوگ قِلّتِ علم ومطالعہ اور ناقص تجربہ ومشاہدہ کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جب تک اپنے بیان وخطاب کے ذریعہ کسی فرقۂ باطلہ کے اَساطین کو بار بار خبیث مردود، کافر ومُرتد نہ کہا جائے، اُس وقت تک رَدِّ فرقۂ باطلہ کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ ایسے حضرات کو اپنی غلط فہمی دور کر کے رَدِّ فِرَقِ باطلہ کا وہ صحیح اور مفید ومناسب طرز وطریقہ اختیار کرنا چاہیے جس سے اہلِ سُنّت کے مسلک وموقف کی صداقت وحقانیت واضح وثابت ہو سکے اور اہلِ باطل کے مسلک ونظریہ کا بطلان، اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْس ہو جائے۔'' (ص ۱۱۔ عرفانِ مذہب ومسلک۔ طبع اول جون ۲۰۱۳ء۔ وص ۹۲ وص ۹۳۔ عرفانِ مذہب ومسلک۔ اضافہ شدہ ایڈیشن۔ ستمبر ۲۰۱۳ء)

Marfat.com

مندرجہ بالا پیرا گراف کے بارے میں بعض عقلاے روزگار و فضلاے بے روزگار ،اپنے علم و عقل و فضل اور کمال کو بالاے طاق رکھ کر طرح طرح کی چہ می گوئیاں بلکہ ہرزہ سرائیاں و یاوہ گوئیاں کر رہے ہیں۔جن میں سے ایک یہ ہے کہ:اِس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی فرقۂ باطلہ کے اَساطین کو کافر و مُرتد کہنے سے منع کیا گیا ہے۔''

جب کہ اِس عبارت میں کہیں بھی اور کسی بھی طرح کسی فرقۂ باطلہ کے اَساطین کے کفر و اِلتزامِ کفر کی بنیاد پر اُنہیں کافر و مُرتد کہنے سے روکا نہیں گیا ہے۔بلکہ یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ بار بار خبیث و مردود اور کافر و مرتد کہنے میں ردِّ باطل کو محصور سمجھنا درست نہیں۔دوسرے بھی طریقے ہیں جو اشاعت حق اور ردِّ باطل کی راہ میں کار آمد اور مفید ہیں۔انھیں حسب موقع عمل میں لایا جائے تو بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔مثلاً بعض لوگ خبیث و مردود اور کافر و مرتد کی تکرار پر مشتمل پوری تقریر ختم کر دیتے ہیں اور یہ نہیں بتاتے کہ فلاں فلاں نے کن ضروریات دین کا انکار کیا ہے؟ خدا و رسول کی شان میں کیا گستاخیاں کی ہیں اور کس طرح مسلمانوں کا دین و ایمان خراب کیا ہے۔کچھ لوگ ان اہل باطل کا ظاہری کردار و عمل دیکھ کر اور ان کی چکنی چپڑی باتیں سن کر ان کے مدّاح اور گرویدہ ہو جاتے ہیں اور علماے اہل سنت سے بدظن ہوتے ہیں کہ ایسے اچھے لوگوں کو یہ خبیث و مردود اور کافر و مرتد کیوں کہتے ہیں؟ کیا ایسے لوگوں کے سامنے اہل باطل کی خلاف اسلام باتوں کا اظہار اور ان کے کفریات کی توضیح و تفصیل کی ضرورت نہیں؟ تجربہ شاہد ہے کہ ان سے دیرینہ عقیدت رکھنے والے بعض افراد پر جب ان کی اندرونی حالت منکشف ہوئی تو وہ ان سے دور و نفور اور اہل حق کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

مقرر صاحب یہ سمجھیں کہ ان کے کفریات تو چھپے ہوئے ہیں،وہ خلاف ایمان و اسلام کیسے ہیں؟ یہ بھی علماے اہل سنت نے اپنی کتابوں میں خوب خوب واضح کر دیا ہے اور ''ساری'' دنیا کو اچھی طرح معلوم ہے،ہمیں اپنی تقریر میں ان عبارتوں کو لانا پھر یہ سمجھانا کہ فلاں فلاں آیات و احادیث کی رُو سے یہ کفر ہیں،یہ سب تطویل لاطائل ہے۔''

ہمیں اپنے فرض منصبی سے سبک دوش ہونے کے لیے ایسے بے ایمانوں کو بار بار خبیث و مردود اور کافر و مرتد کہہ دینا کافی ہے۔باقی تحقیق و تفصیل میں جانا اور کتابوں کا بغور مطالعہ کرنا عوام سامعین کا کام ہے۔

بتائیے مقرر صاحب کی یہ سوچ ناواقفوں کو حق آشنا کرنے کے لیے کتنی کار آمد ہے؟ یہ ایک

Marfat.com

مثال ہے تفصیل کے لیے تو ابھی بہت کچھ باقی ہے۔

ادنیٰ فہم و فراست کا آدمی بھی اِس بات کو بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ کسی ایک ہی طرز و طریقہ میں تردید کو محدود و محصور سمجھنا، یہ قِلّتِ علم و فہم کا شاخسانہ اور ناقص تجربہ و مشاہدہ کا نتیجہ ہے۔

اتنی صاف و صریح اردو زبان کی عبارت سمجھنے سے بھی جو لوگ قاصر ہیں وہ یقیناً قلیل العلم ہیں یا قاصِرُ الفہم ۔یا ''مصباحی'' کے ایسے حاسِد ومُعانِد ہیں جن کے حسد وعناد نے اُن کے علم وعقل کو مفلوج بنا کر صحیح بات کا غلط مطلب نکالنے پر اُنہیں مجبور کر دیا ہے۔

اب مزید وضاحت کے ساتھ یہ بات اِس طرح بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ:

(۱) کسی کافر و مُرتد کو بعدِ اطلاعِ تام وفہمِ کامل، کافر و مُرتد سمجھنا اور حسبِ موقع اس کا اظہار و اعلان، نہایت ضروری ہے۔

(۲) یہ سمجھنا کہ فرقۂ باطلہ کے کسی کافر و مُرتد کو اپنی ہر تحریر و تقریر میں کافر و مُرتد کہے بغیر اُس کی تردید کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور تردید کا بس یہی ایک طریقہ ہے جس میں رَدّ و اِبطال ، محدود و محصور ہے ۔ یہ خیالِ خام ہے جس کی بنیاد، قِلّتِ علم وعقل اور عدمِ تدبُّر و بصیرت ہے۔ البتہ جہاں ضرورت و افادیت ہو وہاں کسی بھی باطل کا بُطلان، دلائل سے عیاں کرنا اہلِ علم کی منصبی ذمہ داری ہے۔

اور جہاں کافر و مُرتد کہنے کی ضرورت ہے اور اِس سلسلے میں کوئی سوال کیا جارہا ہے، وہاں کافر و مُرتد کو کافر و مُرتد نہ کہنا، کتمانِ حق ہے۔ مداہنت ہے۔ صلح کلّیت ہے۔

(۳) حق کو سمجھانے ، پھیلانے اور دل نشیں کرنے کے بہت سے طریقے ہو سکتے ہیں جہاں جو طریقہ مفید ہو وہی اپنانا چاہیے۔ قرآن کریم نے اثباتِ حق اور رَدِّ باطل کے لیے گوناگوں طریقے اپنائے ہیں اور مخاطبین کے احوال اور فہم ولیاقت کا بھی پورا لحاظ رکھا ہے۔ اس سے بھی یہی درس ملتا ہے کہ حسبِ حال، مناسب طریقہ اپنانا عین تقاضائے حکمت ہے۔ بے لحاظِ مواقع صرف ایک طریقے میں مقید رہنا محدودیت کی نشانی اور حکمت سے دوری ہے۔

صدرُ الشریعہ، حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی (وصال ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ اِس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

Marfat.com

''اِس زمانہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ:

میاں! جتنی دیر اُسے کافر کہو گے اُتنی دیر اللہ اللہ کرو کہ یہ ثواب کی بات ہے۔''

اِس کا جواب یہ ہے کہ:

ہم کب کہتے ہیں کہ: کافر کافر کا وظیفہ کرلو۔'' مقصود یہ ہے کہ:

اسے کافر جانو۔ اور پوچھا جائے تو قطعاً اسے کافر کہو۔ نہ یہ کہ اپنی صلح کل سے اُس کے کفر پر پردہ ڈالو۔''

(ص ۵۵۔ بہارِ شریعت، حصہ اول، مؤلّفہ صدرُ الشریعہ، مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی۔ مطبوعہ فاروقیہ بک ڈپو۔ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی)

واضح رہے کہ مذکورہ بالا عبارت کو فقیہِ اسلام، حضرت مولانا الشاہ مفتی محمد احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی کی مکمل تائید، حاصل ہے۔ کیوں کہ بہارِ شریعت، حصہ اول تا حصہ ششم کا مطالعہ فرما کر آپ نے اسے اپنی تصدیق و توثیق سے مزیّن فرمایا ہے۔ فَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

بعض اصحابِ جُبّہ و دستار نے مذکورہ عبارتِ ''عرفان'' کو نشانہ بنا کر اہلِ سنّت کو خطاب اور خبردار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

یہ حکمِ شرعی کے انکار کا ایک رَوِیّہ اور صلحِ کُلّیت کی تعلیم ہے۔ سُنّتِ نبوی و سُنّتِ صحابہ و تابعین و سُنّتِ اکابرِ اہلِ سُنّت کے خلاف ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

حیرت بالائے حیرت اور افسوس صد افسوس کہ:

اہلِ محفل ہوں گے کیا اہلِ بصیرت اے شفیق
میرِ محفل ہی کو بے فکر و نظر پاتا ہوں مَیں

قرآن و حدیث و آثار و روایات کے پورے ذخیرہ میں کہیں ایسا نہیں ملے گا کہ دلائل و براہین ترک کر کے صرف کافر و مرتد کی تکرار میں تفہیم و تعلیم کو محدود کر دیا گیا ہو۔ ارشادات و اقوالِ ائمۂ مجتہدین و فُقہائے اسلام و کتب و رسائلِ اکابر و اَسلافِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کا پورا مطالعہ کر جائیے، آپ کو اُن میں کسی کو کافر و مُرتد کہا اور لکھا ہوا اُسی وقت ملے گا جب اس کی کوئی دلیل بھی موجود ہو اور ضرورت و اِفادیت بھی مقصود ہو۔ بلا ضرورت و افادیت کہیں بھی کسی کو کافر و مُرتد کہا اور لکھا

Marfat.com

ہوا نہیں ملے گا۔

فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ کے رسائل و کتب اِس سلسلے میں بھی ہمارے بہترین ہادی و رہنما ہیں کہ اُن میں سے جس کا بھی مطالعہ کیا جائے، اُس کا طرز و طریقہ یہی ہے کہ فِرَقِ باطلہ کے اَساطین کے عقائد و خیالات کا آپ نے دلائل کے ساتھ رَد فرمایا ہے۔ اُنھیں بار بار بلا ضرورت و اِفادیت، کافر و مُرتد لکھنے کے نمونے آپ کی کسی کتاب و رسالہ میں نہیں ملیں گے۔

ہاں! جہاں مسئلہ تکفیر پر بحث ہے۔ یا جہاں کفر و اِرتداد ظاہر کرنے کی ضرورت و اِفادیت ہے، وہاں آپ نے اُن کا حکم واضح کیا ہے۔ کفر و اِرتداد کا فتویٰ دیا ہے اور کافر و مُرتد ہونے کے دلائل بھی عیاں کیے ہیں۔ اور کسی کا فر و مُرتد کو بلا ضرورت و حاجت، کافر و مُرتد کہنے کے نمونے، کتب و رسائلِ رضویہ میں ہرگز نہیں ملیں گے۔ جو شخص اِس کا دعویٰ کرے کہ امام احمد رضا نے ہر جگہ، ہر رسالہ، ہر کتاب میں کافر کافر اور مُرتد مُرتد کی تکرار کی ہے، بارِ ثبوت اُس کے ذِمّہ ہے۔ وَمَنِ ادَّعیٰ فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ ۔

''عرفان مذہب و مسلک'' کی مذکورہ بالا عبارت مع توضیح و تشریح ہمارے قارئینِ کرام نے بغور پڑھ لی ہیں اور یقین ہے کہ صحیح نتیجہ تک بھی پہنچ چکے ہوں گے اِس لئے اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہ کر کے قارئینِ کرام کے شعور و فکر و فہم پر چھوڑتا ہوں کہ وہ فیصلہ کریں کہ مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کون سی صورت ہمارے صغیر و کبیر مُعترِضین و حاسِدین، بلکہ کرم فرماؤں کو درپیش آئی ہے:

(۱) علم و عقل کے صحیح استعمال سے بے نیازی (۲) تدبّر و بصیرت کا فقدان (۳) قِلّتِ علم و عقل (۴) اعتراض بلکہ حیلے کا حد سے بڑھا ہوا جنون۔

بزرگوں سے ہم نے سنا ہے کہ: ''عقل مند'' وہ ہے جو کچھ کہنے سے پہلے سوچتا ہے۔ اور ''بے وقوف'' وہ ہے جو کچھ کہنے کے بعد سوچتا ہے۔''

''عرفانِ مذہب و مسلک'' کے خلاف محاذ آرائی میں عموماً قسمِ دوم ہی کا افسوسناک مظاہرہ ہوا ہے۔ جس پر راقمِ سطور کو سخت حیرت و افسوس ہے۔

جو شخص، عقل رکھتے ہوئے بھی اُس کا صحیح استعمال نہیں کرتا اُس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

چہ اکارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی ؟

مجالس و محافل میں وعظ و بیان کا مطلب یہ ہے کہ:

مسلمانوں کو اُن کے عقائد و عبادات و معاملات اور اَحکامِ صحیحہ سے واقف و باخبر کر کے اُن

Marfat.com

کے مطابق زندگی گذارنے کی ہدایت، دی جائے۔

اب یہ وعظ و بیان سننے والے مسلمان جس مزاج و معیار کے ہوں اور جن مسائل میں اُن کی دینی رہنمائی کی ضرورت ہو اُس کے مطابق و موافق، وعظ و بیان ہونا چاہیے۔

اِس کے برعکس اِن ساری چیزوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اگر کوئی خطیب و واعظ اپنے وعظ وخطاب کا مظاہرہ کرتا ہے۔ تو اُسے وعظ و بیان نہیں بلکہ "پیشہ وَرانہ وتاجرانہ خطابت" کہا جائے گا جس کا مقصد، محض طلبِ شہرت اور جلبِ منفعت ہے۔

یہ طریقہ، نہایت افسوسناک اور باعثِ شرم ہے کہ:

حاضرین وسامعین کی صحیح دینی رہنمائی اور جن مقامی مسائل کے پیشِ نظر اُنھیں ضروری دینی، ہدایت دَرکار ہے اُس سے بے اِعتنائی بَرتتے ہوئے کوئی شخص اپنی رَٹی رَٹائی تقریریں، ہندوستان کے ہر صوبہ اور شہر و ضلع میں سُناتا پھرے۔

یہ پیشہ ورانہ وتاجرانہ طریقہ جس نے بھی اپنا رکھا ہو اُسے جلد از جلد اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔ تاکہ مِلّت و جماعت اِس پیشہ ورانہ خطابت اور تاجرانہ ذہنیت سے جلد از جلد نجات پا سکے۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ کانفرنس بمبئی (دسمبر ۲۰۱۲ء) ولکھنؤ (مارچ ۲۰۱۳ء) میں غیر پیشہ وَر واعظین ومقررین کے اپنے موضوع پر سنجیدہ و مستند اور باوقار بیان وخطاب کو ہزاروں سامعین نے بے حد پسند کیا اور علما وطلبہ و خواص و عوام نے اِس کی خواہش ظاہر کی بلکہ مطالبہ کیا کہ آئندہ بھی اِسی طرح کے پروگرام ہوتے رہنے چاہئیں۔ اور اپنے اکابر و اسلاف کا زیادہ سے زیادہ تعارف و تذکرہ ہونا چاہیے۔

اِس کا واضح و صریح مطلب یہ ہے کہ:

خواص و عوام کی بڑی تعداد میں اب شعور بیدار ہوتا جارہا ہے اور مسلم معاشرے میں تعلیم جیسے جیسے بڑھتی جائے گی ویسے ویسے اِس خواہش ومطالبہ میں تیزی پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ کانفرنس بمبئی (دسمبر ۲۰۱۲ء) کی سرپرستی، امینِ مِلّت، حضرت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی، سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ نے فرمائی۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ کانفرنس، لکھنؤ (مارچ ۲۰۱۳ء) میں آپ کے اپنے کچھ عوارض وموانع کی وجہ سے آپ کی شرکت نہ ہوسکی مگر آپ کی دعائیں اور نیک خواہشات اِس کانفرنس کے ساتھ

Marfat.com

تھیں۔یہی وجہ ہے کہ اس لکھنؤ کانفرنس کو بھی توقع سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔اور علما و اساتذہ وطلبہ اور خواص وعوام نے اِسے تحسین وآفرین کی نظر سے دیکھا۔

صلحِ کلّیت کیا ہے؟اور جو صلحِ کلّی ہے وہ اہلِ سُنّت و جماعت میں سے ہے یا نہیں؟

اِس سوال کا جواب دیتے ہوئے جانشینِ مفتیِ اعظم ہند،حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا قادری رضوی ازہری بریلوی دامَتْ بَرکاتُھُمالعَالِیَہ ارشاد فرماتے ہیں:

''صلحِ کلّیت کی اصطلاح یہ آج کل کی نہیں ہے۔بلکہ جب سے ندوہ فارم ہوا،اُس کی تشکیل ہوئی۔اور ندوہ والوں نے یہ نعرہ دیا کہ:

''وہابی،دیوبندی،رافضی اور سُنّی سب سے اتحاد فرض ہے۔اور سب ایک ہیں عقیدۃً۔''

جب انھوں نے یہ عقیدہ بنایا تو علماے اہلِ سُنّت و جماعت نے اُن کا رَد کیا۔اور سب سے بڑا حصہ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت،عظیم البرکت رَضِیَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وتعالیٰ عَنْہُ اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب تاج الفحول بدایونی عَلَیْہِ الرَّحمۃ کا رَہا۔اِن حضرات نے تقریراً اور تحریراً ندوہ کا بھرپور رَد کیا۔

اور اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وتعالیٰ عَنْہُ کی اِس سلسلے میں ایک دو نہیں مستقل تصانیف ہیں۔اور فتاویٰ رضویہ میں مستقل متعدد فتاویٰ رَدِ ندوہ میں موجود ہیں۔ندوہ کا رَد تو شدّ ومدّ سے ہوا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جزائے خیر دے امامِ اہلِ سُنّت اور اُن کے حاشیہ نشیں اور اُن کے شاگرد اور اُن کے خُلفا کو۔اور دیگر علماے اہلِ سُنّت و جماعت کو۔کہ انھوں نے ہر بدمذہبی کا رَد کیا اور اس کے ساتھ ساتھ رَدِ ندوہ بھی کیا۔

اب یہ قُرب قیامت ہے کہ اہلِ سُنّت و جماعت محدود ہوتے جارہے ہیں اور ایسی سوچ والے کہ جن کی سوچ یہ ہے جیسے طاہر القادری اور اُن کے مثل بہت سے یہ سوچ رکھتے ہیں کہ:

''دیوبندی،دیوبندیت،بریلویت،وہابیت اور شیعیت،اِن میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور تعبیری اختلاف ہے۔تشریحی اختلاف ہے۔اور سب کو ایک کرنا چاہتے ہیں۔''

اور اس قسم کے لوگ اب بہت زیادہ پھیل رہے ہیں۔تو جو یہ عقیدہ رکھے کہ:

''وہابی بھی صحیح ہے۔دیوبندی بھی صحیح ہے۔رافضی بھی صحیح ہے اور سُنّی بھی صحیح ہے۔تو وہ سُنّی

نہیں ہے[1] باقی وہ سب کچھ ہے۔"

(ص ۹۷و۹۸۔ طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے؟ مؤلفہ مولانا ولی محمد رضوی۔ ناشر: سُنّی تبلیغی جماعت، قصبہ باسنی۔ ضلع ناگور۔ صوبہ راجستھان۔ ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء)

صلحِ کلّیت کے نشانات اور نمونے ہمارے قارئین کو مندرجہ ذیل تحریروں میں مل سکتے ہیں جو پروفیسر طاہر القادری کی طرف منسوب ہیں:

"میں شیعہ اور وہابی علما کے پیچھے نماز پڑھنا صرف پسند ہی نہیں کرتا بلکہ جب بھی موقع ملے ،اُن کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں۔" (رسالہ دیدشنید۔ لاہور۔ اپریل ۱۹۸۶ء)

"جو جماعت بنا رہا ہوں وہ محض اہلِ سُنّت کی جماعت نہیں ہوگی۔ بلکہ شیعہ سُنّی سبھی شامل ہوں گے۔ ہمارے نزدیک، شیعہ سُنّی میں کوئی امتیاز نہیں۔" (ہفت روزہ چٹان۔ ۲۵ر مئی ۱۹۸۹ء)

"امام خمینی ،تاریخ اسلام کے شجاع اور جُری مَردانِ حق میں سے ہیں۔ اُن کا جینا، علی کا اور مَرنا، حُسین کی طرح ہے۔ خمینی کی محبت کا تقاضا ہے کہ ہر بچہ خمینی بن جائے۔"

(روز نامہ نوائے وقت، لاہور۔ جون ۱۹۸۹ء)

سُنّی ،شیعہ، وہابی وغیرہ کے درمیان بنیادی نہیں، فروعی اختلافات ہیں۔ جن کی نوعیت تعبیری وتشریحی اختلاف کی ہے۔" مفہوم۔ (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن؟ از پروفیسر طاہر القادری)

گذشتہ سطور میں صلحِ کلّیت اور صلحِ کلّی کے بارے میں قارئینِ کرام جو کچھ پڑھ چکے ہیں اُسے ذہن نشین کر کے غور کریں کہ جو شخص کسی صحیح العقیدہ سُنّی فرد یا تنظیم یا ادارہ کی طرف صلحِ کلّیت کی نسبت کرے، وہ غضبِ الٰہی کو کس طرح دعوت دے رہا ہے؟

اگر کوئی شخص بے محابا یہ کہتا یا لکھتا ہے کہ:

"یہی حال لگ بھگ "دعوتِ اسلامی" کا بھی ہے کہ:

یہ صلحِ کلّی تحریک جس کی باگ ڈور مولوی الیاس صاحب کے ہاتھ میں ہے۔"

دعوتِ اسلامی اور مولانا محمد الیاس قادری کے طریقۂ کار سے پاک وہند کے عُلمائے اہلِ سُنّت کے درمیان کس کا کتنا اتفاق اور کس کا کتنا اختلاف ہے؟ یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ لیکن کسی

---

(۱) خبر کے مطابق ۲۵ر فروری ۲۰۱۲ء کو کچھی میمن جماعت خانہ (ممبئی) کے ایک اجلاس میں طاہر القادری کو کافر بھی کہا گیا اور ظاہر ہے کہ جس کے اعتقاد میں وہابی، رافضی، دیوبندی سب صحیح ہوں اُس کا انجام اس کے سوا کیا ہوگا؟

Marfat.com

بھی سُنّی عالمِ دین نے میری معلومات کے مطابق، انھیں گمراہ و بدمذہب کبھی نہیں کہا ہے، نہ لکھا ہے۔ ایسی صورت میں بلاثبوتِ شرعی، انھیں "صلح کلی" کہنا، سخت ناروا جسارت اور قابلِ مؤاخذہ، شرعی جرم ہے۔

اِسی طرح اہلِ سنّت کی دوسری دعوتی و تبلیغی تنظیم "سنّی دعوتِ اسلامی" کے بارے میں بھی میرے علم و اطلاع کے مطابق، کسی سنّی عالم و مفتی نے گمراہی و بدمذہبی کا کوئی فتویٰ جاری نہیں کیا ہے۔

اِن دونوں تنظیموں کے امیر، اِن کے مبلّغین اور اِن کے مُعاونین و مُخلصین جب سب کے سب سُنّی ہیں تو پھر اِن میں سے کسی تنظیم کی طرف صلح کلیت کی نسبت کرنا، کیوں کر جائز ہے؟

ایسے حالات میں ہر اُس شخص سے جو متعیّن اور ناجائز طور پر اِن میں سے کسی تنظیم یا اِن کے علاوہ کسی بھی سُنّی تنظیم یا ادارہ یا فرد کو صلح کلی کہے یا لکھے اُس سے یہ سوال اور یہ مطالبہ کیا جانا چاہیے کہ:

(۱) جسے آپ نے صلح کلی کہا یا لکھا ہے اُس کی صلح کلیت ثابت کرنے کے لئے ثبوتِ شرعی پیش کیجیے۔

(۲) اگر ثبوتِ شرعی پیش نہیں کر سکتے تو پھر توبہ اور رُجوع کیجیے۔

(۳) بلاثبوت جس پر اِلزامِ صلح کلیت عائد کیا ہے اُس سے فوراً غیر مشروط معافی مانگیے۔

اگر وہ شخص ایسا کچھ نہیں کرتا تو اس کا مذہب و مسلک (بہ معنی طرز و طریقہ و فکر و خیال) صرف جہالت و حماقت سے نہیں بلکہ "شرارت" اور "نفسانیت" سے کس قدر آلودہ ہے؟ یہ ہمارے قارئین کو بتانے اور اِسے واضح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بلاتحقیق و ثبوتِ شرعی، کسی سنّی کی طرف بدمذہبی و صلح کُلیت کا اِنتساب "مسلکِ اعلیٰ حضرت" نہیں بلکہ "مسلکِ جہالت و نفسانیت" ہے۔

کسی سُنّی کو صلح کلی کہنے کا مطلب ہے، اُسے بدمذہب قرار دینا۔ ایسی صورت میں اُس سنّی کا تو کچھ نہیں بگڑتا مگر اِس قائل کے علم و عقل ہی نہیں بلکہ اِس کے مذہب و مسلک کی بھی خیر نہیں۔

یہ قائل، خود گناہِ کبیرہ کا شکار اور حق العبد میں گرفتار ہوا۔ جس پر فرض ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں توبہ و رجوع کرے۔ اور جس کے خلاف بلاتحقیق و ثبوت، اِلزامِ بدمذہبی و صلح کلیت عائد کیا ہے اُس سے بلاتاخیر معافی مانگ کر اپنے آپ کو عذابِ جہنم سے بچائے۔

Marfat.com

بعض حضرات کسی صحیح العقیدہ سُنّی مسلمان پر اِلزامِ وہابیت عائد کرنے میں بڑے بے باک ہوتے ہیں اور وہ اِس کا ذرا بھی اِحساس اور لحاظ نہیں کرتے کہ یہ سنگین الزام کتنے خطرناک نتائج کا حامل ہے؟ اِس اِلزام کا بھی وہی حکم ہے جو بدمذہبی وصلح کلّیت سے متعلق گذشتہ سطور میں مذکور ہے۔

اِسی طرح کا اِیک اِستفتا اور اُس کا صحیح شرعی جواب ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ:

ایک شخص، سنّی ہے۔ اُس کے یہاں بارات کا کھانا ہے۔ اس کے یہاں وہابی بھی کھانا کھانے آئیں گے۔ لیکن اِس شخص کے تایا وہابی ہیں۔ تایا کو وہ شخص بُرا کہتا ہے۔

اور جو شخص سُنّی کھانا کھانے آئیں گے تو اُن سُنّی شخصوں کو چند لوگ کہتے ہیں کہ وہ بھی وہابی ہوگئے۔

جو شخص، سُنّی لوگوں کو وہابی کہتے ہیں وہ شخص خود تو وہابیوں سے ملتے ہیں اور سُنّی لوگوں پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب: وہابیوں سے میل، اُن کی طرف اَدنیٰ مَیل سے آدمی مستحقِ نار ہوتا ہے۔ جو وہابیوں سے ملتے ہیں، گنہگار ہیں۔ توبہ کریں۔

محض اتنی بات سے کہ وہابی سے ملے، وہابی نہیں ہوجاتا۔ جب تک اُن کی بدصحبت کا یہ نتیجۂ بد نہ ہو کہ اُن کے کسی عقیدہ میں اُن کا ہم نوا ہو۔

ہاں! میل جول سے اِس کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اِسی لئے ہر بدمذہب سے میل جول، اُس کے پاس اٹھنا بیٹھنا، اُس کے ساتھ کھانا پینا، ممنوع ہے۔" **واللّٰہُ تعالیٰ اعلم**۔

(ص ۱۶۲۔ وعکسِ فتویٰ بر ص ۱۶۸۔ بقلم حضور مفتیِ اعظم ہند مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ۔ مفتیِ اعظم نمبر۔ سہ ماہی "دامنِ مصطفیٰ" نوری مسجد، بریلی ریلوے اسٹیشن۔ بریلی شریف۔ شمارہ مئی ۱۹۹۰ء تا اکتوبر ۱۹۹۰ء۔ مدیرِ اعلیٰ، حضرت مفتی محمد اعظم، شیخ الحدیث دارُالعلوم مظہرِ اسلام۔ مسجد بی بی جی۔ بریلی شریف۔ اتر پردیش۔ انڈیا)

جو لوگ اِس کا کوئی لحاظ واعتبار نہیں کرتے کہ کسی صحیح العقیدہ سنّی عالم وعامی نے کس نیت اور کس ضرورت یا حاجت یا مصلحت یا مقصدِ صحیح کے تحت کسی بدمذہب سے کوئی ملاقات وگفتگو کی، ایسے حضرات کی اِصلاح کے لئے ذیل میں چند فتاویٰ درج کیے جارہے ہیں:

مسئلہ:۔ ضلع بھاگل پور۔ ڈاک خانہ سبور۔ موضع ابراہیم پور۔
مسئولہ:۔ محمد شریف عالم۔ ۱۵ر جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سلسلے میں:
زید، عمر و، بکر۔ تین اشخاص ہیں جن کی تعریف، ذیل میں درج ہے:
(۱) زید، ایک وہابی کافر مُرتد شخص ہے۔
(۲) عمر و، ایک پکا سُنّی خوش عقیدہ مسلمان ہے۔ لیکن زید مذکور کے مکان پر آتا جاتا ہے اور اس سے ہم کلام ہوتا اور اس کے یہاں کھاتا پیتا ہے۔
لیکن زید مذکور کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا اور نہ مناکحت کرتا ہے۔ بلکہ اس سے عقیدۃً نفرت رکھتا ہے اور اس کے کفر میں شک نہیں کرتا۔
ایسی صورت میں کیا عمر و بھی مثل زید کے عندالشرع وہابی کافر مُرتد ہو جائے گا؟
یا صرف فاسق گنہگار ہوگا؟ یا کچھ بھی نہیں؟
(۳) بکر، ایک پکا سُنّی خوش عقیدہ مسلمان ہے اور زید مذکور کے مکان پر نہ آتا جاتا ہے، نہ اس سے گفتگو کرتا ہے، نہ اس کے یہاں کھاتا پیتا ہے، نہ زید مذکور کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، نہ مناکحت کرتا ہے۔ بلکہ اس کو کافر و مُرتد سمجھتا ہے اور اس کے کفر میں شک نہیں کرتا ہے۔ اس سے نفرت، دینی و دُنیوی ہر دو پہلو سے رکھتا ہے۔
ہاں! عمر و مذکور سے جو پکا سُنّی صحیح العقیدہ ہے، رسم و راہ رکھتا ہے۔ اس سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس کے یہاں کھاتا پیتا ہے۔ اس کے گھر پر آتا جاتا ہے۔
ایسی صورت میں کیا بکر مذکور، مثل زید کے، عندالشرع کافر مُرتد ہو جائے گا؟ یا صرف فاسق گنہگار ہوگا؟ یا نہ وہابی، نہ فاسق ہوگا؟ بلکہ مسلمان صحیح العقیدہ رہے گا؟
صورت مذکورہ ۲و۳ کا جواب بالتفصیل ارقام فرمائیں۔
اَلْجواب:۔ صورتِ مسئولہ میں عمر و بکر، دونوں سُنّی مسلمان ہیں۔
ان میں کوئی کافر یا گمراہ نہیں۔ مگر عمر و فاسق گنہگار ہے کہ مُرتد سے میل جول رکھتا ہے۔
وَقَالَ اللّٰہُ تَعالٰی: وَلَاتَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ۔
وقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:

Marfat.com

اِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ لَايُضِلُّوْنَكُمْ وَلَايَفْتِنُوْنَكُم۔

اور بکر کا عمرو سے ملنا اگر برہنائے مصلحتِ شرعیہ ہو کہ اس سے امید ہے کہ اس کی نصیحت مانے اور زید سے ملنا جلنا چھوڑ دے تو حرج نہیں۔ ورنہ نامناسب ہے۔

خصوصاً ایسی حالت میں کہ بکر کوئی اعزاز علمی و دینی رکھتا ہو۔ کہ ایسے فاسق سے بے ضرورت اختلاط، مکروہ ہے۔ عالم گیری میں ہے:

يكرهُ لِلْمَشْهُوْرِ الْمُقتدىٰ اَلْاِختِلاط اِلىٰ رَجُلٍ مِنْ اَهلِ الْباطلِ والشَّرِّاِلّا بِقَدرِ الضَّرورة ۔ لِاَنَّهُ يعظم اَمرُهُ بينَ النَّاس۔

ولَوكانَ رجُلاً لايُعرف يُدَارِيهِ لِيَدفَعَ الظُّلْمَ عنْ نفسِهِ مِنْ غيرِاِثْمٍ فلَابأْسَ بِهٖ۔ كذا فى المُلتقط ۔ واللّٰهُ تعالىٰ اعلم۔

(ص ۲۸۷و۲۸۸۔ فتاویٰ رضویہ۔ جلد نہم نصفِ آخر۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی۔ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء)

مسئلہ:۔ از موضع سرنیا، ضلع بریلی۔ مُرسلہ:۔ شیخ امیر علی رضوی۔

۲۹/ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ۔

ایک پٹرول آب پاشی نہر پر وہابی ہے اور ایک ڈاکیہ، خط تقسیم کرنے والا، شیعہ ہے۔

ان شخصوں سے بات کرنی پڑتی ہے۔ کبھی روٹی کا بھی اتفاق اپنے مطلب کی غرض سے ہوتا ہے۔ اور ان کو اپنا دشمن ہی سمجھا جاتا ہے۔ میل جول کچھ نہیں کیا جاتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہوتا ہے، بچتے ہیں۔ اور کام کے وقت بات کرنا بھی ضروری ہوتی ہے۔

اَلجواب:۔ اگر یہ امر واقعی ہے کہ قلب میں ان سے نفرت وعداوتِ واقعی ہے اور کوئی میل جول نہیں رکھا جاتا۔ نہر یا خط کے متعلق کوئی بات کبھی کرلی جاتی ہے۔ یا کبھی روٹی دے دی جاتی ہے جس سے مصلحتِ صحیح خیال کی گئی ہو تو حرج نہیں۔ اور اللہ دِلوں کا نور جانتا ہے۔ واللّٰهُ تعالیٰ اعلم۔

(ص ۱۷۶۔ فتاویٰ رضویہ۔ جلد نہم نصفِ آخر۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء)

مسئلہ:۔ از پادرا۔ گجرات۔ مُرسلہ:۔ جمال بھائی، قاسم بھائی۔

ریاستِ بڑودہ کے اندر "مسلمانانِ بڑودہ راج کانفرنس" نامی ایک انجمن، واسطے حقوق طلبی وتحفظِ اسلام قائم ہوئی ہے۔

یہ انجمن، بیچ کوئی مذہبی اُمور کی کے دخل کے واسطے نہیں ہے۔

صرف یہاں کے ہنود راجہ وہنود رعایا کے سامنے، مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا کام کرنے والی ہے۔ اس لئے اس میں بلاقید، ہر فرقہ کے کلمہ گو شامل ہو سکتے ہیں۔

کیا اِس انجمن میں سنّی حنفی مسلمانوں کو شریک ہونا، جائز ہے؟

بَیِّنُوا تُوجَرُوا۔

اَلْجَواب:۔ اس کانفرنس میں شرکت، برائے تحفظِ حقوقِ اہلِ سُنّت بمقابلۂ فِرَقِ باطلہ وتحفظِ حقوقِ اِسلام، بمقابلہ اَعْدَاءِ اسلام، ضروری ہے۔

فِرَقِ باطلہ کے ساتھ وہ مجالست ناجائز وحرام ہے جو برِ بنائے محبت ومُوالات ہو۔

نیز وہ جو بے ضرورت وحاجت ومصلحتِ شرعیہ ہو۔

نہ وہ جو برائے تبلیغ وردّ ہو۔'' واللّٰہُ تعالیٰ اعلم۔

(ص ۲۵۷ و ۲۵۸۔ فتاویٰ مصطفویہ۔ از حضور مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی بریلوی۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی۔ ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)

''تحفظِ حقوقِ اسلام بمقابلۂ اَعْدَاءِ اسلام'' کی بات شاید اس تاریخی واقعہ کے ذریعہ سمجھی جا سکتی ہے جب علاقۂ آگرہ ومتھرا وغیرہ میں ۱۹۲۳ء کی تحریکِ شُدھی نے اسلام واہلِ اسلام کے لئے سنگین خطرات وحالات پیدا کر دیے تھے۔

''جماعتِ رضائے مصطفیٰ، بریلی شریف'' (قائم شدہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) نے شُدھی تحریک ۱۹۲۳ء کے مقابلے میں علاقۂ آگرہ ومیوات وراجپوتانہ میں اپنا وفد بھیج کر اُس کا سیلاب روکا اور ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو مُرتد ہونے سے بچایا۔

اِس موقع پر ممبرِ وفدِ جماعتِ رضائے مصطفیٰ، بریلی شریف، حضرت مولانا حشمت علی رضوی لکھنوی پیلی بھیتی (متوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء) عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ والرِّضْوَان تحریر فرماتے ہیں:

''جمعیۃُ العلما، خلافت کمیٹی کی طرف سے ابھی تک کوئی عملی خدمت شروع نہیں کی گئی، باوجودے کہ اِن جماعتوں کے پاس کافی روپے اور کثیرُ التعداد مبلّغ اور لکچرار ہیں۔

اگر ان میں سے ایک جو بھی اِس کام پر مامور کر دیا جاتا تو اِن جماعتوں کی شان سے کچھ بعید نہ ہوتا۔ لیکن نہ معلوم یہ جماعتیں اس کام کو کیوں غیر ضروری سمجھتی ہیں؟ اور پانچ لاکھ مسلمانوں کے ایمان کا خطرہ انھیں بے چین کیوں نہیں کرتا؟

Marfat.com

مسلمانوں کی غفلت کب تک رہے گی؟ اور وہ اپنے دین پر ایسے زبردست حملے دیکھ کر بھی ہوش میں نہ آئیں گے۔"

(ص ۴۔ دبدبہ سکندری۔ رام پور۔ مؤرخہ ۱۶ ر فروری ۱۹۲۳ء۔ وص ۹۵ تحریکِ شدھی اور علمائے اہلِ سنّت۔ مؤلفہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی۔ ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء)

حیرت ہے کہ بعض ذمہ دار سمجھے جانے والے افراد بھی کسی سنّی فرد یا تنظیم یا ادارہ کے تعلق سے کوئی شرعی بہتان سُن کر اُس پر یقین کر بیٹھتے ہیں اور کسی تحقیق کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے۔

اس غیر ذمہ دارانہ طریقے کا نمونہ "عرفانِ مذہب ومسلک" کے خلاف اِلزام و بہتان پر مشتمل بعض حضرات کا بیان وخطاب ہے کہ نہ صرف اسے سمجھے بغیر بلکہ مؤلفِ کتاب سے بھی کچھ سمجھے بغیر شرعی اِلزامات پر مشتمل، دھواں دھار تقریریں کر دی گئیں۔

ایسے لوگ نہ یہ دیکھتے ہیں کہ بیان کرنے والا شخص کون اور کیسا ہے؟ نہ ہی اس پر نگاہ رکھتے ہیں کہ جس سے متعلق یہ بات کہی جارہی ہے وہ کون اور کس معیار کا ہے؟ نہ اِس پر غور کرتے ہیں کہ جس کے خلاف کوئی شرعی اِلزام قائم کیا جارہا ہے، اُس کے مزاج ومعیار سے کتنی فروتر یہ بات ہے جس کا صُدور اُس سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

نہ اِس مسئلہ کی طرف توجہ دیتے ہیں کہ کسی سنّی کی طرف، تحقیق وثبوت کے بغیر، نسبتِ کفر وضلال کرنا بلکہ نسبتِ گناہِ کبیرہ کرنا بھی سخت گناہ اور ناجائز وحرام ہے۔

جب کہ آج کل کہیں سے بھی کوئی رابطہ کر کے کسی معاملے اور واقعہ کی تحقیق وتفتیش نہایت آسان کام ہے۔ تقریباً ہر شخص کے پاس موبائل موجود ہے۔ اُس سے منٹوں منٹ میں گفتگو کی جاسکتی ہے۔

قاعدہ اور ضابطہ یہی ہے کہ:

صاحبِ معاملہ سے براہِ راست تحقیق کر کے اُس سے متعلق کوئی رائے قائم کی جانی چاہیے۔ اس کے برخلاف اگر کسی کا عمل ہے تو وہ اپنے اس طرزِ عمل سے خود اپنی شخصیت ووقار کو مجروح کر رہا ہے اور اپنے وقار واعتماد کو خاک میں مِلا رہا ہے۔ بلکہ کتاب وسنّت کے حکم وارشاد کو اپنے عمل کے ذریعہ صراحۃً مُسترد کر رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ، اہلِ ایمان کو حکم دیتا ہے کہ:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا

Marfat.com

بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَافَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ۔ (سورہ حُجرات۔آیت ۶)

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق، تمہارے پاس خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا دے بیٹھو۔ پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔"

پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد عربی نبی ہاشمی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں:

کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ (الحدیث)

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ:

وہ ہر سنی سنائی بات، بیان کرتا پھرے۔"

سطورِ ذیل میں محدّثِ اعظم ہند، حضرت مولانا سید شاہ محمد محدّثِ اشرفی کچھوچھوی (وصال ۱۶/ رجب ۱۳۸۱ھ/دسمبر ۱۹۶۱ء) عَلَیہِ الرَّحْمَةُ والرِّضْوان کا ایک اِستفتا اور صدرُالشریعہ، حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی (وصال ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) عَلَیہِ الرَّحْمَةُ والرِّضْوان کا فتویٰ نقل کیا جارہا ہے۔ جسے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ:

ہر دَور میں کچھ ایسے لوگوں کا وجود رہا ہے جو اہلِ سُنّت و جماعت کے لئے آزار اور وبالِ جان بنے رہے ہیں اور اُن کی حرکتیں دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مَروی وہ حدیثِ مبارک یاد آتی ہے جسے فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ اِس طرح نقل فرماتے ہیں:

"اور فرماتے ہیں: صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم:

ہلاک ہوئے غُلو و تشدُّد والے۔ احمد و مسلم و ابو داؤد۔

عَنْ ابنِ مَسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَسَلَّم : هَلَکَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ ۔ (اَلْاَعْلٰی مِنَ السُّکّرِ لِطَلَبةِ سُکّرِ رُوْسَر۔ مشمولہ فتاویٰ رضویہ، جلد دوم)

مسئلہ: ۔مُرسلہ: ۔مولانا سید محمد صاحب محدّث کچھوچھوی۔ ۲۵/ ذوالقعدہ ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء

بملاحظۂ گرامی حضرت صدرُالشریعہ، مولانا شاہ حکیم محمد امجد علی صاحب قبلہ دامَتْ بَرکاتُھُم

اَلسَّلامُ علیکم ورحمةُاللهِ وبَرکاتُہٗ۔

(الف) زید بِحَمْدِاللّٰہ، ایک سُنّی عالم ہے۔ مگر اس کا طریقِ عمل یہ ہے کہ: اپنے چند مخصوص اَشخاص کے علاوہ، اہلِ سُنّت کے اکابر عُلما کی نسبت اپنی عام خاص

Marfat.com

مجلسوں میں ایسے کلمات، بے محابا کہا کرتا ہے جن کو سُن کر، سننے والے، علما کے ساتھ دینی حیثیت سے بدگمان ہو جائیں اور ان کی مذہبی وقعت، دلوں سے جاتی رہے۔ یا کم ہو جائے۔

اور ان کا وقار کم کرنے کے لئے اکابر علمائے اہلسنّت کے دینی القاب جو اُن کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ امتیازی طور پر معروف ہیں، انھیں ترک کر کے، سادہ لفظوں میں معمولی لوگوں کی طرح ان کے نام لے کر ان کا ذکر کرنا، زید کی عادت ہے۔

زید نے اپنے رفیقوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بھی بنائی ہے۔ اور اس کے افراد کے نام سے جو زید یا زید کی رضا یا ایما سے اس جماعت کے اَفراد، علمائے کرام اہلِ سُنّت کی شان میں تخفیف کلمات اور سُبک اَلفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو ان سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اور زید اشارۃً یا کِنایۃً بھی منع نہیں کرتا۔ بلکہ لوگ جانتے ہیں کہ:

''زید اس پر خوش ہوتا ہے یا خود ہی وہ ان کے پردہ میں ایسا کرتا ہے۔''

اس زید کا اور اس کے ان رُفقا کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(ب) زید، خالص سنّی جماعتوں کو جو حمایتِ دین اور اِعلائے سُنّیت کے لئے قائم ہیں، ندوہ بتا کر، سُنّیوں کو اُن سے منحرف کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔

یہی زید، مقتدر علمائے اہلسنّت کو خلافِ واقع اور بالکل غلط طریقے پر ملیلے مُداهن اور لیگی تک کہہ کر اہلِ سُنّت کو ان سے مُنحرف کرنے کی کوشش کر چکا۔ اور ابھی تک اس طرزِ عمل سے باز نہیں آیا۔

اس کا یہ طریقِ عمل کیسا ہے؟

(ج) زید کی مذکورہ بالا جماعت کا ایک رُکن یہ عبارت شائع کر چکا:

''اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، آقائے نعمت، دریائے رحمت، رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَہلِ سُنّت و جماعت کے سچے امام ہیں اور ان کی پیروی کرنا ہر ایک سنّی پر فرض و واجب ہے۔

اور جو شخص ان کی امامت کو نہ مانے اور اس میں شک بھی کرے۔ تو وہ شریعت کے حکم سے کافر و مُرتد ہے۔''

اور زید نے اس کے خلاف زبان و قلم کو جنبش نہ دی۔ تا آں کہ لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ:

زید اور اس کی جماعت اپنے چند اَفراد کے سِوا، باقی تمام دنیائے اسلام و سُنّیت کو مُرتد جانتی ہے اور جس طرح روافض، حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰهُ تَعالیٰ وَجْهَهُ الکرِیم کی خلافت کی

Marfat.com

آڑ لے کر اہلِ سنّت پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اسی طرح یہ گروہ بھی تمام اہلِ سُنّت کا وقار مٹانے اور دنیائے سُنّیت پر زبانِ طعن دراز کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی امامت کو آڑ بناتا ہے۔

اس لئے بہت سے لوگ زید اور اس کے ہم نواؤں کی اس چھوٹی سی مخصوص جماعت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں اور ان میں بھی ضد پیدا ہو گئی۔

اور بعض لوگ طیش میں آ کر کہہ گئے کہ:

یہ فرقہ بھی مثل وہابیہ وغیرہ مُرتد فرقوں کے، ایک فرقہ، خارج از اہلِ سنّت ہے۔

دونوں کا کیا حکم ہے؟

(د) اخبارات، اشتہارات، لیکچروں میں جو بعض مسلمان سنّی صحیح العقیدہ، تمام مسلمانوں کو بلفظ داسلامی بھائی، مدعو کرتے ہیں اور شرکتِ جلسہ کو سببِ ثواب درج کرتے ہیں۔

تو کیا محض اس تعبیر کی وجہ سے وہ کافر مُرتد ہو جاتے ہیں؟

اَلْجواب :۔رَبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمزاتِ الشَّیٰطِین وَاَنْ یَّحْضُرُوْن ۔

افسوس کہ اس زمانہ میں جب کہ گمراہی شائع ہو رہی ہے اور بدمذہبی زور پر ہے زید جو ایک سنّی عالم ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے، تعجب ہے کہ:

اس کے رُفقائے کار خود علمائے اہلِ سُنّت کو سَبّ وسخیف الفاظ سے یاد کر کے علما کے اِعزاز و وقار کو مٹائیں اور زید خاموش رہے؟ بلکہ اپنے طرزِ عمل سے اس پر رضامندی ظاہر کرے؟

اگر واقعی وہ سنّی عالم ہے تو اس کا یا اس کے رُفقا کا یہ فعل بِنا بر حَسَد ہوگا۔

عوام کو علما سے بدظن کرنا بہت سخت گناہ ہے کہ جب بدظن ہوں گے اُن سے بے زار ہوں گے اور ہلاکت میں پڑیں گے۔

بِالْجُملہ زید کا یہ طرزِ عمل بالکل جائز نہیں۔

جب علمائے اہلِ سُنّت کا وقار جاتا رہے گا اور ان سے بدظنی پیدا ہو گی تو خود زید جس کو سنّی عالم بتایا جاتا ہے، اس سے کب محفوظ رہے گا؟ وَاللّٰہُ تَعالیٰ اَعلم۔

(ب) زید کا یہ عمل ناجائز و حرام ہے۔ وَاللّٰہُ تَعالیٰ اَعلم۔

(ج) میں بھی کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قُدِّسَ سِرُّہٗ امامِ اہلِ سُنّت ہیں۔

مگر یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ جو اُن کی امامت نہ مانے وہ معاذ اللہ کافر ہے۔
اس شخص کا یہ قول، نہایت شنیع ہے۔ اس قائل پر اس قول سے توبہ لازم ہے۔
جس نے یہ لکھا وہ حقیقۃً اعلیٰ حضرت قبلہ ہی کا مخالف معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی طرف سے مسلمانوں کو بدظن کرتا ہے۔
زید کو اگر اس کی اطلاع ہے تو زید پر بھی لازم ہے کہ اس سے انکار کرے۔ ورنہ زید بھی اس گناہ میں شریک ہے۔
دونوں جماعتیں ناحق پر ہیں۔ ایک شخص کے کہنے سے پوری جماعت کو گمراہ نہیں کہا جاسکتا۔ وَاللّٰہُ تَعالیٰ اَعلم۔

(د) مدّعیِ اسلام کا حقیقۃً مسلمان ہونا، ضروری نہیں۔

چنانچہ اس زمانے میں بہتیرے مدّعیانِ اسلام، حقیقۃً کافر و مُرتد ہیں۔ مگر کسی مدّعیِ اسلام کو مسلمان کہنا، کفر و ارتداد نہیں کہ اس کے قائل کو کافر و مُرتد کہا جائے۔
اسلام کا استعمال حقیقۃً وہیں ہوگا جو تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو۔ اس سے کوئی قول و فعل ایسا ظاہر نہ ہو جس پر اسے کافر کہا جائے۔
مگر کبھی مجازاً اس کو بھی کہہ دیا جاتا ہے جو حقیقۃً مسلمان نہیں۔
قرآن مجید میں دونوں استعمال موجود ہیں:
اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔
قَالَتِ الْاَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا۔
محض اِس تعبیر سے ہرگز اس کو کافر و مُرتد نہیں کہا جاسکتا، جب تک وہ کسی مُرتد کو اس کے اِرتداد پر مطلع ہوکر اسے حقیقی معنی میں مسلمان نہ بتائے۔" وَاللّٰہُ تَعالیٰ اَعلم۔

(ص ۵۰۳ تا ص ۵۱۶۔ فتاویٰ امجدیہ، جلدِ چہارم۔ از صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رضوی۔ مطبوعہ دائرۃ المعارف الامجدیہ۔ قادری منزل۔ قصبہ گھوسی۔ ضلع مئو۔ یوپی۔ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)

اس سے پہلے لکھا جاچکا ہے کہ ۱۹۱۷ء میں ایک برطانوی وزیر "مسٹر مانٹ گو" نے

Marfat.com

ہندوستان کا دورہ کر کے یہاں کے علما وقائدین سے ملاقات وتبادلۂ خیال کیا۔ اوراس کی ایک رپورٹ مع تجاویز وسفارشات ''اصلاحاتِ ہند'' کے نام سے شائع کی۔

حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی (وصال ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) اُس زمانے میں مسلم سیاست کا مرکز اور نقطۂ پرکار بنے ہوئے تھے، اس لئے اُن کی سرکردگی میں لکھنؤ کے اندر ایک میٹنگ ہوئی تھی۔

اس میٹنگ میں شرکت کی دعوت، شرکت اور پھر اس کے خلاف بعض اپنے ہی حضرات کے شدید اعتراضات اور حملوں کے سلسلے میں حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''حضور پُرنور اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ نے مجھے مولوی عبدالباری صاحب کی دعوت پر اُس جلسے میں بھیجا تھا جس کے دعوت نامے میں مولانا عبدالباری صاحب وغیرہ عُلمائے فرنگی محل (لکھنؤ) کے ساتھ مجتہدینِ روافض کے بھی نام تھے۔

اور یہ وہ وقت ہے جب ''مانٹی گو'' وزیر، ہندوستان آیا تھا اور سیلف گورنمنٹ کا ہندوستان میں ایک شوروغوغا مچا ہوا تھا۔

(چند سطروں کے بعد) تو کیا تحفظِ حقوق کے لئے اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللّٰہُ تَعالیٰ عَنہُ کا ہمیں اجازتِ شرکت دینا، عیاذاً بِالمَولیٰ تعالیٰ گمراہی وفسق کہا جاسکتا ہے؟

اور کیا ہم سب شریک ہونے والے کسی گمراہی وفسق کے مُرتکب ہوئے تھے؟

حَاشَا۔ اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِھَا۔ وِانَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ وِلِکُلِّ امْرِءٍ مانَویٰ۔

(مَظَاھِرُ الْحَقِّ الْاَجْلٰی (۱۳۶۰ھ/۱۹۴۰ء) طبع اول مطبع نابھ اسٹیم پریس، نابھ۔ پنجاب۔ کتب خانہ اہلِ سُنّت۔ بھورے خاں۔ پیلی بھیت۔ وص ۳۱، وص ۳۲۔ فتاویٰ حامدیہ۔ ناشر۔ ادارہ اشاعتِ تصنیفاتِ رضا۔ محلہ سوداگران۔ بریلی شریف)

طویل سوالات وجوابات پر یہ رسالہ (مَظَاھِرُ الْحَقِّ الْاَجْلٰی) مشتمل ہے۔ جو فتاویٰ حامدیہ۔ مطبوعہ بریلی۔ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء میں بھی از ص ۴۲۴ تا ص ۴۳۶، شامل ہے۔

آیاتِ قرآنی واحادیثِ نبوی وارشادات واقوالِ اکابرواسلاف سے مدلّل ومُبرہَن جوابات اگر ایک طرف حضرت حجۃ الاسلام کی بصیرت وتفقُّہ کا شاہکار ہیں تو دوسری طرف بعض ''کرم فرماؤں''

Marfat.com

کی ایذا رسانی کا کرب و اضطراب، آپ کی اِس تحریر کی ایک ایک سطر سے جھلک رہا ہے۔

یہ تاریخی حقیقت، واضح ہے کہ حجۃ الاسلام کا یہ پہلا سفرِ لکھنؤ، ۱۹۱۷ء میں امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ کی حیات ہی میں آپ کے حکم کے مطابق ہوا تھا۔ اور سال ۱۹۱۷ء کی تعیین، حضرت حجۃ الاسلام کی اس تحریر سے ہو جاتی ہے کہ:

''اور یہ وہ وقت ہے جب ''مانٹی گو'' وزیر، ہندوستان آیا تھا اور سیلف گورنمنٹ کا ہندوستان میں ایک شور و غوغا مچا ہوا تھا۔'' (''مَظَاھِرُ الْحَقِ الْاَجْلیٰ'' از حجۃ الاسلام)

مسٹر مانٹی گو، ایک برطانوی وزیر تھا جس نے ہندوستانی حالات و مسائل کا جائزہ لینے کے لئے ۱۹۱۷ء میں ہندوستان کا دورہ کیا تھا اور اسی سال ۱۹۱۷ء میں سیلف گورنمنٹ یعنی حکومتِ خود اختیاری کا مسئلہ بھی ہندوستان میں زور و شور کے ساتھ اُٹھا تھا۔

حجۃ الاسلام کا ایک دوسرا سفرِ لکھنؤ، امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ کے وصال (۱۹۲۱ء) کے بعد بہ مشورۂ خُلفائے امام احمد رضا، ہوا تھا۔

۱۹۱۷ء تک حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (وصال ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) کے بارے میں کوئی ایسی زبانی یا تحریری روایت نہیں ہے کہ کسی خطا و لغزش کی بنیاد پر ان سے کوئی شرعی مؤاخذہ یا توبہ و رجوع کا کوئی مطالبہ کیا گیا۔

تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) و تحریکِ ترکِ موالات (۱۹۲۰ء) میں حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (وصال ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء) سے کچھ لغزشیں اور خطائیں ہوئی تھیں جن کی طرف امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ نے آپ کی توجہ دلائی تھی اور رجوع و توبہ کا مطالبہ کیا تھا۔ دونوں حضرات کے درمیان طویل مراسلت بھی ہوئی تھی جو ۱۹۲۱ء میں حَسنی پریس بریلی سے شائع ہوگئی تھی۔

اِسی شرعی مؤاخذاہ کی وجہ سے حضرت حجۃ الاسلام نے اپنے دوسرے سفرِ لکھنؤ (بعدِ وصالِ امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ) کے وقت، مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے اُس وقت تک مصافحہ نہیں کیا جب تک کہ تصفیہ نہیں ہو گیا اور تصفیہ کے بعد مولانا عبدالباری نے توبہ نامہ بھی تحریر کیا۔

جس کے بعد اِن حضرات کی پُر جوش ملاقات ہوئی اور حجۃ الاسلام نے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی دست بوسی کی۔

Marfat.com

اس کے بعد اسی خوشی میں فرنگی محل میں محفلِ میلاد کا انعقاد ہوا جس میں سبھی علما کرام نے شرکت کی۔

مفتیِ آگرہ، حضرت مولانا عبدالحفیظ حقّانی (متوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء۔ در کراچی) خطیب وامام شاہی جامع مسجد، آگرہ اُس وقت فرنگی محل، لکھنؤ میں زیرِ تعلیم تھے۔ انھوں نے اپنی کتاب ''شمعِ ہدایت'' مطبوعہ کراچی میں چشم دید حالات درج کردیے ہیں۔

اِس واقعہ کی تفصیلات، گذشتہ صفحات میں قارئینِ کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ایک سفرِ بمبئی کے دوران مجھ سے ایک ثقہ راوی نے بیان کیا کہ:

''فلاں صاحب نے اِس فتویٰ (فتوائے حجۃ الاسلام) کے پڑھنے کے بعد مجھ سے ایک ملاقات وگفتگو کے دَوران کہا کہ:

''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا خون ہوگیا۔ اِس فتویٰ کو ''فتاویٰ حامدیہ'' سے نکال دینا چاہیے۔''

یہ جاہلانہ واحمقانہ تبصرہ وخیال سُن کر راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) نے اس راوی کے سامنے بَرجستہ کہا کہ:

''جس **فرضی مسلک** کا خون، اعلیٰ حضرت کے حکم سے حجۃ الاسلام وصدرُ الشریعہ اور دیگر خُلفاے اعلیٰ حضرت نے کیا ہے، اُس کا خون ہونا ہی چاہیے اور بار بار ہونا چاہیے۔''

اتنی واضح وصریح اردو عبارت بھی بعض یارانِ طریقت کی سمجھ میں نہ آسکی تو اُن سے عرض ہے کہ پہلے نہ سہی، اب سے وہ اپنی عقل کا کچھ نہ کچھ استعمال ضرور کریں اور اپنا ذہن، حاضر کر کے سوچیں کہ:

جسے وہ مسلکِ اعلیٰ حضرت سمجھ رہے ہیں اور زور وشور کے ساتھ جس کے نعرے لگوا رہے ہیں، تو کیا جو فکر وخیال اور جو عمل، اعلیٰ حضرت وحجۃ الاسلام وصدرُ الشریعہ جیسے اکابرِ اہلِ سُنّت وجماعت کے موقف کے خلاف ہو، وہ کبھی اس ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا کوئی جُز اور حصہ ہوسکتا ہے؟

اور جب ایسا نہیں ہوسکتا ہے تو اسے فرضی ومزعوم فکر وخیال ومسلک وموقف نہیں تو اور کیا کہا جائے؟

کبھی کبھی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ بے جا تشدّد بلکہ تحمّق کے حامل، کچھ انتہا پسند افراد نے اپنی جہالت وحماقت اور اپنی تنگ نظری وکج فکری سے

Marfat.com

اپنے دل و دماغ میں کوئی ایسا مَسلک (فکروخیال) پال رکھا ہے کہ اکابر واسلافِ اہلِ سُنَّت و جماعت کی ہدایات وارشادات کوبھی وہ لائقِ اِعتنا اور قابلِ عمل نہیں سمجھتے۔

اور اِن جاہلوں اور انتہا پسندوں کا "مزعومہ مسلک" (مذہبِ اہلِ سُنَّت ومسلکِ اعلیٰ حضرت کے مخالف کوئی فکروخیال) ان کی نظر میں اتنا صحیح اور کھرا ہے کہ:

اعلیٰ حضرت و صدرُ الشریعہ وحجۃُ الاسلام ومفتیِ اعظم ومحدِّث اعظم اور صدرُ الافاضل وغیرہُم عَلَیہِمُ الرَّحْمَۃُ والرِّضْوَان بھی گویا ان کے معیار پر پورے نہیں اُترتے اور "خودساختہ تصلُّب" کو وہ اِن اکابرواسلافِ اہلِ سُنَّت کے "دینی تصلُّب" سے بھی بالاتر سمجھتے ہیں۔ اَلْعِیَاذُبِاللّٰہِ تبارَک وتَعالیٰ۔

یہ فکرِ وعمل نہ "تصلُّبِ مطلوب" ہے۔نہ "تعصُّبِ محمود" بلکہ واضح وصریح الفاظ میں "حُمقِ محض" اور "جہالتِ فاحشہ" ہے جونہایت معیوب اور شدید مذموم ہے۔

کیا ایسے ہی جاہلوں، بے عقلوں اور بدنصیبوں کی انتہا پسندی وکج رَوِی کی خبر، رسولِ اکرم، نبیِ معظّم مُخبرِ صادق صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیہِ وَسَلَّم نے اِس ارشادِگرامی میں اہلِ ایمان کونہیں دی ہے؟

هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُون۔(صحیح مسلم)

ہلاک ہوئے غُلو وتشدُّد والے۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے غُلو وتشدُّد اوراس کی ہلاکت سے اہلِ سُنَّت کی حفاظت فرمائے۔

آمین ابجاہِ حَبِیبِکَ سَیِّدِالمُرْسَلِین عَلَیہِ وعَلیٰ آلِہ الصَّلٰوۃُ والتَّسْلِیم۔

ربِّ کائنات ارشادفرماتا ہے:

وَمَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (سورۂ حج۔آیت ۷۸)

اورتم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔"

رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم ارشادفرماتے ہیں:

يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

سہولت وآسانی پیدا کرو اور دِقّت ومشقّت میں نہ ڈالو۔ اور بشارت وخوش خبری دو اور وحشت ونفرت نہ پیدا کرو۔"

اور ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُبَشِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ۔ (صحیح بخاری ومسند امام احمد)

تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو۔ نہ کہ دشواری میں ڈالنے والے۔"

اور ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ۔ وَلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ۔ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَبَشِّرُوْا۔ (صحیح بخاری وسُنَنِ نسائی)

بے شک، دین آسان ہے۔ اور جو دین میں تشدُّد وتعمق کرے گا، اُس پر یہ دین غالب اور سخت ہو جائے گا۔ تو درستی ونرمی وبشارت کی راہ اختیار کرو۔"

یہ حقیقت، روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ:

مسلکِ حق، مذہب اہلِ سُنّت وجماعت ہی ہے جسے آج کل، ہندو پاک میں مسلکِ اعلیٰ حضرت بھی کہا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص، مذہب اہلِ سُنّت ومسلکِ اعلیٰ حضرت کے بالمقابل اور اس کے بَرعکس کوئی فکر وخیال ظاہر کرتا ہے تو یہ فکر وخیال، نہ مذہب اہلِ سُنّت ہے اور نہ ہی مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے۔ بلکہ صاف وصریح الفاظ میں یہ کوئی فرضی ومزعوم مسلک ہے جس کا مذہب اہلِ سُنّت ومسلکِ اعلیٰ حضرت سے کوئی تعلق اور اکابر واسلافِ اہلِ سُنّت کا اس سے کوئی بھی واسطہ نہیں۔

مذہب واصولِ مذہب کے علم وعرفان اور شعور وادراک کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں تو اِس "تقریب" (رقم شدہ ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء) میں ملاحظہ فرمائیں جسے برادرِ مکرّم، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی (موجودہ صدرُ المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی) نے پوری علمی وفقہی بصیرت کے ساتھ تحریر فرمایا ہے:

"امام احمد رضا نے علمی تحقیقات اور فنی تدقیقات کے جو اَنمول موتی اپنی تصانیف میں جلوہ آرا فرمائے ہیں، اُن کا اعتراف غیروں کو بھی ہے۔

Marfat.com

اِسی طرح دینِ حنیف اور فقہِ حنفی کی جولازوال خدمات، امامِ موصوف قُدِّسَ سِرُّہٗ نے انجام دیں، اُن کے اعتراف پر سبھی مجبور ہیں۔ ع

جس سَمت آ گئے ہو، سکّے بٹھادیے ہیں۔

لیکن اِن تمام مناقب وفضائل کے خزانے میں ایک ''عیب'' بھی ہے۔ زبردست عیب۔ وہی عیب جسے شیخ سعدی شیرازی نے فرمایا ہے: ع

ہنر بچشمِ عداوت، بزرگتر عیبے ست۔

ان کا ''عیب'' یہی ہے کہ وہ ع

بامسلماں، اللہ اللہ، بابرہمن، رام رام۔

والے مذہب صلحِ کل کے قائل نہ تھے۔ ان کے یہاں دوستی اور دشمنی کا ایک پختہ نظریہ موجود تھا۔

وہ قرآن وحدیث اور اتباعِ ائمہ پر سختی سے قائم تھے۔ انھوں نے قرآنِ کریم سے محبتِ ایمان ومومن کے ساتھ عداوتِ کفر وکافر کا بھی درس لیا۔

حدیثِ پاک سے اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ، دونوں کی تعلیم حاصل کی۔ ائمۂ کرام سے انھوں نے یہ سبق بھی سیکھا کہ:

'' محبت خدا ورسول، بے عداوتِ دشمنانِ آں، صورت نہ بندد۔

''تولّا بے تبرّا نیست ممکن'' دریں جاصادق است۔''

(مکتوباتِ امام ربّانی، مجدّدِ الفِ ثانی، شیخ احمد فاروقی سرہندی۔ وصال ۱۰۳۴ھ)

اس لئے ان کا نتیجۂ فکر وقلم، جہاں بارگاہِ خدا ورسول اور نگاہِ اہلِ ایمان میں ایک ''نغمۂ دل نواز'' تھا، وہیں دشمنانِ خدا ورسول اور اَعْدَاے دین وسُنّت کے لئے ''سوہانِ روح'' اور ''پیامِ موت۔''

یہی کہتی ہے بلبلِ باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہُدیٰ، مجھے شوخیِ طبعِ رضا کی قسم

Marfat.com

....

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار، برق بار
اَعْدا سے کہہ دو، خیر منائیں نہ شر کریں

(ص ۵۵ و ص ۵۶۔ "امام احمد رضا اور رَدِّ بدعات و منکرات"۔ مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارک پور۔ ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء)

"اَوراق اُلٹ کر دیکھیے پھر فیصلہ کیجیے کہ:

یہ کس کا قلم ہے جس نے بدعات و مفاسد کی بیخ کنی میں پوری جُرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا ہے۔ نہ تو اسے لَوْمَۃِ لائم کا خوف ہے۔ نہ دنیا والوں کی ناراضی کا اندیشہ۔ اسے اپنے مولیٰ کی رضا، کافی ہے۔

اس کی آنکھوں میں شریعتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا کیف و سرور ہے اس لئے وہ فیصلے کرتا ہے تو حق اور اَٹل فیصلے کرتا ہے۔

نہ تو اس میں اِفراط ہے کہ بدعت کو شرک۔ گناہ کو کفر۔ مکروہِ تنزیہی کو حرام۔ یا کم از کم صغیرہ بلا اِصرار کو کبیرہ۔ خفی کو جلی۔ کہہ دے۔

نہ اس میں تفریط ہے کہ مکروہ یا خلافِ اولیٰ کو غیر مکروہ و مستحب۔ بدعت کو سُنّت۔ منکر کو معروف۔ یا ناجائز کو جائز کہہ دے۔

اِعتدال ہے اور صرف اِعتدال۔ یہی وہ اِصلاح ہے جو فساد و افساد سے پاک ہوتی ہے۔"

(ص ۳، ۷ و ص ۴، ۷۔ تقریب از مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی۔ در "امام احمد رضا اور رَدِّ بدعات و منکرات"۔ مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارک پور۔ ۱۹۸۵ء)

یہی "مسلکِ رضا"، مشاہیرِ اسلام، علما و فقہا و اکابر صوفیہ و مشائخ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیہِم اَجْمَعِین کے ارشادات و ہدایات کا عطرِ مجموعہ ہے۔

یہی "فکرِ رضا"، امام المحدِّثین، شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی و مجدِّدِ الفِ ثانی، شیخ احمد فاروقی سرہندی و شمس العارفین، سید شاہ آلِ احمد اچھے میاں مارہروی و سراج الہند، شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی و بحر العلوم، مولانا عبدالعلی فرنگی محلی و علامہ فضلِ حق خیر آبادی و علامہ فضلِ رسول عثمانی بدایونی و خاتم الاکابر، سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی و نور العارفین، سید شاہ ابوالحسین احمد نوری

مارہروی وحضرت مفتی ارشاد حسین مجدِّدی رام پوری ومحبِ رسول ،تاج الفحول، مولانا عبدالقادر عثانی بدایونی وشیخ المشائخ، سیدشاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی وغیرھُم رِضوَانُ اللّٰہِ عَلَیہِم اَجمَعِین کے عقائدوافکار کا نمائندہ وترجمان ہے۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے موجودہ صدرُالمدرسین، برادرِ مکرّم، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی نے مندرجہ بالاتحریر میں جو کچھ پیش کیا ہے وہی آئینۂ فکرِرضاومسلکِ رضا ہے۔

بِحَمدِہٖ تَبارَکَ وتَعالیٰ وبِکَرَمِ حَبیبِہٖ الاَعلیٰ صَلَّی اللّٰہُ علیہِ وَسَلَّم، سَوادِاَعظم اہلِ سُنَّت وجماعت، ہندوپاک کی سب سے عظیم دینی وعلمی درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے بارے میں ’’تحدیثِ نعمت‘‘ کے طور پر کہا اور لکھا جاسکتا ہے کہ:

اس نے اپنی تاسیس سے آج تک ہمیشہ اور ہر دَور میں فکرِ رضا ومسلکِ رضا کوعلمی وفکری وفقہی انداز میں پیش کرتے رہنے کی ایسی ممتاز اور لازوال خدمت انجام دی ہے جس سے اہلِ سُنَّت وجماعت کا سَر ،فخر سے اونچا ہوتا رہا ہے اور آج بھی اس کی نمایاں خدمات ہر جہت سے سَوادِاَعظم اہلِ سُنَّت وجماعت کے لئے باعثِ اِعزاز واِفتخار اور مدارسِ اہلِ سُنَّت وجماعت کے لئے قابلِ تقلید و لائقِ اِتّباع ہیں۔

بِحَمدِہٖ تَعالیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا ماضی وحال واِستقبال، تینوں نہایت روشن وتابناک ہیں۔

مدرسہ مصباح العلوم مبارک پور (قائم شدہ ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) میں صدرُالشریعہ، مولانا امجدعلی اعظمی رضوی (وصال ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) خلیفۂ امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) وتلمیذِ علاّمہ ہدایت اللہ جون پوری (وصال ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) اورمحدِّثِ اعظم، مولانا سید محمد محدِّث اشرفی کچھوچھوی (وصال ۱۳۸۱ھ/دسمبر ۱۹۶۱ء) کے مشترکہ انتخاب اور صدرُالشریعہ کے حکم پر حافظِ ملّت، مولانا الشاہ عبدالعزیز مرادآبادی (وصال ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں مبارک پور تشریف لائے اور آپ کی شبانہ روز

کدّ وکاوش کے نتیجہ میں ۱۰/شوال ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء کو گولہ بازار، مبارک پور کی وسیع وعریض زمین میں ایک جدید اور شان دار عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ جس کا تاریخی نام" باغِ فردوس" (۱۳۵۳ھ) ہے۔

اِس عمارت کا سنگِ بنیاد، شیخ المشائخ، حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (وصال ۱۳۵۵ھ) اور صدرُ الشریعہ ومحدِّثِ اعظم وغیرھُم کے دستِ مبارک سے رکھا گیا۔

اِس مبارک تاریخی موقع پر شیخ المشائخ، حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی نے اشرفیہ کے اِستحکام وترقی کی دعا کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

"جو اِس کی ایک اینٹ کھسکائے گا اُس کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔"

صدرُ الشریعہ جب ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء میں اپنے دوسرے سفرِ حج وزیارت کے لئے جارہے تھے تو حافظِ ملّت نے عرض کیا تھا کہ: اپنی دعاؤں میں اشرفیہ کو بھی یاد رکھیے گا۔"

صدرُ الشریعہ نے اُس وقت ارشاد فرمایا تھا:

"اشرفیہ بڑھے گا، پھلے گا، پھولے گا، اور جو اِس کی مخالفت کرے گا، ذلیل ہوگا۔"

مدرسہ مصباح العلوم (قائم شدہ ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) اپنے نئے سنگِ بنیاد ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء کے بعد دارُ العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کے نام سے بڑھتا، پھلتا، پھولتا رہا۔ تا آں کہ قصبہ مبارک پور سے نکل کر نہایت وسیع وعریض زمین پر ۲۰/۲۱/۲۲/ربیع الاول ۱۳۹۲ھ/۵/۶/۷/مئی ۱۹۷۲ء کو، سیدی ومُرشدی، مفتیِ اعظم، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی (وصال محرّمُ الحرام ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) وسیدُ العلما، مولانا السّید الشاہ آلِ مصطفیٰ قادری برکاتی مارہروی*(وصال ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء) ومجاہدِ ملّت، مولانا الشاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری (وصال ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) وغیرھُم اکابر علما ومشائخ اہلِ سُنّت کے مبارک ہاتھوں سے اُس کا سنگِ بنیاد رکھا گیا اور اب اَلْجَامِعَةُ الاَشْرَفِیَه کے نام سے اسے شہرتِ عام، حاصل ہے۔

احسنُ العلما، مولانا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حَسَن قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء) نے اپنے ایک مفاوضۂ عالیہ، محرّرہ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ/جون ۱۹۷۸ء کے ذریعہ اہلِ سُنّت وجماعت سے ارشاد فرمایا کہ:

.... اَلجامعة الاشرفیه کی تعمیر کے لئے آیئے ہم سب مل کر ایک سیسہ پلائی ہوئی

Marfat.com

دیوار بن جائیں۔ "اَلسَّعْیُ مِنِّی وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ۔"

جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے فکری وعلمی وعملی طور پر جس طرح دنیا کے سامنے "مذہبِ اہلِ سنّت" اور "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کو پیش کیا ہے اُس کی ایک نہایت روشن تاریخ ہے جس سے دوسروں کو سبق سیکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔

اِس جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے فارغُ التحصیل عُلما، ہند وبیرونِ ہند جو دینی وعلمی ودَعوتی واصلاحی خدمات، وسیع پیمانے پر انجام دے رہے ہیں، اُس سے ہندوپاک ہی نہیں بلکہ یورپ وافریقہ وامریکہ وآسٹریلیا کے مسلمانانِ اہلِ سُنّت بھی اچھی طرح باخبر اور واقف ہیں۔

آج کے بعض حاسدین ومخالفینِ اشرفیہ اگر اشرفیہ کی ہمہ جہت قدیم وجدید خدمات اور اس کے آفتابِ عروج واقبال کو اپنے تعصُّب وعِناد کی وجہ سے دیکھنے سے معذور ہیں تو اِس میں کوئی قصور اس روشنی بکھیرتے ہوئے آفتاب کا نہیں بلکہ خود ان کی آنکھوں کا فتور ہے۔ کیوں کہ:

گر نہ بیند بروز شپّرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ؟

ایسے افراد کو جلد تر اپنی خبر لینی چاہیے، اپنی نیت درست کرنی چاہیے اور، اپنے فسادِ مزاج کا علاج کر لینا چاہیے۔ ورنہ، ہوتا یہی ہے کہ:

دُکھتی ہوئی آنکھوں کو بُرا لگتا ہے سورج
بیمار زبانوں کو بُرا لگتا ہے پانی

کسے نہیں معلوم کہ فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ ر ۱۹۲۱ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ کے فقہی شاہکار (بزبانِ اردو) کو زیورِ طبع سے آراستہ کرنے کی توقع، سیّدی و مُرشِدی، حضور مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی بریلوی نے ۱۹۵۹ء میں اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یوپی۔ انڈیا) کی ایک مبارک مجلس میں ظاہر فرمائی تو فرزندانِ اشرفیہ ہی سے۔ کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"تم لوگوں کے علاوہ اور کس سے اِس کی توقع ہو سکتی ہے؟۔"

اور پھر "سنّی دارالاشاعت" مبارک پور (زیرِ اہتمام وانتظام، حضرت مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی وحضرت مفتی عبدالمنان اعظمی وحضرت مولانا محمد شفیع اعظمی وحضرت مولانا قاری

محمد یحییٰ مبارک پوری۔ زیرِ سرپرستی حافظِ مِلّت، مولانا الشاہ عبدالعزیز مرادآبادی۔رَحمۃُ اللّٰہِ تعالیٰ علیہِم اَجمَعِین) نے فتاویٰ رضویہ کو بڑی کدّ وکاوش وعَرق ریزی وجاں کاہی اور ذمّہ داری کے ساتھ قوم کے سامنے پیش کر کے ایک گراں قدر تاریخی کارنامہ انجام دیا۔

فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کے دوسرے فقہی شاہکار "جَدُّ المُمتَار علیٰ رَدِّ المُحتَار" (بزبانِ عربی) کی طباعت واشاعت کی سعادت بھی فرزندانِ اشرفیہ (مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری مصباحی، راقمِ سطور یٰسٓ اختر مصباحی اور مولانا نصرُ اللہ رضوی مصباحی) کو حاصل ہوئی۔

جنھوں نے "المجمع الاسلامی مبارک پور" کے ذریعہ یہ قابلِ افتخار فقہی سرمایہ، قوم کی خدمت میں پیش کر کے سُرخ رُوئی وسرفرازی حاصل کی۔

اتنا ہی نہیں بلکہ دنیا جانتی ہے کہ آزادیِ ہند (۱۹۴۷ء) کے بعد سے "رضویات" کے موضوع پر فرزندانِ اشرفیہ کی قلمی وتحریری خدمات، ہندوستان کے دیگر بھی سُنّی اصحابِ قلم کی مجموعی خدمات پر بھاری ہیں۔ وَذَالِکَ فَضلُ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَشَاءُ۔

اشرفیہ مبارک پور کی ایک عظیم الشان اور پُرشکوہ عمارت "امام احمد رضا لائبریری" کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں درسی وغیر درسی، ہزاروں کتب ورسائل، موجود ہیں۔

یومِ رضا (۲۵ رصفر) کے موقع پر مدتِ دراز سے اشرفیہ مبارک پور کے طلبہ، "تحریری وتقریری مقابلہ" کا اہتمام کرتے اور اس میں ذوق وشوق کے ساتھ حصہ لے کر اپنی روحانی بالیدگی میں اضافہ کرتے رہے ہیں۔

سیدی ومُرشِدی، حضور مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا شاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری بریلوی کی نسبت سے اشرفیہ مبارک پور کا ایک مرکزی گیٹ "بابِ مفتیِ اعظم" کے نام سے موسوم ہے۔

تقریباً تیس (۳۰) سال سے یومِ مفتیِ اعظم (بتاریخ ۱۴ رمحرم) کے موقع پر، اشرفیہ کے طلبہ، نہایت اہتمام کے ساتھ "تحریری مقابلہ" کے اپنے پروگرام میں حصہ لیتے ہیں۔ اور اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق بہترین مضامین تحریر کرتے ہیں۔

تین سو چار (۳۰۴) صفحات پر مشتمل "انوارِ مفتیِ اعظم" مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی۔ طبع اول ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ راکتوبر ۱۹۹۲ء۔ اشرفیہ مبارک پور کے طلبہ کے ایسے ہی مضامین کا دلکش مجموعہ اس

وقت میرے پیشِ نظر ہے۔ جسے برادرِ مکرّم، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی (موجودہ صدرُالمدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) نے مرتّب کر کے وقیع بنادیا ہے۔

تقریباً چالیس (۴۰) سال سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے مختلف درجات کے طلبہ، رضویات واسلامیات پر مشتمل چھوٹی بڑی کتب ورسائل کی طباعت واشاعت بڑی سرگرمی کے ساتھ کر رہے ہیں۔

اِدھر چند سالوں سے انھوں نے اردو زبان کی قدیم وضخیم اور نایاب کتب اکابر علمائے اہلِ سُنّت کی نئی کمپوزنگ کرا کے ان پر اپنے اساتذۂ کرام سے تعارف وتقدیم لکھوا کر انھیں قوم وملّت کے سامنے پیش کرنے کا نہایت گراں قدر سلسلہ شروع کیا ہے۔

ان میں انوارِ ساطعہ، الصوارم الہندیہ، نصر المقلدین، نصرۃ المجتہدین، انوارِ آفتابِ صداقت، انتصار الحق خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

اِن طلبہ کا یہ اِقدام وعمل، ہمارے دیگر مدارسِ اہلِ سُنّت کے باشعور طلبہ کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

سیدی ومُرشدی، حضور مفتیِ اعظم ہند، قُدِّسَ سِرُّہٗ کی عظیم حیات وخدمات پر مشتمل، گیارہ سو (۱۱۰۰) صفحات کا ضخیم مجموعہ "جہانِ مفتیِ اعظم" (مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی۔ ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء) مرتّبہ مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی ومولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی ومولانا مقبول احمد مصباحی، فرزندانِ اشرفیہ ہی کا گراں قدر کارنامہ ہے۔

اتنا ضخیم وعظیم مجموعہ نہ آج تک مرتّب ہوا، نہ شائع ہوا۔ اہلِ سُنّت کے ہر حلقے تک اس کی رسائی اور پذیرائی ہوئی۔ مگر بعض حضرات نے اس کی اِس طرح "قدر دانی" فرمائی کہ چند کلماتِ تحسین کہنے اور لکھنے کی بجائے یہ شوشہ بازی فرمائی کہ جہاں جہاں لفظِ مفتیِ اعظم تھا اسے مرتّبین نے حذف کردیا۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کوئی صفحہ بلکہ کوئی پیراگراف بھی شاید ہی لفظِ مفتیِ اعظم سے خالی ملے۔ قارئین اتنے سادہ لوح نہیں کہ سامنے کی اِس واضح حقیقت کو نظر انداز کر کے ایسی کسی انگشت نمائی پر یقین کر بیٹھیں۔

اِس طرح کے کسی پروپگنڈہ کی تردید وتکذیب کے لئے "جہانِ مفتیِ اعظم" خود کافی وشافی

Marfat.com

ہے۔جس کا ورق ورق ، روشن وتابناک حیات وخدماتِ مفتی اعظم کامظہرِ انوار بن کر اپنے قارئین کے دیدہ ودل پر اپنی شعاعیں بکھیر رہا ہے۔

یہ فیض ہے اَکابرواسلاف سَوادِاعظم اہلِ سُنّت وجماعت کے مذہب ومسلکِ حق کی ترجمانی اورفکرِ رضا کی خدمتِ تفہیم وتبلیغ وترویج کا کہ:

فرزندانِ اشرفیہ مبارک پور جہاں ایک طرف علم وفضل کے مالک ہوتے ہیں،وہیں دوسری طرف وہ شعوروادراک اورفکر وبصیرت کے بھی حامل ہوتے ہیں۔اُن کی نظر،وقت کے بدلتے حالات اورمتعدد جہات کی طرف ہوتی ہے۔

۱۹۷۰ء کی دَہائی سے درجنوں مصباحی علماوفُضلا،یورپ وافریقہ وامریکہ وآسٹریلیاجاکراپنے اپنے طور پراسلام وسُنّیت اور جماعتِ اہلِ سُنّت کی گراں قدرخدمات انجام دے رہے ہیں۔جن میں ورلڈاسلامک مشن (برطانیہ) جامعۃ الاسلام،اسلامک اکیڈمی(نیدرلینڈ) وغیرہ کئی اہم ادارے شامل ہیں۔

تعلیمی وتدریسی میدان میں بھی اپنے وطن،ہندوستان ہی کی طرح ان فرزندانِ اشرفیہ نے اپنے اپنے نئے ممالک میں بھی ٹھوس پیش رفت کی ہے۔

درسِ نظامی کے طرز پر کسی ہندوستانی عالم کا قائم کردہ اگرکوئی ایساادارہ اِس دیارِ غیرمیں ہے جہاں اپنے نصاب کے مطابق،طلبہ مکمل تعلیم حاصل کررہے ہیں اوراُس کے فارغُ التحصیل علما،مختلف افریقی ممالک میں اپنے اپنے طور پردینی وتبلیغی کام میں بھی مصروف ہوچکے ہیں تووہ ہے صرف اورصرف:''دارُالعلوم قادریہ غریب نواز،لیڈی اسمتھ،ساؤتھ افریقہ''

جس کے بانی عزیزِگرامی،مولاناحافظ علیم الدین اعظمی مصباحی۔اوراس کے شیخ الحدیث :صدیقِ مکرم،مولانا افتخاراحمدقادری مصباحی ہیں۔

عزیزِگرامی،مولانا احمدالقادری مصباحی (برادرِمکرم،مولانامحمداحمداعظمی مصباحی کے برادرِصغیر) بھی امریکہ میں اِسی طرح کاشانداراداره قائم کرچکے ہیں۔امریکی معیار کے مطابق اس کی پُرشکوہ عمارت،مکمل ہوچکی ہے۔

ابھی اِسی ربیع الاول (۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء) میں صدیقِ مکرم،مولانا بدرالقادری مصباحی جومُدّت دراز،سے ہالینڈ میں رہ کراپنی دینی ودعوتی خدمات ومشاغل ومصروفیات کے ساتھ

Marfat.com

تصنیفی کام بھی کرتے رہتے ہیں، اُنھوں نے فون کر کے مجھے بتایا کہ:

اِس وقت میں امریکی دورہ پر آیا ہُوا ہوں اور مولانا احمد القادری مصباحی کے یہاں سے بول رہا ہوں۔ مولانا احمد القادری مصباحی نے اپنے دارُ العلوم کی شاندار و باوقار عمارت کی تعمیر مکمل کر لی ہے۔ اسے دیکھ کر مجھے بے پناہ قلبی و روحانی مسرت حاصل ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ

اس کے بعد انھوں نے مولانا احمد القادری مصباحی سے میری بات کرائی۔ میں نے اپنی بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے انھیں پُر جوش مبارک باد، دی۔

حضرت مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی (مانچسٹر، انگلینڈ) کی پُر وقار شخصیت، آپ کی طبعِ سلیم و فکرِ قویم، آپ کی شہرۂ آفاق خطابت، اور سرزمینِ یورپ میں آپ کی نمایاں دعوتی خدمات سے دنیائے اہلِ سُنّت نہ صرف یہ کہ واقف بلکہ معترف و مدّاح اور رَطبُ اللّسان بھی ہے۔

میں اور صَدیقِ مکرّم، مولانا افتخار احمد قادری مصباحی (موجودہ شیخ الحدیث، دارُالعلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اِسمتھ، ساؤتھ افریقہ) جب ریاض (سعودی عرب) میں تھے اُس وقت (۱۹۸۳ء) کی بات ہے کہ:

صوفی محمد اکرم رضوی مرحوم و مغفور ایک متصلِّب سنّی تھے، ان کی ایک کتاب ''صحابہ کا عشقِ رسول'' مطبوعہ المجمع الاسلامی، مبارک پور کافی مشہور ہے۔ مخلص سنّی ہونے کی وجہ سے میرے اور مولانا افتخار احمد قادری مصباحی صاحب کے تعلقات، صوفی محمد اکرم رضوی سے بڑے اچھے تھے۔ ان کے گھر (ریاض، سعودیہ) بھی ہم لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔

صوفی محمد اکرم رضوی مرحوم و مغفور، پنجاب (پاکستان) کے رہنے والے تھے۔ ریاض، (سعودیہ) میں ان کی اچھی خاصی تجارت تھی۔ ایک بار وہ یورپ کے اپنے تجارتی دورہ پر جار ہے تھے تو اپنے دینی مزاج کے مطابق انھوں نے یورپ کے علمائے اہلِ سُنّت سے ملاقات کا بھی پروگرام بنا رکھا تھا۔

انھوں نے ہم لوگوں سے گذارش کی کہ کچھ ہندوستانی علمائے اہلِ سُنّت کے نام و پتہ و فون نمبر مجھے لکھوا دیں۔ تا کہ میں ان سے ملاقات کر سکوں۔ ہم لوگوں نے جو نام انھیں لکھ کر دیے اُن میں نمایاں نام، حضرت مولانا قمر الزماں اعظمی مصباحی کا تھا۔

دورۂ یورپ سے ریاض واپسی کے بعد انھوں نے بتایا کہ:

Marfat.com

تجارتی مصروفیات کی وجہ سے حضرت مولانا قمرالزماں اعظمی سے ملاقات تو نہ ہو سکی مگر فون پر میں نے ان سے بات کی اور کافی متاثر ہوا۔

میں نے اپنے پاکستانی دوستوں سے ان کے بارے میں معلوم کیا تو سبھوں نے ان کی بڑی تعریف کی۔ اور کہا کہ:

''اگر یہ شخص، بھارتی نہ ہوتا تو پورے برطانیہ پر چھا جاتا۔''

یہ بات ۱۹۸۳ء کی ہے۔ اور مذکورہ تبصرہ کا صحیح مطلب وہی حضرات بخوبی سمجھ سکتے ہیں جو ہندوستان سے باہر کی فضا اور ماحول میں کچھ مدت بھی گذار چکے ہیں۔

۱۹۷۰ء کی دہائی میں اشرفیہ کے قابلِ فخر فرزند، حضرت علاّمہ ارشدالقادری نے حضرت علاّمہ شاہ احمد نورانی کے ساتھ مل کر جس ''ورلڈ اسلامک مشن'' کی تشکیل کی تھی، اُس کی خدمات اور سرگرمیوں سے سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کا ہر باشعور طبقہ اچھی طرح واقف ہے۔

بِحَمْدِہٖ تَبارَکَ وتَعالیٰ، فرزندانِ اشرفیہ مبارک پور اپنے تابناک ماضی کی وراثت کے تحفظ کے ساتھ روشن مستقبل کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں۔ درپیش چیلنجوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور نئے آفاق کی تلاش و جستجو میں ہمیشہ سرگرداں رہتے ہیں۔ یہ ذہن انھیں مذہب سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت وفکرِ اسلاف وفکرِ رضا ہی نے دیا ہے اور اپنے مذہب و مسلکِ قدیمی سے انھیں یہ غذا ملی ہے اور ملتی رہے گی۔

کیا مذہب اہلِ سُنّت و جماعت و مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اِن عظیم خدمات کا بھی کوئی جواب اور کوئی نظیر و مثال ہے؟

کیا جذباتی تقریریں کرنا اور نعرے لگوانا ہی ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کی سب سے بڑی خدمت ہے؟ مختلف شعبہائے فکر و عمل سے بے نیاز رہ کر اجتماعی مسائل کو نظر انداز کرتے رہنا کون سا مسلک اور کہاں کی دانش مندی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ تقسیمِ ہند (۱۹۴۷ء) کے بعد سے اب تک جتنے وسیع و ہمہ گیر انداز سے اشرفیہ مبارک پور و فرزندانِ اشرفیہ نے ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' پر عمل سے لے کر اس کے فروغ واشاعت کی مستحکم علمی وفکری خدمت تک جو عظیم فریضہ انجام دیا ہے، اُس کا جواب ہند و پاک کا کوئی اِدارہ پیش نہیں کر سکتا، نہ کوئی درس گاہ اِس سلسلے میں اپنی ستر (۷۰) اتنی

(۸۰) سالہ مسلسل خدمات کا اتنا گراں قدر سرمایہ پیش کر سکتی ہے۔

آئندہ بھی اِنْ شَاءَ اللّٰہ، اِس اشرفیہ و فرزندانِ اشرفیہ کی خدمات کا سلسلہ یوں ہی جاری رہے گا۔ اور رہے گا یوں ہی اِس کا چرچا رہے گا۔

بے شک ہندوستان میں بہت سے مدارسِ اہلِ سنّت وہ ہیں جن میں بعض قدیم بھی ہیں اور عظیم بھی ہیں۔ ان کی دینی و علمی خدمات بھی ہیں۔ ان کے فارغ التحصیل علما، اسلام و سنیت کی خدمات بھی انجام دیتے رہے ہیں۔ ان کا دائرۂ عمل اور حلقۂ اثر وسیع بھی ہے۔

یہ مدارسِ اہلِ سنّت، ترقی پذیر بھی ہیں۔ جن میں سے بعض سے بہت اچھی توقعات بھی وابستہ ہیں۔ اہلِ سنّت و جماعت کا انھیں بھرپور تعاون بھی حاصل ہے اور جماعتِ اہلِ سنّت میں مشہور و نیک نام بھی ہیں۔

اِن سارے مدارس کے ساتھ حُسنِ ظن رکھنا، ان کا ذکرِ خیر کرنا، انھیں حسبِ توفیق و استطاعت، مالی تعاون پیش کرتے رہنا، سارے اہلِ سنّت کا اجتماعی فریضہ ہے۔ جس سے کبھی کسی حال میں غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

لیکن اِس حقیقت سے ہر باخبر و ذی ہوش اور انصاف پسند سنّی عالم اور عوامِ اہلِ سنّت بھی بخوبی واقف ہیں کہ:

جامعہ اشرفیہ مبارک پور اِن مدارس کے ہجوم میں اپنی ایک منفرد، شناخت اور ممتاز، حیثیت رکھتا ہے۔ اور اسے دیکھنے، سننے، جاننے والوں کا بے ساختہ تأثر کچھ اِس قسم کا ہوتا ہے کہ:

کیا حُسن ہے، جمال ہے، کیا رنگ روپ ہے
وہ بھیڑ میں بھی جائے تو تنہا دکھائی دے

بِحَمدِہٖ تَعَالیٰ اشرفیہ کا ماضی، قابلِ رشک۔ حال، حوصلہ افزا اور مستقبل، روشن و تابناک ہے۔ اسے معلوم ہے کہ حال سے مستقبل کی طرف کس طرح شاندار پیش رفت کی جاتی ہے۔

اَصحابِ علم و فضل اور اَربابِ فکر و نظر کو اِس اعتراف میں کوئی تأمّل نہیں کہ:

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، سوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کا عصرِ حاضر میں سب سے باوقار علمی و فکری ادارہ ہے اور اس کا معیارِ تعلیم، مجموعی طور پر سب سے ممتاز و نمایاں اور صد تحسین و آفرین ہے۔

Marfat.com

کئی سال پیشتر، حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی (متوفی ۱۴ر ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ / ۲۰ر اکتوبر ۲۰۱۳ء) عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان نے جناب سراج الدین شریفی (سہسرام، بہار) کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ:

''عمارت اور معیارِ تعلیم، دونوں اعتبار سے ''جامعہ اشرفیہ، مبارک پور'' اوّل نمبر پر ہے۔
جب کہ معیارِ تعلیم کے اعتبار سے ''جامعہ علیمیہ جمدا شاہی'' دوسرے نمبر پر ہے۔
اور عمارتی جدیدیت کے اعتبار سے ''مَرکزُ الدِّراساتِ الْاِسلامیۃ، جامِعَۃُ الرِّضاء بریلی شریف، اوّل نمبر پر ہے۔''

(ص ۲۶۔ تحقیقاتِ امامِ علم وفن۔ مرتبہ مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی۔ ناشر:۔ امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر۔ بریلی شریف۔ طبع اول جنوری ۲۰۱۲ء)

یہ اشرفیہ مبارک پور اِنْ شاءَ اللّٰہ بڑھتا اور پھلتا پھولتا ہی رہے گا۔ حاسدین کا حسد اور مخالفین کی مخالفت اِنْ شاءَ اللّٰہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

اس کے ساتھ اللہ کا فضل ہمیشہ شاملِ حال رہا ہے۔ فیضانِ نبوی سے اس کا وجود ہمیشہ سیراب وسرسبز وشاداب رہا ہے۔ بزرگوں نے اسے ہمیشہ اپنی خصوصی توجّہات سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر فتنہ اور ہر حادثہ کے بعد اسے مزید تقویت وتوانائی اور شہرت ونیک نامی حاصل ہوتی رہی ہے۔

حضرت مولانا محمود احمد قادری، اشرفی، رفاقتی، مظفر پوری نے ربیع الاول شریف (۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء) کی ایک ٹیلیفونی گفتگو میں راقمِ سطور سے یہ روایت بیان کی کہ اعلیٰ حضرت اشرفی میاں رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے ایک بار اشرفیہ کے بارے میں مبارک پوری زبان میں ارشاد فرمایا تھا کہ:

''اے کے خلاف فتنہ بہت اُٹھیہِ اور ہر فتنہ کے بعد اِی اُبھر یہہ۔''

یعنی اشرفیہ کے خلاف فتنے، بہت اٹھیں گے مگر ہر فتنہ کے بعد یہ مضبوطی کے ساتھ ابھر کر سامنے آئے گا۔''

جنھیں کچھ معلوم نہیں وہ آنکھیں کھول کر دیکھیں اور اچھی طرح سمجھ لیں۔ اور جنھیں کچھ معلوم ہے وہ مزید جان لیں کہ مستقبل بینی اور دور اندیشی کیا چیز ہوتی ہے؟

Marfat.com

پڑھیں اور سُنیں کہ فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کیا تحریر کرتے ہیں اور کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

ملک العلما، مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی (وصال ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) کے نام ایک مکتوب میں امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ رقم طراز ہیں: (واضح رہے کہ اِس مکتوب میں ''حاجی صاحب'' سے مُراد ہیں: حاجی لعل محمد مدراسی۔ وصال ۱۵/ ذوالقعدہ ۱۳۳۹ھ/ ۲۱/ جولائی ۱۹۲۱ء۔ کلکتہ۔ جو بہت بڑے تاجر اور مُخیّر و مُحسنِ اہلِ سُنّت، نیز خلیفۂ امام احمد رضا تھے۔)

''کلکتہ میں ایک سُنّی عالم کی بہت ضرورت ہے۔ حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے۔ تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا کریں؟

سُنّیوں کی عام حالت یہی ہو رہی ہے کہ: ''جن کے پاس مال ہے، اُنھیں دین کا کم خیال ہے۔ اور جنھیں دین سے غرض ہے، اِفلاس کا مرض ہے۔''

ورنہ کلکتہ میں حمایتِ دین کے لئے دو ہزار ماہوار بھی کوئی چیز نہ تھی۔

مدرسہ شمس الھدیٰ، پٹنہ جس کی نسبت مَیں نے سنا ہے کہ سولہ ہزار روپے سالانہ کی جائداد اس کے لئے وقف ہے۔ اس کا بھی ہاتھ میں رکھنا ضرور ہے۔''

(مکتوب محرّرہ ۲۶/ ماہِ مبارک، یوم جمعہ ۱۳۳۴ھ۔ ص ۷۰۔ ۲۷۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلدِ اول۔ مطبوعہ کراچی)

غالبًا یہی وہ ترغیبی خط ہے جس سے متاثر ہو کر ملکُ العلما، مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی (وصال ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)، اس مدرسہ شمس الھدیٰ، پٹنہ کے مدرس اور پھر اس کے پرنسپل بھی ہوئے۔

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری ثُمّ علی گڑھی (وصال ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) صدر شعبۂ اسلامیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بارے میں خانوادۂ رضویہ، بریلی شریف کے ایک عالمِ جلیل، حضرت مفتی اعجاز ولی خاں رضوی بریلوی (ولادت ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء۔ وصال ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) شیخ الحدیث جامعہ نعمانیہ، لاہور تحریر فرماتے ہیں:

''آپ، اعلیٰ حضرت قُدِّس سِرُّہٗ کے حسبِ ارشاد، مسلم یونیورسٹی سے منسلک ہوئے۔ آپ رُشد و ہدایت کے پیکر، صداقت و دیانت کے مجسّمہ تھے۔ سیاسی بصیرت میں لاثانی تھے۔''

(ص ۳۱۔ مقالاتِ یومِ رضا۔ حصہ سوم۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۷۱ء)

Marfat.com

مولانا سید سلیمان اشرف علی گڑھی اور صدر الشریعہ، مولانا امجد علی اعظمی رضوی، خلفاے امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی اُس نصاب کمیٹی، کی میٹنگوں میں مدعو رُکن کی حیثیت سے شریک تھے جسے شعبۂ اسلامیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے دینی نصاب کی تدوین وترتیب کے لئے ذِمّہ دارانِ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے تشکیل کر کے اس کی میٹنگوں کا اہتمام کیا تھا۔

چنانچہ دارُالمصنفین، اعظم گڑھ کے سید سلیمان ندوی (متوفی ۱۹۵۳ء۔کراچی) اپنے ادارہ کے ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ کے اداریہ میں لکھتے ہیں کہ:

''مسلم یونیورسٹی کے بعض اَرکان کی کوشش ہے کہ:

''یونیورسٹی میں علومِ شرقیہ کا بھی شعبہ قائم ہو۔ کیوں کہ مسلم یونیورسٹی کے لئے جب روپیہ فراہم کیا جارہا تھا تو مسلمانوں کو اس کی توقع دلائی گئی تھی۔ اس لئے اب اس وعدہ کے وفا کرنے کے دن آ گئے ہیں۔

چنانچہ اس غرض سے منتظمینِ یونیورسٹی کی دعوت پر چند ایسے علما، جو جدید ضروریات سے آگاہ اور درس گاہوں کا تجربہ رکھتے تھے، علی گڑھ میں جمع ہوئے۔

اور متواتر سات (۷) اجلاس ۱۱رفروری سے ۱۷رفروری تک منعقد ہوتے رہے۔

مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو سمجھا اور اس کے لئے یہ نقشۂ عمل اور ایک نصاب، میٹرک سے ایم اے تک تیار کر کے یونیورسٹی کے سامنے پیش کر دیا۔

اس مجلس کے اَرکان حسبِ ذیل افراد تھے:

نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیبُ الرحمٰن خاں شیروانی، مولانا سید سلیمان اشرف، صدر علومِ شرقیہ، مسلم یونیورسٹی، مولانا مناظر احسن گیلانی استاذِ دینیات، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن، مولانا امجد علی صدر مدرس، مدرسہ معینیہ اجمیر، اور خاکسار۔

مولانا عبدالعزیز صاحب میمن راج کوٹی، استاذ ادبیات عربی، مسلم یونیورسٹی نے خاص موقعوں پر شرکت کی۔

علوم شرقیہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ عقلیات، دینیات، اور ادبیات۔ اور ہر ایک کا علیحدہ نصاب ترتیب دیا گیا۔ جو ایف اے کے پہلے سال سے، ایم اے تک ختم ہوگا۔

ہمارا کام ختم ہوگیا۔ اب نہیں کہا جاسکتا کہ منتظمین وارکانِ یونیورسٹی اس کو رد کریں گے

یا قبول کریں گے؟

ہندو یونیورسٹی نے اپنے یہاں سنسکرت لازمی کر دی ہے۔ اور ہم کو ابھی رَدّ و قبول ہی میں پس و پیش ہے۔" (اداریہ، ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ۔ شمارہ فروری ۱۹۲۶ء)

حضرت مولانا سید سلیمان اشرف نے اپنی پوری زندگی دینی و علمی وقار و شوکت و عظمت کے ساتھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں لگ بھگ چالیس (۴۰) سال تک گذاری۔ آپ نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی علی گڑھی (متوفی 1951ء) کی خواہش اور امام احمد رضا کی اجازت و ایما کے مطابق علی گڑھ سے ۱۹۰۲ء میں وابستہ ہوئے تھے۔

ملک العلما، مولانا ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی، ایک روایت مولانا محمد حسین بریلوی ثم میرٹھی، موجد و مالکِ طلسمی پریس، میرٹھ کی بیان کرتے ہیں کہ سر ضیاء الدین، وائس چانسلر، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ریاضی کے ایک پیچیدہ مسئلہ کے حل کے لئے دورۂ جرمنی کی تیاری کر رہے تھے کہ:

"حُسنِ اتفاق سے جناب مولانا سلیمان اشرف صاحب بہاری، پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ذکر کیا۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ آپ، بریلی جا کر اعلیٰ حضرت، مولانا احمد رضا خاں صاحب سے دریافت کیجیے۔ وہ ضرور حل کر دیں گے۔

.... دو چار دن کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان دیکھ کر پھر یہی مشورہ دیا۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۲۶۵۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی۔ بمبئی۔ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء)

امام احمد رضا کے تعلق سے بعض لوگوں نے سر ضیاء الدین کو بدگمان کرنا چاہا کہ وہ بڑے سخت مزاج ہیں، تم جیسے داڑھی مُنڈے سے بات بھی نہیں کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن سر ضیاء الدین اپنے عزم میں کامل تھے۔

"انھوں نے ارادہ نہ بدلا اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری سے (کہ بڑے زبردست سُنّی اور اعلیٰ حضرت کے ہم خیال و عقیدہ عالم، اس زمانہ میں وہاں پروفیسر دینیات تھے) مشورہ کیا۔ انھوں نے بہت زبردست طریقہ سے نہ صرف مشورہ دیا بلکہ بہت زور دیا۔

.... یہ مشورہ دے کر احتیاطاً، حضرت صاحب زادۂ اکبر، مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب حجۃ الاسلام کے نام لکھ دیا کہ ڈاکٹر سر ضیاء الدین صاحب ایک مسئلۂ ریاضی کے سلسلے میں

Marfat.com

اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں، ان کی حسبِ شان خاطر داری ہونی چاہیے۔ الخ۔ (ص ۲۶۷۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول۔ مطبوعہ بمبئی)

''سید ایوب علی رضوی صاحب ہی کا بیان ہے کہ:

ڈاکٹر (ضیاء الدین) صاحب، مولانا سلیمان اشرف صاحب کو لے کر مارہرہ شریف پہنچے اور وہاں سے وَالا دَرجت، جناب سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب، سجادہ نشین مارہرہ شریف، پیرزادۂ اعلیٰ حضرت کو لے کر بریلی شریف پہنچے۔'' الخ

(ص ۲۷۱۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اول، مطبوعہ بمبئی ۲۰۰۳ء)

بُرہانِ مِلّت، مفتی محمد عبدالباقی بُرہان الحق رضوی جبل پوری (وصال ۱۹۸۴ء) تحریر فرماتے ہیں:

..........رجب شریف ۱۳۳۹ھ / مارچ ۱۹۲۱ء میں اجمیر شریف حاضری کے بعد بریلی حاضر ہوا۔ آستانۂ رضویہ (بریلی شریف) پر چند مقتدر علمائے کرام کی مجلسِ شوریٰ ہو رہی تھی۔ مولانا سید سلیمان اشرف (صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) صدرِ مجلس تھے۔ سب سے سلام و مصافحہ کے بعد مَیں بھی بیٹھ گیا۔

معلوم ہوا کہ جمعیۃ العلما ہند کے اہتمام سے ابوالکلام آزاد کی زیرِ صدارت ایک کھلا اجلاس بریلی میں ہو رہا ہے۔ جس میں وہ اِتمامِ حجت کریں گے۔ اِس امر کا اظہار انھوں نے مختلف اشتہارات شائع کر کے، کیا ہے۔

.......صدرُ الشریعہ، مولانا امجد علی رضوی صاحب کے مرتّب کردہ، ستّر (۷۰) سوالات کا مجموعہ بعنوان ''اِتمامِ حجتِ تامّہ (۱۳۳۹ھ) شائع ہو کر اراکینِ خلافت کمیٹی تک پہنچ گیا تھا۔ ابوالکلام آزاد نے ان کوششوں کے برعکس، اعلیٰ حضرت کو جلسہ میں شرکت کی اور رَفعِ نزاع کی دعوت بھیج دی۔ آستانے پر حاضر عُلما، ''جماعتِ رضائے مصطفیٰ'' کی طرف سے اس سے پہلے جمعیۃ عُلماءِ ہند کے اجلاس میں شرکت کرنے اور رَفعِ نزاع کے لئے ایک زور کا اعلان بذریعۂ اشتہار کر چکے تھے۔ جو کھلے اجلاس میں ابوالکلام آزاد اور خلافتی لیڈروں سے، جا کر گفتگو کرے گا۔

.........ابوالکلام آزاد نے (اجلاس بریلی میں) سید سلیمان اشرف کو تقریر کی دعوت دی۔ سید سلیمان اشرف تقریر کے لئے کھڑے ہو گئے۔ تقریر کے دوران انھوں نے اپنا

Marfat.com

(جماعتِ رضائے مصطفیٰ کا) موقف، نہایت وضاحت سے بیان کیا۔ اپنے موقف کی حمایت میں قوی دلائل پیش کیے۔ اِتمامِ حُجّتِ تامّہ'' کا جواب، طلب کیا۔

آزاد کے کچھ اخباری بیانات، کچھ تقریروں اور بعض حرکات پر شدید اعتراضات کیے۔

اپنی کتاب ''اَلرَّشاد'' اور ایک کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے آزاد سے جواب طلب کیا۔ اور اپنی پوزیشن صاف کرنے کا مطالبہ کیا۔

آزاد کے پاس اِن باتوں کا کوئی جواب نہ تھا۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(اِکرامِ امام احمد رضا۔ مؤلفہ برہانِ ملّت، مفتی برہان الحق رضوی جبل پوری۔ مطبوعہ پاک وہند)

تحریکِ خلافت اور جمعیۃ العلماء ہند کے دَورِ اِفراط وتفریط میں ۲۲ تا ۲۴ر شعبان ۱۳۳۹ھ/ یکم تا ۳ر مئی ۱۹۲۱ء کو امام احمد رضا کی سرپرستی میں اہلِ سُنّت کی تنظیم ''انصارُ الِاسلام'' کی طرف سے بریلی میں عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے جن میں مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت اور تُرکوں کی حمایت میں پُرجوش تقاریر ہوئیں۔ ان جلسوں کو حضرت مولانا سید اولادِ رسول محمد میاں مارہروی کے علاوہ مندرجہ ذیل خُلفائے امام احمد رضا نے خطاب فرمایا:

حضرت مولانا محمد ظفر الدین رضوی عظیم آبادی وحضرت مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی وحضرت پروفیسر سید سلیمان اشرف علی گڑھی وحضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الْوَری ثم لاہوری۔

(ماہنامہ اَلسَّوَادُ الاعظم مرادآباد۔ شمارہ شعبان ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء۔ ہفت روزہ، دبدبۂ سکندری۔ رام پور۔ بابت ۲۸ر مئی ۱۹۲۱ء۔ وروزنامہ ''پیسہ۔ اخبار، لاہور۔ ۱۳ر مئی ۱۹۲۱ء)

وقت اور حالات کے تیور پر نظر رکھنے اور مُفید ترین شعبۂ عمل کے انتخاب وسبب انتخاب سے متعلق یہ روایت بھی پڑھیں اور غور سے پڑھیں۔

ابوالبرکات، مولانا سید احمد قادری، شیخ الحدیث مرکزی دارُالعلوم حزبُ الاحناف، لاہور۔ فرزندِ حضرت مولانا سید دیدار علی محدِّثِ الْوَری، لاہوری کی ایک روایت، مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری لاہوری (وصال ۱۸ر شعبان ۱۴۲۸ھ/ یکم ستمبر ۲۰۰۷ء) تحریر فرماتے ہیں کہ:

''جب اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی عمر شریف، پچاس (۵۰) برس ہوگئی تو آپ نے اپنی تمام تر توجہ تصنیف وتالیف کی طرف پھیر دی۔ اور فرمایا:

''ایک دَور یعنی نصف صدی گذر گئی ۔ زمانے کے حالات بدل گئے ۔ اب ہمیں بھی اپنی عادت میں تبدیلی کرنی چاہیے ۔''

''چوں کہ لوگ تحریر سے زیادہ استفادہ کرتے ہیں، اس لئے اعلیٰ حضرت، تقریر کی بہ نسبت، تحریر کی طرف زیادہ توجہ فرمایا کرتے تھے ۔''

(ص ۲۴۔ ''یادِ اعلیٰ حضرت''۔ مؤلفہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ مکتبہ قادریہ۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

بدلتے اوقات واَحوال کے تحت اپنے اُمور و معاملات کا جائزہ لے کر ان کی اِفادیت میں اضافہ کرتے رہنا ہی بیدار مغزی و مستقبل بینی کی علامت ہے اور اِس فکر مستقبل کے جلوے، آپ کو الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور فرزندانِ اشرفیہ کی فہرستِ خدمات میں جگہ جگہ ضیابار ملیں گے۔

تقریباً ۷۸۔۱۹۷۷ء میں بعض فرزندانِ اشرفیہ (مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، مولانا افتخار احمد قادری مصباحی اور راقمِ سطور یعنی اختر مصباحی) نے اِصلاحِ نصاب کی طرف توجہ دی اور اِس سلسلے میں عُلمائے کرام کی متعدد میٹنگیں کیں ۔ اور ان کی روشنی میں ایک نصاب، مرتب کر کے مع دیگر تفصیلات اسی دَور میں شائع کر دیا گیا تھا۔

اصلاحِ نصاب کا عمل، مختلف مَراحل سے گذر کر بِحَمْدِہٖ تعَالیٰ کامیابی سے ہم کنار ہوا۔ اور آج تنظیم المدارس، مبارک پور (قائم شدہ ۲۰۰۷ء) کے تحت مرتبہ نصاب، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے علاوہ صوبہ اتر پردیش کے کم از کم پچیس بڑے مدارس میں نافذ و رائج ہے ۔ اور اس کا سلسلہ روز افزوں ہے۔

مجلسِ شرعی، مبارک پور کے قیام (۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء) اور اس کے زیرِ اہتمام، فقہی سیمینار کے اِنعقاد کے ذریعہ، جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے جو تاریخ ساز فقہی خدمت انجام دی اور اس سلسلے میں اشرفیہ کو جو شرف و تقدُّم و اوّلیت حاصل ہے اس سے عُلمائے اہلِ سُنّت بخوبی واقف اور اس کے مُعترف و مدّاح ہیں ۔

فقہی سیمینار کے ذریعہ عصرِ حاضر کے جدید اُمور و مسائل کے شرعی و فقہی حل کی طرف پیش قدمی کر کے اگر ایک طرف متعدد مشکلات و مسائل کو کتاب و سُنّت کی روشنی میں فقہِ حنفی کے مطابق ان کی توضیح و تنقیح کی گئی اور جواز و عدمِ جواز کی حیثیت واضح کی گئی ہے تو دوسری طرف نوجوان علما و مفتیانِ

کرام کو بحث وتحقیق اور اِستنباط واِستخراجِ احکام ومسائل کے اصول وآداب بھی سکھائے گئے ہیں۔

اِس فقہی تربیت کے ذریعہ فقہ واِفتا سے دل چسپی رکھنے والے نوجوان عُلما کی اچھی خاصی، تجربہ کار اور مُستعِد وفعّال جماعت تیار ہو چکی ہے۔ اور سال بہ سال اس فقہی سمینار کی عظمت واہمیت اور اِفادیت میں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔

قدیم فقہی مَصادِر ومَراجع کے ساتھ فتاویٰ رضویہ وبہارِ شریعت وفتاویٰ امجدیہ وفتاویٰ مصطفویہ جیسے جدید مآخذ سے اِستفادہ اوران کے اَقوال وجزئیاتِ مُفتیٰ بِھَا کے مطابق ہی فقہی سمینار کے فیصلے ہوا کرتے ہیں جن پر مندوبینِ فقہی سمینار کے دستخط، ثبت ہوتے ہیں۔

اِس فقہی سمینار کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ:

حاضرینِ سمینار کو علمی وفقہی بحث ومباحثہ اور سوال وجواب کی مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر کسی عالم ومفتی کو کسی فیصلے سے اتفاق نہیں ہے تو اس کو عدمِ اِتفاق کا پورا اختیار دیا جاتا ہے اور فیصلے پر تصدیقی دستخط کے لئے کوئی ادنیٰ جبر واکراہ بھی رَوا نہیں رکھا جاتا۔

بِفَضْلِهٖ تَعَالٰی فقہی سمینار، مجلسِ شرعی مبارک پور کے حل کردہ اور فیصل شدہ، جدید مسائل کی تعداد، پچاس سے مُتجاوِز ہو چکی ہے۔

مجلسِ شرعی مبارک پور کے صدر، حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی اور اس کے ناظم، حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی ہیں۔

''فیصل بورڈ'' کا اب وجود ہی نہیں رہا اِس لئے اس کی کسی نشست کے انعقاد یا اس میں کسی رُکن کے داخل خارج کرنے یا ہونے کا سوال ہی عَبَث ہے۔

مرکزِ اہلِ سُنّت، بریلی شریف میں بھی ''شرعی کونسل'' کا قیام عمل میں آچکا ہے جس کے زیر اہتمام، سال بہ سال فقہی سمینار کا اِنعقاد جامعۃ الرضا، متھرا روڈ، بریلی شریف میں ہوتا رہتا ہے اور جدید مسائل ومعاملات پر غور وخوض کر کے ان کے سلسلے میں کوئی شرعی وفقہی فیصلہ کیا جاتا ہے۔

یہ فقہی سمینار، جانشینِ مفتیِ اعظمِ ہند، حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی رضوی اَزہری بریلوی دَامَتْ بَرَكَاتُهُمُ الْعَالِيَه کی سرپرستی میں ہوتا ہے۔ جس میں شہزادۂ صدرُ الشریعہ، محدِّث کبیر، علّامہ ضیاء المصطفیٰ قادری اور ملک کے دیگر عُلما ومفتیانِ کرام شرکت فرماتے رہتے

Marfat.com

ہیں۔ شرعی کونسل بریلی شریف کی جانب سے منعقد ہونے والے فقہی سمینار، حوصلہ افزا اور خوش آئند ہیں۔ خدا کرے اس کا سلسلہ، مدتِ دراز تک باقی اور جاری رہے۔ آمین! بجاہِ حبیبکَ ورَسولکَ الکریم علَیہِ الصَّلوٰۃُ والتَّسلیم۔

سات آٹھ سال پہلے کی بات ہے کہ حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی وحضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی وحضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی وحضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پورنوی اور راقم سطور یونس اختر مصباحی کے نام، فہرستِ مندوبین سے بیک جنبش قلم، اجتماعی طور پر خارج کر دیے گئے۔

مجھے اپنے بارے میں اس اعتراف واظہار واعلان میں کوئی تکلف نہیں کہ فقہ وافتا میں درک وکمال تو دور کی بات ہے، اوسط بلکہ ادنیٰ درجہ کا بھی علم اور صلاحیت میرے پاس نہیں ہے اس لئے جو ہوا، بہتر ہوا۔ البتہ دیگر حضرات کا کیا جرم وقصور تھا؟ کیا وہ مندوبینِ سمینار کی فہرست کے آخر میں بھی جگہ پانے کے اہل نہیں؟ ع یہ معمّا ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

اخراج کی کارروائی جس سال ہوئی اُس سے پہلے والے سمینار میں ہونے والی ایک جارحانہ واہانت آمیز تقریر سے شرعی کونسل بریلی شریف کے اس فقہی سمینار میں شریک بھی علما ومفتیانِ کرام اچھی طرح واقف ہیں۔ (راقم سطور، یونس اختر مصباحی بھی مدعو وشریکِ سمینار تھا) اور اس سے بھی واقف ہیں کہ جانشینِ مفتیِ اعظمِ ہند، حضرت ازہری میاں صاحب قبلہ اور آپ کے صاحبزادے مولانا عسجد رضا بریلوی نے بھی اس حادثے پر اظہار ناراضی کیا۔

اس کے بعد والے سمینار کے موضوعات اور مندوبین کی فہرست جب حضرت ازہری میاں صاحب قبلہ کی مرضی واجازت کے مطابق تیار ہوئی اور دعوت نامہ جاری کرنے کا وقت آیا تو "ویٹو پاور" کا استعمال کرتے ہوئے مندرجہ بالا مندوبین کے نام، فہرست سے خارج کر دیے گئے۔

اس کے چند سال بعد کے ایک حادثہ کا ذکر کرتے ہوئے مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی (مدرسِ جامعہ امجدیہ، قصبہ گھوسی ضلع مئو۔ یوپی) مسئلہ کفاءت پر اپنا موقف واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

مجھے حد درجہ تعجب اُس وقت ہوا جب ۲؍جون ۲۰۱۲ء کو شرعی کونسل، بریلی شریف کی ....

آخری فقہی نشست میں مجھ پر یہ الزام قائم کیا گیا کہ:

مجلسِ شرعی مبارک پور میں جو ظاہر الرّوایۃ پر فیصلہ ہوا ہے، شرعی کونسل میں دستخط کے

Marfat.com

بعد میں نے مذکورہ فیصلے پر بھی دستخط کر دیے ہیں۔" جو اِلزام محض ہے۔

اوّلاً تو شرعی کونسل، بریلی میں یہ مسئلہ بعد میں آیا۔ اس سے قبل میرا فتویٰ اور فتویٰ پر اخبار ورسائل میں زبردست ہنگامہ ہو چکا تھا۔ میں نے فقہاے کرام کے قول مفتیٰ بہ پر فتویٰ دیا تھا۔ امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ ودیگر اکابرین کے فتویٰ کو اپنا فتویٰ بنایا تھا۔ اور باوجودے کہ ہمارے موجودہ اکابرین میں سے بعض کو چھوڑ کر کسی کے بھی کھل کر اخبار ورسائل میں میری حمایت میں بیانات شائع نہیں ہوئے۔ جب کہ ایک طرف مَیں تھا اور دوسری جانب غیروں کی پوری ٹیم میرے خلاف محاذ آرا تھی۔

مجلسِ شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے فقہی سیمینار میں یہ مسئلہ سالِ رواں آیا۔ اگر چہ سوال نامہ مَیں نے ہی مرتّب کیا تھا۔ جس میں مجلسِ شرعی کے ایک رُکن ومرتّب ہونے کی حیثیت سے مَیں نے روایتِ نادرہ وظاہرُ الرِّوایہ کے دونوں پہلو کو رکھ کر سوال قائم کیا تھا تا کہ دیانت دارانہ طور پر کوئی گوشہ تشنہ نہ رہ جائے۔

اس پر مجلسِ شرعی مبارک پور کا فیصلہ ظاہرُ الرِّوایہ پر ہوا، یہ صحیح ہے۔ مگر میں نے اس فیصلے پر ہرگز دستخط نہیں کیے تھے۔ جب کہ میرے علاوہ دیگروہ مندوبین (جو دونوں مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں) جن کے دونوں فیصلوں پر دستخط ہیں۔ مگر یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ الزام میرے ہی سر آیا۔

ایک بات اور واضح کر دوں کہ:

مجلسِ شرعی، مبارک پور نے کبھی کسی مندوب پر فیصلے پر دستخط کے لئے دباؤ نہیں ڈالا۔"

(ص ۴۵۔ ماہنامہ جامِ نور، دہلی۔ شمارہ شعبان ورمضان ۱۴۳۳ھ/ جولائی ۲۰۱۲ء)

جارحانہ واہانت آمیز تقریر اور "ویٹو پاور" کے استعمال سے "اِلزامِ محض" کے ارتکاب تک کے سارے معاملات کس ذاتِ شریف کے کارنامے ہیں؟ اس کے بارے میں بیشتر علما اچھی طرح واقف ہیں کہ یہ وہی حضرت ہیں جو بریلی شریف کے "کاندھے" پر سوار ہو کر اور اس کو ڈھال بنا کر برسوں سے منصوبہ بند "اشرفیہ مخالف مُہم" کی خفیہ وعلانیہ قیادت فرما رہے ہیں۔

"مجلسِ برکات، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور" کے نام سے چند سال پیشتر ایک اشاعتی شعبہ قائم ہوا جس کے سرپرست امینِ مِلّت، حضرت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری

برکاتی، سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ ہیں۔

اِس مجلسِ برکات کے زیرِ اہتمام، درسِ نظامی کی بیشتر کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جو سُنّی علما و مصنّفین و مؤلفین کے شروح حواشی سے مزیّن ہیں۔

مدارس میں مجلسِ برکات کے مطبوعہ نسخے ہی اب عام طور پر پسند کیے جا رہے ہیں اور انھیں کے ذریعہ طلبہ کو تعلیم دی جا رہی ہے۔

''خیر آبادیات'' علمی و تحقیقی دنیا میں ایک نئی اصطلاح اور نیا عُنوان ہے۔

۲۰۱۱ء میں سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کے عظیم و جلیل عالم و مفکّر و فلسفی اور جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے ممتاز اور صفِ اول کے قائد، علّامہ فضلِ حق خیر آبادی (وصال ۱۲ر صفر ۱۲۷۸ھ/۲۰ر اگست ۱۸۶۱ء۔ در جزیرۂ انڈمان) کے وصال کے ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال پورے ہونے پر دہلی و لکھنؤ و پٹنہ و کلکتہ و بھیونڈی وغیرہ میں جو کانفرنسیں ہوئیں وہ ابھی کل کی بات ہے۔

''فضلِ حق شناسی کی تحریک'' کہاں سے اور کیسے شروع ہوئی؟ اسے سب جانتے ہیں کہ یہ بھی فرزندانِ اشرفیہ ہی کی سعیِ بلیغ کا نتیجہ ہے۔

حیرت ہوتی ہے کہ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کی وہ عظیم المرتبت اور جلیل القدر شخصیت، جس کا ''رَدِّ وہابیہ'' میں اوّلین اور نمایاں ترین کردار ہے اُس کے ذکر و بیان سے اُن کی زبانیں خاموش اور اُن کے قلم خشک کیوں ہو گئے جو دن رات ''رَدِّ وہابیہ'' کا جھنڈا اُٹھائے پھرتے ہیں؟

''تحریکِ فضلِ حق شناسی'' ہندستان بھر میں پورے زور و شور کے ساتھ چلی اور سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کے درمیان اسے بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ یہ اہلِ سُنّت کی جدید تاریخ کا بے مثال کارنامہ ہے۔

جھنڈا بردار افراد میں سے کسی کے بارے میں مجھے کوئی علم و اطلاع نہیں کہ ان میں سے کسی نے ''تحریکِ فضلِ حق شناسی'' میں کوئی حصہ لیا، کسی قسم کا تعاون کیا، کوئی کلمۂ خیر کہا، کسی طرح کی حوصلہ افزائی کی۔

اگر ایسا کرنے میں کوئی اَمر، مانع تھا تو وہ خود اپنی سرپرستی و نگرانی میں یہ تحریک چلا سکتے تھے، کانفرنس کر سکتے تھے، عام جلسوں میں منظّم انداز سے علّامہ فضلِ حق خیر آبادی کی حیات

Marfat.com

وخدمات پر تقریریں کر سکتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مگر ایسا کچھ نہ کر کے محض اِس تحریک کو نشانہ بناتے رہنا جھنڈا برداراَفراد کی بے شعوری یا بے حسی یا غیر ذمّہ داری اور ان کی منفی ذہنیت کا وہ ''شاہکار'' ہے جس کی مثال، کم از کم نصف صدی کے اندر مشکل ہی سے مل پائے گی۔

بِحَمْدِہٖ تَعَالیٰ ''تحریکِ فضلِ حق شناسی'' کے بَطن سے ''تحریکِ اسلاف شناسی'' کا وجود ہُوا جسے مارہرہ مطہّرہ کی سرپرستی حاصل ہے۔ اِس تحریک کے پہلے مرحلے میں یہ دو بڑے پروگرام ہوئے:

(۱) امامِ اعظم ابوحنیفہ سیمینار و کانفرنس، گووَنڈی۔ بمبئی۔ مؤرخہ ۲۱، ۲۲، ۲۳ دسمبر ۲۰۱۲ء۔

اس سیمینار و کانفرنس کی رپورٹ اور اس کے مضامین و مقالات کا ضخیم مجموعہ بنام ''انوارِ امامِ اعظم'' شائع ہو چکا ہے۔ اس سیمینار و کانفرنس کا انتظام وانصرام، خانقاہِ قادریہ ایوبیہ، پپراکنک، ضلع کوشی نگر۔ مشرقی اتر پردیش کی طرف سے ہوا۔

(۲) امامِ اعظم ابوحنیفہ سیمینار و کانفرنس، قیصر باغ لکھنؤ۔ مؤرخہ ۲۴، مارچ ۲۰۱۳ء۔

اِس کانفرنس و سیمینار کا اہتمام وانتظام، دارُ العلوم حنفیہ رضویہ، رِنگ روڈ لکھنؤ نے کیا۔ جس کے کنوینر مولانا محمد اقبال قادری اور قاری محمد احمد بقائی تھے۔ اس سیمینار و کانفرنس کے مضامین و مقالات اور دیگر تفصیلات زیرِ ترتیب ہیں۔

بِحَمْدِہٖ تَعَالیٰ، بمبئی و لکھنؤ کے یہ پروگرام بے حد کامیاب اور تاریخ ساز ثابت ہوئے۔ دونوں مقامات کے خواص وعوام اور عُلما و طلبہ کا مجموعی تأثُر یہ ہے کہ ایسا معیاری اور باوقار علمی و تحقیقی پروگرام یہاں اہلِ سُنّت کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا تھا۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ سیمینار و کانفرنس بمبئی و لکھنؤ کے بارے میں عُلما و مشائخ اور مدارسِ اہلِ سُنّت کے اساتذہ و طلبہ، سب جانتے ہیں کہ اس کی تجویز و تحریک میں کس کا دل و دماغ کارفرما ہے؟ اور یہ بھی جانتے ہیں کہ شریکِ سیمینار عُلما و مقالہ نگار اہلِ قلم کی غالب اکثریت، فرزندانِ اشرفیہ مبارک پور ہی کی ہے۔

حیرت بالائے حیرت ہے کہ امامِ اہلِ سُنّت، فقیہِ اسلام، حضرت مولانا الشاہ مفتی محمد احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے جس فقہِ حنفی کی زندگی بھر تائید و حمایت فرمائی اور اس

Marfat.com

کے امام، امام الائمہ، ابوحنیفہ النعمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کا آخری دَم تک گُن گایا، ایسے امامِ اعظم ابوحنیفہ کی حیات وخدمات پر ہونے والے خالص علمی وفقہی سمینار وکانفرنس پر بھی کچھ پیشانیاں شکن آلود ہیں۔

علاّمہ فضلِ حق خیر آبادی اور امامِ اعظم ابوحنیفہ پر دہلی وبمبئی اور لکھنؤ وپٹنہ وغیرہ میں ہونے والے سمینار وکانفرنس اگر جھنڈا بردار افراد کے معیار کے مطابق نہیں تھے۔ یاان میں کسی طرح شریک ہونا، یاشرکت کیے بغیران کی تائید میں کوئی کلمۂ خیر کہنا، ان افراد کی ''شانِ سُنّیت'' کے خلاف تھا اور اب بھی ہے۔ تو وہ الگ سے اپنا سمینار وکانفرنس کر سکتے تھے اور اب بھی کر سکتے ہیں۔

کیا اِس طرح کی خدمات کے لئے یہ افراد، تیار ہیں؟ یا صرف تنقید وتبصرہ ہی اِس سلسلے میں ان کی کُل ''متاعِ عمل'' اور ''ذخیرۂ بے بدل'' ہے؟ یا کہیں ایسا تو نہیں کہ تنقید وتبصرہ ہی ان کی نظر میں ہر عمل کا ''نِعمَ البَدل'' ہے؟

مسلک کی دن رات دُہائی دینے والے بعض جھنڈا بردار اور ان کے حاشیہ بردار، بدگمانی اور طعن وتشنیع سے اہلِ سُنّت وجماعت کے مذہبی ماحول کو جس طرح پراگندہ کرنے پر آمادہ ہیں، یہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہ گئی ہے۔

علاّمہ فضلِ حق خیر آبادی سے امامِ اعظم ابوحنیفہ تک اور دیگر اکابر واسلافِ اہلِ سُنّت پر ہونے والے سمینار وکانفرنس تک، جن افراد کے دلوں میں تنگی اور دماغوں میں بدگمانی کے جراثیم کُلبُلا رہے ہیں، اُنھیں اپنے دل ودماغ کی خبر جلد تر لینی چاہیے اور مائل بہ اصلاح ہوکر ان کا صحیح علاج کر لینا چاہیے۔

یہ ایک مخلصانہ مشورہ ہے، جس پر عمل کرنا ہی ہوگا۔ ورنہ خدانہ کرے آئندہ کوئی ناخوش گوار صورت پیدا ہو۔ جس کے بعد اُنھیں کفِ افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ اور وقت ان کے ہاتھ سے نکل چکا ہوگا۔

برادرِ مکرّم، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی (صدرُ المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) اِس سلسلے میں مجلسِ شرعی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے بیسویں فقہی سمینار، منعقدہ جامعۃ البرکات، علی گڑھ کی اِختتامی تقریب مؤرخہ ۸؍رجب ۱۴۳۴ھ/ ۱۹؍مئی ۲۰۱۳ء کے اپنے فکر انگیز خطاب میں فرماتے ہیں کہ:

..........علاّمہ فضلِ حق خیرآبادی کے وصال (۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) کے ڈیڑھ سو سال پورے ہونے کی مناسبت سے مولانا یٰسین اختر مصباحی کے ذریعہ کافی جگہوں میں کانفرنسیں ہوئیں اور غیروں نے بھی اس کا اثر محسوس کیا کہ یہ جنگِ آزادی (۱۸۵۷ء) کا سہرا ایک سنّی کے سر باندھ رہے ہیں۔

ایک جماعت ایسی بھی تھی جو علاّمہ فضلِ حق خیرآبادی سے اپنا رشتۂ تلمّذ جوڑتی تھی، وہ حیرت زدہ اس بات پر ہے کہ یہ ہم پر سبقت کیسے لے گئے؟ دوسری جماعت جو مخالف تھی وہ پہلے ہی اس کو نظرِ بد سے دیکھتی تھی۔

لیکن پہلی جماعت کی حیرت اور دوسری جماعت کی بدنظری ہمارے لئے تعجب کی بات نہیں۔ یہ تو ہونا ہی تھا۔ اس لئے کہ علاّمہ فضل حق خیرآبادی نے سب سے پہلے اسمٰعیل دہلوی کا رَدّ کیا اور تَحقیقُ الفتویٰ فی اِبْطالِ الطُّغْویٰ لکھا۔ جیسا کہ خود اعلیٰ حضرت قُدِسَ سِرُّہٗ نے ان کے فرزند مولانا عبدالحق خیرآبادی سے (رام پور کی ایک ملاقات میں) فرمایا:

''ہندوستان میں وہابیت کا رَدّ کرنے والے سب سے پہلے شخص، آپ کے والدِ ماجد تھے۔''

تو جس نے وہابیت کا سب سے پہلے رَدّ کیا اس کی تعریف وتوصیف سے تمام اہلِ سُنّت کو مسرت اور خوشی ہونی چاہیے۔ لیکن کچھ لوگوں کو خوشی ہو رہی ہے اور کچھ لوگوں کو غم ستا رہا ہے۔ جب کہ یہ سب کے لئے ایک خوشی کا موقع تھا۔

اور بھی ہمارے افراد ہیں جو جنگِ آزادی (۱۸۵۷ء) میں بہت نمایاں طور پر شریک رہے اور ان پر باقاعدہ، مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب نے کتاب بھی لکھی ہے۔

ضروری تھا کہ ہم، ان تمام شخصیات کو عام کرنے کی کوشش کرتے۔ لیکن ایک شخصیت کو لیا گیا ہے تو وہ بھی عُقلا ے جماعت کے اوپر بھاری ہو رہی ہے۔

غیروں کی مساعی اور تگ ودَو کتنی زیادہ ہو رہی ہے اور کس کثرت سے ہمارے لوگ، ہمارے ہاتھوں سے نکلتے جا رہے ہیں۔ اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔

اور اگر کچھ لوگ اپنے طور پر اپنے لوگوں کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں اور اپنے بزرگوں سے لوگوں کو متعارف کرانا چاہتے ہیں تو یہ بھی گوارا نہیں ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ:

Marfat.com

پوری جماعت، معطّل ہوکر بیٹھ رہے تو یہ بہتر ہے۔ اور بھیڑیے جیسے چاہیں بکریوں کو کھا جائیں۔"

ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم صحیح طور سے مسلک کی، مذہب کی، اشاعت کریں، خدمت کریں۔

اور یہ سمجھ لینا کہ جہاں علاّمہ فضل حق خیرآبادی کا نام آگیا تو اعلیٰ حضرت سے انحراف ہوگیا۔ بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی کا نام آگیا تو بھی انحراف ہوگیا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام آگیا تو بھی انحراف ہوگیا۔

یہاں تک کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ کا نام آگیا تو بھی انحراف ہوگیا۔ اِس طرح کی فکر، کم از کم اہلِ علم میں نہیں ہونی چاہیے۔

اور اِس بیمار فکر کا علاج کرنا، اس کا حل نکالنا، پوری جماعت کی ذِمّہ داری ہے۔ جس طریقہ سے پوری جماعت کی ذِمّہ داری ہے کہ اہلِ سُنّت کو بچائیں اور غیروں کی دست بُرد سے ان کو محفوظ رکھیں۔ یہ بھی ہمارا مذہبی فریضہ ہوتا ہے۔" (ختم شد خطاب مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی)

منفی ذہنیت کے حامل بعض افراد کا تقریباً پچیس (۲۵) سال سے یہ افسوسناک شیوہ وطریقہ بنا ہوا ہے کہ "مصباحی" کو بے جا طور پر طنز وتعریض کا نشانہ بناتے چلے آرہے ہیں۔ مجلسی گفتگو ہو کہ تقریر ہو کہ تحریر، ہر سطح پر اس حاسِدانہ ومُعانِدانہ رَوِش کا مظاہرہ بعض افراد وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔

جامعہ ازہر مصر کی جانب اپنی نسبت کرتے ہوئے سیکڑوں سال قبل سے "ازہری" لکھنے کا رواج ہے۔ ان میں بعض بڑی تاریخی اور اہم شخصیات بھی شامل ہیں، جب کہ جامعہ ازہر ایک مخلوط قومی ادارہ ہے۔ اس کے باوجود آج تک کسی نے اس انتساب پر قدغن نہ لگائی۔

تقسیم ہند (۱۹۴۷ء) سے پہلے ہی متعدد علماء وفضلاء جامعہ نعیمیہ، مرادآباد اپنے نام کے ساتھ "نعیمی" لکھتے رہے ہیں۔ مثلاً:

حضرت مولانا محمد عمر نعیمی وحضرت مفتی محمد اجمل شاہ نعیمی وحضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی وحضرت مولانا غلام معین الدین نعیمی وحضرت مولانا محمد یونس نعیمی وحضرت مولانا نذیرُ الاکرم نعیمی وحضرت مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی وحضرت مولانا محمد اطہر نعیمی وحضرت مولانا محمد حسین نعیمی وحضرت مفتی

Marfat.com

اشفاق حسین نعیمی وغیرھُم رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن ۔

آج بھی جامعہ نعیمیہ، مرادآباد کے مقرّ اساتذہ وذِمّہ داران ووابستگان اپنے نام کے ساتھ ''نعیمی'' لکھ رہے ہیں۔ مثلاً:

مفتی محمد ایوب نعیمی، مولانا محمد ہاشم نعیمی، مولانا محمد یامین نعیمی، مولانا شاہد رضا نعیمی وغیرھُم ۔

مگر ۱۹۴۷ء سے سالہاسال پیشتر سے رائج اِس ''نعیمی'' نسبت سے ایسے حضرات کو کسی طرح کی کوئی پریشانی نہیں۔ اگر پریشانی ہے تو صرف ''مصباحی'' کہنے اور لکھنے سے۔ جس کا رواج، تقریباً ۱۹۶۰ء سے ہوا ہے۔

ایک قابلِ رحم مولوی کا یہ ''عجوبۂ روزگار خیال'' جان کر آپ اس کے حق میں دعا کرنے لگیں گے کہ اللہ تعالیٰ اسے علم نہیں تو کچھ عقل ہی عطا فرمادے۔

''حافظِ مِلّت نے تو کبھی اپنے آپ کو ''مصباحی'' نہیں کہا۔ یہ آج کے نئے فارغینِ اشرفیہ اپنے آپ کو ''مصباحی'' کیوں کہتے اور لکھتے ہیں؟''

کیا اِس مَرفوعُ القلم کے سوال کا جواب کوئی علّامۃُ الدّھر بھی دے سکتا ہے؟ اور کوئی طبیب حاذق بھی اس کے جَہلِ مرکّب کا علاج کرسکتا ہے؟

اس نسبتِ ''مصباحی'' پر تنقید بلکہ تنقیص وتمسخر کے پسِ پردہ کون سا مذموم ومَسموم جذبہ کارفرما ہے؟ آخر اِس کی وجہ، حَسد وعِناد کے علاوہ اور کیا ہوسکتی ہے؟

اپنے دارُالعلوم اور اپنے مدارس کی طرف نسبت کرتے ہوئے کوئی فاضل وفارغُ التحصیل عالم، فیضی لکھے۔ علیمی لکھے۔ شمسی لکھے۔ جامعی لکھے۔ منظری لکھے۔ مظہری لکھے۔ مرکزی لکھے۔ کوئی بات نہیں۔ لیکن ''مصباحی'' پر نظر پڑتے ہی کچھ پیشانیاں، شکن آلود کیوں ہوجاتی ہیں؟ اور ان کے بخار کا درجۂ حرارت کیوں بڑھ جاتا ہے؟ ایں چہ بوالعجبی ست؟

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں اُفتد راز
ورنہ در محفلِ رِنداں، خبرے نیست کہ نیست

ذہن نشین رہے کہ منفی ذہن وفکر سے انسان کو خسارہ کے سِوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اور مثبت ذہن وفکر، انسان کی کامیابی کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ''منفی ردِّعمل'' جس کی حیثیت عموماً وقتی وعارضی ہوتی ہے، اُس کی نااہلی وبے عملی کو ''مثبت فکروعمل'' کا سیلاب، خس وخاشاک کی

طرح بہالے جاتا ہے۔

اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ وقت کا ہا واں کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ جسے شریک کارواں ہونا ہے ، ہو جائے۔ اور پھر اپنی صلاحیت وکارکردگی کے ذریعہ میرِ کارواں بھی بن جائے۔ ورنہ کارواں گذر جانے کے بعد غبارِ کارواں اور رہ گذر دیکھ کر اپنا خون جلانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

یہ محض ایک کارواں سے متعلق بات ہے۔ اور ایسا نہیں کہ اسی کی شرکت وعدمِ شرکت پر ہر طرح کی کامیابی یا ناکامی کا دارومدار ہے۔ لیکن اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اس کارواں میں شرکت، ہمیں اور آپ کو بہت سی کامیابیوں سے ہم کنار کردے گی۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ۔

قارئین کے علم میں یہ بات بھی آجانی چاہیے کہ مخدومِ اَوَدھ، حضرت شاہ محمد مینا چشتی لکھنوی وقطبِ کوکن حضرت مخدوم مہائمی وامام المحدثین، شیخ عبدالحق محدث دہلوی وسراج الھند، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور بحرالعلوم، مولانا عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی پر یکے بعد دیگرے سیمنار وکانفرنس کا انعقاد ہونا تقریباً طے ہو چکا ہے۔ اسی طرح دیگر اکابر واسلافِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت پر بھی سیمنار وکانفرنس کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ۔

اِسی کے ساتھ قارئین کو یہ خوش خبری دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ:

(۱) خانوادۂ فرنگی محل، لکھنؤ کے دینی وعلمی اَحوال وآثار (۲) خانوادۂ ولی اللّٰہی عزیزی، دہلی کے دینی وعلمی اَحوال وآثار" کے نام سے راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) کی دو کتابیں قریبُ التکمیل ہیں۔

تذکرۂ اسلاف، حرزِ جاں وراحتِ قلب ہے اور اس سے تکدُّر وانقباض، آفتِ جاں اور مرضِ قلب ہے۔ جس سے جلد از جلد نجات حاصل کر لینا ہر اُس شخص پر فرض ہے جو کسی طرح بھی اپنی شومیِ قسمت سے مبتلائے مرض ہے۔

وَاللّٰهُ مُقَلِّبُ الْقُلُوْبِ وَهُوَ الشَّافِي وَالْكَافِي وَالْمُعِيْنُ وَالْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَان۔

اپنے سلیم الطبع قارئین کو اس تحریر کے ذریعہ راقمِ سطور یہ خوش خبری دینا بھی ضروری سمجھتا ہے کہ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالیٰ ۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء کے آغاز میں عظیم الشان پیمانے پر ایک علمی وفقہی سیمنار وکانفرنس (امام احمد رضا سیمنار وکانفرنس، بمبئی) کا اِنعقاد سرزمینِ بمبئی میں ہونے والا ہے جو نہایت عظمت واہمیت وافادیت کا حامل ہوگا اور اس سیمنار وکانفرنس کے ذریعہ ابوحنیفۂ ہند، فقیہ

Marfat.com

اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ (وصال ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء) کی دینی وفقہی وعلمی خدمات کا مختلف جہتوں سے اِحاطہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

ملک کے معروف عُلما وارباب فکر وقلم اِس ''امام احمد رضا سمینار و کانفرنس'' میں شرکت فرمائیں گے۔ حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی، صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اور حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صدر شعبۂ اِفتا، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی ہدایت ونگرانی میں اِس سمینار و کانفرنس کا انعقاد ہوگا۔

اِن حضرات کے معاوِن کی حیثیت سے راقِم سطور بھی شریکِ سمینار و کانفرنس رہے گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ۔

مقامِ مسرت ہے کہ فقیہ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کے صد سالہ جشن کی تیاری شروع ہوگئی ہے۔ صد سالہ جشنِ یومِ رضا (از ۱۳۴۰ھ تا ۱۴۴۰ھ) کے سلسلے میں رضا اکیڈمی بمبئی اور امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف کے زیر اہتمام واِنصرام چند علماے کرام، منصوبہ کے مطابق تحقیقی وتحریری کام پہ مامور بھی ہو چکے ہیں۔

اِس جشنِ صد سالہ کی پہلی میٹنگ کلیر شریف میں زیر سرپرستی امینِ مِلّت، حضرت پروفیسر سید محمد امین میاں قادری برکاتی، سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ شریف ہوئی۔ جس کی رپورٹ، محمد عارف رضوی، رضا اکیڈمی ممبئی کی طرف سے ہفت روزہ مسلم ٹائمز بمبئی میں اِس طرح شائع ہوئی:

''دیارِ حضرت سیدنا علاء الدین صابر کلیری (کلیر شریف) میں واقع ''دارُ العلوم قادریہ صابریہ برکاتِ رضا'' میں ایک اہم میٹنگ ہوئی جس کا بنیادی مقصد، دس گیارہ سال بعد مجدِّدِ اعظم امام احمد رضا کے جشنِ صد سالہ کے موقع پر آپ کی گراں قدر حیات وخدمات کو عصری اسلوب میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کا خاکہ تیار کرنا ہے تاکہ بلیغ اور حکیمانہ اسلوب اپنا کر دانشور طبقے میں امام احمد رضا کا جامع تعارف کرایا جائے اور آپ کی کتابوں کو عربی، انگریزی اور بعض دوسری معروف زبانوں میں منتقل کر کے اُنھیں ایشیا و یورپ کے اہلِ علم وارباب فکر ودانش تک پہنچایا جائے۔

میٹنگ کی سرپرستی، امینِ مِلّت، حضرت سید محمد امین میاں صاحب قبلہ قادری برکاتی

مارہروی، سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ قادریہ، مارہرہ شریف اور صدارت، رئیس التحریر علامہ یٰس اختر مصباحی، بانی وصدر دارالقلم دہلی نے فرمائی۔

علامہ یٰس اختر مصباحی نے فرمایا کہ:

رضویات پر گراں قدر کام کرنے والے پروفیسر محمد مسعود احمد مجدِدی (متوفیٰ ۲۱ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ/۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء کراچی۔ پاکستان) عَلَیْهِ الرَّحْمَة جن کا آج عرسِ چہلم بھی ہے، انھوں نے کوئی پندرہ بیس سال قبل، امام احمد رضا کی حیات وخدمات کا خاکہ تیار کیا تھا۔ اس خاکہ میں کچھ حذف واضافہ کر کے اس کے مطابق رضویات کے ماہر اصحابِ علم وقلم سے ایسی تفصیلی وتحقیقانہ سوانح مُرتّب کرائی جائے جس کو رضویات کے حوالے سے "انسائیکلوپیڈیا" کہا جا سکے۔

میٹنگ میں یہ بھی طے ہوا کہ اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّهٗ کی کتابوں اور آپ پر لکھی جانے والی کتابوں پر گہری نظر رکھنے والے حضرات کو مدعو کر کے مرکزی جگہ پر ایک سیمینار بھی منعقد کیا جائے۔

حضرت امینِ مِلّت، گلِ گلزارِ قادریت، مُدَّ ظِلُّهُ الْعَالِی نے اس تحریک کا خیر مقدم کرتے ہوئے بڑے حوصلہ افزا کلمات ارشاد فرمائے۔ اور اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّهٗ کی حیات وخدمات کا مختصر مگر جامع تعارف پیش کرتے ہوئے آپ کے جشنِ صد سالہ کی تیاری سے متعلق منعقدہ اس میٹنگ کو مستحسن اِقدام قرار دیا۔ اور رضویات کے حوالے سے پروفیسر محمد مسعود احمد عَلَیْهِ الرَّحْمَة کے کارناموں کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

ساتھ ہی یہ بھی یقین دِہانی کرائی کہ امام احمد رضا کی حیات وخدمات پر مشتمل کتابیں تیار کرنے میں ہمارا ہر ممکن تعاون رہے گا۔ مگر یہ کام مل جل کر کرنے کا ہے، تنہا نہیں ہو سکتا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس تعلق سے سیمینار یا بڑے پیمانے کی میٹنگ، امام احمد رضا کے شہر، بریلی شریف میں ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

حضرت مولانا آلِ مصطفیٰ مصباحی اور رضا اکیڈمی ممبئی کے بانی وسکریٹری جنرل، الحاج، محمد سعید نوری نے امید ظاہر کی کہ اِس تعلق سے جامع منصوبہ بندی اور ٹھوس لائحۂ عمل جلد ہی تیار کر لیا جائے گا۔ تاکہ بعد میں قِلّتِ وقت کا شکوہ نہ ہو۔

میٹنگ میں ماہرِ رضویات، پروفیسر محمد مسعود احمد مجدِدی عَلَیْهِ الرَّحْمَة کے عرسِ چہلم کی مناسبت سے اُن کی روح کو ایصالِ ثواب بھی کیا گیا۔ اور اُن کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔

Marfat.com

متعدد علماے کرام نے مِٹنگ میں شرکت کی۔ اخیر میں حضرت امینِ مِلّت، سید محمد امین میاں صاحب مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی کے دعائیہ کلمات پر مِٹنگ کا اختتام ہوا۔"

(ہفت روزہ مسلم ٹائمز، بمبئی۔ شمارہ ۱۶ تا ۲۲ جون ۲۰۰۸ء)

اِس سلسلے کی دوسری مِٹنگ مؤرخہ ۱۰ر فروری ۲۰۱۰ء کو استاذِ گرامی، بحرالعلوم، مفتی عبدالمنان اعظمی کی سرپرستی اور برادرِ مکرّم، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی صدرُ المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی صدارت میں امام احمد رضا اکیڈمی، صالح نگر، بریلی شریف میں ہوئی۔ تیسری مِٹنگ بھی امام احمد رضا اکیڈمی صالح نگر، بریلی شریف میں مؤرخہ ۲۲ر ربیع الآخر ۱۴۳۴ھ/ مارچ ۲۰۱۳ء کو ہوئی۔ اور چوتھی مِٹنگ المجمع الاسلامی، مبارک پور میں مؤرخہ ۱۲ر اپریل ۲۰۱۳ء کو برادرِ مکرّم، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی کی صدارت میں ہوئی۔

مذہب و مسلک کے اصول و ضوابط اور سوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کے مفادات و مصالح پر نظر رکھنا اور ان کے مطابق اپنے ہر فکر و عمل کو مرکوز کرتے ہوئے ان کے دائرے میں ہی انھیں محدود رکھنا، یہی وہ شعور و عرفان ہے جو مطلوب و مقصودِ شرعی ہے۔

اِس کے لئے جس علم و فضل، تدبُّر و بصیرت، مشاہدہ و تجربہ اور معاملہ فہمی و مستقبل بینی کی ضرورت ہے، اُس کے نقوش و آثار، اکابر و اسلافِ اہلِ سُنّت کی کتب و رسائل اور حیات و خدمات ہی میں مل سکیں گے جن کی اِقتدا و اِتباع ہمارا اجماعی و مِلّی و شرعی فریضہ ہے۔

اپنے ذاتی خیالات و رُجحانات کو جذبات اور نعرہ بازی کی شکل میں پیش کرتے رہنا اور مذہبی و اجتماعی تقاضوں کو نظر انداز کرتے رہنا کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔

جو قوم و جماعت، فکر و عمل سے عاری ہو کر محض لَفّاظی و چَرب زبانی اور جذباتی نعروں کے سہارے، اپنے آپ کو زندہ رکھنا چاہے اُسے کسی کی رہنمائی و مسیحا نفسی بھی زوال و اِنحطاط اور آخری ہچکی لینے سے روک نہیں سکتی۔

ہم جس مذہب و مسلک کے ماننے والے ہیں وہ آفاقی اور عالم گیر ہے۔ وہ کسی صوبہ و ملک و برِّ اعظم میں محدود نہیں۔ وہ ہزار سال پہلے بلکہ اُس سے بھی پہلے موجود تھا اور ہزار سال بعد بلکہ اُس کے بعد بھی زندہ اور باقی رہے گا۔

وہ اُس وقت بھی تھا جب ہندوستان کے موجودہ اور مروّجہ سلاسلِ طریقت

Marfat.com

،دنیا میں کہیں موجود نہیں تھے۔ اور اُس وقت بھی رہے گا جب خدانخواستہ یہ سلاسلِ طریقت یا اِن میں سے کچھ سَلاسِل اپنی موجودہ شکل میں باقی نہ رہیں۔

اِس آفاقی مذہب ومسلک کو کسی خانقاہ یا کسی درس گاہ کی چہار دیواری میں محدود اور مقیّد نہیں کیا جاسکتا۔ اِس لئے مذہب ومسلکِ اہلِ سُنّت بہرحال راجح ومقدّم ہے اور اسے ہر حال میں راجح ومقدّم ہی رکھا جانا چاہیے۔ اور اہلِ سُنّت کے ہر سلسلۂ علم وطریقت اور ہر خانقاہ ودرس گاہ کے لئے اہلِ سُنّت کے مجموعی مفاد ومصلحت کو پیشِ نظر رکھنا ہر حال میں ضروری ہے۔

یہ رَوِش کچھ اچھی نہیں کہ دوسروں کی لغزشوں اور خطاؤں کی گرفت میں اتنی تیزی ہو کہ ایران توران کی ہر حرکت پر نظر ہو اور اپنے پاس پڑوس کی کوئی خبر ہی نہ ہو۔ گویا: ع

سارے جہاں کا جائزہ، اپنے جہاں سے بے خبر

محدود فکر وخیال کے ساتھ، غیر محدود مفادات ومصالحِ اہلِ سُنّت کا تحفظ کیوں کر کیا جاسکتا ہے؟ یہ سوال بڑا ہی اہم، بے حد توجُّہ طلب اور قابلِ غور ہے۔

مسلمانانِ اہلِ سُنّت کے اجتماعی امور ومعاملات کے باب میں اپنے اوپر عائد شدہ فریضۂ ہدایت وقیادت سے اِغماض وصَرفِ نظر کر کے کس طرح اہلِ سُنّت کا بھلا کیا جاسکتا ہے اور اسے فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے؟ یہ سوال بھی تشویش ناک مَرحلے میں داخل ہو کر کسی فوری حل کا ہم سب سے مطالبہ اور تقاضا کر رہا ہے۔

پیری مُریدی اور تقریر وخطابت، شرائطِ مَعہودہ کے ساتھ مفید اور ضروری ہے۔ مگر سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت کی ہر مشکل وپریشانی کا حَل محض پیری مُریدی اور تقریر و خطابت نہیں ہے۔ نہ ہی صرف تدریس اور تحریر ہے۔

ان سب کے ساتھ کچھ اور بھی سوچتے اور کرتے رہنے کی شدید ضرورت ہے۔ ہر شعبۂ حیات میں سوادِ اعظم کی رہنمائی کرتے رہنا، علماء ومشائخ کرام کا ہمہ وقتی فریضہ ہے۔

دین، نام ہی ہے ہر مسلمان کی خیر خواہی کا۔ اور یہ خیر خواہی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اُمّتِ مسلمہ کی مسلسل اور ہمہ جہتی رہنمائی کی جاتی رہے۔

اور اگر یہ فریضہ انجام دینے میں قصور وفتور ہے تو پھر ہمیں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا

Marfat.com

چاہیے کہ اپنے فرائض کی تکمیل کے ہم اہل بھی ہیں یا نہیں؟

اِن مسائل میں ہے کچھ ژرف نگاہی درکار

یہ حقائق ہیں، تماشائے لب بام نہیں

اپنے فرائض اور ذِمّہ داریوں کو صحیح طور پر سمجھنے اور ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں اپنے اکابر و اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا اور ان کی دینی و علمی زندگی کے ہر پہلو سے ہمیں رہنمائی حاصل کرنی ہوگی۔

اپنے اکابر و اسلاف کرام کو جاننا، ان کی خدمات سے واقف رہنا، ان کے ارشادات و تعلیمات پر عمل کرنا اور دوسروں کے سامنے ان کا تعارف کرانا، یہ ہمارا مذہبی، ملی اور قومی فریضہ ہے۔

جس طرح کوئی سعید و صالح اولاد، کوئی نیک بخت لڑکا، اپنے آباواَجداد کا ذکر کرتا ہے، ان کی تعریف کرتا ہے۔ اور ذکر و تعریف سن کر قلبی مسرت حاصل کرتا ہے، اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ، اپنے اکابر واسلاف کا، اور جتنی بھی نمایاں اور ممتاز اسلامی شخصیات ہیں، ان سب کا حسب ضرورت واہمیت وافادیت ذکر و بیان ہمیں کرتے رہنا چاہیے۔ تا کہ نئی نسل بھی ان سے واقف ہو۔ اور یہ وراثت، نسل در نسل آگے کی طرف منتقل ہوتی رہے۔

سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کے فقہی مذاہب اربعہ (حنفیت وشافعیت و مالکیت وحنبلیت) اور جُملہ طُرق وسَلاسِلِ تصوف وطریقت، مثل قادریہ وچشتیہ ونقشبندیہ وسہروردیہ و رفاعیہ وشاذلیہ اور ان سے وابستہ جملہ قدیم وجدید علما وفقہا وفُضلا وصوفیہ ومشائخ کرام ومبلّغین وداعیانِ اسلام جو مذہب ومسلکِ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت پر اِستقامت کے ساتھ حمایت وتائیدِ اسلام وخدمتِ دینِ حنیف ونشرواشاعت وترویج مذہب ومسلک ومشرب کے کسی بھی شعبہ سے وابستہ اور کسی بھی خطہ اور علاقہ میں اِخلاص ودیانت کے ساتھ مصالح ومفاداتِ مِلّت وجماعتِ حق واہلِ حق ونُصرت واِعانتِ سَوادِ اعظم میں مشغول ومصروف تھے اور آج بھی سرگرم ہیں ، ان سب کے ساتھ حُسنِ ظن ، ان سب کی تحسین وتشجیع ، ان سب کی ممکن نصرت وحمایت واعانت واِمداد، اور ان سب کے حق میں جذبۂ خیر اور ان کا ذکر خیر، سَوادِ اعظم کے ہر فرد پر حسب صلاحیت ووسعت واستطاعت، نہایت اہم مذہبی وملی فریضہ، اِنفرادی واِجتماعی شعور واِدراک وعلم وعرفان کی واضح علامت، اور دینی ودنیوی فوز وفلاح وسعادت ونجات کی بہترین ضمانت ہے۔

وقتِ بَرہنہ گفتن ست،مَن بہ کِنایہ گفتہ اَم
خود تو بگو کجا بَرم ؟ ہم نفسانِ خام را

آخر میں ایک بات اور عرض کر دوں کہ قوم و مِلّت و جماعت کی قیادت بڑا عظیم اور اہم منصب ہے۔ عمومی طور سے کسی بھی رہنمائی کو قیادت کہہ سکتے ہیں لیکن خصوصی بلکہ اصطلاحی طور سے قوم و مِلّت و جماعت اور ملک کی صحیح اجتماعی رہنمائی و رہبری کرنے کو قیادت کہتے ہیں۔ کسی بھی اجتماعی مسئلہ میں مِلّت و جماعت اور قوم و ملک کے افراد کی جو صحیح رہنمائی کرے یا باشعور و بیدار مغز افراد جس سے رہنمائی و رہبری کے طالب ہوں، وہ قائد کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) و تحریکِ تَرکِ موالات (۱۹۲۰ء) و تحریکِ ہجرت (۱۹۲۱ء) کے ہنگامہ خیز دَور میں فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی و حجۃ الاسلام، مولانا حامد رضا قادری برکاتی بریلوی و مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا الشاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری بریلوی و علّامہ سید سلیمان اشرف علی گڑھی و صدرُ الافاضل، مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور دیگر عُلماے اہلِ سُنّت رَحمۃُاللہِ تعالیٰ علَیہِم اَجمَعِین نے اپنی مسلسل تحریر و تقریر کے ذریعہ جس طرح قوم و مِلّت کی صحیح اور بروقت رہنمائی و رہبری فرمائی، اُسے قیادت کی اعلیٰ مثال قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس کی روشنی میں اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ۔ ع قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے؟

لیکن یہ صفت بڑے وسیع علم و مطالعہ و تدبُّر و بصیرت و تجربہ و مشاہدہ و معاملہ فہمی و مستقبل بینی کے بعد ہی کسی کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ اور۔ ع جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

اِسی لئے کہا جاتا ہے کہ: ع جہاں بانی سے ہے دشوار تَر کارِ جہاں بینی

دینی و دنیوی فوز و فلاح کی ضمانت اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب ہم اپنے اکابر و اسلاف کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ گذاریں اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے مفادات و مصالح کا حتی الامکان خیال و لحاظ رکھتے ہوئے اپنے آپ کو نمونۂ فکر و عمل بنانے کی کوشش کریں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو ہدایتِ حق اور بصیرت و استقامت کی توفیق عطا فرمائے اور خدمتِ اسلام و سُنّیت کی بیش از بیش توفیق سے نوازے۔ آمین!

بجاہِ حبیبک سیّدِ المُرسَلین علَیہِ الصَّلوٰۃُ و التسلیم۔

Marfat.com

پیغامِ عمل

سوادِ اعظم اہلِ سنّت و جماعت کے معتقدات اور افکار ونظریات کو اکابر واسلاف کرام نے ہر دور میں علمی وفکری سطح پر منظم ومربوط انداز میں پیش کرتے رہنے کی جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں، انھیں ہی اپنا نمونہ فکر وعمل بنا کر آج کے علمائے اہلِ سنّت کو بھی قلمی ولسانی طور سے اور جائز ذرائع ابلاغ کا استعمال کر کے اپنا مذہبی وعلمی فریضہ انجام دینا چاہیے۔

سطحی تحریروں اور ہیجان انگیز تقریروں سے اجتناب واحتراز کرتے ہوئے بہتر اور مفید طرز واسلوب میں مذہب اہلِ سنّت کی تائید وتقویت اور فرقِ باطلہ کی تردید وابطال کی طرف خصوصی توجہ دی جانی چاہیے۔

قوم وملّت کا سرمایہ اور اپنی صلاحیت ولیاقت کا غیر ضروری استعمال نہ صرف یہ کہ اہلِ سنّت کی داخلی کمزوری کا سبب بن سکتا ہے، بلکہ مخالفین اور اہلِ باطل کو ہماری صفوں میں داخل ہونے کی راہیں بھی ہموار کر کے چند در چند مسائل اور مشکلات ومصائب سے ہمیں دوچار کر سکتا ہے۔ جس سے ہمیں ہر لحہ چوکنّا اور بیدار رہنے کی شدید ضرورت ہے۔

ذخیرۂ کتاب وسنّت کے مطالعہ اور اس سے استفادہ کے ساتھ اسلامیات کے ہر پہلو پر کام کرتے رہنے کا ہمارے سامنے ایک وسیع وعریض میدان موجود ہے۔ علومِ اسلامیہ کے بہت سے شعبے ہمارے مطالعہ وتحقیق کے منتظر ہیں۔ اسلاف کرام کے روشن کارنامے، اپنی جانب ہمارا دامنِ دل کھینچ رہے ہیں۔

برِصغیر ہندوپاک کے تناظر میں بھی بہت سے کام ہماری چشمِ توجہ کے منتظر ہیں۔ نیز آبادیات ورضویات کے بہت سے گوشے ابھی تشنۂ تحقیق ہیں۔

مسلم معاشرے کی اصلاح وہدایت اور معاشرتی مفاسد کا ازالہ، وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔

نئی نسل کی ذہن سازی، اس کی تعلیم وتربیت کا اہتمام، اس کے دل ودماغ میں تعلیماتِ اسلام کو راسخ کر کے اسے کسی فکری انحراف سے محفوظ رکھنے کی کوشش اور اس طرح کی بہت سی چیزیں ہم سب سے بہت کچھ مطالبہ اور تقاضا کر رہی ہیں۔

ان نیک کاموں کی طرف توجہ دینا اور ان میں خاطر خواہ کردار ادا کرنا ہماری مذہبی وقومی وملی ذمہ داری ہے۔ ایسے امور میں اپنی صلاحیت اور اپنی کوشش، صرف کر کے جذبۂ خیر کے ساتھ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں اپنی توانائی خرچ کرنی چاہیے۔ اسی میں ہمارا استفادہ مضمر ہے۔ اور یہی حکمِ قرآنِ حکیم بھی ہے۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (سورۂ بقرہ۔ آیت ۱۴۸۔ سورۂ مائدہ۔ آیت ۴۸)

"اچھے اور نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرو۔"

Marfat.com

فقہِ اسلامی کی بے مثال جامعیت اور دائمی اِفادیت

فقہِ حنفی کی تازگی وشادابی اور فکر انگیز وروح پرور زرخیزی

یہ ایک زندہ وتابندہ حقیقت ہے کہ شریعتِ اسلامی وفقہِ اسلامی کی ہدایات وتعلیمات، حیاتِ انسانی کے ہر شعبے کو حاوِی ومُحیط ہیں۔

کتاب وسُنّت پرمبنی "فقہِ اسلامی" کی حیثیت ایک موج زَن آبشار کی سی ہے۔

جس کی نہرِ رواں، ہر زمان ومکان کی انسانی کِشت زار کو سیراب کرتے ہوئے اُسے سَدا بہار تازگی وشادابی اور رَعنائی وبَرنائی عطا کرتی رہتی ہے۔

یہ نہرِ رواں اپنے ذخیرۂ آبِ حیات سے ہر لمحہ زندگی وتازہ دَمی کا فیضان حاصل کرکے عُلما وفُقہا ومفتیانِ کرام کے نہاں خانۂ قلب ودماغ کو قوت بخش غذا فراہم کرتی رہتی ہے۔ اور قافلۂ حیات کی حوصلہ افزا رہنمائی وقیادت کے لئے انھیں مستعد ومتحرک اور آمادۂ سفر بناتی رہتی ہے۔

یہ نہرِ رواں نہ کہیں رُکنے اور تھمنے والی ہے اور نہ انسانی قافلۂ حیات کسی منزل پہ رُکنے اور خیمہ زَن ہونے والا ہے۔ جاوِداں، پیہم دَواں، ہر دَم جواں ہے زندگی

یہی وجہ ہے کہ مسلسل سفر پر آمادہ وکمربستہ رہنے والے قافلۂ حیات کی صحیح اور ہمہ جہت رہنمائی ورہبری کرتے رہنے کے لئے ربِّ کائنات عَزَّوَجَلَّ کا یہ ارشادِ واجبُ العمل ہے کہ:

وَمَاكَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنفِرُوْاكَآفَّةً فَلَوْلاَ نَفَرَمِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ ۔ (سورہ توبہ۔آیت ۱۲۲)

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں۔ تو کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔"

Marfat.com

شریعتِ مطہّرہ کی حکمتِ بالغہ

یہ دنیا مظہرِ کُنْ فَیَکُوْن ہے۔ مظہرِ آیاتِ رَبّانی ہے۔ ربّ کائنات کی قدرتِ کاملہ کے اَسرار ومعارِف کا مَعدن ہے۔ اُس کی بے کراں نعمتوں کا مَخزن ہے۔ اُس کے انوار وتجلّیات کی رنگارنگی کا ایک جہانِ حیرت ہے۔ کیف وکم سے ماوَرا اُس کے وجودِ حقیقی پر اِس کائنات کی ہر شَی ایک دلیل وبُرہان ہے۔ اُس کی کسی صفت میں کسی بھی جہت سے کوئی اُس کا شریک وسہیم نہیں۔ اور:

ہر گیا ہے کہ ازز میں روید
وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ می گوید

وہی خالقِ ہست وبود ہے۔ ارض وسما کی ہر شَی کو اُسی نے خلعتِ وجود سے سرفراز فرمایا ہے۔ زندگی کی حرارت اور ہر سانس کی آمد ورفت اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ وہی مالکِ اَرواح واَبدان ہے۔ ہر متنفّس کا رِزق اسی کے ذِمّۂ کرم پر ہے۔ وہ اپنے بندوں کے لئے بے پناہ رحیم وکریم ہے۔ وہ سَتّارُ الْعُیوب بھی ہے اور غَفّارُ الذُّنُوب بھی ہے۔ اُس کی رحمت وغُفران، اس کے اختیار واِقتدار اور اس کی حاکمیت ورُبُوبیت کی جلوہ گاہ ہے یہ سارا عالَم موجودات ومخلوقات۔

جس کے عرفان ومعرفت کے لئے اُس نے ہر انسان کو عقل جیسی عظیم دولت سے مالا مال فرمایا ہے۔ اور اُس کی ہدایت ورہنمائی کے لئے سلسلۂ نبوت ورسالت وکرامت وولایت سے اُس کا رشتہ جوڑ دیا ہے۔

یہ عقل اگر عقلِ سلیم ہے اور اس کے ساتھ توفیقِ الٰہی شامل ہے تو فطری طور پر اُس دینِ فطرت کی طرف رہنمائی کرتی ہے جس کے بارے میں ربّ کائنات ارشاد فرماتا ہے:

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَالَاتَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ۔ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ۔

(سورۂ روم۔ آیت ۳۰)

اُس کتاب کی نشان دہی کرتی ہے جس کے بارے میں اُس کا فرمان ہے کہ:

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ۔ (سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۹)

اُس اسلام تک اسے یہ عقل پہنچا دیتی ہے جس نے اس کی فلاح ونجات کی ضمانت دے

رکھی ہے اور وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَفِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (سورۂ آل عمران۔آیت ۸۵) کی وعید بھی سنا دی ہے۔

یہی عقل ہر توفیق یافتہ انسان کی ، رہنمائی اُس رسولِ کائنات صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کی طرف کرتی اور اس کی بارگاہ تک پہنچاتی ہے جوشہکارِ قدرت وخاتمِ دَورِ رسالت اور حاملِ لوائے فطرت ہے۔

جس کے بارے میں اللہ ربُّ العزّت کا یہ ارشاد واعلان ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ (سورۂ احزاب۔آیت ۲۱)

انسانی سعادت اور صحیح احکام ومسائلِ حیات پر مشتمل شریعتِ اسلامیہ کا راستہ یہی عقل بتلاتی ہے۔انسان کو حلال وحرام کا فرق وامتیاز بتانے والی شریعت کی طرف یہی عقل رہنمائی کرتی ہے۔ اور ذرا غور تو کیجیے اور دیکھیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانی جسم وروح اور عقل وبصیرت کو اپنے فضل وتوفیق سے کس طرح شریعتِ مطہرہ کی ہدایت بخشی ہے۔

انھیں حقائق کا اظہار کرتے ہوئے فقیہِ اسلام ،امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّهٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''اللہ عزَّ وَ جلَّ نے بندے بنائے۔انہیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ آلات و جوارح عطا فرمائے۔اور انہیں کام میں لانے کا طریقہ اِلہام کیا۔اور ان کے ارادے کا تابع و فرماں بردار کر دیا کہ اپنے منافع حاصل کریں اور مضرتوں سے بچیں۔

پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔عقل کو ان اُمور کے اِدراک کی طاقت بخشی۔خیر وشر، نفع وضرر، یہ حواسِ ظاہری نہ پہچان سکتے تھے۔

پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بے کس ویاور نہ چھوڑا۔ہنوز لاکھوں باتیں ہیں جن کو عقل، خود اِدراک نہ کر سکتی تھی۔اور جن کا اِدراک ممکن نہ تھا،اُن میں لغزش کرنے،ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لئے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی لِهٰذا اَنبیا بھیج کر، کتابیں اتار کر، ذرا ذرا بات کا حُسن وقبح خوب جتا کر، اپنی نعمت، تمام وکمال فرمادی۔کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی۔

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ۔ (سورۂ نساء۔آیت ۱۶۵)

Marfat.com

حق کا راستہ آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا۔ ہدایت وگمراہی پر پردہ نہ رہا۔

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ۔ (سورۂ بقرہ۔آیت ۲۵۶)

بایں ہمہ کسی کا خالق ہونا، یعنی ذات ہو یا صفت، فعل ہو یا حالت، کسی معدوم چیز کو عدم سے نکال کر لباسِ وجود پہنانا، یہ اُسی کا کام ہے۔

یہ نہ اُس نے کسی کے اختیار میں دیا نہ کوئی اس کا اختیار پا سکتا تھا۔ کہ تمام مخلوقات خود اپنی حدِ ذات میں نیست ہیں۔ ایک نیست، دوسرے نیست کو کیا ہَست بنا سکے؟

ہَست بنانا اُس کی شان ہے جو آپ اپنی ذات سے ہَستِ حقیقی وہَستِ مطلق ہے۔

ہاں! یہ اُس نے اپنی رحمت اور اپنی غِنائے مطلق سے عادت اِجرا فرمائی ہے کہ بندہ جس اَمر کی طرف قصد کرے، اپنے جوارح ادھر پھیرے، مولیٰ تعالیٰ اپنے ارادہ سے اسے پیدا فرما دیتا ہے۔ (ثَلْجُ الصَّدْرِ لِاِیْمَانِ الْقَدْرِ۔ از امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی)

اسلام جولان گاہِ عمل میں تگ ودَو کی ترغیب وتحریک اپنے ہر ماننے والے انسان کے اندر پیدا کرتا ہے۔ کہ یہ دنیا عالَمِ اسباب ہے اور اسبابِ حیات کو حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہنا ہی تقاضائے عقل وخرد ہے۔

اپنے آپ کو، اپنی ملّت کو، اپنے معاشرہ کو، شریعت سے وابستہ رکھنے اور اسے عزت وسُرخ روئی سے ہم کنار کرنے کے لئے ہمہ وقت متحرک وسرگرم رہنا ضروری ہے۔ یہی قانونِ فطرت ہے اور یہی شریعتِ اسلامیہ کا مقتضیٰ اور اس کی یہی حکمتِ بالغہ ہے۔

اسلام نے معرفتِ ربّانی اور علم وادراکِ حقائق کی دعوت دی ہے۔ رَزم گہہِ حیات میں تگ وتاز کا اس نے حکم دیا ہے۔ اس کی شریعت نے رہبانیت کی اجازت نہیں دی ہے۔ اس نے تدبیر سے فرار کو جائز نہیں قرار دیا ہے۔

ذاتی واجتماعی زندگی میں نفاذ شریعت کے لئے اس نے حکم دیا ہے کہ سَعی وتدبیر کرو، مقاصدِ خیر تک پہنچنے کے لئے مفید ذرائع پیدا کرو، کارآمد وسائل مہیّا کرو، معاشی اِستحکام کے لئے زراعت و تجارت کرو، اِجرائے اَحکام وحُدود کے لئے قضا و اِمارت کی ذِمّہ داری سنبھالو۔ خلقِ خدا کی ہدایت اور اس کی اِعانت ودستگیری کرو۔

اِس دنیا سے بھاگو نہیں بلکہ اس کے اندر رہ کر اس پر غلبہ حاصل کرو۔ اہل وعیال کی کفالت

کرو، اور خوش گوار و بامُراد عائلی و معاشی زندگی گذارتے ہوئے اپنے آپ کو دوسروں کے لئے نمونۂ عمل بناؤ۔

صحابیِ رسول، حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے بیان کیا۔

رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

لَیْسَ بِخَیْرِکُمْ مَنْ تَرَکَ دُنیاہُ لِآخِرَتِہٖ و لَا آخِرَتَہٗ لِدُنیاہُ۔ حتّٰی یُصِیبَ مِنْھُمَاجَمیعاً۔ فَاِنَّ الدُّنیا بَلاغٌ اِلَی الآخِرۃ۔ و لاتکونُوا کَلًّا عَلَی النَّاس۔

(کَنزُالعُمَّال لِلمُتَّقِی، اَلجَامِعُ الصَّغِیر لِلسُّیُوطی)

تمہارے درمیان بہتر وہ آدمی نہیں ہے جو اپنی آخرت کے لئے اپنی دنیا ترک کردے۔ اور نہ وہ جو اپنی دنیا کے لئے اپنی آخرت ترک کردے۔ بہتر وہ ہے جو دین و دنیا، دونوں سے اپنا حصہ لے۔

اور تم، دوسروں پر بوجھ نہ بنو۔"

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے بیان کیا۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَاَنْ یَأْخُذَ اَحَدُکُمْ حَبْلَہٗ فَیَذْھَبَ بِہٖ اِلَی الْجَبَلِ فَیَحْتَطِبَ ثُمَّ یَأْتِی بِہٖ فَیَحْمِلَہٗ عَلٰی ظَھْرِہٖ فَیَأْکُلَہٗ، خَیْرٌ لَہٗ مِنْ اَنْ یَسْأَلَ النَّاسَ۔

و لَاَنْ یَأْخُذَ تُرَاباً فَیَجْعَلَہٗ فِی فِیہِ، خَیْرٌ لَہٗ مِنْ اَنْ یَجْعَلَ فِی فِیہِ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اُس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے:

تم میں کا کوئی شخص رسّی لے کر پہاڑ کی طرف جائے۔ وہاں لکڑیاں چُنے۔ اُن کا گٹھر اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے۔ اُسے بیچ کر کھائے۔ تو ایسا کام، لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے بہتر ہے۔

اور منہ میں خاک بھر لینا، حرام نوالہ سے بہتر ہے۔"

اسباب و تدابیر سے بے نیاز ہو کر بیٹھے رہنے کو شریعت نے قطعاً جائز نہیں ٹھہرایا ہے۔ جس

Marfat.com

مقصد اور جس کام کے جو اسبابِ عادیہ، دائرۂ شریعت کے اندر ہیں انھیں اختیار کرنا لازم ہے۔

اسی طرح بلا کسی سبب کے، حرج و تنگی کو دعوت دینا بھی شریعت کی نظر میں معیوب و مذموم ہے۔ کہ اسلام دینِ یُسر و سَماحت ہے۔ وسعت و کشادگی اور مژدہ و بشارت کو وہ پسند کرتا ہے۔

پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں:

یَسِّرُوا وَلَاتُعَسِّرُوا وَبَشِّرُوا وَ لَاتُنَفِّرُوا۔ (بخاری و مسلم)

آسانی پیدا کرو، تنگی نہ کرو۔ بشارت دو، بِدَ کنے والی بات نہ کرو۔"

ابوحنیفۂ ہند، فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی، نہایت بصیرت و حکمت و جامعیت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"حضرت حق جَلَّ و عَلَا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع و نَفْسُ الْاَمر میں طاہر و حلال ہوں۔ کہ اس کا علم ہمارے حیطۂ قدرت سے وَرا۔

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ: لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ (سورۂ بقرہ۔ آیت ۲۸۶)

نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شَیٔ برتیں جسے ہم اپنے علم و یقین کی رو سے طیب و طاہر جانتے ہیں۔ کہ اس میں بھی حَرجِ عظیم۔ اور اَلْحَرَجُ مَدْفُوعٌ بِالنَّصِ۔

قَالَ تعالیٰ: وَمَاجَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ (سورۂ حج۔ آیت ۷۸)

اے عزیز! یہ دین بِحَمْدِاللّٰہِ تعالیٰ آسانی و سَماحت کے لئے آیا ہے۔ جو اسے اس کے طور پر لے گا اس کے لئے ہمیشہ رِفق و نرمی ہے۔ اور جو تعمق و تشدُّد کو راہ دے گا، یہ دین اُس کے لئے سخت ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔"

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ۔ وَ لَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ۔ فَسَدِّدُوا۔ وَ قَارِبُوا۔ وَبَشِّرُوا۔ رَوَاہُ البخاری و النَّسائی عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ۔

بلکہ صرف اِس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو اپنی اصل میں حلال و طیب ہو۔ اسے مانع، و نجاست کا عارض ہونا، ہمارے علم میں نہ ہو۔

و لِھٰذا جب تک اُس خاص شَیٔ میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے، کوئی مظنۂ قویہ، حظر و ممانعت کا نہ پایا جائے، تفتیش و تحقیقات کی بھی حاجت نہیں۔

Marfat.com

مسلمان کو رَدا کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے۔ و یُمْکِنُ وَ یَحْتَمِلُ وشاید و لَعَلَّ کو جگہ نہ دے۔

فِی الْحَدِیْقَۃِ: لَا حُرْمَۃَ اِلَّا مَعَ العِلم۔ لِاَنَّ الْاَصْلَ اَلْحِلُّ۔ وَ لَایَلْزَمُہٗ السُّؤَالُ عَنْ شَیٍٔ حَتّٰی یَطَّلِعَ عَلٰی حُرْمَتِہٖ وَ یتحقّق بِھا فیحرم علیہ۔ مُلَخَّصاً۔

ہاں! اِس میں شک نہیں کہ شبہ کی جگہ، تفتیش وسوال بہتر ہے۔ جو اس پر کوئی فائدہ مترتّب ہوتا سمجھے۔ یہ بھی اُس وقت ہے جب اِس اِحتیاط ووَرع میں کسی اہم وآکد کا خلاف نہ لازم آئے کہ شریعتِ مطہّرہ میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا اِزالہ مقدّم تر ہے۔

مثلاً: مسلمان نے دعوت کی۔ یہ اُس کے مال وطعام کی تحقیقات کر رہے ہیں۔ کہاں سے آیا؟ کیوں کر پیدا کیا؟ حلال ہے یا حرام؟ کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے؟

کہ بے شک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کر کے ایسی تحقیقات میں اسے ایذا دینا ہے۔ خصوصاً اگر وہ شرعاً معظّم ومحترم ہو۔ جیسے عالم دین، سچا مُرشد، یا باپ، یا استاد، یا ذی عزت مسلمان سردارِ قوم، تو اس نے اور بے جا کیا۔

ایک تو یہ بدگمانی، دوسرے موحش باتیں، تیسرے بزرگوں کا تَرکِ ادب۔

ایک قاعدۂ کلّیہ واجبۃُ الحفظ یہ ہے کہ:

فعلِ فرائض وتَرکِ محرّمات کو اِرضائے خلق پر مقدم سمجھے۔ اوران اُمور میں کسی کی پرواہ نہ کرے۔ اور فتنہ ونفرت وایذا ووحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔

اِسی طرح جو عادات ورُسوم، خلق میں جاری ہوں اور شرعِ مطہّر سے اُن کی حُرمت وشناعت نہ ثابت ہو، اُن میں اپنے ترفّع وتنزہ کے لئے خلاف وجُدائی نہ کرے۔ کہ یہ سب اُمور، اِئتلاف وموانست کے معارض، اور مراد ومحبوبِ شارع کے مناقض ہیں۔

ہاں، ہاں! ہوشیار وگوش دار کہ:

یہ وہ نکتۂ جمیلہ وحکمتِ جلیلہ وکوچۂ سلامت وجادۂ کرامت ہے جس سے بہت زاہدانِ خشک واہلِ تقشف غافل وجاہل ہوتے ہیں۔ وہ اپنے زعم میں محتاط ودین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغزِ حکمت ومقصودِ شریعت سے دور جا پڑتے ہیں۔"

(مقدمۂ عاشرہ۔ اَلْاَحْلٰی مِنَ السُّکَّرِ لِطَلَبَۃِ سُکَّرِ رُوْسَرْ۔ از امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی مشمولہ فتاوٰی رضویہ جلد دوم)

Marfat.com

اسباب ومسبّبات اور تدبیر و تقدیر پر جامع بحث کرتے ہوئے امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

"فی الواقع، عالَم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی تقدیر سے ہوتا ہے۔

قَالَ تَعَالٰی: وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ۔ (سورۂ الرحمٰن: آیت ۵۳)

وَ قَالَ تَعَالٰی: وَ كُلَّ شَیْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔ (سورۂ یٰس: آیت ۱۲)

وَقَالَ تَعَالٰی: وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ (سورۂ الانعام: آیت ۵۹)

مگر تدبیر، زِنہار معطّل نہیں۔ دنیا عالَمِ اسباب ہے۔ رب جَلَّ مَجْدُہٗ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق اس میں مسبّبات کو اسباب سے رَبط دیا۔ اور سُنّتِ الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبَّب پیدا ہو۔

جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا، کفّار کی خصلت ہے۔ یوں ہی تدبیر کو محض عَبَث و مطرود وفضول بتانا، کسی کھلے گمراہ یا سچے مجنوں کا کام ہے۔ جس کی رو سے صدہا آیات واحادیث سے اِعراض اور انبیا وصحابہ وائمہ واولیا سب پر طَعن و اِعتراض، لازم آتا ہے۔

حضرت داؤد عَلَيْهِ السَّلام زِرہیں بناتے۔ موسیٰ عَلَيْهِ السَّلام نے دس برس شعیب عَلَيْهِ السَّلام کی بکریاں، اُجرت پر چَرائیں۔ خود حضور پُر نور سید المرسلین صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، حضرت اُمّ المؤمنین خدیجہ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا، کا مال بطورِ مضاربت لے کر شام، تشریف فرما ہوئے۔

حضرت امیر المومنین عثمان غنی، عبدالرحمٰن بن عوف بڑے نامی تاجر تھے۔ امامِ اعظم بَزّازی کرتے تھے۔

بلکہ کوئی منکرِ تدبیر، تدبیر سے خالی نہیں ہوتا۔ ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعت، تجارت، نوکری، حرفت، کچھ نہ کرتا ہو۔ آخر اپنے لئے کھانا پکاتا یا پکواتا ہوگا؟ آٹا پیسنا، گوندھنا، پکانا، کیا یہ تدبیر نہیں؟ یہ بھی جانے دیجیے۔ اگر بغیر اُس کے سوال یا اشارہ وایما کے خود بخود پکی پکائی اُسے مل جاتی ہو، تاہم لقمہ بنانا، منہ تک لانا، چبانا، نگلنا، یہ بھی تدبیر۔" (الشمیر بباب القدیر از امام احمد رضا بریلوی)

"رب جَلَّ و عَلَا فرماتا ہے۔ اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔" وہ قادر تھا کہ بے دعا، مُرادبخشے۔ پھر اس نے تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟

بلکہ خلافت وسلطنت وقضا و جہاد وحدود وقصاص وغیر ہا یہ تمام اُمورِ شرعیہ، عین تدبیر ہیں۔ بہر انتظامِ عالَم وترویجِ دین ودفعِ مُفسِدین کے لئے اِس عالَمِ اسباب میں مقرّر ہوئے ہیں۔

Marfat.com

بلکہ اور ترقی کیجیے تو نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ وغیرہا اعمال دینیہ خود ایک تدبیر اور رضائے الٰہی و ثواب نامتناہی ملنے اور عذاب و غضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔

قال تعالیٰ: وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا۔ (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۱۹)

اگرچہ ازل میں ٹھہر چکا کہ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ۔ پھر بھی اعمال، فرض کیے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے اُسے وہی آسان اور اُس کے اسباب، مہیّا ہو جائیں گے۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ تدبیر اگر مُطلقاً مُہمَل ہو تو دین و شرائع و انزالِ کتب و ارسالِ رُسل و اتیانِ فرائض و اجتنابِ محرّمات، معاذ اللّٰہ سب لغو و فضول و عَبَث ٹھہریں۔ آدمی کی رسّی کاٹ کر بیکار کردیں۔ دین و دنیا یکبارگی برہم ہو جائیں۔ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ (التحبیر بباب التدبیر۔ از امام احمد رضا بریلوی)

"اور تدبیر کی بعض صورتیں، فرضِ قطعی ہیں۔ جیسے فرائض کا بجالانا، محرّمات سے بچنا، بقدرِ سدِّ رمق کھانا پینا، یہاں تک کہ بحالتِ مخمصہ، شراب و مُردار کی اجازت دی گئی۔ اسی طرح جان بچانے کی کل تدبیریں، اور حلال کسبِ معاش کی سعی و تلاش جس میں اپنے اور اپنے متعلقین کے تن، پیٹ کی پرورش ہو۔" (التحبیر بباب التدبیر۔ از امام احمد رضا بریلوی)

"تلاشِ حلال و فکرِ معاش و تعاطیِ اسباب، ہرگز منافیِ توکّل نہیں، بلکہ عین مرضیِ الٰہی ہے کہ آدمی تدبیر کرے اور بھروسہ تقدیر پر رکھے۔

اِس لئے جب ایک صحابی نے عرض کی کہ:

اپنی اونٹنی چھوڑ دوں اور خدا پر بھروسہ رکھوں یا اسے باندھوں اور خدا پر توکّل کروں۔"

ارشاد فرمایا۔ قَيِّدْ وَ تَوَكَّلْ۔ باندھ دے اور خدا پر تکیہ کر۔

بر توکّل زانوئے اشتر ببند۔" (التحبیر بباب التدبیر۔ از امام احمد رضا بریلوی)

"شریعتِ مطہرہ میں طہارت و حِلّت، اصل ہیں۔ اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کے محتاج نہیں۔ اور حرمت و نجاست عارضی، کہ ان کے ثبوت کو دلیلِ خاص، درکار۔ اور محض شکوک و ظنون سے ان کا اثبات، ناممکن۔ کہ طہارت و حِلّت پر بوجہِ اصالت، جو یقین تھا، اس کا زوال بھی اس یقین کے مثل ہی سے متصوّر۔

بزاظنِ لاحق، یقینِ سابق کے حکم کورفع نہیں کرتا۔

یہ شرع شریف کا ضابطۂ عظیمہ ہے۔جس پر ہزار ہا اَحکام، متفرّع۔ یہاں تک کہتے ہیں کہ تین چوتھائی فقہ سے زائد اس پر مبتنی۔اور فی الواقع جس نے اس قاعدہ کو سمجھ لیا، وہ صد ہا وَساوِسِ ہائلہ وفتنہ پرِدَازیِ اَوہامِ باطلہ ودست اندازیِ ظنونِ عاطلہ سے امان میں رہا۔

جب کسی کو کسی شئی پر انکار ومنع کرتے، اور اسے مکروہ، حرام، ناجائز، کہتے سنو۔

جان لو کہ بارِ ثبوت اس کے ذِمّہ ہے۔ جب تک دلیلِ واضح سے ثابت نہ کرے اُس کا دعویٰ اُسی پر مردود۔

اور جائز ومباح کہنے والا، بالکل سبکدوش کہ اُس کے لئے تمسُّک بأصل موجود۔

احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیقِ بالغ، وثبوتِ کامل، کسی شئی کو حرام ومکروہ کہہ کر شریعتِ مطہّرہ پر اِفترا کیجیے۔ بلکہ اِحتیاط، اِباحت ماننے میں ہے۔کہ وہی اصل متیقن، اور بے حاجتِ مبین خود مبین۔

(اَلْاَ خلی مِنَ السُّکْرِ لِطلبَۃِ سُکّرِرَ ذُ سَر، از: امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی)

" دیکھو! اگر آدمی کو جنگل میں ایک چھوٹا سا گڈھا پانی سے بھرا ملے اور اس کے کنارے پر اَقدامِ وحوش کا پتہ چلے اور پانی بھی جانور کے پینے سے کنارے پر گرا دیکھے۔ بلکہ فرض کیجیے کہ جانور بھی جاتا ہوا نظر پڑے مگر بوجہِ بُعد یا ظلمتِ شب، پہچان میں نہ آئے۔تو اس سے خواہی نخواہی یہ ٹھہرا لینا کہ کوئی درندہ یا خاص خنزیر ہی تھا۔اور پانی کو ناپاک جان کر اس سے اِحتراز کرنا، ہرگز حکمِ شرع نہیں۔ بلکہ وَسْوَسَہ ہے۔

مانا کہ جنگل میں سِباع وخنزیر بھی ہیں۔ مانا کہ وہ بھی انھیں پانیوں سے پیتے ہیں۔ مانا کہ وہ جانور جو جاتے دیکھا، ممکن کہ سؤر ہو۔ مگر کیا ممکن نہیں کہ کوئی ماکولُ اللّحم جانور ہو؟۔"

(اَلْاَ خلی مِنَ السُّکْرِ لِطلبَۃِ سُکّرِرَ ذُ سَر، از: امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی)

شبہات سے بچنا اور مُشتبہ اشیا سے پرہیز کرنا الگ بات ہے جو محمود ومستحسن ہے۔ مگر محض شک وشبہ اور تقشّف وتشدُّد کی بنیاد پر کسی جائز چیز کو ناجائز قرار دینا اور اسے جائز سمجھنے والوں پر طعن وتشنیع کرنا، سخت معیوب ومذموم ہے۔

اسی حقیقت کی امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی نے تشریح وتوضیح فرمائی ہے اور ایسے حالات ومعاملات میں تقشّف وتشدُّد برتنے والوں کو تنبیہ وہدایت فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

Marfat.com

''عجب اس سے کہ وَرَع کا قصد کرے اور محرّمات قطعیہ میں پڑے۔ یہ صرف تشدّد و تعمّق کا نتیجہ ہے۔ اور واقعی دین وسنّت ،صراطِ مستقیم ہیں۔ ان میں جس طرح تفریط سے آدمی بد مذہب ہوجاتا ہے یونہیں اِفراط سے اس قسم کے آفات میں اِبتلا پاتا ہے۔ لَمْ یَجْعَلْ لَہٗ عِوَجاً۔ دونوں مذموم۔

بھلا عوام بے چاروں کی کیا شکایت؟ آج کل بہت جُہّال منتسب بنام علم و کمال یہی رَوِش چلتے ہیں۔ مکروہات بلکہ مباحات بلکہ مستحبات جنھیں بزعمِ خود ممنوع سمجھ لیں اُن سے تحذیر و تنفیر کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے؟ حتی کہ نوبت تا بہ اطلاقِ کفر و شرک پہنچانے میں باک نہیں رکھتے۔

پھر یہ نہیں کہ شاید ایک آدھ جگہ قلم سے نکل جائے تو دس جگہ اس کا تدارک عمل میں آئے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ اسے طرح طرح سے جمائیں۔ اُلٹی سیدھی دلیلیں لائیں۔ پھر جب مؤاخذہ کیجیے تو ہَوا خواہ بفحوائے عذرِ گناہ بدتر از گناہ، تاویل کریں۔ کہ بنظرِ تخویف و ترہیب، تشدّد مقصود ہے۔

سُبْحٰنَ اللہ! اچھا تشدّد ہے کہ ان سے زیادہ بدتر گناہوں کا خود ارتکاب کر بیٹھے۔ کیا نہیں جانتے کہ مسلمان کو کافر و مشرک بتانا بلکہ براہِ اِصرار اسے عقیدہ ٹھہرانا، کتنا شدید و عظیم؟ اور دینِ حنیف، سہلِ لطیف، رحِ نظیف میں یہ سخت گیری کیسی بدعت و شنیع و وخیم؟

وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْم۔

نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

آسانی کرو اور دِقّت میں نہ ڈالو، اور خوش خبری دو اور نفرت میں نہ ڈالو۔

احمد و البخاری و مُسلم و النّسائی عن انس رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہٗ مَرْفُوْعاً۔ یَسِّرُوا وَلَاتُعَسِّرُوا، وَ بَشِّرُوا وَلَاتُنَفِّرُوا۔

و لِمُسلم و ابی داؤد عَنْ ابی موسیٰ الاشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ۔ کانَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِذَا بَعَثَ اَحداً مِنْ اَصحابِہٖ فی بعضِ اَمرِہٖ۔ قال: بَشِّرُوا وَ لاتُنفِّرُوا وَیَسِّرُوا وَلَاتُعَسِّرُوا۔

اور فرماتے ہیں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم:

تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے نہ کہ دشواری میں ڈالنے والے۔

احمد و السّتّۃُ ماخلا مُسلِماً عَنْ ابی ھُرَیرۃ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالیٰ عَنْہُ عَنِ النَّبی صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہِ وَسَلَّم:

اِنَّما بُعِثْتُم مُیَسِّرِیْنَ وَ لَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِیْن۔

اور فرماتے ہیں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم: ہلاک ہوئے غُلو و تشدُّد والے۔"
احمد و مسلم و ابوداؤد عن ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ۔
عَنِ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم: ھَلَکَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ۔
اور وارد ہوا۔ فرماتے ہیں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم:
میں نرم شریعت پر، باطل سے کنارہ کرنے والی، لے کر بھیجا گیا۔ جو میرے طریقے کا خلاف کرے، میرے گروہ سے نہیں۔
الخطیب فی التاریخ عن جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ۔ عَنِ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم:
بُعِثْتُ بِالْحَنِیْفِیَّۃِ السَّمْحَاءِ وَ مَنْ خَالَفَ سُنَّتِی فَلَیْسَ مِنِّی۔
اِلیٰ غیرِ ذلکَ مِنْ اَحادیث یَطُولُ ذِکْرُھا۔ وَالَّتِی ذَکَرْنَا کافِیَۃٌ وافِیَۃٌ۔
نَسْأَلُ اللّٰہَ سُبْحٰنَہٗ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَۃَ۔ آمین۔
(اَلاَ حْلی مِنَ السُّکَّرِ لِطلبۃِ سُکَّرِرَ وَ سَر، مشمولہ فتاوی رضویہ دوم۔ از: امام احمد رضا بریلوی)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس دنیا میں بے شمار اَسباب اور بہت ساری تدبیریں اپنی مخلوق کے نفع و فائدہ کے لئے تخلیق فرمائی ہیں۔ جنھیں اپنے دینی و دنیاوی اُمور و معاملات کے حل اور اِستحکام و ترقی کے لئے اپنانے کا اس نے ہمیں حکم بھی دیا ہے۔

اِن اسباب و تدابیر کو ہمارے لئے لازم کیا گیا ہے اِس لئے کسی موقع پر بھی ان کو کسی خاص سبب کے بغیر، مسترد نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں حِلّت و طہارت کے ضابطے اور احکام و مسائل بیان کیے جاچکے ہیں۔

(مطبوعہ ماہنامہ کنز الایمان، دہلی۔ شمارہ ربیع الآخر/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ / جون ۲۰۰۴ء)

Marfat.com

مقاصدِ شریعت اور اِستنباط و اِستخراجِ اَحکام و مسائل

دینِ اسلام، صالح معتقدات ونظریات کا داعی اور شریعتِ اسلامیہ، جامع احکام و مسائلِ حیات کی حامل ہے۔ اِس دین وشریعت کے اندر حَرج وعُسر نہیں، نہ ہی توحُّش وتقشّف اور تنفرّ وتنطُّع کو اس نے رَوا رکھا ہے۔

تیسیر وتبشیر اور سَماحت وسہولت، شریعتِ اسلامیہ کا امتیاز واختصاص ہے۔ اس کے احکام واعمال مبنی بر حکمت و مصلحت ہیں۔ خواہ ان کا علم ہمیں ہو یا نہ ہو۔ بہر دوصورت ہم یہی کہیں گے کہ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ۔

علمِ کتاب وسنّت اور فقہِ دینِ متین، پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے فیض وتاثیرِ صحبت وتربیت سے اَجلّۂ صحابہ واکابرِ تابعین رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن کا شِعار رہا ہے۔

تبع تابعین وائمۂ مجتہدین اور ہمارے اسلاف ومتقدمین، انھیں "اَلرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ" کے نور سے عہد بہ عہد مستفید ومستنیر ہوتے رہے ہیں۔

ان نفوسِ قدسیہ کو ہر قدم پر مندرجہ ذیل نصوصِ کتاب وسنّت سے ہدایت ملتی رہی ہے کہ:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (سورۂ توبہ:۱۲۲)

"تو کیوں نہ ہُوا کہ ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔"

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي ۔ وَلَنْ تَزَالَ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِي ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذَالِکَ۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

معاویہ بن ابوسفیان نے بیان کیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ جس کے لئے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے۔

میری اُمّت کا ایک طبقہ، حق پر قائم رہے گا۔ جسے اس کے مخالف کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے اور وہ اسی حال پر باقی رہیں گے۔"

صحابۂ کرام کے بعد فقہِ اسلامی کے اصول وفروع میں اجتہادی ملکہ رکھنے والے ائمۂ اربعہ اوران کے معاصر ائمۂ اجتہاد ومجتہدین فی الشرع، ان کے مجتہدین فی المذہب تلامذۂ کبار، پھر مجتہدین فی المسائل، ان کے بعد اصحابِ تخریج، پھر اصحابِ ترجیح، پھر اصحابِ تمیز نے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں احکام ومسائلِ شرعیہ کا ہمیں ایسا خزانہ عطا فرما کر اس کا وارث وامین بنادیا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں وہ ہماری ہدایت ورہنمائی کے لئے کافی ہیں۔ اور ہمیں کسی دوسری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔

ذخیرۂ فقہِ اسلامی میں ائمۂ احناف کا بیش بہا خزانہ، کتبِ اصول (ظاہرُ الرِّوایہ) وکتبِ نوادر وکتبِ واقعات کے وسیع دامن میں پھیلا ہوا ہے اور اس کے جلوے کتبِ متون وکتبِ شروح وکتبِ فتاویٰ میں جابجا بکھرے ہوئے ہیں۔

عالَمِ اسلام میں عرصۂ دراز سے شروطِ اجتہاد کی جامع کوئی شخصیت ہمیں نظر نہیں آتی۔ علاّمہ جلال الدین سیوطی شافعی (وصال ۹۱۱ھ) اجتہاد کے لئے مندرجہ ذیل علوم وفنون کے اندر مہارت وکمال کو شرط قرار دیتے ہیں:

(۱) علومِ کتاب اللہ (۲) علومِ سُنّتِ رسول اللہ (۳) علمِ اصولِ فقہ (۴) علم اللُّغۃ (۵) علم المعانی المفهومۃ مِن سیاقِ القرآن (۶) علمِ نحو (۷) علمِ صَرف (۸) علمِ معانی (۹) علمِ بیان (۱۰) علمِ بدیع (۱۱) علمِ اجماع وخلاف (۱۲) علمِ حساب (۱۳) فقہُ النفس (۱۴) علمِ قواعدِ شریعت (۱۵) علمِ اخلاق۔

مقلّدِینِ محض کے ہجوم میں آج مجتہد کیا صحیح معنیٰ میں فقیہ بھی کہاں ملتے ہیں؟ تفقُّہ فی الدِّین کی نعمت کسے آسانی سے میسر آتی ہے؟ چند صدی پیشتر کے فقہا اور مفتیانِ کرام، مجتہد بھی ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ علاّمہ ابنِ عابدین شامی حنفی (وصال ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلمفتی هُوَالْمُجتهد۔فامّا غیرالمجتهد مِمّن یحفظ اقوالَ الْمُجتهدفلَیسَ بِمُفتٍ۔والْوَاجبُ علیهِ اِذاسُئِل اَن یذکر قولَ المجتهد کَالِامام عَلٰی وجهِ الحِکایة۔ فعُرف اَنَّ مایکونُ فِی زمانِنا مِنْ فتاویٰ الْمَوجودین لیس بفتویٰ بل هُوَنقلُ کلامِ المفتی لِیَأْخُذَ بِهِ الْمُستفتی۔

(رَدُّ الْمُحتَار عَلَی الدُّرِّالْمُختَار۔اَلمجلّدُالاَوَّل)

Marfat.com

عہدِ حاضر کے فقیہ و مفتی حضرات، مقلدین محض نہیں بلکہ کتبِ فتاویٰ کے صرف ناقلینِ جزئیات ہیں۔ اور یہ بھی صحیح و مصیب کم ہی ہیں۔ اور:

"فقہ، یہ نہیں کہ کسی جزئیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے۔ یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان، عربی ہے۔

بلکہ فقہ، بعد ملاحظۂ اصولِ مقررہ و ضوابطِ محررہ و وجوہِ تکلم و طرقِ تفاہم و تنقیحِ مناط و لحاظِ انضباط و مواضعِ یسر و احتیاط و تجنبِ تفریط و افراط و فرقِ روایاتِ ظاہرہ و نادرہ و تمیزِ درایاتِ غامضہ و ظاہرہ و منطوق و مفہومِ صریح و محتمل و قولِ بعض و جمہور و مرسل و معلل و وزنِ الفاظِ مفتین و سیرِ مراتبِ ناقلین و عرفِ عام و خاص و عاداتِ بلاد و اشخاص و حالِ زمان و مکان و احوالِ رعایا و سلطان و حفظِ مصالحِ دین و دفعِ مفاسدِ مفسدین و علمِ وجوہِ تجریح و اسبابِ ترجیح و مناہجِ توفیق و مدارکِ تطبیق و مسالکِ تخصیص و مناسکِ تقیید و مشارعِ قیود و شوارعِ مقصود و جمعِ کلام و نقدِ مرام و فہمِ مراد کا نام ہے۔

کہ تطلعِ تام و اطلاعِ عام و نظرِ دقیق و فکرِ عمیق و طولِ خدمتِ علم و ممارستِ فن و تیقظِ وافی و ذہنِ صافی، معتاد، تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے۔

اور حقیقۃً وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عَزَّوَجَلَّ بہ محض کرم اپنے بندہ کے قلب میں اِلقا فرماتا ہے۔

وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ۔ (سورۂ حٰم السجدۃ: آیت ۳۵)

(ص ۱۴۔ اِبَانَۃُ الْمُتَوَارِیْ فِیْ مُصَالَحَۃِ عَبْدِالْبَارِیْ (۱۳۳۱ھ) مؤلفہ امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی۔ طبع اول، مطبع اہل سنت۔ بریلی)

ایک طرف انفرادی حیثیت سے لوگوں کا اپنا دائرۂ علمِ کتاب و سنت، محدود۔ مطالعہ، ناقص و منتشر۔ روحانیت، پژمردہ۔ اخلاق، زوال آمادہ۔ امانت و دیانت، رخصت پذیر۔ اور دنیاداری، حاوی و غالب ہے۔ اور دوسری طرف قافلۂ حیات، رواں دواں اور اس کے بے شمار تغیرات اور نئے نئے تقاضوں کا ہجوم ہے۔

فرد، معاشرہ، ملک اور ساری دنیا، علمی، فنی، تجارتی، صنعتی، عسکری، سیاسی، صحافتی، تہذیبی، اخلاقی، معاشرتی شعبوں میں تیز رفتار انقلابی دَور سے گذر رہی ہے۔ زندگی کا پیمانہ اور معیارِ حیات

Marfat.com

بدل رہا ہے۔لوگوں کے خیالات ونظریات تہ وبالا ہورہے ہیں۔ گویا نظامِ عالم، دِگرگوں ہورہا ہے۔جس میں صرف شریعتِ اسلامیہ، واحد ایسی شریعت ہے جو اپنے ماننے والوں کی ہر سَمت اور ہر جہت سے رہنمائی کررہی ہے۔کیوں کہ یہ شریعتِ اسلامیہ، صرف خَاتِمُ الشَّرائع نہیں بلکہ ہدایتِ انسانی کے لئے جَامعُ الشَّرَائِط بھی ہے۔

عہدِ حاضر میں بہتر اور افضل واسلم طریقہ یہی ہے کہ پیش آمدہ اہم مسائل کے شرعی حل کے لئے اجتماعی طریقہ کار اختیار کیا جائے اور ہر ملک کے وسیعُ النظر وکثیرُ المطالعہ مستند علما وفقہا ومفتیانِ کرام کی علمی وفقہی مجالس ومحافل میں غور وفکر اور بحث وتمحیص کے بعد متفقہ طور پر یا کثرتِ رائے کے ساتھ آخری فیصلہ کیا جائے۔

اِس موقع پر عصری اُمور ومعاملات کے کسی گوشہ کی تحقیق کے سلسلے میں یونیورسٹیوں کے قابلِ اعتماد مسلم ماہرین کے علم وفن اور ان کے تجربات سے اِستفادہ کی ضرورت محسوس ہو تو ان کی خدمات بھی حاصل کی جائیں۔

کتاب وسُنّت وقیاسِ شرعی واجماعِ اُمّت کی روشنی ہی میں اِستنباطِ احکام واِستخراجِ مسائل کا یہ عمل جائز ہوگا۔اِس سلسلے میں ضروری تحقیق وتفحص اور مقرّرہ اصول وضوابط کو نظر انداز کرکے جو فیصلہ بھی کیا جائے گا وہ نہ صرف اِنحراف بلکہ ضَلالِ مُبین بھی ہوگا۔جس کی فقہِ اسلامی میں کوئی گنجائش نہیں۔

جَلبِ منفعت ودَفعِ مضرّت کے لئے ضروریات وحاجیات وتحسینات کا تعیُّن اور اِستنباطِ مسائل کے لئے مطلوبہ دینی وعلمی واخلاقی وعملی استعداد وصلاحیت لازمی ہے۔جو تبحرِ علم، وسعت مطالعہ، کمالِ فضل، توقّدِ ذہن، اصابتِ رائے، کثرتِ ممارست اور توفیقِ الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔

یہ اِستنباط واِستخراج، مقاصدِ شریعت (تحفظِ دین ونفس وعقل ومال ونسب) کی تکمیل کی نیت سے کیا جائے گا۔جن کی صراحت عُلمائے اصول بہت پہلے اِس طرح کرچکے ہیں:

ومَقصودُ الشَّرْعِ مِنَ الخَلْقِ خَمسةٌ۔

وهُوَاَنْ يحفظ علَيهِم دينهم ونفسهم وعقلهم ونسلهم ومالهم۔فكُلُّ مايتضَمَّن حفظ هٰذهِ الاصولِ الخمسة فهُوَمصلحةٌ وكُلُّ مايُفَوّتُ هٰذهِ الاصول فهُوَمفسدةٌ ودَفعُها مصلحة۔

(اَلْمُستصفى مِنَ علمِ الاصولِ لِلاِمام محمدالغزالى۔ اَلْمجلَّد الاول)

اِنَّ الشَّارِعَ قصدَ بِالتَّشرِيعِ اِقامَةَ الْمَصالِحِ الْاُخْرَوِيَّةِ والدُّنيَوِيَّةِ۔

لِاَنَّ اَعمالَ الشَّريعةِ لَيستْ مقصودةً لِاَنفُسِها واِنَّمَا قصد بِهااُمورٌاخرىٰ هِيَ معانِيها۔وهِيَ المصالِحُ الَّتِي شُرِعَتْ لِاَجلِها۔

(اَلْمُوافقات فى اصولِ الشريعة لِاَبى اسحٰق الشَّاطِبِى اَلْمَالِكِى۔ اَلْمَجَلَّدُ الثَّانى)

مقاصد کی اہمیت کا اندازہ ان فقہی قواعد واصول سے ہوتا ہے کہ:

اَلْاُمُورُ بِمَقاصِدِها۔ (اَلْاَشْباهُ والنَّظائِرُ لِابنِ نُجَيم الحنفى)

اَلْمَقاصِدُ تُغَيِّرُ اَحكامَ التَّصرُّفات (اَلْاَشباه لِابْنِ نُجيم)

مقاصدِ شریعت واَحوالِ اقوام واختلافِ زمان وعُرف وعادات بلاد وغیرہ کو پسِ پشت ڈال کر ظاہرِ منقول کا اِعادہ کرتے رہنا، مصلحت نہیں بلکہ مفسدہ اور علم نہیں بلکہ جہل ہے۔کیوں کہ تغیرِ احوال وفسادِ زمان کی وجہ سے بعض احکام بدلتے رہتے ہیں۔

كثيرٌ مِنَ الْاَحكامِ تختلفُ بِاختلافِ الزَّمان لِتَغيُّرِعُرفِ اَهلِهِ اَوْلِحُدُوثِ ضرورةٍ اَوْلِفسادِاَهلِ الزَّمان بِحيث لَوْبَقِىَ الحكمُ علىٰ ماكانَ اَوْلَالزِمَ مِنْهُ الْمَشقَّةُ والضَّررُبالنَّاس ۔ولَخالَفَ قَواعِدَ الشَّريعةِ الْمَبْنِيةِ علىٰ التَّخفيفِ والتَّيسيرِ ودَفعِ الضَّرورةِ والفسادِ۔

(نَشْرُالعَرْفِ فِيمابُنِى مِنَ الْاَحكامِ عَلَى الْعُرف، لِابْنِ عابِدين الشَّامى الحنفى)

فَقد ظَهرلَكَ اَنَّ جُمُودَ الْمُفتى والقاضِى عَلىٰ ظاهِرِ المنقول مَعَ تَركِ العُرفِ والقرائنِ الواضِحة والْجَهلِ بِاَحوالِ النَّاس يَلزمُ مِنْهُ تَضْيِيعُ حقوقٍ كثيرةٍ وظلمُ خلقٍ كثيرٍ۔

(ص ۳۹۳۔ اَلمجلّد الاوّل مِنَ الفتاوىٰ الرَّضويه لِلْاِمام احمدرضا الحنفى البريلوى۔مطبوعہ بریلی وبمبئی)

مقاصدِ شریعت کو تحقیق وتفصیل سے سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ نہایت ضروری اور مفید ہے:

(۱) حکیم ترمذی (متوفی ۲۷۵ھ) کی ''اَلصَّلوٰةُ وَ مَقَاصِدُهَا اور اَلْحَجُّ وَاَسْرَارُهُ۔''

(۲) امام ابومنصور ماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ) کی ''مَاٰخِذُ الشَّرائِع'' (۳) ابوبکر قفال الشافعی

Marfat.com

المعروف بہ قفال (متوفی ۳۶۵ھ) کی مَحَاسِنُ الشَّرِیْعَة (۴) ابوبکر ابہری (متوفی ۳۷۵ھ) کی مَسْأَلَةُ الْجَوَابِ وَالدَّلَائِلُ وَالْعِلَلِ۔ (۵) امام باقلانی (متوفی ۴۰۳ھ) کی اَلْمُقْنِعُ فِی أُصُوْلِ الْفِقْه۔ اور اَلْاَحْکَامُ وَالْعِلَل (۶) اِمَامُ الْحَرَمَیْنِ عَبْدُالْمَلِکِ الْجُوَیْنِی (متوفی ۴۷۸ھ) کی اَلْبُرْهَانُ فِی أُصُوْلِ الْفِقْه۔ اور۔غِیَاثُ الْأُمَم۔ (۷) حجۃ الاسلام امام محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) کی اَلْمَنْخُولُ مِنْ تَعْلِیْقَاتِ الْاُصُوْل۔ اور۔اَلْمُسْتَصْفیٰ مِنْ عِلْمِ الْاُصُوْل۔اور شِفَاءُ الْغَلِیْل (۸) امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) کی اَلْمَحْصُوْل ۔ (۹) سیف الدین آمدی (متوفی ۶۳۱ھ) کی اَلْاَحْکَامُ فِی أُصُوْلِ الْاَحْکَام۔ (۱۰) امام عز الدین بن عبدالسلام (متوفی ۶۶۰ھ) کی اَلْقَوَاعِدُ السَّنِیَّةُ فِی الْاَسْرَارِ الْفِقْهِیَّة (۱۲) ابن السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) کی جَمْعُ الْجَوَامِع (۱۳) امام ابواسحٰق شاطبی غرناطی مالکی (متوفی ۷۹۰ھ) کی اَلْمُوَافَقَاتُ فِی أُصُوْلِ الشَّرِیْعَة (۱۴) شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) کی حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَة۔

ائمۂ مجتہدین وفقہائے اسلام کے بیان کردہ قولِ صوری وقولِ ضروری کو جان لیا جائے اور اسبابِ ستّہ جو تغیرِ احکام کا سبب بنتے ہیں انہیں اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو بے شمار لوگوں کا ذہنی خلجان دور ہو جائے اور ''تجدید و اجتہاد'' اور ''فقہِ اسلامی کی تشکیلِ جدید'' کی مُہم خود بخود سرد پڑ جائے۔ اِسی طرح احکام ومسائلِ شریعت کے جُمود محض کا خیال بھی حرفِ غلط کی طرح مِٹ جائے۔

فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّهٗ اپنے رسالہ ''اَجْلَی الْاِعْلَام اَنَّ الْفَتْوٰی مُطْلَقاً عَلٰی قَوْلِ الْاِمَام'' میں تحریر فرماتے ہیں:

(عربی سے ترجمہ) ''قولِ صوری وہ ہے جو کسی نے صراحۃً کہا اور اس سے نقل ہوا۔ اور قولِ ضروری وہ قول ہے جسے قائل نے صراحۃً اور خاص طور پر نہ کہا ہو مگر وہ کسی ایسے عُموم کے ضمن میں اس کا قائل ہو جس سے ضروری طور پر برآمد ہوتا ہے کہ اگر وہ اس خصوص میں کلام کرتا تو اُس کا کلام ایسا ہی ہوتا۔

کبھی حکمِ ضروری، حکمِ صوری کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حکمِ صوری کے خلاف حکمِ ضروری، راجح اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اب قولِ صوری پر عمل کرنا قائل کی مخالفت شمار ہوتا ہے۔ اور حکمِ صوری کو چھوڑ کر حکمِ ضروری کی طرف رجوع کو قائل کی موافقت یا اس

کی پیروی کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

زید، نیک اور صالح انسان تھا اس لئے عمرو نے اپنے خادموں کو کھلے لفظوں میں صراحۃً حکم دیا کہ وہ زید کی تعظیم کیا کریں۔ اس نے اس حکم کا بار بار، اعادہ کیا۔ لیکن اس سے پہلے وہ خُدّام کو یہ حکمِ عام بھی دے چکا تھا کہ کسی فاسق کی تعظیم ہرگز نہ کریں۔

اتفاق ایسا ہوا کہ زید، فاسقِ مُعلن ہوگیا۔ اب اگر عمرو کے خُدّام اس کے مکرّر و ثابت شدہ صریح حکم پر عمل کرتے ہوئے زید کی تعظیم کریں تو عمرو کے نافرمان شمار ہوں گے۔ اور اگر اس کی تعظیم، تَرک کر دیں گے تو اطاعت گذار ٹھہریں گے۔

ایسا ہی معاملہ اَقوالِ ائمہ میں بھی پایا جاتا ہے۔

(رسالہ ''اَجلیٰ الْاِعلام۔ مشمولہ در آغاز فتاویٰ رضویہ، جلد اول، مطبوعہ بریلی و بمبئی)

''ائمہ مذہب کے قولِ صوری کے خلاف، حکمِ ضروری پر عمل ہوتا ہے، جس کے درج ذیل چھ (۶) اسباب ہوتے ہیں:

(۱) ضرورت (۲) حرج (۳) عُرف (۴) تعامُل (۵) کوئی اہم مصلحت، جس کی تحقیق، مطلوب ہو (۶) کوئی بڑا مفسدہ، جس کا اِزالہ مطلوب ہو۔

اِن اسباب کی بِنا پر قولِ ضروری پر عمل اس لئے ہوتا ہے کہ:

ضرورتوں کا اِستثنا، حرج کا دفعیہ، ایسی دینی مصلحتوں کی پاس داری جو اپنے سے زیادہ فساد سے خالی ہوں۔ مفاسد کو دور کرنا، عُرف کا لحاظ کرنا، اور تعامُل پر کاربند ہونا، یہ سب ایسے قواعدِ کلیہ ہیں جو شریعت سے معلوم ہیں۔

سارے ائمہ ان کی جانب مائل، ان کی پاسداری کے قائل اور ان پر اعتماد کرتے ہیں۔

اب اگر کسی مسئلہ میں امام کا کوئی صریح، حکم موجود ہو تو پھر حکم، تبدیل کرنے والے مذکورہ اُمور میں سے کوئی ایک پیدا ہو تو ہمیں یہ قطعی یقین ہوگا کہ:

اگر یہ صورتِ حال، خود امامِ مذہب کے زمانے میں پیدا ہوتی تو اُن کا قول، اس کے تقاضے کے مطابق ہوتا۔ اِن حالات سے آنکھیں موند کر اس کے برعکس، وہ امام بھی حکم نہ دیتے۔

ایسی صورت میں امام سے غیر منقول، قولِ ضروری پر عمل کرنا ہی دراصل اُن کے قول پر عمل ہے۔

Marfat.com

اب ان کے سابقہ منقول اَقوالِ صریح پر جَم جانا، ان کی پیروی نہ کہلائے گی۔"

(رسالہ "اَجلیٰ الاعلام" ـ مشمولہ درآغاز فتاویٰ رضویہ، جلد اول، مطبوعہ بریلی و بمبئی)

صدرُ الشریعہ، حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی (متوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"احکامِ قطعیہ مَنصوصہ میں ردّ وبدل کا کسی کو اختیار نہیں۔ جو حرام ہیں، حرام ہی رہیں گے۔ اور جو حلال ہیں حلال۔ اللہ عزَّ وجلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لاتبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہ ذالکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْم۔

اللہ کے کلمات، بدلے نہیں جا سکتے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔"

اور فرماتا ہے: لَامُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم۔

اس کے کلمے، کوئی بدلنے والے نہیں۔ وہ سننے جاننے والا ہے۔"

بعض احکامِ ظنّیہ میں مصلحت یا ضرورت یا عُمومِ بلوٰی وغیرہا وجوہ سے عُلمائے کرام نے زیادت و نقص وخلاف کا حکم دیا۔ اور اس کے نظائر، کتبِ فقہ میں کثیر ہیں کہ متقدمین نے ایک قول پر فتوٰی دیا تھا اور متاخرین نے اس کے خلاف پر"

(ص ۱۶۰ ـ فتاویٰ امجدیہ، جلد سوم ـ مطبوعہ دائرۃُ المَعَارِفِ الْاَمجدیہ ـ قصبہ گھوسی، ضلع مئو، یوپی۔ ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء)

مُرورِ زمانہ سے متعدد احکام کے مبدّل ہونے کی مثالیں پیش کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

"یہ کچھ نظائر، بیان میں آئے جن میں تبدُّلِ زمان سے حکم، مختلف ہو گیا۔ اور جس نے کلماتِ علما کا تتبع کیا وہ جانتا ہے کہ کلامِ علما میں اس کی بہت سی نظیریں ملیں گی کہ زمانہ سابق میں اور حکم تھا اور اب کچھ اور۔

طحطاوی کا یہ جُملہ۔ قالوا: اَلْاَحْکَامُ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمان ـ اس مضمون پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ نیز جواہرِ اخلاطی میں ہے:

ھُوَ اِنْ کَا نَ اِحْدَاثًا فَھُوَبِدْعَۃٌ حَسَنَۃٌ وَکَمْ مِنْ شَیءٍ یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَ الْمَکَان۔

مگر ان سب صورتوں میں تبدیلِ احکام نہیں بلکہ: اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْذُوْرَات

Marfat.com

پر نظر ہے۔ یا اِذَا ابتلٰی ببلیّتین فَلْیختر اھونھما کا لحاظ، ایسے اُمور کی طرف داعی ہوتا ہے۔
یا اختلاف زمانہ و مصالح مسلمین ان کی مقتضی ہوتی ہیں کہ:
یہ حالت اگر زمانۂ متقدم میں پائی جاتی تو اس وقت یہی حکم ہوتا جواب ہے۔ اور متقدمین بھی اسی پر فتویٰ دیتے جس پر متاخرین نے دیا ہے۔
لہٰذا سوال کا جواب یہ ہے کہ
احکام، حقیقۃً نہیں بدلتے۔ ہاں! بعض احکام صورۃً متغیر ہوجاتے ہیں۔" الخ

(ص ۱۶۴۔ فتاویٰ امجدیہ۔ جلد سوم)

یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی ضروری ہے کہ:
اسباب ستّہ میں سے کسی سبب کی بنیاد پر حکمِ سابق کو تبدیل کرنے کا حق اُن فقہاء و مفتیانِ کرام ہی کو حاصل ہے جو فقہ و افتا کی مطلوبہ صلاحیت کے ساتھ اقوالِ ائمہ و مجتہدین کی تلفیق و تحقیق و تطبیق اور ان کے محمولات وغیرہ پر مکمل عبور رکھتے ہوں۔
قدیم مسائل، حل کرنے کے جو قواعد و ضوابط ہیں وہی جدید مسائل کے لئے بھی اَساس و بنیاد ہیں۔ اور نصوصِ کتاب و سنّت و آثار و روایاتِ صحابہ و تابعین اور ارشادات و اقوالِ مجتہدین کا اِلتزام، انہیں سے اِستدلال، انہیں سے اِستنباط، انہیں سے اِستخراج اور انہیں سے ہر حال میں اِستفادہ و اِستفاضہ ضروری ہے۔ یہی وہ محور و مرکز ہے جس پر ثابت و قائم رہ کر مقاصدِ شریعت کی تحصیل و تکمیل ہوسکتی ہے اور مصالح و مفاداتِ اُمّت کا تحفظ و دفاع ہوسکتا ہے۔
شریعتِ مطہرہ، نہ حُریتِ مطلقہ، نہ ہی جمود و تعطّلِ عام کی اجازت دیتی ہے۔ اس کا دامن، نہایت وسیع ہے اور اس کے دامن سے وابستہ رہ کر ہی فلاح و کامیابی میسر آسکتی ہے۔
یہ شریعت، یُسر و سماحت کو پسند اور حرج و تنگی کو ناپسند کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمۂ مجتہدین و علماے اصول نے اصولِ فقہ اسلامی کی ترتیب و تدوین کے وقت اس جہت سے بھی جو ضوابط و کلیات وضع کیے وہ نہایت اہم ہیں۔ مثلاً:
اَلْمَشَقَّۃُ تَجْلِبُ التَّیسِیر۔ اَلْاَمرُ اِذَا ضَاقَ اِتَّسَعَ۔ اَلضَّرَرُ یُزَال۔
اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیحُ الْمَحْظُوْرَات۔ وغیرہ۔
حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

Marfat.com

نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ۔ وَلَنْ یُّشَادَّ الدِّیْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَبَشِّرُوْا۔

(صحیح بخاری وسُننِ نسائی)

بے شک، دین آسان ہے۔ اور دین میں جو تشدّد و تعمّق کرے گا اُس پر یہ غالب اور سخت ہو جائے گا۔ تو درستی و نرمی و بشارت کی راہ اختیار کرو۔"

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ بِالْحَنِیْفِیَّۃِ السَّمْحَاءِ وَمَنْ خَالَفَ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔

(رواہ الخطیبُ فی تاریخہ)

میں باطل سے کنارہ کرنے والی نرم شریعت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ جو میرے طریقے کا خلاف کرے، وہ میرے گروہ سے نہیں۔"

ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

سہولت و آسانی کرو اور دِقّت و مشقت میں نہ ڈالو۔ اور بشارت و خوش خبری دو اور وحشت و نفرت میں نہ ڈالو۔"

اپنے بندوں پر رحیم و کریم خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ (سورۂ حج: ۷۸)

اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔"

مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ حَرَجٍ (سورۂ مائدہ: ۶)

اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے۔"

(ص ۱۲۱ تا ص ۱۲۸۔ پیغامِ عمل، مؤلفہ مفتی اختر مصباحی۔ طبع رابع ۲۰۰۸ء، طبع خامس ۲۰۰۹ء)

Marfat.com

چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ

قارئینِ کرام، مندرجہ ذیل دو حقائق اچھی طرح سمجھ لیں تو انھیں بعض احکام و مسائلِ فقہ اور ان کے متعلقات پر غور و فکر کر کے صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں کافی مدد ملے گی۔

(۱) مجتہدینِ کرام اگر کسی غیر منصوص اور ظنّی اَمر میں اپنے علم و تحقیق کے مطابق کسی نتیجہ تک پہنچ کر کوئی حکمِ شرعی واضح کریں اور ان کا اَخذ کردہ نتیجہ اور بیان کردہ مسئلہ اگر صحیح ہے تو وہ حضرات، دو اَجر کے مستحق ہوں گے۔ ورنہ ایک اَجر کے بہر حال وہ مستحق ہوں گے۔

اِسی طرح آج کے فقہائے اسلام کسی حادِث و جدید مسئلہ میں اپنے علم و تحقیق کے مطابق کوئی حکمِ شرعی واضح کریں تو مجتہدینِ کرام کے دینی و علمی وارِث و نائب ہونے کی حیثیت سے دو یا ایک اَجر کے مستحق یہ حضرات بھی ہوں گے۔

مُعتمد و مُستند فقہائے کرام و مفتیانِ عِظام اپنے علم و عقل اور تجربہ و مشاہدہ کی روشنی میں کسی جدید مسئلہ کا جو بھی شرعی حل پیش کریں اور شرعی مسئلہ بیان فرمائیں اُن میں وہ ہر حال میں مستحق اَجر و ثواب ہوں گے۔

اَخذ کردہ نتائج اور بیان کردہ مسائل میں جو بھی اختلاف ہو مگر ہر مُعْتَمَد و مُسْتَنَد فقیہ و مفتی چوں کہ اپنی نیت میں مخلص ہے اور اس نے صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لئے اپنی بھر پور ذہنی و فکری و علمی توانائی صَرف کی ہے اس لئے وہ بارگاہِ الٰہی میں اَجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔

اور ایسے کسی بھی فقیہ و مفتی پر انگشت نمائی کرنے والا اور اسے طَعْن و تشنیع کے ساتھ یاد کرنے والا شخص اپنی حرکت و اِہانت کے انجام کو پہنچے گا اور کل بروزِ قیامت اُسے اِس کی عبرت ناک سزا بھی ملے گی۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالیٰ۔

(۲) مجتہدینِ کرام نے ہماری سہولت و آسانی کے لئے ہزاروں لاکھوں احکامِ شرع

اپنے اپنے دَور میں پورے اخلاص و تحقیق کے ساتھ واضح کر دیے ہیں۔

اِن احکام و مسائل میں بعض وہ ہیں جن کا تعلق اَحوال و تغیُّراتِ زمان و مکان سے ہے۔

کبھی کسی ضرورت و حاجت وغیرہ کے تحت اور کبھی عِلّت کے بدل جانے سے ظاہری طور پر بعض احکام و مسائل بدل جاتے ہیں۔ مُعْتَمَد و مُسْتَنَد فقہا و مفتیانِ کرام ہر دَور میں اِن تبدیل شدہ احکام و مسائل کو واضح اور بیان کرتے چلے آرہے ہیں۔ صدیوں سے یہی معمول چلا آرہا ہے۔ اور آج بھی اسی کے مطابق عمل ہو رہا ہے۔ آئندہ بھی اسی طرح ہوتا رہے گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

کسی مسلمان کے لئے ہرگز یہ رَوا نہیں کہ وہ اِس عملِ خیر کو کسی بھی شکل میں نشانہ بنائے۔ اور اگر خدانخواستہ کوئی شخص ایسا کچھ کرے گا تو اپنی جہالت یا کسی نفسانیت کے تحت وہ خود اپنا نامۂ اعمال، سیاہ کرے گا۔ جس سے اللہ کی پناہ!

فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّ سَ سِرُّہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

"......... جہاں اِختلافاتِ فرعیہ ہوں، جیسے باہم حنفیہ و شافعیہ وغیرھُمَا فِرَقِ اہلِ سُنّت میں، وہاں ہرگز ایک دوسرے کو بُرا کہنا جائز نہیں۔

اور فحش دُشنام جس سے دِہن، آلودہ ہو، کسی کو بھی نہ چاہیے۔"

(الملفوظ، حصہ اول۔ مؤلفہ مفتی اعظم، مولانا شاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی۔ مطبوعہ بریلی و میرٹھ و بمبئی وغیرہ)

تنبیہ و ہدایت کے لئے مندرجہ ذیل "تحقیقات و ارشاداتِ رضویہ" بھی قارئینِ کرام غور سے پڑھیں جو آپ کے رسالہ "اَجلَی الْاِعْلَام اَنَّ الفتویٰ مُطلقاً عَلٰی قولِ الْاِمام" سے یہاں منقول ہیں:

(عربی سے ترجمہ) قول، دو قسم کے ہیں: صوری اور ضروری۔

قولِ صوری، وہ ہے جو کسی نے صراحۃً کہا اور اُس سے نقل ہوا۔

اور قولِ ضروری وہ ہے جسے قائل نے صراحۃً اور خاص طور پر نہ کہا ہو۔ مگر وہ کسی

ایسے عُموم کے ضمن میں اُس کا قائل ہو جس سے ضروری طور پر یہ حکم، برآمد ہوتا ہے کہ اگر وہ اس خصوص میں کلام کرتا تو اُس کا کلام ایسا ہی ہوتا۔

کبھی حکمِ ضروری، حکمِ صوری کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حکمِ صوری کے خلاف حکمِ ضروری، اَرجح اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ اب قولِ صوری پر عمل کرنا، قائل کی مخالفت، شمار ہوتا ہے۔ اور حکمِ صوری کو چھوڑ کر حکمِ ضروری کی طرف رُجوع کو قائل کی موافقت یا اس کی پیروی کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

زید، نیک اور صالح انسان تھا اِس لئے عَمرو نے خادموں کو کھلے لفظوں میں صراحۃً حکم دیا کہ:

وہ زید کی تعظیم کیا کریں۔" اُس نے اس حکم کا بار بار اِعادہ کیا۔

لیکن اِس سے پہلے وہ خُدّام کو یہ حکمِ عام بھی دے چکا تھا کہ:

کسی فاسق کی تعظیم نہ کریں۔"

اتفاق ایسا ہوا کہ زید، فاسق ہوگیا۔ اب اگر عَمرو کے خُدّام اُس کے مکرّر و ثابت شدہ صریح حکم پر عمل کرتے ہوئے زید کی تعظیم کریں تو عَمرو کے نافرمان، شمار ہوں گے۔

اور اگر اُس کی تعظیم، تَرک کر دیں گے تو اِطاعت گذار ٹھہریں گے۔

ایسا ہی معاملہ، اَقوالِ ائمہ میں بھی پایا جاتا ہے"

..............''ائمہ مذہب کے قولِ صوری کے خلاف، حکمِ ضروری پر عمل ہوتا ہے جس کے چھ (۶) اسباب ہوتے ہیں:

(۱) ضرورت (۲) حرج (۳) عُرف (۴) تعامل (۵) کوئی اہم مصلحت! جس کی تحصیل، مطلوب ہو (۶) کوئی بڑا مفسدہ، جس کا اِزالہ، مقصود ہو۔

Marfat.com

اِن اسباب کی بِنا پر قولِ ضروری پر عمل اِس لئے ہوتا ہے کہ:

ضرورتوں کا اِستثنا، حرج کا دفعیہ، ایسی دینی مصلحتوں کی پاس داری جو اپنے سے زیادہ فساد سے خالی ہوں۔ مفاسد کو دور کرنا، عُرف کا لحاظ کرنا، اور تعامُل پر کار بند ہونا، یہ سب ایسے قواعدِ کلیہ ہیں جو شریعت سے معلوم ہیں۔

سارے ائمہ اِن کی جانب مائل، اِن کی پاسداری کے قائل اور اِن پر اعتماد کرتے ہیں۔

اب اگر کسی مسئلہ میں امام کا کوئی صریح، حکم موجود ہو تو پھر حکم، تبدیل کرنے والے مذکورہ اُمور میں سے کوئی ایک پیدا ہو تو ہمیں یہ قطعی یقین ہوگا کہ:

اگر یہ صورتِ حال، خود امامِ مذہب، کے زمانے میں پیدا ہوتی تو اُن کا قول، اُس کے تقاضے کے مطابق ہوتا۔ اِن حالات سے آنکھیں موند کر اُس کے برعکس، وہ بھی حکم نہ دیتے۔

ایسی صورت میں اُن سے غیر منقول، قولِ ضروری پر عمل کرنا ہی دراصل اُن کے قول پر عمل ہے۔

اب اُن کے سابقہ منقول، اَقوالِ صریح پر جَم جانا، اُن کی پَیروی نہ کہلائے گی۔"

(رسالہ "اَجلی الْاِعْلام اَنَّ الفتویٰ مُطلقاً علٰی قولِ الْاِمام" مشمولہ در آغاز فتاویٰ رضویہ، جلدِ اول مطبوعہ بریلی و بمبئی)

مندرجہ ذیل "تحقیقات و اِفادات امجدیہ" بھی قارئین کرام بغور ملاحظہ فرمائیں:

"بعض اَحکام ظَنّیہ میں مصلحت یا ضرورت یا عُموم بلوی وغیر ہٰذِہٖ وجوہ سے عُلمائے کرام نے زیادت و نُقص و خلاف کا حکم دیا ہے۔ اور اِس کے نظائر، کُتب فقہ میں کثیر ہیں کہ:

متقدمین نے ایک قول پر فتویٰ دیا تھا اور متاخرین نے اُس کے خلاف پر۔"

(ص ۱۶۰۔ فتاویٰ امجدیہ، جلدِ سوم۔ بقلم صدرُ الشریعہ، مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی۔ مطبوعہ دَائِرۃُ المَعَارِفِ الْاَمْجَدِیَہ۔ قصبہ گھوسی۔ ضلع مئو۔ اتر پردیش۔ ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء)

Marfat.com

.........یہ کچھ نظائر، بیان میں آئے جن میں تبدیلِ زمان سے حکم، مختلف ہو گیا۔ اور جس نے کلماتِ علما کا تتبع کیا وہ جانتا ہے کہ کلامِ علما میں اِس کی بہت سی نظیریں ملیں گی کہ کسی زمانہ سابق میں اور حکم تھا اور اَور اب کچھ اور۔

طحطاوی کا یہ جملہ۔ قَالُوا: اَلْاَحْکَامُ تَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمان ۔اس مضمون پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ نیز جواھرِ اَخلاطی میں ہے: ھُوَاِنْ کَانَ اِحْدَاثاً فَھُوَبِدعةٌ حَسَنَةٌ ۔وَکَمْ مِنْ شَیءٍ یَختلِفُ بِاختلافِ الزَّمانِ والْمَکان۔

مگران سب صورتوں میں تبدیلِ احکام نہیں بلکہ :اَلضَّرُورَاتُ ،تُبِیْحُ الْمَحْظُورَات پر نظر ہے۔ یا۔اِذَا ابتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْن فَلْیَخْتَرْ اَھْوَنَھُمَا کالحاظ، ایسے اُمور کی طرف داعی ہوتا ہے۔

یا اختلافِ زمانہ و مصالحِ مسلمین ان کی مقتضی ہوتی ہیں کہ:

یہ حالت اگر زمانہ متقدم میں پائی جاتی تو اُس وقت یہی حکم ہوتا جو، اَب ہے۔ اور متقدمین بھی اِسی پر فتویٰ دیتے جس پر متاخرین نے دیا ہے۔

لِھٰذا۔ سوال کا جواب یہ ہے کہ:

احکام، حقیقۃً نہیں بدلتے۔ہاں! بعض اَحکام، صورۃً متغیّر ہو جاتے ہیں۔" الخ۔

(ص۱۶۴۔ فتاویٰ امجدیہ۔ جلدِ سوم۔ مطبوعہ دائرۃُ المعارف الامجدیہ۔ قصبہ گھوسی۔ ضلع مئو اتر پردیش۔ ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء)

مفقودُ الخبر شوہر کی بیوی کے بارے میں فقہِ حنفی کے جمہور ائمہ کرام و فقہائے عظام کا فتویٰ صدیوں تک یہی رہا ہے کہ:

شوہر کے مفقودُ الخبر یعنی غائب اور لا پتہ ہو جانے کے بعد عادۃً اُس کی موت، مظنون ہو یا اُس کی ولادت سے سَتّر (۷۰) سال گذر جائیں اور اس شوہر کا کچھ بھی سُراغ نہ لگ سکے کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے۔

ایسے حالات میں قاضی، اس کی بیوی کے اِستغاثہ کی صورت میں اُس گم شدہ و لاپتہ شوہر کی تلاش و جستجو کی کارروائی اور متعینہ مدتِ وفات کی تکمیل کے بعد اُس کی موت کا حکم، صادر کرے گا۔ اور زَنِ مفقودُ الخبر ، چار ماہ دس دن کی عدتِ وفات گذار کر اگر چاہے تو دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

جب کہ فقہِ مالکی میں ایسے مفقودُالخبر شوہر کے انتظار کی مدت، محض چار سال ہے۔

مَعَذُ ومَۃُ النفقہ بیوی کے بارے میں فقہِ حنفی کے جمہور ائمۂ کرام وفقہائے عِظام کا صدیوں تک یہی فتویٰ رہا ہے کہ:

جو بیوی اپنے شوہر کی طرف سے نفقہ پانے سے محروم ہو، خواہ اس کے شوہر کی غُربت وافلاس کی وجہ سے، خواہ اُس کے لاپتہ ہوجانے کی وجہ سے وہ مَعَذُ ومَۃُ النفقہ (نان ونفقہ سے محروم) ہو، ہر دو صورت میں اُس کی موت یا طلاق کے بعد ہی میاں بیوی کے درمیان، تفریق ہوسکتی ہے۔

فقہِ شافعی میں غَیبت (شوہر کے لاپتہ ہونے سے) یا عُسرت (شوہر کی طرف سے نان ونفقہ نہ ملنے سے) دونوں صورت میں بیوی کی طرف سے قاضی کے یہاں اِستغاثہ ومطالبۂ تفریق ہونے پر بعد ثبوت صحتِ دعویٰ، قاضی ان دونوں (زن وشوہر) کے درمیان تفریق کردے گا۔

مفتیِ اعظم، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی وبُرہانِ مِلّت، مولانا مفتی محمد عبدالباقی بُرہان الحق رضوی جبل پوری اور دیگر اکابر علما وفقہائے اہلِ سُنّت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے زوجۂ مفقودالخبر اور مَعَذُ ومَۃُ النفقہ کے بارے میں کافی غور وخوض وتبادلۂ خیال کے بعد جو فیصلہ فرمایا اُس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) ضرورت ومصلحت کے تحت مفقودُالخبر شوہر کے بارے میں حنفی قاضی بھی اپنی صواب دید پر فقہِ مالکی کے مطابق، زَوجَین کے درمیان، تفریق کرسکتا ہے۔

(۲) ضرورت ومصلحت کے تحت بعدِ صحتِ ثبوتِ دعویٰ مَعَذُ ومَۃُ النفقہ کے فسخِ نکاح وتفریق کا حکم فقہِ شافعی کے مطابق، حنفی قاضی بھی اپنی صواب دید پر دے سکتا ہے۔

اب مذکورہ دونوں نئے فیصلوں کے بارے میں کوئی یہ حرف گیری اور رائے زنی کرے کہ:

"فقہِ حنفی کے وہ فیصلے جن پر امامِ اعظم ابوحنیفہ، اُن کے تلامذہ اور ان کے بعد کے مجتہدین وعلما وفقہائے احناف کا تقریباً بارہ سو سال تک جو متفقہ فتویٰ وعمل رہا اُس سے اختلاف کرتے ہوئے چودھویں صدی ہجری کے علما وفقہائے احناف نے بالکل نیا فتویٰ صادر کیا اور امامِ اعظم سے اعلیٰ حضرت تک جو مُتَّفَق عَلَیْہِ مسئلہ اور فتویٰ تھا اُسے اُلٹ کر رکھ دیا۔"

ایسی تنقید وتبصرہ کرنے والا مولوی، فقہ واِفتا سے قطعاً نابلد ہے اور اُسے اتنی واضح ومعروف بات بھی نہیں معلوم کہ فقہِ حنفی کے کسی حکمِ سابق میں دَورِ مَابعد کے مُستند علما وفقہائے اَحناف کوئی

تبدیلی کریں تو اس تبدیل شدہ صورت اور مسئلہ کو بھی فقہِ حنفی کا جُز اور اسی کا حصہ مانا جائے گا۔

مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی اپنی ایک نہایت اہم فقہی تحقیق میں لکھتے ہیں کہ:

''مذہب ائمۂ حنفیہ وجمہور ائمۂ کرام میں زَنِ مفقود پر انتظار، فرض ہے۔ یہاں تک کہ اتنا زمانہ گذر جائے کہ عادۃً، موتِ مفقود (لاپتہ شوہر کی موت) مظنون ہو اور اس کی تقدیر مفتیٰ بہ موئد بحدیث صحیح یہ ہے کہ روزِ ولادتِ مفقود سے ستر (۷۰) سال گذر جائیں۔

امام مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بھی دربارۂ مالِ مفقود یہی حکم دیتے ہیں مگر دربارۂ زَن، خلاف کرتے ہیں۔ (ص ۳۹۱۔ فتاویٰ رضویہ ج: ۶۔ سنی دارالاشاعت، مبارک پور)

اعلیٰ حضرت عَلَیہِ الرَّحْمَۃ، زوجۂ مفقود الخبر کے بارے میں یہی فرمان جاری کرتے رہے۔ مگر آپ کے وصال کے ایک عرصہ بعد، اِدارۂ شرعیہ، پٹنہ (صوبہ بہار) کے قیام کے وقت جب رئیس القلم، حضرت علّامہ ارشد القادری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ نے فقہائے اہلِ سُنَّت کی مجلس میں یہ مسئلہ پیش کیا تو ان حضرات نے بحث ونظر کے بعد بوجہِ ضرورتِ شرعیہ، زوجۂ مفقود الخبر کے بارے میں امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ کے مذہب پر عمل کی اجازت اِن الفاظ میں دی:

''ضرورت ومصلحت کے وقت مذہب امام مالک پر عمل کرتے ہوئے قاضیِ حنفی بھی تفریق کرسکتا ہے۔ جیسا کہ علّامہ شامی نے رَدُّالمُحتار میں ''مسئلہ ممتدۃ الطُّہر'' کے بارے میں فرمایا ہے۔''

(دارالقضاۃ کے فرائض ومسائل۔ ص ۲۔ مرتبہ مفتی عُبید الرحمٰن رشیدی پورنوی۔ صدر مدرس، مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور۔ بہار)

حضرت مولانا مفتی عُبید الرحمٰن رشیدی دَامَ ظِلُّہُ العَالِی، سجادہ نشین خانقاہِ رشیدیہ۔ جون پور (سابق صدر مدرس، مدرسہ فیض العلوم، جمشید پور، بہار) کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ملک العلما، حضرت مولانا ظفر الدین رضوی رحمۃُ اللّٰہ عَلَیہِ، مدرسہ شمس الھدیٰ، پٹنہ سے ریٹائرڈ ہو کر جب جامعہ لطیفیہ بحرالعلوم، کٹیہار (صوبہ بہار) بحیثیت صدر مدرس تشریف لے گئے تو وہاں آپ کی خدمت میں ایک زوجۂ مفقود الخبر نے استغاثہ پیش کیا۔ اور آپ نے تحقیق وتفتیش کے بعد مذہب امام مالک پر فیصلہ صادر فرمایا۔

مفتی صاحب، موصوف نے بتایا کہ اس وقت وہ ہدایۃ النحو کے طالب علم تھے۔

ہاں! اعلیٰ حضرت عَلَیهِ الرَّحْمَةُ وَالرِّضْوَان نے اپنے ایک فتویٰ میں امام مالک رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیهِ کا مذہب نقل کر کے یہ لکھا ہے کہ:

''حنفی، وقتِ تحقّقِ ضرورتِ صحیحہ اس پر عمل کر سکتا ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ ج:٦ص:۳۲۰۔ سنّی دارالاشاعت، مبارک پور)

مگر آپ کے فتاویٰ سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ آپ نے اپنے دَور میں ضرورتِ صحیحہ کا تحقّق مانا۔ اس کے برخلاف آپ کے شہزادے، حجۃُ الامّت، مفتیِ اعظم، حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیهِ نے اپنے دَور میں ضرورتِ شرعیہ کا تحقّق، تسلیم کیا اور فقہاے اہلِ سُنّت کے صدرِ اعلیٰ کی حیثیت سے مذہب امام مالک پر قاضی کو فیصلے کی اجازت دی اور اُس وقت سے علما اسی کے مطابق فتوے اور فیصلے صادر کرتے ہیں۔

اب مَعْدُومَۃُ النَّفقہ کا نکاح فسخ کرنے کی اجازت۔

عورت کو شوہر کی طرف سے نان ونفقہ نہ ملے تو اسے ''مَعْدُومَۃُ النَّفقہ'' کہتے ہیں۔ مذہب حنفی میں نفقہ سے محرومی کی وجہ سے اس کا نکاح، شوہر سے فسخ کرنے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا بغیر شوہر کی موت یا طلاق کے، میاں، بیوی کے درمیان تفریق نہیں ہو سکتی۔

فقیہِ بے مثال، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا عَلَیهِ الرَّحْمَةُ وَالرِّضْوَان کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ چنانچہ آپ اپنے ایک فتویٰ میں رقم طراز ہیں:

''بے افتراق بموت یا طلاق، دوسرے سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ہمارے نزدیک غَیْبَت (شوہر کے غائب ہونے) خواہ عُسرت (شوہر کے مفلس وتنگ دست ہونے) کے سبب ادائے نفقہ سے شوہر کا عجز یا تحصیلِ نفقہ سے عورت کی محرومی، باعثِ تفریق نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ۔ ج:۵۔ص:۵۰۱۔ کتاب الطلاق۔ سنّی دارالاشاعت، مبارک پور)

مگر اس کے برخلاف ہمارے بعد کے اکابر علماے اہلِ سُنّت رَحِمَهُمُ اللّٰہُ تعالیٰ نے یہ موقف اختیار فرمایا کہ نفقہ سے عجز کی دونوں صورتوں میں فسخ نکاح وتفریق کی اجازت ہے۔ کلمات یہ ہیں:

''مَعْدُومَۃُ النَّفقہ: ایسی عورت جس کو شوہر کی جانب سے نان ونفقہ نہ ملتے ہوں۔ اس کی

Marfat.com

دوصورتیں ہیں:

پہلی صورت: شوہر، موجود ہے مگر افلاس وغربت کی وجہ سے اپنی بیوی کو نان ونفقہ دینے سے عاجز ہے۔ ایسی صورت میں اگر عورت، قاضی سے تفریق کا مطالبہ کرے تو قاضی بعدِ ثبوتِ عجز، زن وشوہر کے درمیان تفریق کردے۔

دوسری صورت: شوہر، نان ونفقہ دینے پر قادر ہے مگر غائب ہونے کی وجہ سے نان ونفقہ نہیں دے رہا ہے اور عورت شوہر کے مال سے نان ونفقہ وغیرہ حاصل کرنے پر قدرت نہیں رکھتی ہے۔ ایسی صورت میں اگر عورت، قاضی سے تفریق کا مطالبہ کرے تو بعدِ ثبوتِ صحتِ دعویٰ، قاضی، زن وشوہر کے درمیان تفریق کردے۔

یہ دونوں صورتیں، حضرت امام شافعی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيه کے مسلک پر ہیں۔ مگر ضرورت ومصلحت کے پیشِ نظر ہمارے کچھ علما نے اس پر فتویٰ دیا ہے۔ جیسا کہ "مجمع الانہر" میں ہے۔"

كَتَبَهُ عَبدُهُ الْمُذنِب محمد عبید الرحمٰن غَفَرَلَهُ رَبُّهُ ۔صدر مدرس، مدرسہ فیض العلوم جمشید پور۔ ۲۶ر جمادی الآخرہ ۱۳۸۹ھ۔

(۱) صَحَّ الجوابُ بِعَونِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ۔ والمُجِيبُ العَلَّام مُصِيبٌ وَّمُثَابٌ۔ عبدالعزیز عُفِيَ عَنهُ۔

دارالعلوم اشرفیہ، مبارک پور۔ (واردحال) جامعہ عربیہ انوارالقرآن، بلرام پور، گونڈہ۔

(۲) اَلْجوابُ صَحِيحٌ۔ وَاللّٰهُ تَعَالیٰ اَعْلَم۔ محمد شریف الحق امجدی۔

(۳) فقیر اس فتویٰ کی تصدیق وتوثیق کے ساتھ اس کے مُحرِّک ومُرتِّب کے لئے اجرِ عظیم کی دعا کرتا ہے۔ فقیر عبدالباقی برہان الحق جبل پوری۔ ۲۷ر رمضان، یوم لیلۃ القدر ۱۳۸۹ھ۔

"دارالقضاۃ" کے فرائض ومسائل" مرتبہ حضرت مولانا مفتی عبیدالرحمٰن رشیدی پورنوی میں ہے کہ:

سالِ گذشتہ، دارالقضاۃ کے قیام کے سلسلے میں مشاہیر علمائے اہلِ سُنّت سے ایک اِستفتا کیا گیا جس کے جواب کا خلاصہ، درج ذیل ہے:

(۱) آج کے ہندوستان میں اپنے اُن معاملات کے فیصلے کے لئے جن میں "مسلمان

Marfat.com

حاکم" ہونے کی شرط ہے، جمہور مسلمین کو شرعاً یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی عالمِ باشرع کو اپنا قاضی مقرر کرلیں۔ ایسے قاضی کا فیصلہ اپنے حدودِ خاص میں جائز و نافذ ہوگا۔

(شامی، جامع الفصولین، فتاویٰ رضویہ، بہارِ شریعت)

(۲) مفقودُ الخبر، مَعْلُومَةُ النَّفقه، عِنّین، مجنون، معلّقہ وغیرہا مسائل میں ازروئے شرع، مسلمانوں کا مقرر کردہ قاضی، عورت کی درخواست پر زن و شوہر کے درمیان تفریق بھی کراسکتا ہے اور عندَ الضَّرورَةِ الشَّدِیدة غائب پر حکم بھی نافذ کرسکتا ہے۔

(فتح القدیر، شامی، جامع الرموز، مجمع الانہر)

(۳) مسلمانوں کا مقرر کردہ قاضی، بہ شرائطِ مخصوصہ و معہودہ، فریقین کے بیانات سننے کے بعد اپنی صواب دید پر مقدمات کا فیصلہ کرسکتا ہے اور شرعاً اس کا فیصلہ، نافذ ہوگا۔ (شامی وغیرہ)

مذکورہ بالا جوابات کی جن علمائے اہلِ سُنّت نے توثیق فرمائی تھی، اُن کے اَسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) تاج دارِ اہلِ سُنّت، حضور مفتیِ اعظم ہند دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْقُدْسِیَّة۔

(۲) سیدُ العلما، حضرت مولانا سید شاہ آلِ مصطفیٰ صاحب قبلہ دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِی۔

(۳) استاذُ العلما، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب قبلہ دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِی۔

(۴) امینِ شریعت، حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب قبلہ دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِی۔

(۵) مجاہدِ ملّت، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِی۔

(۶) حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب قبلہ جون پوری دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِی۔

(۷) حضرت علامہ الحاج عبدالرشید خان صاحب قبلہ، مفتی ناگ پور دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِی۔

(۸) حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی، مفتیِ اشرفیہ دَامَ ظِلُّهُ الْعَالِی۔

و حضرات علمائے فیض الرسول براؤں شریف (دارالقضاۃ کے فرائض و مسائل، ص:۱)

اِن تاریخی فیصلوں کو امامِ اعظم ابوحنیفہ نیز دوسرے فقہائے حنفیہ اور امام احمد رضا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمْ سے اختلاف نہیں کہا جاسکتا۔

تو پھر آج اِن بزرگوں کے نقشِ قدم کی پیروی کو بھی "اختلاف" نہیں "اِتّباع" سمجھنا چاہیے۔"

(ص ۵۸ تا ص ۶۲۔ فقہِ حنفی میں حالاتِ زمانہ کی رعایت، فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے۔")

Marfat.com

تحقیق وترتیب:۔ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی۔

طابع وناشر:۔ مجلسِ شرعی، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی۔۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء)

لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اقتدا کے جواز وعدمِ جواز کا مسئلہ جس زمانہ میں گرم تھا، حضرت مولانا مشتاق احمد نظامی الہ آبادی (متوفی ۱۹۹۰ء) نے "لاؤڈ اسپیکر پر نماز ہوگی یا نہیں؟" کے عنوان سے ایک مختصر مضمون، نہایت مثبت فکر کے ساتھ اس طرح تحریر فرمایا تھا:

"برسوں سے یہ مسئلہ، علمائے اہلِ سُنّت کے درمیان، فکری اور فطری طور پر ایک نزاعی شکل اختیار کر چکا ہے۔ جس سے عوام وخواص، دونوں میں اضطراب وانتشار ہے۔

حضرت مفتیِ آگرہ (مولانا عبدالحفیظ حقّانی) مرحوم، اللہ انھیں غریقِ رحمت فرمائے۔ انھوں نے لاؤڈ اسپیکر پر جوازِ صلوٰۃ کا فتویٰ صادر فرمایا تھا۔

پھر ابھی چند مہینے ہوئے، مکرّمی مولانا سید افضل حسین صاحب نے لاؤڈ اسپیکر پر بلا کراہت جوازِ صلاۃ کا اعلان فرمایا۔ جس پر اَسَدُ السُّنّہ، حضرت مولانا محمد محبوب علی خاں صاحب قبلہ، خطیب بڑی مسجد، مدن پورہ، بمبئی کا ایک اِستفساریہ، مضمون بھی شریکِ اشاعت ہے۔ جو اپنے سوالات میں یقیناً حق بجانب ہیں اور ان کی اس مخلصانہ رائے کو مشعلِ راہ بنانا چاہیے۔

آج، اگست ۱۹۶۰ء کا ماہنامہ "سالک" راولپنڈی (پنجاب۔ پاکستان) موصول ہوا، جس کو خطیبِ عصر، حضرت مولانا شاہ عارفُ اللہ صاحب (میرٹھی) کی اِدارت کا شرف، حاصل ہے۔ اس کے صفحہ بائیس (۲۲) پر "مُکَبِّرُ الصَّوت" کے زیرِ عنوان، حضرت مولانا نورُاللہ صاحب قبلہ (نعیمی) شیخ الحدیث دارُالعلوم حنفیہ فریدیہ، بصیر پور ضلع منٹگمری (پنجاب۔ پاکستان) کے فتویٰ کی اشاعت ہے۔ جس کی موصوف (مفتی نورُاللہ نعیمی بصیر پوری) نے سیدنا امام احمد رضا فاضلِ بریلوی، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۂ کے رسائل سے اِستفادہ فرمانے کے بعد لاؤڈ اسپیکر پر جوازِ صلوٰۃ کی تحقیق فرمائی ہے۔ اور اس پر علمائے پاکستان کی خاموشی کو "اِجماعِ سکوتی" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حالاں کہ میرے اپنے علم میں ہے کہ اب سے پہلے، ہندوپاک کے بیشتر سُنّی علمائے لاؤڈ اسپیکر پر عدمِ جواز کا فتویٰ دیا ہے۔" اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۴۷۔ ماہنامہ "پاسبان" الہ آباد۔ جلد ۱۳۔ شمارہ ۳ و ۴۔ ماہ اگست وستمبر ۱۹۶۰ء)

فرعی فقہی اَحکام و مسائل میں فُقہا و مُفتیانِ اہلِ سُنّت کے اختلاف رائے کے سلسلے میں
''جدید بینک کاری اور اسلام'' مؤلّفہ مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی کی تقریظِ جلیل میں نائب مفتیِ اعظمِ ہند، شارحِ بخاری، مفتی محمد شریف الحق امجدی (متوفی ۱۴۲۱ھ / ۲۰۰۰ء) عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''مسئلۂ لاؤڈ اسپیکر پر عزیزِ موصوف نے جمہورِ اکابر و اَصاغر سے اختلافِ رائے کیا ہے۔ مگر یہ اختلاف، نیک نیتی، مسلمانوں کی خیر خواہی اور اپنی سمجھ کے مطابق، دلائل و براہین کی بنیاد پر کیا ہے اِس لئے اس میں بھی وہ مستحقِ ثواب ہیں۔
پھر اصل میں ان کی یہ کتاب، عُلماے مُعتمدین کے لئے لمحۂ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔
میں خود اس سے متفق نہیں۔ مگر پھر بھی موصوف کی تحقیق و تطبیق کی، اور دلائل و براہین کی فراہمی کی جدو جہد پر تحسین، ضرور پیش کرتا ہوں۔''

(ص ۲۳ و ص ۲۴۔ بقلم شارحِ بخاری، مفتی محمد شریف الحق امجدی۔ مشمولہ۔ ''جدید بینک کاری اور اسلام'' مؤلّفہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی۔ مکتبہ بُرہانِ مِلّت۔ مبارک پور۔ ضلع اعظم گڑھ، یو پی۔ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ / اگست ۲۰۰۱ء)

اِس جدو جہد کی تحسین پر مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی اپنا یہ حاشیہ، درج کرتے ہیں کہ:

''میں حضرت شارحِ بخاری رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کی وُسعتِ نظری اور ذرّہ نوازی پر تہِ دل سے مشکور ہوں۔
حضرت نے ایک ادنیٰ مناسبت کی وجہ سے اِس ناچیز کی طرف اختلاف کی نسبت فرمائی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ:
اس بے مایہ نے نہ اپنے اکابر سے اختلاف کیا ہے، نہ اس کا یہ مَنصب، اور نہ ہی اس کی مجال۔
سچ یہ ہے کہ اکابر فُقہاے اہلِ سُنّت کے درمیان، شروع سے ہی اس مسئلے میں اختلاف رہا۔ جو بلاشبہ، نیک نیتی اور شرعی دلائل پر مبنی ہے۔ راقم نے انھیں میں سے ایک طبقہ کا دامن، تھام لیا ہے۔ اور ایسے فروعی، غیر منصوص، اختلافی مسائل میں اس کی اجازت ہے۔

سیکڑوں مسائل میں امام اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے خلاف اُن کے تلامذہ کے قول پر مقلِّدین عوام وخواص کا عمل ہے۔ مگر ان مقلِّدین کی طرف اختلاف کی نسبت نہیں کی جاتی ۔ بلکہ کسی کو اختلاف کا وَہم تک نہیں ہوتا۔

اس مسئلہ میں یہی حال اِس عاجزِ بے مایہ کا ہے۔"

(حاشیہ ص ۲۴۔"جدید بینک کاری اور اسلام۔" مؤلفہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی۔ مطبوعہ مبارک پور۔۲۰۰۱ء)

یہ بات بالکل بجا اور درست ہے کہ ادنیٰ مُلابَسَت کی وجہ سے "اِختلاف" کا لفظ ایسے موقع پر استعمال کردیا جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ:

کسی مسئلہ کے اِجتہاد میں مجتہدین کی ۔یا آج کے فُقہا ومفتیانِ کرام کی۔ رائیں کسی اِستنباطِ مسئلہ میں مختلف ہوتی رہی ہیں مگر ان کا مقصد، اختلاف کرنا کبھی نہیں رہا ہے۔ بلکہ یہ اختلافِ رائے ، محض ان حضرات کے علم وفہم اور تحقیق وتفحص کے اختلافِ معیار کی وجہ سے ہے، نہ کہ نیتِ اختلاف کی وجہ سے کبھی ایسا ہوا ہے۔

اور خدانخواستہ کوئی فقیہ ومفتی، بہ نیتِ اختلاف ایسا کرے تو یہ خالص نفسانیت ہوجائے گی جو شرعاً نہایت معیوب ومذموم ہے۔

سماع مع مزامیر اور سجدۂ تعظیمی، ہمارے یہاں ناجائز وحرام ہے۔ مگر اپنے بعض اسلاف کرام کی پیروی کے نام پر جو لوگ ان کے جواز کے قائل ہیں، اُن پر حکمِ فسق، عائد کرنے سے مفتیٔ اعظمِ ہند نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک فتویٰ میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

"قوالی مع مزامیر، ہمارے یہاں ضرور ناجائز وحرام وگناہ ہے۔ اور سجدۂ تعظیمی بھی ایسا ہی۔
اِن دونوں مسئلوں میں بعض صاحبوں نے اختلاف کیا ہے۔ اگرچہ وہ لائقِ التفات نہیں۔
مگر اس نے ان مبتلاؤں کو حکمِ فسق سے بچادیا ہے جو، ان مخالفین کے قول پر اعتماد کرتے اور جائز سمجھ کر مُرتکب ہوتے ہیں۔
اگرچہ شرعاً ان پر دوہرا الزام ہے۔ ایک اِرتکابِ حرام کا۔ دوسرے اسے جائز سمجھنے، خلافِ قولِ جمہور چلنے کا۔ وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ۔

(ص۴۵۶۔فتاویٰ مصطفویہ۔ازمفتیِ اعظم ہند،مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی۔مطبوعہ رضا اکیڈمی ۔بمبئی۔۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)

فرعی فقہی اختلاف میں حضور مفتیِ اعظم ہند کی رَوِش ، اِعتدال وتوازُن کی تھی۔دوسرے کسی سُنّی فقیہ ومفتی کی تحقیق اگرآپ کی تحقیق کے خلاف ہوتی تو آپ اُس سے متعلق کوئی ایسی بات زبان وقلم سے نہ نکالتے جس سے اُس کی شخصیت ، مجروح ہو۔اِن مسائل واحکام میں ذاتیات کوآپ نے کبھی نشانہ نہیں بنایا۔نہ ہی اسے کسی کے لئے رَوا رکھا۔

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال اوراس کی آواز پر اِقتدا کا مسئلہ جب سامنے آیا تو سیدی ومُرشدی، حضور مفتیِ اعظم ہند،مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری بریلوی (وصال ۱۴؍محرم ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) نے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کی اِقتدا کو ناجائز، قرار دیا۔اور حضرت مفتی سید محمد افضل حسین رضوی مونگیری، صدرُ المدرسین دارُالعلوم منظرِ اسلام ، بریلی شریف (متوفی ۲۰؍رجب ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء بہ مقام سکھر۔صوبہ سندھ) نے نماز میں اس کی اِقتدا کو جائز قرار دیا۔

اس مسئلہ میں عُلمائے اہلِ سُنّت کے درمیان بڑی بحثیں ہوئیں، زبانی بھی اور تحریری بھی ۔لیکن کوئی بھی ایسی زبانی یا تحریری روایت، میرے علم میں نہیں کہ سیدی ومُرشدی، حضور مفتیِ اعظمِ ہند نے حضرت مفتی سید افضل حسین مونگیری کی اِس تحقیق اور فتویٰ کی بنیاد پر اُن کی ذات اور اُن کے علم وفہم کو کبھی نشانہ بنایا ہو۔ان کے مذہب ومسلک اوران کی اِقتدا میں نماز ادا کرنے پر کوئی سوالیہ نشان لگایا ہو۔اوراگر کسی عالم نے ایسا کچھ کیا ہو تو اسے عُلما وفُقہا کی ہرگز کوئی تائید حاصل نہیں ہوئی ہوگی نہ کبھی ہوسکتی ہے۔

سفرِ حج وزیارت کے لئے حکومتِ ہند کی طرف سے جب فوٹو کا اِستعمال، لازمی قرار دیا گیا تو حضور مفتیِ اعظم ہند نے فتویٰ دیا کہ حجِ فرض ادا کرنے کے لئے بھی تصویر کشی ، ناجائز ہے۔

جب کہ اجمل العلما، حضرت مفتی محمد اجمل نعیمی سنبھلی (متوفی ۲۸؍ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ/ ۱۸؍ستمبر ۱۹۶۳ء) نے حجِ فرض کے لئے تصویر کشی کے جواز کا فتویٰ دیا۔اور ایک رسالہ بھی:

"فوٹو کا جواز، دَرحقِ عازمانِ حجاز" کے نام سے تحریر فرمایا۔

اس سلسلے میں یہ ایک تازہ تحریر میری نظر سے گذری:

Marfat.com

''یہاں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ حضور مفتی اجمل العلما کا فتویٰ منظرِ عام پر آنے کے بعد بعض تخریبی ذہنیت کے لوگوں نے حضور مفتیِ اعظم کی بارگاہ میں جا کر عرض کیا:

دیکھیے حضور! حضرت مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی نے آپ کے فتویٰ کے خلاف، فتویٰ صادر کیا ہے۔ جب کہ آپ اُن کے مُرشدزادے بھی ہیں۔ لہٰذا ان کا جواب دیا جائے۔''

مَرجعِ خلائق، مفتیِ اعظمِ ہند نے ارشاد فرمایا:

حضرت مفتی محمد اجمل شاہ صاحب سنبھلی، فقیہ ہیں۔ انھوں نے جواز کا فتویٰ دیا۔ وہ اُن کی تحقیق ہے۔

میں عدمِ جواز کا قائل ہوں۔ یہ میری تحقیق ہے۔''

(ص ۱۹۶۔ مفتیِ اعظم سنبھل۔ مطبوعہ اکتوبر ۲۰۱۱ء)

مفتیِ اعظم اپنے فتویٰ پر قائم رہے اور ہندوستان کے بیشتر علمائے اہلِ سُنّت بھی اسی فتویٰ کے مویّد وحامی رہے۔ گو کہ اِس فتویٰ پر اکثر حضرات، عمل نہ کر سکے۔ لیکن ایسی کوئی زبانی یا تحریری روایت میرے علم میں نہیں کہ مفتی محمد اجمل شاہ نعیمی سنبھلی کی تحقیق کی بنیاد پر حضرت مفتیِ اعظم نے یا دیگر اکابر علمائے اہلِ سُنّت میں سے کسی نے بھی انھیں مَطعُون کیا ہوا اور ان کی ذات اور ان کے علم وفہم اور ان کے تفقُّہ کو بھی نشانہ بنایا ہو۔

حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پورنوی، سالہا سال تک حضرت مفتیِ اعظم کی خدمت میں رہ کر علمی وفقہی اِستفادہ واِکتسابِ فیض کرتے رہے، ان کے دستخط کے ساتھ ایک تازہ تحریر میرے پاس موجود ہے۔ جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''سیدی ومُرشِدی، حضور مفتیِ اعظم ہند عَلَیہِ الرَّحمَۃُ وَالرِّضوَان نے لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز کی اِقتدا کے عدمِ جواز کا اور اِسی طرح حجِ فرض کے لئے بھی فوٹو کھنچوانے کے عدمِ جواز کا فتویٰ صادر فرمایا۔

جب کہ اہلِ سُنّت کے دو جلیل القدر علما میں سے حضرت مفتی سید محمد افضل حُسین مونگیری، صدرُ المدرسین دارُالعلوم منظرِ اسلام، بریلی شریف نے لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز کے جواز کا اور حضرت مفتی محمد اجمل شاہ نعیمی سنبھلی نے حجِ فرض کے لئے فوٹو کے جواز کا فتویٰ دیا۔

اس فرعی فقہی اختلاف کے باوجود اِن حضرات کے باہمی تعلقات اِخلاص ومحبت،

Marfat.com

حسب سابق باقی و برقرار رہے۔ کوئی ادنیٰ روایت بھی میرے علم میں ایسی نہیں کہ اِن حضرات میں سے کسی نے کسی کی شخصیت یا اُن کے علم وفضل پر کوئی انگشت نمائی کی ہو۔

حضرت مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری، حضور مفتی اعظم کے مُرید وخلیفہ تھے۔ وہ جب بھی حضور مفتی اعظم سے ملتے، ایک مُرید وعقیدت مند ہی کی حیثیت سے ملتے۔ دست بوسی کرتے اور نہایت عقیدت واحترام کے ساتھ پیش آتے رہے۔

اِسی طرح حضرت مفتی محمد اجمل شاہ نعیمی سنبھلی، جب بھی حضور مفتی اعظم ہند کی خدمت میں حاضر ہوتے، دست بوسی کرتے اور اپنا بزرگ سمجھ کر اپنی سابقہ عقیدت واحترام کا مظاہرہ کرتے۔

حضور مفتی اعظم ہند بھی اِن حضرات کو ہمیشہ اپنی شفقت ولُطف ومروّت سے نوازتے رہے۔"

فقیر محمد مطیع الرحمٰن رضوی۔

مؤرخہ ۱۵رذی قعدہ ۱۴۳۴ھ۔ مطابق ۲۱رستمبر ۲۰۱۳ء۔ بعد نماز عشاء"

تصویر کشی ناجائز وحرام ہے۔ یہ مسئلہ عوام وخواص، سب کو معلوم ہے۔ اس سلسلے میں فقیہ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی کا ایک نہایت تحقیقی رسالہ بنام "عطایا القدیر فِی حُکمِ التصویر" بار بار چھپ چکا ہے۔

حج کے لئے حکومتِ ہند نے فوٹو کو جب لازمی قرار دیا تو مفتی اعظم ہند، مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری بریلوی نے حج فرض کے لئے بھی فوٹو کھنچوانا گناہ اور ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا۔

اجمل العلماء، مفتی محمد اجمل شاہ نعیمی سنبھلی نے حج فرض کے لئے فوٹو کھنچوانا، جائز قرار دیا اور اس کی تائید وتحقیق میں ایک رسالہ لکھا، بنام "فوٹو کا جواز درحق عازمانِ حجاز"

حضرت اجمل العلماء کے خلاف کسی مستند عالم وفقیہ اہلِ سُنّت نے کبھی کوئی طعن وتشنیع کیا، نہ انھیں حضرت مفتی اعظم کا مخالف قرار دیا۔

مجلسِ شرعی مبارک پور ضلع اعظم گڑھ، یوپی کے دوسرے فقہی سیمینار، منعقدہ ۱۹ تا ۲۲ ررجب ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۳ تا ۲۶ رنومبر ۱۹۹۴ء۔ بہ مقام الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں حقِ رائے دہی یعنی الکشن میں ووٹ دینے کے سلسلے میں شناختی کارڈ مع فوٹو کے مسئلہ پر کافی بحث وتمحیص کے بعد ضرورتِ شرعیہ کی بنیاد پر مسلمانوں کے لئے شناختی کارڈ مع فوٹو کے جواز کا فیصلہ مندرجہ الفاظ میں کیا گیا:

............عند الطّلب، ضرورتِ مُلجِیہ یا حاجتِ شدیدہ متحقق ہوگی۔ لہٰذا

Marfat.com

خاص شناختی کارڈ کے لئے تصویر کھنچانے کی اجازت ہوگی۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

اس فیصلہ پر تصدیقی دستخط کرنے والے چند علما وفقہاے اہلِ سُنّت کے نام یہ ہیں:

(۱) محمد اختر رضا قادری ازہری (۲) محمد شریف الحق امجدی (۳) ارشد القادری (۴) ضیاء المصطفیٰ قادری (۵) جلال الدین احمد امجدی (۶) خواجہ مظفر حسین رضوی (۷) شبیر حَسَن رضوی۔ وغیر ھُم۔

اس فیصلہ کی اطلاع پا کر بعض مولویوں اور کچھ ناواقف عوام نے چہ می گوئی ونکتہ چینی شروع کی تو جانشینِ مفتیِ اعظم، حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری رضوی ازہری نے یہ ہدایت نامہ جاری کر کے بحث کا دروازہ بند کر دیا:

''ایسے نئے مسائل جو فی الواقع فرعیہ عملیہ ہوں اور ان سے متعلق کوئی صریح جُزئیہ نہ مل سکے تو ہر عالم نہیں بلکہ ماہر و تجربہ کار مفتی کی طرف رُجوع کرنا چاہیے۔

اور اس مفتی پر لازم ہے کہ اصولِ شرعی کے پیشِ نظر اس کا حکم، صادر فرمائے۔

اصولِ شرعی سے ہٹ کر فتویٰ دینا، ہرگز جائز نہیں۔

اگر اس نے جسے دلیل قرار دیا اور پھر واضح ہوا کہ یہ دلیل، دلیلِ شرعی نہیں تو فوراً اُس پر رُجوع، لازم ہے۔ اور حق کا اعلان کرنا چاہیے۔

کسی حرام شئ کے مباح ہونے کا فتویٰ اُس وقت دیا جائے گا جب کہ وہاں یہ ضابطہ، صادق آئے: اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَات۔

اور مفتی کو تیقُّن ہو جائے کہ اس ضرورتِ شرعیہ کے مُعارِض، کوئی دوسرا قاعدہ شرعیہ نہیں ہے۔'' قلمی فتویٰ۔

(ص ۹۴۔ حیات تاج الشریعہ۔ مؤلفہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی بریلوی۔ مطبوعہ اسلامک ریسرچ سنٹر۔ ۵۸ سنگران۔ سوداگران۔ بریلی شریف۔ طبع دوم صفر المظفر ۱۴۳۴ھ/دسمبر ۲۰۱۲ء)

علماے بریلی ومبارک پور ودیگر علماے اہلِ سُنّت کے اِس متفقہ فیصلہ کو اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم عَلَیْہِمَا الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَانُ کے فتویٰ سے اختلاف کہہ کر ابھی تک کوئی بھی قابلِ ذکر مولوی ''تمغۂ جہالت'' حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں کر سکا۔

اَلْکُحل، شراب کو کہتے ہیں۔ اور شراب کا ہر قطرہ حرام اور نجس وناپاک ہے۔ علاج ومعالجہ کے سلسلے میں کسی طرح کی بھی شراب کے استعمال کا حکم، فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی

بریلوی اِس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''اور صحیح یہ ہے کہ دَوا میں بھی ان کا استعمال، حرام ہی ہے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

مجلسِ شرعی ، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے اجلاسِ بنارس (بتاریخ ۴؍شعبان ۱۴۱۴ھ/ ۱۶؍جنوری ۱۹۹۴ء) میں اَلکحل آمیز دواؤں کے استعمال کے جواز وعدمِ جواز کی بحثیں سُن کر فیصل بورڈ کے تین ارکان، حضرت مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری وحضرت علاّمہ ضیاء المصطفیٰ قادری وحضرت مفتی محمد جلال الدین احمد امجدی نے یہ تحریری فیصلہ کیا:

''مجلسِ شرعی مبارک پور کی ساری اَبحاث اور حضراتِ مفتیانِ کرام کے موصولہ مقالات پرغور کرنے کے بعد، فیصل بورڈ اِس نتیجے پر پہنچا ہے کہ:

اِس عہد میں انگریزی دواؤں یعنی اِسپرٹ ، الکحل اور ٹنکچر آمیز دواؤں کا استعمال، عُمومِ بلویٰ کی حد تک پہنچ چکا ہے۔

مجدّدِ اعظم، اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے پُڑیا کی رنگت کے بارے میں عُمومِ بلویٰ اور دَفعِ حرج کی بِنا پر طہارت اور جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ، جلد دوم، ص ۴۵۔ اور ص ۵۰۔ نیز فتاویٰ رضویہ جلد یازدہم۔ ص ۵۴۔ رسالہ ''اَلْفِقْہُ التَّسْجِیْلِی فِی عَجِیْنِ النَّارِ جِیْلِی'' میں ہے۔

اِس ارشاد کی روشنی میں فیصل بورڈ کے ارکان اس بات پر متفق ہیں کہ:

مذکورہ انگریزی دواؤں کے استعمال کی بھی بوجہ عُمومِ بلویٰ ، دَفعِ حرج کے لئے ، اجازت ہے۔ البتّہ یہ اجازت صرف انہیں صورتوں کے ساتھ خاص ہے جن میں اِبتلاے عام اور حَرج، محقق ہو۔'' (ص ۳۰۔ جلدِ اول۔ صحیفۂ مجلسِ شرعی، مبارک پور)

کوئی بھی مولوی اب تک یہ کہنے اور لکھنے کی جُرأتِ بے جا نہیں کرسکا ہے کہ فیصل بورڈ کا مذکورہ فیصلہ:

''فتاویٰ رضویہ کے خلاف اور امام احمد رضا کے تحریر کردہ فتویٰ سے اِنحراف ہے۔''

مِنیٰ و مزدلفہ کے درمیان ایک ''وادیِ مُحَسّر'' ہے۔ یہیں اَبْرَہہ کا لشکر قیام پذیر ہوا تھا۔ جس پر عذابِ ابابیل، نازل ہوا تھا۔ اس وادیِ مُحسّر کے بارے میں حکم ہے کہ حجاجِ کرام یہ دعا پڑھتے ہوئے تیزی کے ساتھ یہاں سے گذر جائیں۔

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ لاتَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلاتُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَالِکَ۔

جُملہ فقہائے اَحناف اس وادیِ محسّر میں وقوف کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔صرف ایک حنفی فقیہ،صاحب بدائع ، یہاں وقوف کے بکراہت جواز کے قائل ہیں۔

شرعی کونسل، بریلی شریف کا فیصلہ اور فتویٰ ہے کہ عذرِ ناگزیر ہو تو وادیِ محسّر میں وقوف کیا جاسکتا ہے۔فیصلے کے الفاظ یہ ہیں:

''سیمنار کے مندوبین بھی اسی پر متفق ہیں۔عذرِ ناگزیر کی صورت میں قولِ بدائع پر عمل کرسکتا ہے۔'' (ص۷۷۔ماہنامہ سنّی دنیا، بریلی شریف۔شمارہ ستمبر۲۰۰۹ء)

کیا اس فیصلے کے بارے میں کوئی یہ کہے گا کہ چودہ سو سالہ مُتَّفَق عَلَیْہ فتویٰ وعمل کے خلاف، شرعی کونسل ، بریلی شریف نے فیصلہ کرکے سارے ائمہ و فقہائے کرام سے کھُلا ہوا اِختلاف واِنحراف کیا ہے؟

فقیہِ اسلام، امام احمد رضا نے ۱۳۱۴ھ یعنی آج سے تقریباً ایک سو بیس (۱۲۰) سال قبل یہ فتویٰ تحریر فرمایا تھا کہ:

''انگریزی وضع کے کپڑے پہننا،حرام،سخت حرام، اشد حرام۔اورانھیں پہن کر نماز، مکروہِ تحریمی ،قریب حرام، واجبُ الاِعادہ۔کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گنہ گار، مستحقِ عذاب۔والعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْغَفَّار۔

(ص۴۲۲۔وص ۴۲۳۔فتاویٰ رضویہ،جلد سوم۔سنّی دارالاشاعت،مبارک پور)

کون مولوی ہے جو فتاویٰ رضویہ کا یہ حوالہ دے کر آج کہہ سکتا ہے کہ:

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام اورانھیں پہن کر نماز پڑھنی،مکروہِ تحریمی،قریب بہ حرام۔''

لباس کا قومی شعار بدل گیا تو اس کا حکم بھی بدل گیا۔اب سابقہ حکم کا اِعادہ، عقل ونقل کی صریح خلاف ورزی ہے۔

امام احمد رضا کے فتویٰ سے اِنحراف اور فتاویٰ رضویہ سے اختلاف کی رَٹ لگانے والے اور اس کا شِدّت سے پروپگنڈہ کرنے والے افراد کی خدمت میں ایک ایسا فتویٰ اِس تحریر کے آخر میں پیش کیا جارہا ہے جسے پڑھ کر وہ ضرور کچھ، نہ کچھ روشنی حاصل کریں گے۔

کامبیکر اسٹریٹ ،بمبئی سے امام احمد رضا کی خدمت میں ایک اِستفتا آیا جو ۱۶/ رجب ۱۳۲۴ھ/ کا تحریر کردہ ہے۔

یعنی آج سے ایک صدی پیشتر کا یہ اِستفتا ہے۔ یہ اِستفتا اور اس کا جواب، قارئینِ کرام فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، ص ۳۸۲و۳۸۳۔ مطبوعہ سنّی دارُالاشاعت، مبارک پور میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

مُستفتی نے سو(۱۰۰) سال پہلے بجلی کی روشنی اور بجلی سے چلنے والے پنکھا کے نقصانات وخطرات کا ذکر کرتے ہوئے مسجد میں مالِ وقف سے اس کے استعمال کے بارے میں شرعی حکم دریافت کیا ہے۔

یہ نقصانات وخطرات اُس وقت کے لحاظ سے تھے۔ اور ایسے تھے کہ اُن کی رُو سے بجلی کی روشنی اور بجلی سے چلنے والے پنکھے کا استعمال، ناجائز قرار پاتا تھا۔

چنانچہ فقیہِ اسلام، امام احمد رضا نے بجلی کی ـنی اور اس سے چلنے والے پنکھا کے استعمال کو ممنوع، ناجائز قرار دیا۔ صرف مالِ وقف نہیں بلکہ مالِ غیر موقوف سے بھی اور صرف مسجد نہیں بلکہ گھر میں بھی بجلی) روشنی اور اس سے چلنے والا پنکھا، ممنوع و ناجائز قرار دیا۔

یہ اِستفتا اِ ا کا جواب، فتاویٰ رضویہ جلدِ ششم میں ہے۔ جسے حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی نے اپنے تازہ ترین فقہی رسالہ ''فقہِ حنفی میں حالاتِ زمانہ کی رعایت !فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے'' (مطبوعہ مجلسِ شرعی، مبارک پوراعظم گڑھ۔ یوپی۔ ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء) میں بھی نقل کردیا ہے۔

قارئینِ کرام غور کریں کہ بجلی کی روشنی اور اس کے پنکھا کے سلسلہ میں مُستفتی کے بیان کردہ نقصانات وخطرات کے پیشِ نظر، امام احمد رضا نے فتویٰ دیا کہ مالِ وقف یا کسی بھی مال سے صرف مسجد نہیں بلکہ گھروں میں بھی اس بجلی کی روشنی اور اس کے پنکھا کا استعمال، ممنوع وناجائز ہے۔ بلکہ جہاں اس بجلی اور اس کے

Marfat.com

پنکھا کا استعمال ہو، وہاں نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔

جو مولوی صاحبان اِس کے قائل ہیں اور زور وشور کے ساتھ اس کی تشہیر کرتے رہتے ہیں کہ کسی بھی صورت میں فتاویٰ رضویہ کے بیان کردہ کسی فتویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، خواہ جو بھی ضرورت وحاجت وتبدیلیِ علّت ہو، ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ:

اپنی مسجدوں، اپنی خانقاہوں، اپنے مدرسوں، اپنے کارخانوں اور اپنے گھروں کا بجلی کنکشن اپنے موقف کو عملی شکل دینے کے لئے پہلی فرصت میں کٹوائیں اور مسلمانانِ اہلِ سُنّت وجماعت کو بھی اِس فتویٰ پر عمل کرنے کی ہدایت وتاکید فرمائیں۔

جب گھروں میں بھی بجلی کی روشنی اور بجلی کا پنکھا استعمال کرنا جائز نہیں رہ جائے گا تو بجلی سے چلنے والی ٹرین جس کے ڈبوں اور بوگیوں میں بجلی کی روشنی اور بجلی کے پنکھے چلتے ہیں، ایسی ٹرین سے سفر کرنے کے لئے سیکڑوں ہزاروں روپے کا ٹکٹ خرید کر اس سے سفر کرنا کیسے جائز ہوگا؟

اور جب بجلی سے چلنے والی چلتی ٹرین پر سوار ہونا جائز نہیں رہ جائے گا تو پھر چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کا مسئلہ بھی خود بخود حل ہوجائے گا۔

اِس طرح اِس مسئلہ سے پیدا ہونے والا موجودہ اختلاف ایسے افراد کے موقف کے مطابق عمل کرنے کی صورت میں اپنے آپ ختم ہوجائے گا۔
اور ایک خواہ مخواہ کی کشمکش سے مسلمانانِ اہلِ سُنّت، محفوظ ومامون ہوجائیں گے۔

شاید ایسے ہی کسی موقع پر ایک دور اندیش اور ظریف شاعر نے کہا تھا کہ:

مگس کو باغ میں جانے نہ دینا
کہ ناحق خون، پروانوں کا ہوگا

فقہی احکام ومسائل میں تبدیلی کے اصول وضوابط اور شرائط وآداب کی تحقیق وتفصیل کے

Marfat.com

لئے قدیم کتب اصول کے علاوہ، خاتمۃ الفقہا علامہ ابنِ عابدین حنفی شامی کے رسالہ ''نَشْرُ العُرْفِ فِی بِنَاءِ اَحکامِ العُرْف'' (مشمولہ رسائلِ ابن عابدین) اور فقیہِ اسلام، امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی کے رسالہ ''اَجْلَیٰ الْاِعلام اَنّ الفتویٰ مطلقاً علیٰ قولِ الْاِمام'' (مشمولہ فتاویٰ رضویہ، جلد اول) اور ''اَلْمُنیٰ وَ الدُّرَرُ لِمَنْ عَمَدَ مَنِی آرڈر'' (مشمولہ فتاویٰ رضویہ، جلد ہشتم) کی طرف خصوصیت کے ساتھ رُجوع کیا جانا چاہیے۔

سراج الائمہ، امام الائمہ، ابوحنیفۃ النّعمان یا ان کے تلامذۂ عِظام یا ان کے بعد کے ائمۂ مجتہدین وفقہائے اسلام کے بیان کردہ کسی شرعی حکم وفتویٰ میں اُس وقت تغیّر اور تبدیلی واقع ہوجاتی ہے جب اسبابِ ستّہ (چھ اسباب) میں سے کوئی سبب کسی دَور میں شرعاً متحقق ہوجائے۔

اس تحقق سبب کے بعد شرعی فتویٰ وحکمِ سابق کی تبدیلی کا فیصلہ ہر زمانہ اور ہر صدی کے وہ فقہاو مفتیانِ کرام کرتے چلے آرہے ہیں جو فقہ و افتا کے اندر وسیع علم ومطالعہ، طویل مشق وممارست، اور مہارت وبصیرت کے حامل ہوا کرتے تھے۔ یہی اصول وضابطہ اِس صدی اور آئندہ صدیوں کے لئے بھی ہے جس کی صحت ونفاذ میں حنفی فقہاو مفتیانِ کرام کا کوئی اختلاف نہیں۔

یہ اختلاف حکم وفتویٰ محض ظاہری ہوتا ہے جس میں قولِ صوری کو قولِ ضروری میں تبدیل کردیا جاتا ہے۔ اِس تبدیل شدہ صورتِ مسئلہ کو بھی فقہِ حنفی کا جُز مانا جاتا ہے اور اِسی کے مطابق اَحناف کا عمل بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ فقیہِ اسلام، امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی ارشاد فرماتے ہیں:

''چھ باتیں ہیں جن کے سبب قولِ امام بدل جاتا ہے۔ لہٰذا ظاہر قول کے خلاف عمل ہوتا ہے۔ اور وہ چھ باتیں یہ ہیں۔ ضرورت، حرج، عُرف، تعامُل، دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، کسی فسادِ موجود یا مظنون بظنِ غالب کا اِزالہ۔

اِن سب میں بھی حقیقۃً قولِ امام ہی پر عمل ہے۔'' (ص ۳۸۵۔ فتاویٰ رضویہ، جلد اول)

ائمہ ومجتہدینِ مذاہب اربعہ بلکہ خود فقہائے اَحناف کے درمیان بے شمار فروعی فقہی اختلافات ہوتے چلے آرہے ہیں جن سے کتب فقہ مملو ہیں۔ فقہائے احناف کے درمیان فروعی فقہی اختلاف ہر دَور میں ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ فقہ وافتا سے ادنیٰ مَس رکھنے والا ہر شخص اِس حقیقت اور

Marfat.com

اس کے مصداق و معمول سے بخوبی واقف ہے۔

ہاں! ایسے مواقع و مواضع میں قولِ راجح و مفتیٰ بہ کا اعتبار و لحاظ ضروری ہے۔

لِاَنَّ الْفُتْیَا بِالْقَوْلِ الْمَرْجُوْحِ جَهْلٌ و خَرْقٌ۔

عالَمِ اسلام کے متقدم و متاخر حنفی فقہا و مفتیانِ کرام اور متحدہ ہندوستان میں سراج الھند، حضرت شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی و بحر العلوم، علاّ مہ عبدالعلی فرنگی محلی لکھنوی و تاج الفحول، علاّ مہ عبدالقادر عثمانی قادری برکاتی بدایونی و حضرت مفتی ارشاد حسین مجدِّدی رام پوری اور فقیہِ اسلام، امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی، نیز حضرت صدرُ الشریعہ و حضرت صدرُ الافاضل و حضرت حجۃ الاسلام و حضرت مفتیِ اعظمِ ہند اور دیگر فُقہا و علماے اہلِ سُنَّت کا یہی اصولی فقہی موقف و مسلک ہے جس سے عدول و انحراف کی کوئی گنجائش نہیں۔

مجلسِ شرعی، مبارک پور کے اِکیسویں فقہی سیمنار میں برادرِ مکرّم، مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی (صدرُ المدرسین، الجامعۃُ الاشرفیہ، مبارک پور) نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا کہ:

مَیں کئی سال پہلے اپنے ایک مضمون میں لکھ چکا ہوں کہ:

اَسبابِ ستّہ سے متعلق مذاکرات میں ایک بار فُقہاے کرام کے ارشاد "اَلْحَاجَةُ قَدْ تَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الضَّرُوْرَة" پر یہ سوال ہوا کہ:

وہ کون سے مواقع ہیں جہاں حاجت بمنزلہ ضرورت قرار پاتی ہے؟

بہت سے لوگوں نے جواب دینے کی کوشش کی مگر ہر جواب پر اعتراض، وارد ہوتا رہا۔

کافی دیر کے بعد نائب مفتیِ اعظم ہند، شارحِ بخاری، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی عَلَیْهِ الرَّحْمَة نے اپنے جچے تُلے، جامع و مانع الفاظ میں اس کی وضاحت فرمائی۔

اس پر کوئی اعتراض تو نہ ہو سکا مگر خاص طور سے نوجوان مندوبین کی جانب سے بیک زبان اِس کا مطالبہ ہونے لگا کہ:

حضرت! اِس پر کوئی حوالہ پیش فرمائیں۔"

Marfat.com

یہ نوجوان علما، حضرت شارح بخاری کے تلامذہ کے تلامذہ کی صف میں آتے تھے اوران کے علمی پوتوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ مگر وہ حضرت سے مرعوب ہوکر خاموش نہ رہے۔ اور نہ حضرت نے اپنی لمبی عمر اور طویل فقہی تجربات کا حوالہ دے کرانھیں خاموش کرنے کی کوشش کی۔

بلکہ فرمایا کہ:

''مجھے خوشی ہے کہ مجھ سن رسیدہ سے آپ لوگ مرعوب نہ ہوئے اور مجھ سے بھی حوالہ کا مطالبہ کردیا۔ اس سے مجھے امید ہے کہ:

ہمارے بعد بھی آپ یہ علمی وفقہی کام، پوری تحقیق وتنقیح کے ساتھ انجام دیتے رہیں گے اور کسی سے مرعوب ہوکر کوئی بے دلیل بات، قبول نہ کریں گے۔''

جو حضرات، مجلسِ شرعی مبارک پور کے سیمناروں میں شریک ہوتے ہیں، اُنھیں بخوبی معلوم ہے کہ آج بھی وہ رَوش برقرار ہے۔ سوالات اور اعتراضات کو سنجیدگی سے سنا جاتا ہے اور شافی حل نکالنے پر پوری کوشش صَرف ہوتی ہے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔ (خطبہ صدارت از مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی۔ بہ موقع اکیسویں فقہی سیمنار۔ مجلسِ شرعی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔ منعقدہ بتاریخ ۱۵/۱۶/۱۷ر صفر المظفر ۱۴۳۵ھ۔ مطابق ۱۹/۲۰/۲۱ر دسمبر ۲۰۱۳ء۔ باہتمام: جامعہ قادریہ۔ پونہ، مہاراشٹر۔ بہ مقام: بے ورلی ہلس ہوٹل۔ پونہ۔ مہاراشٹر)

چلتی ٹرین میں نماز، ادا ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں آج کل علمائے اہلِ سُنّت وجماعت کے مختلف حلقوں میں چلنے والی بحث، چلتی ٹرین سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ جاری ہے۔ اور اِس بحث میں بعض طالع آزما افراد نے حصہ لے کر نمایاں ہونے یا اسے طول دینے یااس پر قبضہ کرنے کے لئے اتنی دل چسپی دکھائی ہے اور اِس تصور سے اس کی طرف لپک کرآگے بڑھے ہیں کہ اگراُن سے ذرا بھی دیر ہوئی تو نہ صرف یہ کہ ٹرین چھوٹ جائے گی بلکہ پلیٹ فارم سے بہت آگے نکل جائے گی اور حسرت ویاس کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے ان کا حال ومآل ، مندرجہ ذیل شعر کا مصداق ہی نہیں بلکہ اس کا مرقّع بھی بن سکتا ہے کہ:

قہر ہے تھوڑی سی غفلت بھی طریقِ عشق میں
آنکھ جھپکی قیس کی اور سامنے محمل نہ تھا

Marfat.com

بہر حال فُقہاء ومُفتیانِ کرام، اپنے اپنے دلائل براہین سے مسلّح ہو کر، چلتی ٹرین میں نماز کے مسئلہ میں مندرجہ ذیل دو مختلف موقف اختیار کر چکے ہیں:

(۱) فرض وواجب اور ملحق بواجب نمازیں چلتی ٹرین میں ادا نہیں ہوسکتیں، اِس لئے وقت جاتا ہوا دیکھیں تو جیسے بھی ہو انہیں پڑھ لیں اور بعدِ زوالِ مانع، اِن کا اِعادہ کر لیں۔

(۲) مذکورہ نمازیں، اپنے اپنے وقت پر چلتی ٹرین میں بھی ادا ہو جائیں گی اور بعد میں اِن کے اِعادہ کی ضرورت نہیں۔

اپنے اپنے دلائل و براہین کی روشنی میں اختیار کردہ مندرجہ بالا دونوں فقہی موقف میں سے کسی فقہی موقف کی قوت وضعف اور ان کی صحت وعدمِ صحت کے بارے میں کوئی تجزیہ ومحاکمہ وہی فُقہاء ومفتیانِ کرام کر سکتے ہیں جو فقہ و اِفتا میں دَرک وکمال اور طویل تجربہ رکھتے ہوں۔ جب کہ مَیں نہ کوئی فقیہ ہوں نہ مفتی۔ اِس لئے اِس حسّاس اور نازک مسئلہ میں کسی محاکماتی رائے اور فیصلہ کُن اظہارِ خیال سے پہلوتہی کر لینا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔

البتہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ حق وصواب اور دیانت وانصاف کی بات یہ ہے کہ:

(۱) کسی جدید فرعی فقہی مسئلہ میں ہر مستند ومعتمد صاحبِ بصیرت ومہارت فقیہ ومفتی اور جماعتِ فُقہاء ومُفتیانِ کرام کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ اپنے علم وتحقیق اور اخلاص ودیانت کے ساتھ وہ صحیح نتیجہ تک پہنچنے اور صحیح موقف اختیار کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے۔

(۲) صحیح نتیجہ تک پہنچنے اور صحیح فیصلہ کرنے میں کسی حرص وخوف سے اپنے آپ کو مکمل آزاد رکھے اور کسی خارجی دباؤ کے تحت کسی تزلزل وتذبذب کا ہرگز شکار نہ ہو۔

(۳) چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ، ایک غیر منصوص اور جدید فرعی فقہی مسئلہ ہے۔ اور اِس طرح کے مسائل میں سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کے حنفی فُقہاء ومُفتیانِ کرام کے درمیان ہزار سال سے ہزاروں مسائل میں اِستنباط اور اِستخراجِ حکم اور کسی ضرورت وحاجت وحرج یا تبدیلیٔ عِلّت کی وجہ سے حکمِ سابق میں تبدیلی کیے جانے کے الگ الگ نتائج سامنے آتے رہے ہیں اور رایوں کا اختلاف ہوتا چلا آ رہا ہے۔

(۴) مسئلۂ زیرِ بحث میں چوں کہ ہر دو موقف، حنفی فُقہاء ومفتیانِ کرام ہی کے اختیار کردہ ہیں اِس لئے ان میں سے جس موقف پر کوئی سُنّی حنفی مسلمان عمل کرے، بلانکیر اس کا یہ عمل، جائز اور صحیح ہوگا۔

(۵) اصولِ مقرّرہ کی روشنی میں معتمد و مستند فقیہ و مفتی اور جماعتِ فُقہا و مُفتیانِ کرام کے اِستنباط و اِستخراجِ مسئلہ یا ضرورت و حاجت وغیرہ کے تحقق یا تبدیلیِ عِلّت کی صورت میں کسی حکمِ سابق کی تبدیلیِ حکم میں کوئی مانعِ شرعی و فقہی نہیں ہے۔

(۶) ضوابطِ مقرّرہ کے مطابق کیے گئے اِستنباط یا تبدیلیِ حکم کی بنیاد پر کسی مُعتمد و مُستند فقیہ و مفتی اور جماعتِ فقہا و مفتیانِ کرام کی تجہیل و تفسیق اور بے جا تنقید و کردار کشی، علم نہیں بلکہ جَہل بلکہ خالص نفسانیت ہے۔

(۷) ضرورت و حاجت وغیرہ کے تحقُّق یا عِلّت کی تبدیلی کی وجہ سے مُعتمد و مستند فقیہ و مفتی اور جماعتِ فُقہا و مُفتیانِ کرام کی طرف سے کی جانے والی کسی تبدیلیِ حکم کی محض اِس بنیاد پر مخالفت کا بازار گرم کرنا کہ فلاں مجتہد یا فقیہ نے زمانۂ ماضی میں جو فتویٰ صادر کر دیا ہے، اُس میں کسی صورت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہ کوئی دلیل نہیں بلکہ عدمِ دلیل ہے۔ اور عامۂ مسلمین کی سادہ لوحی، ان کی ناواقفیت اور ان کے جذباتِ عقیدت سے کھیلنے کی مذموم کوشش ہے۔

(۸) عدمِ دلیل کی تائید میں کسی مجتہد یا فقیہ یا کسی قدیم و جدید فقہی کتاب کا حوالہ دیتے رہنا، بالکل دو دو چار کی طرح خود اُس مجتہد یا فقیہ کے اصول کے خلاف ہے جس کا نام اس سلسلے میں استعمال کیا جائے۔

(۹) محض استاذی شاگردی یا پیری مُریدی یا محض عقیدت کی بنیاد پر کسی طرح کی فقہی رائے قائم کرنے یا مذکورہ اُمور میں سے کسی کو فقہی دلیل بنانے کا کوئی ضابطہ، علمِ اصولِ فقہ کی کسی قدیم و جدید کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ اِس لئے اِس طرح کا کوئی حربہ آزمانا، حد درجہ بے اُصولی و بے اِعتدالی اور خالص غیر علمی و غیر فقہی تدبیر اور حقیقت سے چشم پوشی کا نہایت افسوسناک اور عبرت ناک نمونہ ہے۔

(۱۰) فقہی حکمِ سابق کی تبدیلی کے سلسلے میں فقہِ حنفی کے عُلمائے اصول کا بیان کردہ ضابطہ یہ ہے کہ:

''چھ باتیں ہیں جن سے قولِ امام بدل جاتا ہے۔ لہٰذا قولِ ظاہر کے خلاف، عمل ہوتا ہے۔ وہ چھ باتیں یہ ہیں: (۱) ضرورت (۲) حرج (۳) عُرف (۴) تعامُل (۵) دینی ضروری مصلحت کی تحصیل (۶) کسی فسادِ موجود یا مظنون بہ ظنِ غالب کا اِزالہ۔

Marfat.com

ان سب میں بھی حقیقۃً قولِ امام ہی پر عمل ہے۔"

(ص ۳۸۵۔ (اَجلی الاعلام) فتاوی رضویہ۔ جلد اول۔ مطبوعہ بریلی و بمبئی)

کسی تبدیلیِ حکم کے سلسلے میں بحث صرف اس جہت سے ہوسکتی ہے اور ہونی چاہیے کہ مذکورہ اسباب میں سے کسی ایک کا تحقق ہوا ہے نہیں؟ اور تبدیلی کے فیصلہ کی دلیل، قوی ہے یا نہیں؟

اِس اُصول اور طرز وطریقہ کو پسِ پشت ڈال کر خواہ مخواہ کی بحث، بیان بازی، شوروغوغا، اِلزام تراشی وبہتان طرازی اور ذاتیات کونشانہ بنانے کا ناروا طریقہ اپنانے والا شخص، قطعاً اور یقیناً نہ فقیہ ہے نہ مفتی اور نہ خداترس عالمِ دین۔ کیوں کہ جو علماے دین ہوتے ہیں اُن کا وصفِ خاص ہی ہوتا ہے: خوفِ خداوندی اور خشیتِ ربّانی۔

جیسا کہ رب تبارک وتعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ (سورۂ فاطر: آیت ۲۸)

اللہ سے اس کے وہی بندے، ڈرتے ہیں جو علم والے ہوتے ہیں بے شک اللہ بخشنے والا عزت والا ہے۔"

استاذِ گرامی، حافظِ ملّت، مولانا الشاہ عبدالعزیز مرادآبادی، محدّث مبارک پوری (وصال ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان اپنے اشرفیہ مبارک پور کے طلبہ کو علم کے بے جا اِستعمال اور اسے اپنی نفسانی خواہشات کا تابع بنانے سے سخت اِجتناب واِحتراز کی نصیحت فرماتے ہوئے فارسی زبان کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے:

علم را بر دل زنی، یارے بود
علم را بر تن زنی، مارے بود

حَفِظَنَا اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَسَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔
بِجَاہِ حَبِیْبِکَ وَنَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

Marfat.com

چھوڑ کے نغمۂ حجاز، دیس کی چیز گائی کیوں؟

جُداگانہ اَحکام اور فقہی اختلافات کے حُدود۔ حقائق وشواہد کے اجالے میں

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

فُقہاے اُمّت کے درمیان خیرُ القرون سے لے کر آج کے دَورِ زوال تک بے شمار فقہی فروعی مسائل میں اختلافات رونما ہوئے مگر اُن کے دلوں کے درمیان کبھی دوریاں پیدا نہ ہوئیں۔

وہ حضرات، تمام تر اختلافات کے باوجود رُحَمَآءُ بَیۡنَھُمۡ (۱) کا شاندار نمونہ تھے اور اُن کے گفتار وکردار سے مَنۡ لَمۡ یَرۡحَمۡ صَغِیۡرَنَا وَلَمۡ یُوَقِّرۡ کَبِیۡرَنَا (۲) کے جلوے، نمایاں طور پر جھلکتے ہوئے محسوس ہوتے تھے۔ چھوٹوں پر بڑوں کی شفقت، مثالی تھی۔ اور بڑوں کی تعظیم وتوقیر کے لئے چھوٹے، فرشِ راہ بنے رہتے تھے۔

حدیثِ پاک میں ''رحم وشفقت'' اور ''توقیر وتعظیم'' کی ترتیب کچھ حکیمانہ مصالح کی غماز ہے جس کا لحاظ بڑے اور چھوٹے سب کو کرنا چاہیے۔ ایک کا لحاظ اُٹھے گا تو دوسرا بھی متاثر ہوگا اِس لئے اَکابر واَصاغر سب کو سُنّتِ نبوی کے سانچے میں ڈھلنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

ہم محض تفہیمِ حق اور اصلاح وخیر خواہی کے نیک جذبے کے تحت اپنے کرم فرماؤں اور اَحباب کی خدمت میں چند معروضات پیش کرتے ہیں اور ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان کے ساتھ یہ حُسنِ ظن رکھتے ہیں کہ فرمانِ خداوندی:

اِعۡدِلُوۡا ھُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی۔ (۳) (انصاف کی بات کہو، یہ تقویٰ وپرہیزگاری سے قریب تر ہے) کا احترام کریں گے۔

(۱) فقہی فرعی اُمور میں اکابر سے اختلاف، عہدِ صحابہ سے چلا آرہا ہے اور یہ کبھی بے ادبی

Marfat.com

وانحراف نہ سمجھا گیا۔

حضرت فاروق اعظم سے ایک خاتون کا اختلاف: حضرت سیدنا فاروقِ اعظم عمر بن الخطاب ﷛ نے منبرِ رسول ﷺ سے ایک دفعہ یہ فرمان جاری کیا:

''اے لوگو! عورتوں کے مہر بڑھا بڑھا کر کیوں مقرر کرتے ہو؟ حالاں کہ عہدِ رسالت و عہدِ صحابہ میں مہر، چار سو درہم سے زیادہ نہ ہوتے۔ اگر زیادہ مہر مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ و کرامت کی بات ہوتی تو آپ لوگ اس کرامت وفضیلت میں اصحاب رسول اللہ ﷺ پر سبقت نہیں لے جاپاتے۔''

پھر وہ منبرِ اقدس سے اُتر آئے تو ایک قریشی خاتون نے اُن سے کہا کہ:

اے امیر المومنین! آپ نے لوگوں کو چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے منع فرمادیا، کیا آپ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ ارشاد نہ سنا:

وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا۔ (۴)

ترجمہ: تم اسے (طلاق شدہ عورت کو مہر میں) ''مالِ کثیر'' دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔''

تو حضرت عمر نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ كُلُّ اَحَدٍ اَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ۔

اے اللہ! ہر ایک، عمر سے زیادہ فقیہ و سمجھ دار ہے۔

پھر منبرِ رسول پر چڑھ کر یہ اعلان فرمایا:

''حضرات! میں نے آپ لوگوں کو چار سو درہم (۵) سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے منع کیا تھا۔ اب آپ کو اختیار ہے جو شخص جتنا چاہے، مہر مقرر کرسکتا ہے۔

یہ حدیث، محدثِ جلیل ابو یعلیٰ وغیرہ نے حضرت مسروق ﷛ سے روایت کی ہے۔ ایسا ہی تیسیر میں ہے۔ (۶)

کہاں حضرت فاروق اعظم جیسا بارُعب اور صاحبِ جلال امیر المومنین اور کہاں ایک عام خاتون۔ مگر خاتون نے ان کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اُن پر اعتراض کردیا تو حضرت عمر نے اسے اپنی شانِ جلالت وفقاہت و امارت میں بے ادبی نہ سمجھا۔ بلکہ اعتراض کی معقولیت کے

Marfat.com

آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے فوراً اپنا فرمان واپس لے لیا۔ کاش کہ یہ جذبۂ خیر آج بھی بیدار ہو جاتا۔

یہاں اِس بات کو بھی ذہن میں رکھیں کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سُنّتِ رسول وسُنّتِ صحابہ کو دلیل بنا کر ایک حکمِ شرعی جاری فرمایا تھا اور اس قریشی خاتون نے قرآنِ حکیم کی آیۂ کریمہ کو دلیل بنا کر ان سے اختلاف کیا تھا۔

"قِنطار" کا معنیٰ ہے "مالِ کثیر" اور مالِ کثیر کا اطلاق چار سو درہم سے زیادہ پر بھی ہوتا ہے۔

یہ الگ الگ دو دلیلوں کی بنیاد پر اَحکام میں اختلاف ہوا تھا، اور علم وفضل کے لحاظ سے بہت چھوٹے اور بڑے کے درمیان ہوا تھا، مگر اس اختلاف کا اثر، دلائل کی حدوں سے آگے نہ بڑھا، تو آج بھی ان حدوں سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔

پھر یہاں اِس حیثیت سے سوچیے کہ حضرت فاروقِ اعظم اپنے عہدِ خلافت میں تمام صحابہ سے بڑے عالم وفقیہ تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے فقیہِ جلیل جن کے بحرِ فقاہت سے فقہِ حنفی کا سوتا پھوٹا ہے، حضرت فاروقِ اعظم کے تلمیذِ رشید وتربیت یافتہ تھے۔

آپ کی جلالتِ علم وفقہ کے آگے اس خاتون کی کیا حیثیت تھی مگر کسی نے یہ نہ کہا کہ

"چھوٹا منہ بڑی بات" چپ رہو۔

یہ ہے فقہ وشریعت کے معاملے میں آزادیٔ گفتار کا حق۔ اس کو سامنے رکھ کر سوچا جائے کہ آج ہم کیسی فضا میں سانس لے رہے ہیں۔ کل کے دَور میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ "کس نے کہا" بلکہ صرف یہ دیکھا گیا کہ "کیا کہا۔" آج ہم سب کے لئے یہ سب کچھ مقامِ عبرت ہے۔

حضرت معاذ بن جبل کا حضرت فاروق اعظم سے اختلاف:

ایک عورت، خلافتِ فاروقی میں زنا کی مُرتکب ہوئی۔ وہ حمل سے تھی۔ جب اس کا مقدمہ، حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش ہوا تو آپ نے اسے کوڑے مارنے کا ارادہ کرلیا۔

اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَاجَعَلَ اللّٰهُ عَلیٰ مَافِی بَطْنِهَا سَبِیْلاً۔

اللہ نے اس کے پیٹ کے بچے پر (حد قائم کرنے کے لئے) کوئی راہ نہیں رکھی۔"

اور کوڑے کی مار کا اثر بچے تک پہنچ سکتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑے لگانے سے ہاتھ روک لیا۔ دوسرے صحابۂ کرام بھی خاموش رہے۔ جو، ان کے اجماعِ سکوتی کی دلیل ہے۔ (۷)

Marfat.com

یہ علم، فضل، منصب، ہر لحاظ سے چھوٹے کا بڑے سے اختلاف ہے۔ مگر بڑے کے دل میں ناگواری کا کچھ غبار بھی آیا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دلیل کی بناء پر حد کا ارادہ فرمایا کہ قرآنِ عظیم نے زانیہ کو کوڑے مارنے کا حکم دیا ہے۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا اختلاف اس دلیل کی بناء پر تھا کہ مجرمہ، عورت ہے، اس کے پیٹ کا بچہ تو نہیں۔

یہ اختلاف، دو دلیلوں کی بنیاد پر رونما ہوا تھا۔ وہ بھی کم رتبہ اور بلند رتبہ کے درمیان۔ مگر کم رتبہ کی دلیل کی بناء پر بچے کو کوڑے کے اثر سے بچانا ضروری تھا اس لئے حد کا حکم پیدائش تک ملتوی ہوا اور حاضرین صحابہ نے اس سے اتفاق کیا۔

اس سے صاف عیاں ہے کہ فہمِ دلیل بڑے کا ہی حصہ نہیں۔ اور کم رتبہ کا استدلال، وزنی ہو تو بلند رتبہ کو بھی بلاچوں وچرا اُسے تسلیم کر لینا چاہیے؟ یہی سُنّتِ صحابہ ہے۔

میرے دوستو اور مہربانو! اس پر عمل پیرا ہو کر مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي۔(۸) کے اچھے مصداق بنو۔ سُنّی ہو تو سُنّتِ صحابہ پر چلو۔

حضرت علی سے قاضی شریح کا اختلاف:

حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ تابعی ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اعلیٰ درجہ کے صحابیِ رسول۔ وہ بھی خلیفۃ النبی اور امیر المومنین۔ دونوں کے علم، فقہ، فضل، کمال اور منصب میں بے پناہ تفاوت ہے۔ مگر شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی کے خلاف اپنے ہی مقرر کردہ قاضی، حضرت شریح کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا اور شہادت کے لئے اپنے بیٹے، حَسن اور غلام قنبر رضی اللہ عنہ کو پیش کیا تو قاضی شریح نے ان کی یہ شہادت رَد کر دی۔

کیوں کہ بیٹے اور غلام کی گواہی، باپ اور آقا کے حق میں مقبول نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امام حَسن رضی اللہ عنہ کو اس لئے شاہد کی حیثیت سے پیش کیا تھا کہ وہ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں تو اور کسی بیٹے کی گواہی، باپ کے حق میں گو کہ نامقبول ہو مگر جو بیٹا، اہلِ جنت سے ہے اُس کی گواہی تو باپ کے حق میں مقبول ہونی چاہیے۔

امیر المومنین اور ان کے قاضی میں یہ اختلاف دو دلیلوں کی بنیاد پر ہوا تھا اور دونوں دلیلیں سرکارِ دوعالم ﷺ کی احادیثِ شریفہ ہیں۔

Marfat.com

اب آپ امام جلال الدین سیوطی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ کی کتاب "تاریخ الخُلفاء" سے یہ حیرت انگیز واقعہ پڑھیے:

"دراج نے حضرت شریح قاضی سے روایت کی کہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگِ صفین میں جانے لگے تو آپ کی زِرہ کھوگئی۔ جب جنگ ختم ہوگئی اور آپ کوفہ واپس تشریف لائے تو آپ نے ایک یہودی کے پاس اس زِرہ کو دیکھا۔ آپ نے اس یہودی سے فرمایا کہ:

یہ زِرہ میری ہے، نہ میں نے بیچی، نہ ہبہ کی، پھر تیرے پاس کیسے؟

اس نے کہا کہ: یہ میری زِرہ ہے اور میرے ہی قبضہ میں ہے۔"

آپ نے فرمایا کہ میں قاضی کے یہاں دعویٰ کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ، قاضی شریح کے یہاں گئے۔ قاضی شریح نے کہا کہ: آپ کا دعویٰ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ میری زِرہ ہے۔ نہ میں نے اس کو بیچا، نہ ہبہ کیا۔

قاضی شریح نے یہودی سے کہا کہ: تمہارا کیا جواب ہے؟

اس نے کہا کہ: زِرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔"

قاضی شریح نے کہا، امیر المومنین آپ کا کوئی گواہ ہے؟

آپ نے اپنے ایک غلام قنبر اور اپنے بیٹے امام حَسن رضی اللہ عنہ کو پیش کیا۔

قاضی شریح نے کہا کہ: بیٹے کی گواہی باپ کے واسطے، ناجائز ہے۔

تو امیر المومنین نے فرمایا کہ: اہلِ جنت کی گواہی، ناجائز ہے؟ حالاں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حَسن اور حُسین رضی اللہ عنہما جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔"

اتنے میں یہودی چلا اٹھا کہ:

یا امیرَ المومنین! آپ امیر المومنین ہیں پھر بھی آپ مجھے قاضی کے پاس لائے اور وہ قاضی، آپ سے عام آدمیوں کی طرح جرح وقدح کررہا ہے۔ اور یہی آپ کے دین کی صداقت کی دلیل ہے۔

بے شک یہ زِرہ آپ کی ہے۔ میں مسلمان ہوتا ہوں:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔(۹)

یہ اختلاف، صغیرہ وکبیرہ کا نہیں بلکہ اصغر واکبر کا ہے۔ مگر حضرت مولائے کائنات نے جس

Marfat.com

کی شان ہے:

شاہِ مرداں، شیرِ یزداں، قوتِ پروردگار

لافَتیٰ اِلَّا عَلِی لا سَیفَ اِلَّا ذُوالفِقَار

ہزار اقتدار اور پاور کے باوجود، حضرت قاضی شریح کو اُف تک نہ کہا۔

آج بھی اسی طور پر فقہ و فقہا کا احترام ہونا چاہیے،

نہ کہ کمزور اور بے سہارا سمجھ کر بُرا بھلا کہنا چاہیے۔

جُدا گانہ اَحکام اور اختلاف میں فرق کی وضاحت: پھر ہر جگہ دو جُدا گانہ احکام دیکھ کر اُسے "اختلاف" نہیں سمجھنا چاہیے۔ "اختلاف" سے پہلے "فرقِ احکام" کے مختلف مَراتب ہیں جن میں قائل اور عامل کی طرف اختلاف کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔

ہم یہاں تفہیم کے لئے چند مَراتب کی مختصراً وضاحت کرتے ہیں۔

(۱) مفہومِ مخالف سے استدلال:

کسی فقیہ و مجتہد کے کلام سے دو طرح کے معانی کا اِفادہ ہوتا ہے:

ایک منطوق۔ یعنی کہی ہوئی بات، اپنے الفاظ سے بیان کیا ہُوا حکم۔ دوسرا مفہومِ مخالف۔ اس کا ذکر، الفاظ میں نہیں ہوتا، مگر کہی ہوئی بات میں حکم کے لئے جو شرط یا قید مذکور ہے، اس کے نہ پائے جانے سے ذکر کیے ہوئے حکم کے خلاف، دوسرا حکم خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔

اسی کو کلام کا "مفہومِ مخالف" کہا جاتا ہے۔ مثلاً: کوئی کہے کہ "جنت میں جاتے وقت ہر عورت، جوان ہوگی۔" یہ منطوق ہے۔ اور اس کا مفہومِ مخالف یہ ہے کہ "کوئی بُوڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔"

فرض کیجیے کہ وہ بات کسی صحابیِ رسول کی ہو، اور آج اُس کو سامنے رکھ کر کوئی عالمِ دین کہے کہ "کوئی بُوڑھیا جنت میں نہیں جائے گی۔" تو کیا اس نے صحابیِ رسول سے اختلاف کر دیا؟

ایسا ہرگز نہیں۔ وہ تو صحابیِ رسول کے کلام سے ہی اِستدلال کر رہا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ یہ اِستدلال، کلام کے "مفہومِ مخالف" سے ہے۔ مگر ہے تو کلام ہی کا مفہوم و مراد۔ اب کوئی یہ کہے کہ تم نے صحابیِ رسول سے اختلاف کیا تو یہ بڑی عجیب بات ہوگی۔

Marfat.com

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَالرِّضْوَان بہت بڑے فقیہ تھے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ فقیہ بے مثال تھے۔ان کے کلام میں بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہے۔ مثلاً: ایک جگہ فرماتے ہیں:

"اگر پانی پر دشمن ہے اور وہ وضو و غسل کو منع کرتا اور ضرر رسانی کی دھمکی دیتا ہے، جس پر وہ قادر ہے۔ جب تو تیمم سے پڑھ لے اور پھر وضو سے اِعادہ کرے۔"(۱۰)

اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ:

پانی پر دشمن ہے مگر وہ وضو و غسل سے منع نہیں کرتا، نہ ضرر رسانی کی دھمکی دیتا ہے تو وہ تیمم سے نہ پڑھے بلکہ وضو کر کے پڑھے۔"

تو کیا یہ "فوائدِ رضویہ" کے خلاف اور اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ سے اختلاف ہے؟

اللہ اللہ! یہ خلاف و اِختلاف کیسا؟ یہ تو صاف صاف اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کا اِتِّباع ہے۔ ایک شخص، اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ کے کلام سے اِستدلال کرے پھر بھی وہ اختلاف ہو جائے؟

دوستو! اب یہ سوچ بدل ڈالو، ورنہ بہت سے صحابہ و تابعین اور اپنے فُقہائے مذہب سے اختلاف، لازم آئے گا۔ بلکہ فقہِ شافعی میں تو براہِ راست اللہ جَلَّ شانُہٗ اور اس کے رسولِ معظّم ﷺ سے بھی اختلاف لازم آئے گا۔ کیوں کہ وہ کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول میں بھی "مفہومِ مخالف"، معتبر مانتے ہیں۔

مسافرو! رَوِشِ کارواں، بدل ڈالو۔

(۲) **اَشباہ وَنظائر میں فَرق اَحکام:** کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو مسئلے ایک دوسرے کے مشابہ اور ایک دوسرے کی نظیر ہوتے ہیں۔ مگر دونوں میں کوئی باریک فرق ہوتا ہے جس کے باعث دونوں کے احکام الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ اب اس باریک فرق کی وجہ سے اگر کوئی فقیہ، ایک نظیر کا حکم اس کے مشابہ دوسری نظیر پر جاری کرنے کے بجائے اس کے سوا دوسرا حکم صادر کرے تو

Marfat.com

اسے اختلاف نہیں کہیں گے۔ کیوں کہ یہاں واقع میں "صورتِ مسئولہ" الگ الگ ہوگئی ہے۔ایک مسئلے کی صورت وصفت کچھ ہے اور دوسرے مسئلے کی صورت وصفت کچھ اور۔

اور جب صورتِ مسئلہ بلفظِ دیگر صفتِ مسئلہ ہی بدل جائے تو لازمی طور پر حکم بھی ضرور بدلے گا۔

"اختلاف" اُس وقت ہوتا جب دونوں مسئلوں کی صورت وصفت ایک ہوتی پھر بھی ایک فقیہ کچھ حکم دیتا اور دوسرا فقیہ اس کے برخلاف کچھ اور حکم دیتا۔

ہدایہ میں اس طرح کے بے شمار مسائل ہیں۔ اور فاضلِ جلیل، محقق ابن نُجَیم مصری حنفی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے تو ایسے ہی مسائلِ کثیرہ کے فرق کو واضح کرنے کے لئے اپنی کتاب "اَلْاَشْبَاہ وَالنَّظَائِر" کا ایک باب" اَلْفَنُّ الثَّالِثُ فِی الْجَمْعِ وَالْفَرْقِ۔" کے عنوان سے قائم کیا ہے ۔بلکہ اسی طرح کے مسائل کی وجہ سے اس کتاب کا نام "اَلْاَشْبَاہ وَالنَّظَائِر" رکھا ہے۔ یہ کتاب، کافی ضخیم ہے۔

ایک دو مثالیں آپ بھی ملاحظہ کیجئے:

(الف) مشہور صحابیِ رسول، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ:

ایک اعرابی نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا تو انھوں نے میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے سے جُدا ہونے کا حکم صادر کر دیا۔ کیوں کہ ان کے پیشِ نظر حضور سید عالم ﷺ کی یہ حدیث تھی کہ

دودھ پینے سے وہ اَفراد، حرام ہو جاتے ہیں جو نَسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ فتویٰ جاننے کے بعد اُن سے فرمایا:

اِنَّ مُدَّۃَ الرَّضَاعِ سَنَتَانِ بِالنَّصِّ۔(۱۱)

دودھ پینے کی مدت، حدیث سے دو سال ہے۔"

یہاں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک ہی طرح کے دو مسئلوں میں تشابُہ ہوگیا۔ ایک: بچے کا دودھ پینا۔ دوسرا: جوان کا دودھ پینا۔ دونوں جگہ "دودھ پینا" پایا گیا۔ لہٰذا دونوں کا حکم بھی یکساں ہوگا۔ مگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وجہِ فرق بیان فرما کر ان کے تشابُہ کو دور فرما دیا۔

تو یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا اختلاف نہیں بلکہ دو مشابہ مسئلوں سے پیدا ہونے والے اشتباہ کا ازالہ ہے۔

(ب) زمین بیچی تو

☆اس میں لگے چھوٹے، بڑے پیڑ بھی زمین کی بیع میں شامل ہوں گے۔

☆مگر زمین میں لگی ہوئی کھیتی، بیع میں شامل نہ ہوگی۔ (۱۲)

یہ دونوں مسئلے ایک دوسرے کے اَشباہ ونظائر سے ہیں۔ اس لئے بادِی النظر میں سمجھ میں یہی آتا ہے کہ دونوں کا حکم ایک ہونا چاہیے۔ مگر فقہا کی نظر بڑی دقیق ہوتی ہے۔ وہ وجہِ فرق کو خوب سمجھتے ہیں۔ اِس لئے دونوں کا حکم، الگ الگ بیان فرمایا۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

لِاَنَّهٗ مُتَّصِلٌ بِهٖ لِلْقَرارِ فَاَشْبَهَ الْبِناءَ—لِاَنَّهٗ مُتَّصِلٌ بِهٖ لِلْفَصلِ فشابَهَ الْمَتاعَ الَّذِي فِيْهِ۔

درخت، زمین میں باقی رہنے کے لئے لگا ہے تو وہ عمارت کے مشابہ ہے۔ اور کھیتی، کٹنے کے لئے لگی ہے تو وہ مکان میں رکھے ہوئے سامان کے مشابہ ہے۔

(ج) پھل، خرید کر درخت پر چھوڑ دیا اور درخت کو پھلوں کے پکنے کے وقت تک کے لئے کرائے پر لے لیا تو پھلوں کے بڑھنے سے جو اضافہ ہوگا وہ خریدار کے لئے حلال ہے۔

اور اگر گیہوں یا دھان وغیرہ کی کھیتی خرید کر زمین میں چھوڑ دی اور زمین کو کھیتی کے پکنے کے وقت تک کے لئے کرائے پر لے لیا تو کھیتی میں دانوں کے بڑھنے کی وجہ سے جو اضافہ ہوگا وہ خریدار کے لئے حلال نہیں۔

وجہ یہ ہے کہ درخت کو کرائے پر لینا باطل ہے اور باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا، اس لیے اس کے ساتھ درخت کے مالک کی طرف سے جو اجازت پائی گئی وہ صحیح ہے۔

اس کے برخلاف زمین کا اِجارہ، کھیتی پکنے کی میعاد، مجہول ہونے کی وجہ سے فاسد ہے۔ یعنی اِجارے کا وجود تو ہے مگر ناجائز وجود ہے۔ تو اس کے ضمن میں زمین مالک کی طرف سے جو اجازت پائی گئی وہ بھی ناجائز ہوگئی۔ (۱۳)

اَلْغَرَض اِس طرح کے بے شمار مسائل ہیں۔ اگر آپ ''بہارِ شریعت'' غور سے پڑھیں تو خود اس میں اس نوع کے سیکڑوں مسائل آپ کو ملیں گے جو دیکھنے میں ایک جیسے ہوں گے مگر احکام میں فرق بہت زیادہ ہوگا۔ مثلاً: ایک حلال ہوگا تو دوسرا حرام۔ ایک صحیح و درست ہوگا تو دوسرا فاسد و نادرست۔

(د) آج کے زمانے میں بھی اس طرح کے مسائل پیدا ہو چکے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں کئی مقامات پر ہے کہ:

☆ دربارۂ ہلال، تار و خط و ٹیلی فون کی خبر کا کوئی اعتبار نہیں۔"

اور اسی میں ایک دوسرے مقام پر ہے کہ:

☆ حاکمِ شرع کے توپ اور ڈھنڈورا وغیرہ کی آواز، دربارۂ ہلال، معتبر ہے۔"

بظاہر دونوں مسئلے ایک دوسرے کے مشابہ اور ایک دوسرے کی نظیر ہیں۔ مگر دونوں کا حکم، الگ الگ ہے۔ وجہِ فرق یہ ہے کہ پہلے مسئلے کا تعلق حاکمِ شرع کے حق میں ثبوتِ ہلال سے ہے اور دوسرے مسئلے کا تعلق عوام النّاس کے حق میں ثبوتِ ہلال سے ہے۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ: تار و خط اور ٹیلی فون کی خبر سے حاکمِ شرع کے حق میں چاند کا ثبوت نہ ہوگا اور توپ وغیرہ کی آواز سے ثابت شدہ چاند کا اعلان، عوام کے لئے معتبر اور حُجت ہوگا۔

(ہ) مثلاً: فرض کیجیے ایک تنظیم نے دہلی جانے کے لئے ریل بک کرائی۔ جسے ڈرائیور چلاتا، روکتا ہے۔ اور ایک ریل، مرکزی حکومت نے دہلی بھیجی۔ اسے بھی ڈرائیور ہی چلاتا، روکتا ہے۔ یعنی دونوں صورتوں میں ریل چلانے، روکنے کا کام، بندہ ہی کرتا ہے اور دونوں صورتوں میں وہ بندہ، محکمۂ ریل کا ہی ملازم ہے۔ تو یہاں یہ تشابُہ لگ سکتا ہے کہ دونوں کا حکم ایک ہوگا۔ مگر حق یہ ہے کہ دونوں کے درمیان ایک بڑا باریک فرق ہے اس لئے دونوں کا حکم، الگ الگ ہوگا۔

وجہِ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں ریل، خودمختار تنظیم کے ماتحت چل رہی ہے۔ اس لئے یہاں اس کی مرضی اور اصولوں کا لحاظ ہوگا۔ اور دوسری صورت میں حکومتِ ہند کے محکمۂ ریل کے ماتحت چل رہی ہے، لہٰذا وہاں حکومت کی مرضی اور اصولوں کا لحاظ ہوگا۔

(مزید تفصیل و تحقیق کے لئے راقم کا مضمون "نماز کے احکام پر ریل کے بدلتے نظام کا اثر" کا مطالعہ، ماہ نامہ کنز الایمان، دہلی شمارہ جولائی ۲۰۱۳ء میں فرمائیں۔ ماہ نامہ، سنّی دعوتِ اسلامی، ممبئی اور ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں بھی پڑھ سکتے ہیں)

آج کل اس طرح کے مسائل میں بھی کبھی کبھی "اختلاف و انحراف" کی "صدائے بازگشت" سننے میں آتی ہے۔ حالاں کہ اس کا اختلاف سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسے مسائل کو دقتِ نظر کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے ورنہ تھوڑی عجلت بھی "تشابُہ" کا سبب بن سکتی ہے۔

Marfat.com

ہاں! کسی فقیہ پر وہ فرقِ لطیف، واضح نہ ہوا اور اس نے دیانت داری کے ساتھ دل میں خدا کا خوف رکھتے ہوئے اپنی پوری کوشش، حقیقت تک رسائی اور حکم کے اِستخراج میں صرف کردی، مگر اس کا دل اسی پر جمتا ہے کہ دونوں ایک ہیں۔ تو اب یہ "تشابہ" نہیں بلکہ "تحقیق وتحری قلب" ہوگا۔ ایسے صاحبِ اجتہاد فقہا کے اقوال کو باہم ایک دوسرے سے اختلاف کہہ سکتے ہیں۔ مگر ان حضرات پر بھی جب فرق واضح ہو جاتا ہے تو فوراً حق کی طرف رجوع فرما لیتے ہیں اور اُس وقت ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ اختلاف فی الواقع صورتِ مسئلہ کا اختلاف تھا، نہ کہ اختلافِ حکم۔ ؎

اللہ کرے آپ سمجھ جائیں مری بات۔

(۳) اکابر فقہا کے درمیان، دلائل کی بنیاد پر اختلاف ہُوا اور بعد کے لوگوں نے ایک فقیہ کا اِتباع کیا تو اسے بھی (بعد کے لوگوں کا) اختلاف نہیں کہتے۔

مثلاً: امامِ اعظم اور صاحبین رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف ہوا۔ پھر بعد میں اَصاغر نے امامِ اعظم کا اِتباع کیا۔ یا صاحبین اور حضرت غوثِ پاک رضی اللہ عنہ میں اختلاف ہوا اور اصاغر صاحبین کا اتباع کریں تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ: اصاغر نے حضرت غوثِ پاک یا صاحبین سے اختلاف کیا۔

سیدی اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلِّد ہیں اور طریقت میں حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے سلسلے کے مُرید معتقد، جن کی شان میں آپ نے عرض کیا ہے:

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع

جو مِرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

اور سب کو معلوم ہے کہ فقہی فرعی مسائل میں امام ابوحنیفہ کا مذہب الگ ہے اور حضرت غوثِ پاک کا مذہب الگ۔ تو امام ابوحنیفہ کی اِتباع کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ نے غوثِ پاک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے اختلاف کیا۔

اب فرض کیجیے کہ امام حَسَن بن زیاد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا کوئی قول مَروی ہو اور امام ابوحنیفہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا اصل مذہب اس کے سوا ہو۔ پھر مشائخ حنفیہ کا ایک طبقہ، اصل مذہب پر فتویٰ دے اور دوسرا طبقہ اس سے عدول کر کے قولِ مَروی پر فتویٰ دے۔

اس کے ایک زمانہ بعد کسی دینی ضروری مصلحت کی بنا پر بعد کے فقہا، پہلے طبقہ کے مشائخ کا قول اپنا لیں۔ تو کیا یہ دوسرے طبقۂ مشائخ سے اختلاف ہوگا؟ ایسا نہیں۔

Marfat.com

ہاں! اختلاف ان مشائخ کرام کے درمیان ہے اور یہ بعد کے فقہا تو انھیں میں سے ایک دوسرے کی پیروی کرنے والے ہیں۔

فتاویٰ عالم گیری میں اِستِصناع (فرمائشی بیع) کے باب میں امامِ اعظم اوران کے صاحبین کے درمیان یہ اختلاف مذکور ہے کہ فرمائشی بیع میں سامان دینے کی مدت ایک ماہ سے کم ہو تو امام کے نزدیک استصناع ہے ورنہ سَلم۔

مگر صاحبین رَحِمَهُمَا اللّٰهُ فرماتے ہیں کہ یہ مدت ایک ماہ یا اُس سے زیادہ ہو تو بھی استصناع ہی ہے۔

اِس اختلاف کے رونما ہونے کے بارہ سو برس بعد ''شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف'' نے ایک دینی مصلحت کی بنا پر صاحبین رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالیٰ کے مذہب کو اختیار کر کے اس کے مطابق ،فیصلہ صادر کر دیا۔

تو کیا یہ اربابِ شرعی کونسل کا امامِ اعظم سے اختلاف ہے؟ ایسا نہیں۔

ان حضرات نے تو صاحبین کا دامن تھاما ہے لِهٰذا، ان حضرات کی طرف امامِ اعظم رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالیٰ عَلَیْهِ سے اختلاف کی نسبت نہیں کرنی چاہیے۔

یہ ایک حُسنِ اتفاق ہے کہ اس باب میں ہمارے فقہائے اہلِ سُنّت کی ایک جماعت ''مجلسِ شرعی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور'' کے فقہی سیمینار میں پہلے ہی یہ فیصلہ کر چکی تھی۔ پھر چار سال بعد شرعی کونسل بھی اسی نتیجے پر پہنچی۔

(۴) جو اَحکام، زمانہ کے بدلنے کی وجہ سے بدلتے ہیں وہ بھی ''اختلاف'' کے دائرے میں نہیں آتے۔ سات (۷) طرح کے اَحکام ہیں جو ضرورت، حاجت، عمومِ بلویٰ، عُرف، تعامُل، دینی ضرورت مصلحت کی تحصیل اور فسادِ موجود یا مظنون بظَنِّ غالب کے اِزالہ کی بنیادوں پر گردش کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ بنیادیں زمانے کے بدلنے کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں اس لئے احکام بھی بدلتے رہتے ہیں۔

فقہا فرماتے ہیں کہ محتاج کے لئے سودی قرض لینا جائز ہے۔'' لیکن زمانے کے بدلنے کے ساتھ 'محتاج'' غنی ہو گیا تو فقہ کا ایک ادنیٰ طالب عالم بھی کہے گا کہ

Marfat.com

اسے سودی قرض لینا، جائز نہیں۔

تو کیا یہ فقہا سے طالبِ علم کا اختلاف ہے؟ ایسا نہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ حالت کے بدل جانے سے حکم، خود ہی بدل گیا ہے اور طالبِ علم اسی کو بیان کر رہا ہے۔

شیر خوار بچے کو ننگا رہنا جائز ہے اور جوان کو ننگے رہنا حرام۔ اسے تو عوام بھی سمجھتے ہیں کہ یہ دو فقہا کا اختلاف نہیں۔ بلکہ حالات کے بدلنے کا لازمی اثر ہے۔

پھر اختلاف کسے کہا جائے؟

اب سوال یہ ہے کہ جب ''اختلاف'' یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں۔ تو پھر ''اختلاف'' کسے کہا جائے؟

جواباً عرض ہے کہ جہاں پہلے والے حکم کی دلیل وعِلّت الگ ہو اور بعد والے حکم کی دلیل وعِلّت بھی الگ ہو۔ اور مسئلہ اَشباہ ونظائر سے نہ ہو، نہ ہی اختلاف کرنے والے دو فقہا کے مختار ومفتی بہ اقوال میں سے کسی کا اختیار واِتباع ہو، نیز اس کی بنیاد، ساتوں شرعی اسباب میں سے کسی سبب مثلاً: ضرورت، حاجت یا عُرف وتعامُل وغیرہ پر نہ ہو، نہ ایک ہی قول کے منطوق ومفہومِ مخالف کی وجہ سے فرقِ احکام ہو۔ وہ اختلاف ہے۔

کیوں کہ مسئلہ اگر اَشباہ ونظائر سے ہو تو وہاں فرقِ اَحکام، صورتِ مسئلہ کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہوگا۔ اور یہ فُقہا کا باہمی اختلاف نہیں۔ اور اکابر فقہا کے درمیان اختلافِ اقوال وتصحیح ہو تو ان میں سے کسی فقیہ کی پیروی کرنے والے کی طرف اختلاف کی نسبت نہ ہوگی۔

ہمارا کام ہے ان میں سے کسی ایک کا اتباع، ہم نے وہی کیا ہے۔

اور مسئلے کی بنیاد، ساتوں اسبابِ شرعیہ میں سے کسی سبب پر ہو تو یہ سبب و بنیاد بدلنے سے حکم میں تبدیلی ہوگی، نہ کہ یہ فقہا کا باہمی اختلاف ہوگا۔

Marfat.com

فرقِ احکام ایک ہی "قول" کے منطوق ومفہومِ مخالف کی وجہ سے ہوتو بہر صورت، صاحب قول کااِتباع ہے، نہ کہ ان سے اختلاف۔

تو کسی کی طرف اختلاف کی نسبت اُس وقت کریں گے جب مسئلہ ان چاروں صورتوں میں سے نہ ہو۔

یہ "اختلافِ فقہی" کا ایک سادہ سا تعارف ہے۔ ورنہ گہرائی میں اُتر کر کلام کیا جائے تو اس کا دائرہ اور محدود ہو سکتا ہے۔

اس لئے کسی مسئلے میں اگر آپ "فرقِ احکام" بلفظِ دیگر "جُداگانہ احکام" دیکھیں تو درج بالا صورتوں کو سامنے رکھ کر اچھی طرح غور فرمائیں اور بلاتحقیق کسی کی طرف "اختلاف" کی نسبت کرنے سے اِحتراز کریں اور کم از کم فُقہا کو تو، یہ لفظ بولتے وقت اپنی عظمتِ شان کا اِحترام کرنا ہی چاہیے۔

☆ حنفی مذہب میں کیکڑا، حرام ہے اور شافعی مذہب میں حلال۔

☆ ہمارے مذہب میں امام کے پیچھے قرآن پڑھنا، ناجائز ہے۔ اور شافعی مذہب میں جائز۔ بلکہ واجب۔

☆ اپنے مذہب میں نماز میں درود شریف پڑھنا سُنّت ہے اور شافعی مذہب میں فرض۔

☆ ہمارے مذہب میں نماز کے قَعدۂ اولیٰ میں بھول کر درود شریف پڑھنے سے سجدۂ سہو، واجب ہوگا اور شافعی مذہب میں نہیں۔

☆ اپنے مذہب میں اگر کوئی شخص جانور ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہ قصداً نہ پڑھے تو جانور، حرام ہے مگر شافعی مذہب میں حلال۔

☆ ہمارے یہاں شرم گاہ کو چھونا، ناقضِ وضو نہیں اور شافعی مذہب میں ہے۔

☆ اپنے مذہب میں کوئی عورت، کسی عورت کے ساتھ سفرِ حج کو نہیں جا سکتی اور شافعی مذہب میں جا سکتی ہے۔

یہ ہے "اختلاف" اور یہ ہے ائمۂ کرام کے درمیان اختلافِ مذاہب کی ایک ہلکی سی جھلک۔ ورنہ چاروں ائمۂ مذاہب کے درمیان ایسے بہت سے مسائل میں اختلافات ہیں

Marfat.com

بلکہ خود اپنے (حنفی) مذہب میں اپنے ائمہ کے درمیان بھی کثیر مقامات پر فروعی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ استاذ اور شاگرد میں اختلافات ہیں۔اور یہ اختلافات چوں کہ خیرِ اُمّت کے ہیں اس لئے یہ بجائے خود رحمت بھی ہیں۔

اس کی وضاحت کے لئے دو مسئلے پڑھیں:

نائب مفتیِ اعظم، حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ لکھتے ہیں:

''قنوتِ نازلہ میں دعا، قبل رکوع ہے یا بعدِ رکوع؟ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ ''قبلِ رکوع'' ہے اور صدرُ الافاضل، حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی کا فتویٰ ہے کہ بعدِ رکوع۔

اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کا فتویٰ ہے کہ مزامیر کے ساتھ قوالی، مطلقاً ناجائز ہے۔ مگر ہمارے اکابرِ اہلِ سُنّت کا ایک طبقہ اسے جائز جانتا ہے۔ اور نہ صرف جائز جانتا ہے بلکہ سلوک میں مُمِد و مُعاوِن جان کر اسے سنتا بھی ہے اور سناتا بھی ہے۔'' (۱۴)

یہ واقعی اختلاف ہے۔ پھر بھی اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ اور صدرُ الافاضل اور حضرت اشرفی میاں عَلَیْہِمُ الرَّحْمَۃ کے درمیان، رشتۂ محبت برابر قائم رہا اور فقہی اختلاف قلبی اختلاف کا باعث نہ بن سکا۔

آج کے دَور میں ہمارے عُلمائے محققین، نو پیدا مسائل میں جو تحقیقات فرماتے ہیں وہ اختلافات کی حدوں سے بہت دور ہیں۔ وہ تو اپنے بزرگوں کے کلامِ مطلق یا کلامِ عام یا کلام کے مفہومِ مخالف کا سہارا لیتے ہیں۔

یا پھر ساتوں شرعی بنیادوں کی گردش سے جہاں حکم میں تبدیلی ہو رہی ہوتی ہے اس کا انکشاف فرماتے ہیں۔

واضح ہو کہ عہدِ رسالت و عہدِ صحابہ سے لے کر آج کے عہدِ انحطاط تک، ساتوں شرعی بنیادوں کی گردش کے باعث بدلنے والے اَحکام، بے شمار ہیں۔

اور آج کے فقہائے محققین جو عرق ریزی فرما رہے ہیں یا فرما چکے ہیں، اس کا رشتہ، عہدِ صحابہ و عہدِ رسالت سے جُڑا ہوا ہے اور اس روِشِ نیک پر انگلی اٹھانا، اچھی بات نہیں۔

تاہم اب بھی کوئی وہی راگ الاپے جائے تو ہم اسے ''سلام'' کہیں گے اور امامِ عشق و محبت اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے بقول، عرض کریں گے۔:

Marfat.com

چھوڑ کے نغمۂ حجاز، دیس کی چیز گائی کیوں؟

☆☆☆

(۱) صحابۂ کرام کی مدح میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ:
''آپس میں رحم دل ہیں'' (س، الفتح:۴۸، آیت:۲۹)

(۲) حضور سیدِ عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:
''جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے وہ ہم سے نہیں۔''
(سُنَنُ الترمذی، بابُ مَاجَاءَ فِی رَحْمَةِ الصِّبْیَان)

(۳) القرآنُ المجید، س، المائدہ:۵، آیت: ۸۔

(۴) القرآنُ المجید، س: النساء ٤، آیت: ۲۰۔

(۵) ۴۰۰ سو درہم برابر ۱۱۲ روپے انگریزی اور یہ ۱۳۰۶،۳۶۸ گرام چاندی کے برابر ہے۔ یعنی ایک کلو ۳۰۶ گرام۔ ۳۶۸ ملی گرام۔ از: مؤلف غُفِرَلَهٗ۔

(۶) فَوَاتِحُ الرَّحمُوت، ص:۲۹۳، ج:۲، اصل ثالث: اِجماع۔

(۸) یہ ارشادِ رسول ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یارسولَ الله ! جنتی گروہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا:
''وہ گروہ جو میری اور میرے صحابہ کی سُنّت پر ہو۔'' (جامعُ الترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی اِفتراقِ هذِهِ الأمّة -وسُنَنِ ابن ماجه، کتاب الفِتَن، باب اِفتراقِ الأمَم)

(۹) تاریخُ الخُلفاء، مترجَم، ص: ۲۳۳،۲۳٤۔

(۱۰) فوائدِ رضویه برحاشیهٔ فتاویٰ رضویه، جلدِ اول، ص:٦١٦.

(۱۱) فَواتحُ الرَّحمُوت، ص:۲۹۳، ج:۲، اصل ثالث، اِجماع۔

(۱۲) هِدایه، ص:۸، ج:۳، مجلس البرکات، مبارك پور.

(۱۳) هِدایه، کچھ شرح کے ساتھ، ص:۱۱، ج:۳، کتاب البیوع، مجلس البرکات۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور۔

(۱۴) اسلام اور چاند کا سفر، ص: ۱۰۔ مؤلفہ مفتی محمد شریف الحق امجدی۔

خطبۂ صدارت، فقہی سمینار
پونہ ، مہاراشٹر

از مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

بَعدَالحَمدِ وَالصَّلوٰۃِ۔

حضرات! یہ دار العلوم قادریہ، پونہ (مہاراشٹر) کے زیر اہتمام مجلسِ شرعی، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کا اِکیسواں فقہی سیمینار ہے جو مہاراشٹر کے مشہور شہر پونہ کی سرزمین پر منعقد ہو رہا ہے۔

میں اِس سیمینار (۱۵ تا ۱۷ صفر ۱۴۳۵ھ/۱۹ تا ۲۱ دسمبر ۲۰۱۳ء) میں آپ حضرات کی تشریف آوری کا خیر مقدم کرتا ہوں اور آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے اپنے قدوم میمون سے ہمیں ممنون فرمایا۔ یہی نہیں بلکہ چند ماہ قبل جب مجلسِ شرعی (مبارک پور) کے سوالات آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے اپنی دیگر علمی، دینی اور ذاتی وخانگی مصروفیات سے اِن سوالات کے جوابات تیار کرنے کے لیے اپنا قیمتی اور اہم وقت نکالا، اور حل تک رسائی کے لیے حسب وسعت سعی بلیغ فرمائی اور اب اَبحاث ومذاکرات میں بھی حصہ لے کر مسائل کو روشن ومنقح اور فیصل کرنے کے لئے اپنی فکری وعلمی توانائیاں صرف کریں گے۔

یہ ساری مساعی جمیلہ ہمارے لئے مزید تشکر و اِمتنان اور قلبی مسرت واطمینان کا ہمت افزا سامان ہیں۔ ربّ کریم سب کو اپنی جزائے فرواں اور نعمہائے بے پایاں سے نوازے۔ آمین اِیا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْن۔

دوسری طرف، ہم دار العلوم قادریہ کے صدر، مولانا نوشاد عالم مصباحی غازی پوری، مقیم ساؤتھ افریقہ، ناظم اعلیٰ مولانا ایاز احمد مصباحی اور دیگر ارکان ومعاونین اور محبین ومخلصین کے بھی شکر گذار ہیں کہ انھوں نے اِکیسویں فقہی سیمینار کی ذمہ داری اپنے سر لی۔ اور اس راہ میں جامعہ اشرفیہ (مبارک پور) کو اپنے بیش بہا تعاون سے نوازا اور اس علمی وفقہی کارواں کی راحت وضیافت کے لئے اپنی قربانیاں پیش کیں۔

Marfat.com

یقیناً یہ حضرات اپنی سعادت اور علم وعُلما سے والہانہ محبت کے باعث آپ کی دعاؤں کے مستحق ہیں۔ ربِّ جلیل انھیں دارَین کی فیروزمندیوں سے سرفراز بنائے۔ آمین۔

حضرات! مجلسِ شرعی (مبارک پور) کے مذاکرات کی یہ دیرینہ روایت ہے کہ اس میں ہر صاحبِ علم کو سنجیدگی اور متانت کے ساتھ کھل کر بحث کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ ایک مندوب نے کوئی رائے پیش کی اور دوسرے کو اس سے اختلاف ہے تو وہ برملا اس کا اظہار کرتا ہے۔

ایک نے کوئی دلیل یا کوئی عبارت اپنے موقف کے ثبوت میں پیش کی اور دوسرے کی نظر میں اس کے خلاف کوئی دلیل یا کوئی عبارت ہے تو وہ اسے سامنے لاتا ہے۔

کسی نے کوئی نظریہ پیش کیا جس کی دلیل، لوگوں کی نظروں میں نہیں تو اس سے دلیل کا مطالبہ ہوتا ہے۔

میں کئی سال پہلے اپنے ایک مضمون میں لکھ چکا ہوں کہ:

اسبابِ ستّہ سے متعلق مذاکرات میں ایک بار فقہائے کرام کے ارشاد "اَلْحَاجَةُ قَدْتَنْزِلُ مَنْزِلَةَ الضَّرُوْرَة" پر یہ سوال ہوا کہ وہ کون سے مواقع ہیں جہاں حاجت، بمنزلۂ ضرورت ہوتی ہے؟ بہت سے لوگوں نے جواب دینے کی کوشش کی مگر ہر جواب پر اعتراض وارد ہوتا رہا۔

کافی دیر کے بعد نائبِ مفتیِ اعظمِ ہند، حضرت شارح بخاری، مفتی محمد شریف الحق امجدی عَلَیْہِ الرَّحْمَة نے اپنے جچے تلے جامع ومانع الفاظ میں اس کی وضاحت فرمائی۔

اس پر کوئی اعتراض تو نہ ہوسکا مگر خاص طور سے نوجوان مندوبین کی جانب سے بیک زبان اس کا مطالبہ ہونے لگا کہ:

"حضرت! اس پر کوئی حوالہ پیش فرمائیں۔"

یہ نوجوان علما، حضرت شارحِ بخاری کے تلامذہ کی صف میں آتے تھے اور ان کے علمی پوتوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ مگر وہ حضرت سے مرعوب ہوکر خاموش نہ رہے اور نہ حضرت نے اپنی لمبی عمر اور طویل فقہی تجربات

Marfat.com

کا حوالہ دے کر انہیں خاموش کرنے کی کوشش کی۔

بلکہ فرمایا کہ ''مجھے خوشی ہے کہ مجھ سِن رسیدہ سے آپ لوگ مرعوب نہ ہوئے اور مجھ سے بھی حوالے کا مطالبہ کر دیا۔ اس سے مجھے امید ہے کہ ہمارے بعد بھی آپ یہ علمی و فقہی کام پوری تحقیق و تنقیح کے ساتھ انجام دیتے رہیں گے اور کسی سے مرعوب ہو کر کوئی بے دلیل بات قبول نہ کریں گے۔''

جو حضرات، مجلسِ شرعی، مبارک پور کے سیمیناروں میں شریک ہوتے ہیں اُنھیں بخوبی معلوم ہے کہ آج بھی وہ رَوِش برقرار ہے۔ سوالات اور اعتراضات کو سنجیدگی سے سنا جاتا ہے اور شافی حل نکالنے پر پوری کوشش صَرف ہوتی ہے۔

ربِّ جواد و منّان و وہّاب اِس علمی و تحقیقی رَوِش کو ہمیشہ قائم رکھے اور ہر قسم کی نظرِ بد سے بچائے۔ آمین۔

ہمارے سیمیناروں میں شرکت کرنے والے حضرات کو معلوم ہے کہ:

جب کسی عنوان پر مقالات کی تلخیص پیش ہوتی ہے تو رائوں میں بڑا اِختلاف نظر آتا ہے۔
بعض اوقات، دو مختلف رائوں میں سے ہر رائے پر دلیل کی قوت بھی نظر آتی ہے۔ تلخیص میں ہر رائے کو اس کی دلیل کے ساتھ پوری دیانت داری سے ظاہر کر دیا جاتا ہے۔

پھر جب سنجیدگی و متانت، اِخلاص و حُسنِ نیت اور دلائل و شواہد کی قوت کے ساتھ بحث ہوتی ہے تو ربِّ کریم کا فضلِ عظیم، شاملِ حال ہوتا ہے اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ کسی قوی اور راجح دلیل کے باعث تمام مندوبین کا ایک رائے پر اتفاق ہو جاتا ہے۔ اور اسی کے مطابق فیصلہ، درج کر لیا جاتا ہے۔

بالفرض کسی کو کوئی اختلاف ہُوا اور جوابات سے اس کی تشفی نہ ہو سکی تو اُسے تصدیقی دستخط ثبت کرنے سے آزاد رکھا جاتا ہے۔

کسی سے اِس بات کی گذارش نہیں ہوتی کہ ہماری رعایت میں اپنے موقف کے خلاف، دستخط کر دیجیے۔

Marfat.com

ایک دو نظیریں ایسی بھی ہیں کہ کسی رائے پر سب کا اتفاق نہ ہو سکا تو اختلاف کی نشان دہی کے ساتھ فیصلہ درج کیا گیا۔ یہ بھی کسی جزئی فرعی رائے میں ہوا۔ ورنہ اکثر مسائل، بنیادی نقطۂ نظر کے اعتبار سے شافی حل سے ہمکنار ہوئے۔

اِنْ شَاءَ الْمَوْلٰی تَعَالٰی ان فیصلوں کا مجموعہ، جلد ہی اشاعت پذیر ہوگا جسے ملاحظہ فرمانے کے بعد اہلِ علم ان شُرکاے مذاکرات کی تحقیقی کاوشوں کا مکمل نہیں تو کچھ اندازہ ضرور کر سکیں گے۔ رہے عوام تو وہ بھی اپنی ضرورتوں کا حل دریافت کر کے یقیناً مسرور ہوں گے۔

گذشتہ سال (رجب ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء) بیسواں فقہی سیمینار، جامعۃ البرکات، علی گڑھ کی سرزمین پر سرکار مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین، امینِ ملّت، حضرت سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی دَامَ ظِلُّہٗ کی سرپرستی اور ان کے اعزّہ کے اہتمام وانتظام میں منعقد ہوا۔ اس کے موضوعات یہ تھے:

(۱) انٹرنیٹ کے مواد ومشمولات کا شرعی حکم۔

(۲) عذر کے باعث، طوافِ زیارت میں ایک یوم کی تاخیر۔

(۳) جینٹک ٹیسٹ کا شرعی حکم۔

(۴) دورِ حاضر میں چلتی ٹرین میں نماز کا حکم۔

اِن موضوعات پر کھل کر بحثیں ہوئیں اور مسائل اپنے دلائل کے ساتھ حل کی منزل سے ہمکنار ہوئے جس سے علی گڑھ اور دیگر مقامات کی علمی فضا پر اچھا اثر قائم ہوا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

مگر کچھ اپنے ہی کرم فرماؤں نے اپنے خاص سنّی حنفی بھائیوں کے بعض حسّاس حلقوں میں اس کا سخت منفی اثر پیدا کرنے کی کوشش کی اور صرف چلتی ٹرین کا مسئلہ ذکر کیا۔ گویا بیسویں فقہی سیمینار میں نہ کوئی دوسرا موضوع، زیرِ بحث آیا، نہ اس پر کوئی فیصلہ ہوا۔

اسی پر بس نہیں، دیگر سیمیناروں میں جو فیصلے ہوئے انھیں بھی مُبہم طور پر بے وقعت اور ناقابلِ التفات جتانے کی سعیِ ناروا، روا رکھی گئی۔

Marfat.com

اس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو الجامعۃ الاشرفیہ (مبارک پور) کے پورے وجود کو نشانہ بنایا گیا اور ممبئی و پور بندر (گجرات) کی سرزمین سے اس پر علانیہ حملوں کا ''مجاہدانہ و بہادرانہ'' کارنامہ انجام دیا گیا۔ جس پر اہلِ سُنّت کو حیرت کے ساتھ افسوس بھی ہے کہ:

وہ ادارہ جو ماضی کی طرح حال میں بھی دین و مسلک کی نمایاں اور ممتاز خدمات انجام دینے میں منہمک ہے، جس کے فرزند آج بھی اہلِ باطل کے خلاف ملک و بیرون ملک ہر جگہ سینہ سپر ہیں اُسے یوں نشانہ بنانا، کسی طرح درست نہیں۔

ہاں! اِس محاذ آرائی میں غیروں کے لیے مسرت وخوشی کا سامان، ضرور ہے۔

چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ، مجلسِ شرعی سے نشر شدہ دو کتابوں میں پوری علمی و تحقیقی متانت کے ساتھ بغیر کسی گالی گلوج کے واضح کیا جا چکا ہے۔

(۱) فقہِ حنفی میں حالاتِ زمانہ کی رعایت! فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے۔

(۲) چلتی ٹرین میں نماز کا حکم۔

اہلِ علم ان دونوں کا مطالعہ کر لیں۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ پوری تشفی ہو جائے گی۔

اس کے بعد یہاں اسے بیان کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی مگر توضیح مزید کے لیے میں بھی اپنے الفاظ میں کچھ عرض کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ خدا نے چاہا تو رائیگاں نہ ہو گی۔

ہم اِس بات کے قائل ہیں کہ: نماز یا وضو و غسل سے رکاوٹ کی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ جو رب کی طرف سے ہو۔ دوسری وہ جو بندوں کی طرف سے ہو۔

اول میں جس طرح ہو سکے نماز ادا کر لے اور بعد میں اعادہ نہیں۔

دوم میں جیسے ہو سکے ادا کر لے۔ پھر جب رکاوٹ جاتی رہے، تمام شرطوں کے ساتھ

Marfat.com

اِعادہ کرے۔

یہ حکم، فرض وواجب یا ملحق بواجب نمازوں کے لیے ہے۔

کتبِ فقہ میں بندوں کی جانب سے رکاوٹ کے تحت یہ مثالیں دی گئی ہیں:

(۱) کسی شخص کو کسی دشمن نے قید کرلیا اور وضو یا نماز کی مہلت نہیں دیتا۔

(۲) پانی پر دشمن ہے اور دھمکی دے چکا ہے کہ تم اِدھر آئے تو قتل کردوں گا۔ یا ہاتھ پاؤں توڑ ڈالوں گا۔

(۳-۴) یا پانی سے وضو وغسل کرنے پر یا باوضو کو نماز پڑھنے پر اس طرح کی دھمکی دے رہا ہے۔ اور نمازی کو غالب گمان ہے کہ دشمن جو کہہ رہا ہے اسے کر گذرے گا تو ان حالتوں میں اسے حکم ہے کہ جیسے ہو سکے، نماز ادا کرلے پھر بعد زوالِ مانع، اِعادہ کرے۔

اس مضمون کے فقہی جزئیات میں یہ امر بالکل واضح ہے کہ کوئی شخص نمازی کو براہِ راست نماز یا وضو وغسل سے روکنے والا ہے۔ آج بھی کوئی شخص اس طرح کسی نمازی کو براہِ راست نماز یا وضو وغسل سے روکے تو اس کے مَنع مِنْ جِهَةِ الْعَبْدِ ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اور حکم وہی ہوگا کہ فی الحال جیسے ہو سکے ادا کرلے اور زوالِ مانع کے بعد اِعادہ کرے۔

اب ریلوے نظام پر غور کریں تو مختلف صورتیں سامنے آئیں گی:

(۱) ابتدا میں یہ حال تھا کہ ٹرینوں میں پانی کا انتظام نہ ہوتا۔ بعد میں کچھ ٹرینوں میں انتظام رہنے لگا۔ اب تقریباً سبھی ٹرینوں میں پانی موجود ہوتا ہے۔ اِس لیے وضو وغسل سے رکاوٹ جاتی رہی۔

(۲) اعلیٰ حضرت اور محدِّث سورتی عَلَيْهِمَا الرَّحْمَةُ کے زمانے میں بالعموم ٹرینوں کے اِسٹاپ، قریب قریب اور ٹھہرنے کے وقفے زیادہ تھے۔ اس لیے محدِّث سورتی عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ نے لکھا کہ:

مجھے سو بار سے زیادہ ٹرین سے سفر کا اتفاق ہوا۔ ایک اسٹیشن پر اُتر کر وضو کرلیا۔ دوسرے اسٹیشن پر اُتر کر نماز پڑھ لی۔ کبھی چلتی ٹرین پر نماز پڑھنے کی نوبت نہ آئی۔

اِس سے معلوم ہوا کہ اُس زمانے کا حال یہ تھا کہ ذرا اِہتمام کرلیا جائے تو ٹرین سے اُتر کر باضابطہ، زمین پر نماز کی ادائیگی میسر تھی۔

(۳) اب یہ حال یہ ہے کہ بہت سی ٹرینیں، بعض نمازوں مثلاً عصر یا مغرب یا فجر کے پورے وقت میں ایک بار بھی نہیں رکتیں۔ اور کبھی رکتی ہیں تو اس قدر کم کہ اتنے وقفے میں نماز کی ادائیگی نہیں ہو پاتی۔

اور اب چند سالوں سے کچھ ایسی ٹرینیں بھی چلی ہیں جو ظہر و عشا کے اوقات میں بھی نہیں رکتیں۔

(۴) پہلے ریلوے نظام، حکومت نے پرائیوٹ کمپنیوں کے ہاتھ میں دے رکھا تھا۔ انھوں نے ٹرینوں کے ٹھہرنے کے اوقات میں انگریزوں کے کھانے کی رعایت رکھی تھی۔ بعد میں یہ نظام جب حکومت نے خود اپنے ہاتھوں میں لیا تب بھی وقفۂ طعام کی رعایت برقرار رہی۔ اب بیس سال یا زیادہ عرصہ سے یہ حال ہے کہ ٹرینوں کے ٹھہرنے میں کھانے کے اوقات کی خاص رعایت بالکل نہ رہی۔ رکتی ہیں تو سب کے لئے نہیں رکتی ہیں تو کسی کے لئے نہیں۔

غور طلب امر یہ ہے کہ محکمۂ ریلوے براہ راست ادائے نماز سے مانع کبھی نہ رہا پھر اسے نماز سے مانع کیوں قرار دیا گیا؟

وجہ یہ ہے کہ نماز کے لئے ایک شرط اِسْتِقْرَار عَلَی الْاَرْض ہے۔ جو ٹرین، رواں رہنے کی صورت میں پوری نہیں ہوتی۔ اگر محکمۂ ریلوے، اوقاتِ طعام کی طرح اوقاتِ نماز میں ٹرین روکنے کا انتظام کرتا تو یہ شرط ضرور پوری ہو جاتی۔ مگر اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کے زمانے میں اس نے انگریزوں کے کھانے کے لیے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی، مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی اس لئے امام اہل سنت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اسے مانع اور اس منع کو مَنْعٌ مِنْ جِہَةِ الْعِبَاد قرار دیا۔ اور اپنی عبارت کے مفہوم سے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اگر ٹرین انگریزوں کے طعام اور مسلمانوں کی نماز کسی کے لیے نہ روکی جاتی اور صرف چلنا ہی چلنا اور منزل تک پہنچنا، پہنچانا ہی مقصود ہوتا تو اسے بالواسطہ مانع اور اس رکاوٹ کو مَنْعٌ مِنْ جِہَةِ الْعِبَاد قرار نہ دیا جاتا۔

Marfat.com

اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کے الفاظ، ملاحظہ کریں:

''انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو مَنَعْ مِنْ جِهَةِ الْعِبَاد ہوا۔ اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوالِ مانع، اعادہ کرے۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج ۳۔ ص ۴۴۳۔ سنّی دارالاشاعت، مبارک پور)

مَنَعْ مِنْ جِهَةِ الْعِبَاد ہونے کی تفریع دو امروں پر ہے:

انگریزوں کے کھانے کے لیے روکنا اور نماز کے لیے نہ روکنا۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر دونوں کے لئے ''نہ روکنا'' ہو تو مَنَعْ مِنْ جِهَةِ الْعِبَاد نہیں۔ صرف ایک امر کو لینا اور دوسرے کو ساقط کر دینا، کسی طرح قرینِ انصاف نہیں۔

اِس سے زیادہ واضح اور مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مسئلہ، شتر بانوں کے قافلے کا ہے۔ وہ اونٹوں کو ایک بار، دوپہر میں روکتے، دوسری بار، رات کو نصف شب کے قریب روکتے۔

حنفیوں کو عصر و مغرب، سواری سے اُتر کر پڑھنے کا موقع نہ ملتا۔ انہیں حکم ہوا کہ چلتی سواری پر نماز پڑھ لیں اور اِعادے کی حاجت نہیں۔ اس لئے کہ سارے شتر بانوں کا مقرّرہ قاعدہ صرف دو بار رُکنے کا تھا۔ جس کی وہ پابندی کرتے۔

شتر بان، سب، بندے تھے۔ ہر ایک کو عصر و مغرب کے اوقات میں اپنا اونٹ روکنے کا پورا اختیار تھا۔ ان کے اوپر حکومت یا حکومت کے کسی محکمے کی جانب سے کوئی پابندی نہ تھی۔ نہ کسی جرمانے یا جیل جانے کا کوئی خطرہ۔

بس وہ اپنے مقرّرہ ضابطے کے باعث، مذکورہ اوقات میں سواریاں نہ

Marfat.com

روکتے۔ یہ نہ روکنا ان بندوں کا اپنا مصنوعی اور اختیاری عمل تھا اس لیے اسے مَنۡعٌ مِنۡ جِهَةِ الۡعِبَاد قرار دے کر سواری پر ادا کی ہوئی نماز کے اِعادے کا حکم ہو سکتا تھا مگر نہ ہوا۔

حالاں کہ اس سواری پر صرف اِسۡتِقۡرَارٌ عَلَى الۡاَرۡض اور اِتحادِ مکان کی شرط ہی فوت نہ ہوتی تھی، کئی رکن اور فرض بھی فوت ہوتے تھے۔ یعنی قیام، رکوع، سجود بر وجہِ معروف ادا نہ ہوتے۔ جب کہ چلتی ٹرین میں قیام، رکوع، سجود، قومہ وغیرہ بر وجہِ معروف ادا ہو جاتے ہیں۔

شرط کے ساتھ مذکورہ فرائض، فوت ہونے کا تقاضا تو اور سخت تھا کہ اونٹوں پر بر وجہِ ممکن نماز ادا کرنے کے بعد اِعادہ کا حکم ضرور ہو۔

اگر کہا جائے کہ مسافر کو تنہا اترنے میں جان و مال کے ضیاع کا اندیشہ تھا اس لیے یہ مَنۡعٌ مِنۡ جِهَةِ الۡعِبَاد نہ قرار پایا۔

تو ہم کہیں گے کہ یہ خطرہ بھی تو ان شُتر بانوں کے سواریاں نہ روکنے ہی کی پیداوار ہے، اِس لئے اس کی نسبت بھی بندوں ہی کی طرف ہونی چاہیے۔

پھر اس طرح کا خطرہ تو آج ٹرینوں سے اُترنے میں بھی موجود ہے۔ کم از کم شقیقِ نفس۔ ''مال'' کی بربادی، ریزرویشن ٹکٹ کا نقصان، وقت کا ضیاع، مقصدِ سفر کی ناکامی، یا مشکلات کی اَفزونی تو ضرور موجود ہے۔

اس کے باوجود اگر ٹرین ہی پر نماز پڑھوا کر اِعادہ کروانا ضروری ہے تو اونٹوں پر بھی نماز پڑھوا کر اِعادہ کا حکم ہونا چاہیے تھا۔

غور کیجیے تو وجہ یہی ہے کہ شتر بانوں کا مقصد، حنفیوں کو نماز سے روکنا نہ تھا۔ انھیں صرف منزل تک پہنچنے پہنچانے سے سروکار تھا۔ اس معاملے میں ان کا سلوک، حنفی غیر حنفی سب کے ساتھ یکساں تھا، اِس لئے ان کے منع کو مَنۡعٌ مِنۡ

Marfat.com

جِهَةِ الْعِبَاد قرار نہ دیا گیا اور اِعادۂ نماز کا حکم نہ ہوا۔

اب یہی حال ٹرینوں کا ہو چکا ہے۔لوگ برق رفتار ٹرینوں کا سفر، منزل تک جلد پہنچنے کے لئے اختیار کرتے ہیں۔اس کے لئے مقرّرہ کرایہ ادا کرتے ہیں ، جو بعض ٹرینوں اور بعض کلاسوں میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔محکمۂ ریلوے بھی چاہتا ہے کہ مسافروں کو ان کی منزلوں تک جلد پہنچایا جائے۔اِس لئے کہ اسی غرض سے وہ ہمیں کرایے کی رقم ادا کر رہے ہیں۔

کسی کو نماز یا دیگر ضروریات سے روکنا مقصود نہیں ہوتا۔جیسے مسلسل شُتر رانی سے شُتر بانوں کا مقصد، حنفیوں کو نمازوں سے روکنا نہیں ہوتا تھا بلکہ اپنے مقرّرہ قاعدے کے مطابق، منزل تک جلد پہنچانا ہوتا تھا۔تو اب ٹرینوں کے سفر میں بھی وہی حکم ہوگا جو اگلے زمانے میں اونٹوں پر سفر کا تھا۔اب یہاں بھی اعادۂ نماز کا حکم نہیں۔

اس مسئلے کو سیمینار میں واضح کر دیا گیا اور فتاویٰ رضویہ کا مفہوم بھی عیاں کر دیا گیا۔

غور کیجیے کہ چلتے اونٹوں پر نماز پڑھنے میں شرط کے ساتھ کئی کئی فرض، فوت ہوتے تھے۔پھر بھی بشمول امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ فقہائے اَحناف نے جواز بلا اِعادہ کا حکم دیا۔ان کی پیروی کرتے ہوئے مجلسِ شرعی (مبارک پور) نے عصرِ حاضر کی ٹرینوں پر جواز بلا اِعادہ کا حکم دیا تو ہمارے مہربانوں نے نہ صرف یہ کہ "چلتی ٹرین" بلکہ "پوری ریلوے لائن" سر پر اٹھالی۔

اور یہ مسئلہ دارُالافتاؤں اور دانش گاہوں سے نکال کر سخت ہنگامہ خیز حالت میں بازاروں، ہوٹلوں اور سڑکوں پر کھڑا کر دیا۔فَاِلَی اللّٰهِ الْمُشْتَکٰی۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ ریلوے نظام میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی، سو سال پہلے جو نظام تھا وہی آج بھی رائج ہے۔تو ریلوے نظام کا کوئی واقف کار اس دعویٰ پر اچھا تبصرہ کر سکتا ہے۔۔ہم تو سکوت

Marfat.com

ہی میں عافیت سمجھتے ہیں۔

اَلْغَرَض اگر کوئی سمجھنے کے لئے آمادہ نہ ہو، یا سمجھ بوجھ کر نہ مانے تو منوا دینا نہ ہماری ذمہ داری ہے نہ اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی۔

مُصَرِّفُ الْقُلُوب رَبُّ الْعِزَّتْ جَلَّ جَلَالُہٗ ہے، وَبِیَدِہٖ اَزِمَّۃُ الْاُمُوْر۔

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جب آج کی برق رفتار ٹرینوں میں کل یا بعض نمازوں کی شرعی ادائگی نہ ہونا بالکل یقینی ہے تو قصداً ان کا سفر اختیار کرنا جائز ہے یا سخت ناجائز و حرام؟

ایسے سائلین کی کامل تفہیم و تشفی کی بھی فکر ہونی چاہئے۔

میں یہ بھی صراحت کردوں کہ ٹرینوں کا نظام اور ان پر نمازوں کے جواز یا عدمِ جواز کا مسئلہ قرآن و حدیث کا کوئی منصوص مسئلہ نہیں، ایک نیا اور فرعی مسئلہ ہے۔ جس میں اگر کوئی فریق، دلیل کی تطبیق و تفہیم میں خطا کر جائے تو اسے گمراہ یا فاسق ٹھہرانا روا نہیں۔

اسی لئے حضرت محدث سورتی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ یا اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اس مسئلے کی بنیاد پر اپنے دور کے اُن لوگوں کو فاسق یا گمراہ نہ کہا جو چلتی ٹرین پر نماز کے جواز بلا اعادہ کے قائل تھے۔

مگر آج کل اسی فرعی مسئلے کی بنیاد پر بعض لوگوں نے تفسیق و تضلیل کی مُہم جاری کر رکھی ہے۔

فیاللعجب!

خیر! یہ تو ایک نیا مسئلہ ہے۔ سجدۂ تعظیمی کی حُرمت تو ایسا قدیم اور مستحکم مسئلہ ہے کہ امام اہلِ سنّت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے اَلزُّبْدَۃُ الزَّکِیَّۃِ فِی تَحْرِیْمِ سُجُوْدِ التَّحِیَّۃِ میں اس پر آیات و تفاسیر کے علاوہ چالیس حدیثیں اور ڈیڑھ سو فقہی نصوص پیش کیے ہیں۔ چاروں مذاہب کے ائمہ کا اس پر اجماع بتایا ہے۔ مگر سرکار مفتی اعظم قُدِّسَ سِرُّہٗ نے صراحت فرمائی ہے کہ مخالفینِ حُرمت کی پیروی میں سجدۂ تعظیمی کا اِرتکاب کرنے والوں پر حکمِ تفسیق نہیں۔

دیکھیے فتاویٰ مصطفویہ۔ ص ۴۵۶۔ اور فقہِ حنفی میں حالات زمانہ کی رعایت۔ ص ۱۱، ۱۲۔

کیا سرکار مفتی اعظم عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے محض اندھیرے میں تیر چلایا ہے؟

Marfat.com

اور مُرتکبینِ سجدۂ تعظیمی کی نارَ وارِعایت سے کام لیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وَاللّٰہِ ان کی یہ شان نہیں۔

یہ شان ہمارے کرم فرماؤں کی ہے۔ جنھوں نے آج کے نو پید افرعی مسئلہ، چلتی ٹرین میں نماز سے متعلق جواز بلا اِعادہ کے قائلین کو فسق وضلال تک پہنچانے کی جسارت کی ہے اور ان کے پیچھے نماز کی ادائگی، ناجائز لکھی ہے۔

نہ خدا کا خوف، نہ رسول سے حیا، نہ مُرشد سے شرم، نہ مُرشد کے مُرشد کا پاس ولحاظ۔ فتویٰ نویسی کا نہ کوئی ضابطہ رہا نہ اصول۔

ایک فرعی مسئلے کو حُسَامُ الْحَرَمَین کا درجہ دے کر ملک بھر سے دستخطوں کا اَنبار جمع کر کے عصرِ حاضر کا اَلصَّوَارِمُ الْھِنْدِیَۃُ بنا کر شائع کر دیا۔ اور بزعمِ خویش، نغمہ زَن ہیں کہ:

شادَم از زندگیِ خویش کہ کارے کردم۔

اپنے ہی بھائی ہیں اِس لیے دعا کرتا ہوں کہ ربِّ کریم انھیں فقاہت وبصیرت عطا کرے اور سرکار مفتیِ اعظم قُدِّسَ سِرُّہٗ اور امام اہلسنّت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی پیروی نصیب فرمائے۔

یہ تو ہمارے دَور کی بات ہے: مفتیِ اعظم قُدِّسَ سِرُّہٗ اور جمہور علمائے اہلِ سُنّت، لاؤڈ اسپیکر پر نماز کی اِقتدا، ناجائز کہتے تھے۔ میں بھی اسی کا قائل ہوں۔

مفتی سید افضل حسین مونگیری صدرُ المدرسین جامعہ منظرِ اسلام، بریلی شریف اور مفتی محمد جہاں گیر اعظمی، استاذ منظرِ اسلام، بریلی شریف، جواز کے قائل تھے۔

مفتی سید افضل حسین عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے اس موضوع پر ایک کتاب بھی لکھ کر شائع کی۔ مگر مفتیِ اعظم عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ نے ان حضرات یا ان کے متبعین پر نہ حکمِ فسق عائد کیا نہ بریلی کے سنّی مسلمانوں کو ان کی اِقتدا سے روکا، نہ اپنی اجازت

Marfat.com

وخلافت سے محروم کیا۔

کیا ہمارے کرم فرماؤں کی فقاہت یا دینی حمیت یا پرہیزگاری اور تقویٰ، سرکار مفتیِ اعظم قُدِّسَ سِرُّہٗ سے فزوں تر ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ معاملہ برعکس ہے۔

ان معروضات کے بعد مجھے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے دینی تصلّب، فروغِ سُنّیت میں اس کے نمایاں کردار اور رضویات کے باب میں اس کی روشن خدمات کا ذکر کرنا تھا اور یہ بتانا تھا کہ آج بھی اشرفیہ کے قادری، چشتی، نقشبندی، برکاتی، رضوی، اشرفی، رشیدی (وغیرہ) فرزندوں اور غلاموں میں وہی جذبات، موج زن ہیں جو کل تھے۔

مختلف بلاد وممالک میں آج بھی وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ اور اکابرِ اہلِ سُنّت کا نام روشن کر رہے ہیں اور پوری قوت کے ساتھ آج بھی وہ ہر باطل سے نبرد آزما ہیں۔

اس کا ایک نمونہ، جامعہ قادریہ، پونہ (مہاراشٹر) بھی ہے جس کے زیرِ اہتمام آج ہم یہاں جمع ہیں۔

میں یقین دلاتا ہوں کہ اِن کرم فرماؤں کی پیہم یورشیں بھی اِنْ شَاءَ اللّٰہ ارکانِ اشرفیہ اور اَبنائے اشرفیہ کو بدمذہبوں اور بے دینوں کی دَسیسہ کاریوں سے اہلِ سُنّت کو بچانے اور اشاعتِ مسلکِ حق کی راہ میں اپنی ساری توانائیوں کے ساتھ سرگرمِ سفر رہنے سے غافل نہیں کرسکتیں۔ وَ هُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ۔

اشرفیہ، مبارک پور کی خدمات کا موضوع ایک مستقل مضمون بلکہ ایک ضخیم کتاب کا متقاضی ہے۔ اس لئے یہ کام کسی جواں سال عزیز کے لئے چھوڑتا ہوں۔ خدا نے چاہا تو کوئی فرزند اس موضوع کو اپنے شاداب قلم سے سیراب کر کے دنیا کی نگاہوں کو آسودہ کرے گا۔

وَالتَّوْفِيْقُ بِيَدِ الْمَوْلَى الْكَرِيْمِ الْعَزِيْزِ۔ مِنْهُ الْبِدَايَةُ وَاِلَيْهِ النِّهَايَةُ۔

Marfat.com

حضرات! یہ عیسوی سال رواں اور ہجری سال ماضی وحال، اہلِ سُنّت کے لئے'' عام الحزن'' کی شکل اختیار کر گیا۔ ہماری کئی عظیم ہستیاں صرف دو ماہ کے عرصے میں ہم سے پے بہ پے روپوش ہوگئیں۔ میں یہاں صرف چار ناموں پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) اجمل العلما، مفتی محمد اجمل شاہ سنبھلی مرادآبادی کے شاگرد، مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی سنبھلی مرادآبادی، مفتیِ اعظم راجستھان، سربراہِ اعلیٰ دارالعلوم اسحاقیہ، جودھ پور۔ راجستھان

تاریخِ رحلت: ۹ر ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ/۱۵ر اکتوبر ۲۰۱۳ء سے شنبہ۔

(۲) امامِ علم وفن، علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی، شاگردِ ملک العلما، علامہ ظفرالدین رضوی بہاری، شیخ الحدیث دارالعلوم نورالحق چرّا محمد پور، فیض آباد۔ یوپی۔

تاریخِ رحلت: ۱۴ر ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ/۲۰ر اکتوبر ۲۰۱۳ء یک شنبہ۔

(۳) شہزادۂ سیدالعلما، حضرت سید شاہ آلِ رسول حسنین میاں نظمی، سجادہ نشین سرکارِ عالیہ مارہرہ شریف، مقیم عروس البلاد ممبئی۔

تاریخِ رحلت: یکم محرم الحرام ۱۴۳۵ھ/۶ر نومبر ۲۰۱۳ء۔ شنبہ۔

(۴) حضرت مولانا نصراللہ رضوی مصباحی۔ میرے عزیز اور ہم وطن۔ استاذ مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ۔ ضلع مئو۔ یوپی۔

تاریخِ رحلت: ۴ر محرم ۱۴۳۵ھ/۹ر نومبر ۲۰۱۳ء۔ شنبہ۔

یہ سبھی حضرات، جامعہ اشرفیہ اور مجلسِ شرعی کے ہمدرد اور کرم فرما تھے۔ ان کے تعارف اور خدمات پر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں مضامین آچکے ہیں اور کچھ آنے والے ہیں۔

ربِّ کریم ان کی خدماتِ جلیلہ کو شرفِ قبول سے نوازے، ان کے درجات، بلند فرمائے۔ اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل واجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرات! مجھے احساس ہے کہ میں نے آپ کا وقت زیادہ لے لیا۔ اب آپ کو آج کے موضوعِ مذاکرہ کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

میں نے کئی مقالات کا مطالعہ کرلیا ہے اور تلخیصات تو سبھی پڑھ لی ہیں۔ مسائل کی صعوبت اور رائوں میں اختلاف، نمایاں ہے۔ مگر میں آپ سبھی حضرات کی خدمات میں ہدیۂ تحسین پیش کرتا ہوں کہ آپ نے چھان بین کی، کتابوں کی مراجعت فرمائی اور اپنے اپنے موقف کو

Marfat.com

حسب وسعت، دلائل سے آراستہ کیا۔ فیصلہ جو بھی ہو مگر آپ کی کاوشیں، رائگاں جانے والی نہیں۔ ان علمی کاوشوں کا اجر اِنْ شَاءَ الْمَوْلیٰ تَعَالیٰ ضرور ملے گا۔

فیصلہ بھی آپ ہی کو کرنا ہے اور پوری بالغ نظری، متانت وسنجیدگی، خلوص وللّٰہیت اور قوّتِ دلیل کے ساتھ کرنا ہے۔ ربِّ کریم وجلیل سب کے سینے کشادہ فرمائے اور ہم سب کو ہر مسئلے میں روے حق وصواب سے شادکام فرمائے۔ وَمَاذَالِکَ عَلَیْهِ بِعَزِیْزٍ۔

آخر میں یہ بھی عرض کردوں کہ:

ہمارے بلند ہمت اور باسعادت منتظمین آپ کی راحت وضیافت اور خاطر داری کی حتی المقدور کوشش کررہے ہیں اور آپ کے قیام تک مصروفِ عمل رہیں گے۔ مگر نئے تجربہ کار ہیں اس لئے اگر کوئی فروگذاشت ہو تو انہیں اور ہمیں اپنی عالی ظرفی سے معاف فرمائیں۔ اور بروقت جو مناسب ہدایت ورہنمائی ہو سکتی ہو اس سے ہماری دستگیری فرمائیں اور جملہ معاونین کو اپنی مخلصانہ دعاؤں سے نوازیں۔

وَالسَّلَامُ وآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَمُجْتَهِدِیْ شَرْعِهٖ وَمُجَاهِدِیْ دِیْنِهٖ وعُلَمَاءِ اُمَّتِهٖ وَمُتَّبِعِیْ سُنَّتِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

محمد احمد مصباحی ۱۵/صفر ۱۴۳۵ھ/۱۹/دسمبر ۲۰۱۳ء

رہنمائے دین وملّت، "فضلِ حق"، "فضلِ رسول"

نتیجۂ فکر : یٰسٓ اختر مصباحی

وارثِ علمِ نبوّت، فضلِ حق، فضلِ رسول — حاملِ علمِ شریعت، فضلِ حق، فضلِ رسول
واقفِ اسرارِ سُنّت، فضلِ حق، فضلِ رسول — سالکِ راہِ طریقت، فضلِ حق، فضلِ رسول
اُسوۂ اہلِ حقیقت، فضلِ حق، فضلِ رسول — قُدوۂ اہلِ طریقت، فضلِ حق، فضلِ رسول
رہنمائے دین وملّت، فضلِ حق، فضلِ رسول — پیشوائے اہلِ سُنّت، فضلِ حق، فضلِ رسول
عارفِ شرعِ مُبین وحاملِ نورِ یقیں — سُرمۂ چشمِ بصیرت، فضلِ حق، فضلِ رسول
حامیِ دینِ مَتین وماحیِ کفر وضلال — قاطعِ جملہ ضلالت، فضلِ حق، فضلِ رسول
آسمانِ سُنّیت کے نَیّر وبدرِ تمام — کیا ہی نور افزا ہے طلعت، فضلِ حق، فضلِ رسول
پیکرِ خاکی، کی تیرے، ناز برداری کریں — علم وفضل وفکر وحکمت، فضلِ حق، فضلِ رسول
معرفت کے نور سے روشن سَراپائے وجود — کاشفِ اسرارِ حکمت، فضلِ حق، فضلِ رسول
دل، کہ تقدیسِ الٰہی اور خشیت کا امیں — روح، مصروفِ عبادت، فضلِ حق، فضلِ رسول
دل، کہ تعظیمِ نبوّت کا مدینہ، بے گماں — روح، سرشارِ محبت، فضلِ حق، فضلِ رسول
دل، کہ اوصاف وَ محامِد کا چمکتا آئینہ — پاک باز وپاک طینت، فضلِ حق، فضلِ رسول
سینۂ معمور سے اُٹھتا سَحابِ علمِ دیں — چشم، بینائے حقیقت، فضلِ حق، فضلِ رسول
درس وتحریر وخطابت کا مآل ومُنتہا — ذکر وطاعت کی حلاوت، فضلِ حق، فضلِ رسول
نعت ومدحت، ذکرِ طیبہ، ہے شعارِ مُخلِصیں — وَالِہ وشیدائے مدحت، فضلِ حق، فضلِ رسول
نجد سے دہلی، "توہّب" نے کیا رُخ جس گھڑی — کی "حجازی لے میں مدحت" فضلِ حق، فضلِ رسول
فتنۂ نجدی اُٹھا تھا جب بگولوں کی طرح — بن گئے کوہِ عزیمت، فضلِ حق، فضلِ رسول

بَرقِ خاطف، سیفِ قاطع، اہلِ باطل کے لئے — حق پسندوں کو بشارت، فضلِ حق، فضلِ رسول

قائلینِ کِذبِ باری، یانظیرِ مصطفیٰ — اُن پہ ہوگی رب کی لعنت، فضلِ حق، فضلِ رسول

بارگاہِ رب سے ناممکن، صُدورِ کِذب وعیب — منقصت ہے اُس سے نسبت، فضلِ حق، فضلِ رسول

پاک ہے ذاتِ خدا، ہر عیب سے ہر کِذب سے — ہے یہ ایماں کی صداقت، فضلِ حق، فضلِ رسول

غیر ممکن ہے نظیرِ رحمۃٌ لِلعالَمین — ہے یہ شانِ خاتمیت، فضلِ حق، فضلِ رسول

حُبِّ سرکارِ دوعالم، مایۂ ایمان ہے — خَلق کو دی اس کی دعوت، فضلِ حق، فضلِ رسول

شانِ مصطفوی میں جو بھی نقص کا جویاں رہے — حشر میں ہے اُس کی ذِلّت، فضلِ حق، فضلِ رسول

جو کہے انجام کی، اُن کو خبر کچھ بھی نہیں — ہے گرفتارِ عقوبت، فضلِ حق، فضلِ رسول

فضلِ رب سے ہے لِواءُ الحمد اُن کے ہاتھ میں — اور ہے اِذنِ شفاعت، فضلِ حق، فضلِ رسول

اُن سے عالَم کا وجود اور اُن پہ نعمت ہے، تمام — اُن سے فتحِ بابِ جنت، فضلِ حق، فضلِ رسول

سیّد و سردارِ عالَم، خاتمِ دورِ رُسُل — ہیں وہی شہکارِ قدرت، فضلِ حق، فضلِ رسول

بٹتی ہے کونین کی نعمت اُنھیں کے ہاتھ سے — قاسمِ کنزِ کرامت، فضلِ حق، فضلِ رسول

ہے نبوّت عام اُن کی، اور شریعت، جاوِداں — اُن کی اُمّت، خیرِ اُمّت، فضلِ حق، فضلِ رسول

حاملانِ علمِ نبوی، اُن کے نائب اور امیں — جاری ہے اُن سے وراثت، فضلِ حق فضلِ رسول

سیرت وکردار اُن کا، فیض بخش وفیض بار — خَلق کو اُن سے ہدایت، فضلِ حق، فضلِ رسول

علم اُن کا نورِ حق، روشن ہے جس سے کائنات — شش جہت میں اُن کی برکت، فضلِ حق، فضلِ رسول

خطۂ ہندوستاں، معمورۂ علم وعمل — اس کی عظمت اور فضیلت، فضلِ حق، فضلِ رسول

جن کے بحرِ فیض کی، نہریں رواں ہیں چارسُو — یادگارِ عہدِ شوکت، فضلِ حق، فضلِ رسول

دہلی ولاہور سے تالکھنؤ ودُون پور — ہے رَواں دریائے حکمت، فضلِ حق، فضلِ رسول

ایک بحرِ بے کرانِ خیر، "خیرآباد" ہے — اور "بدایوں" "شہرِ" "برکت"، فضلِ حق، فضلِ رسول

سلسلہ تعلیم کا، معروف "خیرآباد" سے — ہے رَواں فیضانِ نسبت، فضلِ حق، فضلِ رسول

قادریت چشتیت کے مجمع البحرین ہیں کہتے ہیں یہ اہلِ جنت، فضلِ حق، فضلِ رسول
رُشد و ارشادِ سوادِ اعظمِ اسلام کو حق تعالیٰ کی ہے نصرت، فضلِ حق، فضلِ رسول
اوّلین و آخرینِ عہد کے عکسِ جمال جلوۂ اہلِ بصیرت، فضلِ حق، فضلِ رسول
حفظِ ناموسِ رسالت کا صلہ ملتا رہے ہے دُعائے اہلِ سنّت، فضلِ حق، فضلِ رسول
مرقدِ اطہر پہ ابرِ رحمتِ باری رہے سایہ اَفگن تا قیامت، فضلِ حق، فضلِ رسول

کوکبِ اقبال، رَخشندہ مثالِ نور ہے
اخترِ برجِ سعادت، فضلِ حق، فضلِ رسول

Marfat.com

فضلِ حق اور احمدِ ہندی رضاؔ

نتیجۂ فکر : یٰسٓ اختر مصباحی

لِکھ، قلم سے حمدِ ذاتِ کبریا شکرِ نعمت، دل سے پہلے کر، ادا
پڑھ، زباں سے نعتِ محبوبِ خدا بھیج، انہیں تحفہ درودِ پاک کا
ہند پہ ہے رب کا فضل، اُس کی عطا
فضلِ حق اور احمدِ ہندی رضا

رَب کی نعمت اور اِنعامِ خدا دین کی دولت، متاعِ بے بہا
دین کے ہیں مقتدا و پیشوا ہیں غلامانِ شہِ ہر دوسرا
عظمتِ شہ کے امین و پاسباں
فضلِ حق اور احمدِ ہندی رضا

حق پسند و حق نما ہے ہر اَدا حفظِ ایماں، ابتدا تا انتہا
کرتے ہیں ذکرِ شہِ بطحا، سدا شمعِ بزمِ اَولیا و اَصفیا
پھیلی جن کے دَم سے ہے ہر سُو ضیا
فضلِ حق اور احمدِ ہندی رضا

☆☆☆

صاحبِ علمِ شریعت، صاحبِ فہم و ذکا شہ نشین و میرِ مجلس، رونقِ بزمِ وفا
بلبل و گل اور چمن کے طوطیِ نغمہ سَرا کہہ رہے ہیں سب بزبانِ حال سے یہ برملا
بادۂ حُبِّ نبی کا، جام اِک ہم کو پلا
یاالٰہی سنّیت پر اِستقامت کر، عطا

Marfat.com

رہبرِ راہِ طریقت، ہادیٔ حق آشنا ہر جہت سے حق ہے جن کی ذات سے جلوہ نما
بھاگتی ہے دور، جن کے نام سے نجدی بلا رحمت و غفران کی، بارش ہو، ان پر دائما
اہلِ حق دیتے رہیں، صبح و مسا ان کو دُعا
یاالٰہی ! سُنّیت پر اِستقامت کر، عطا

یاالٰہی ! سُنّیت پر اِستقامت کر، عطا بارگاہِ رب میں ہے، اختر ! یہی اپنی دُعا
عندلیب خوش نوا، گلشن میں ہے نغمہ سرا صبح دَم، گلشن میں کہتی پھرتی ہے بادِ صبا
زیرِ دامانِ کرم، وہ بابِ جنت ہے کھلا
یاالٰہی ! سُنّیت پر اِستقامت کر، عطا

اَشْرَفِیَّہ، مذہبِ اسلاف کا ہے پاسباں

نتیجۂ فکر : یونس اختر مصباحی

اشرفیہ، ''باغِ فردوس'' اور مہکتا گلستاں
اشرفیہ، ''حافظِ مِلّت'' کا باغ و بوستاں
اشرفیہ، تازہ گلشن کی طرح عنبر فشاں
اشرفیہ، روزِ روشن کی طرح ہے ضوفشاں
اشرفیہ، شوکتِ علمی کا اِک روشن نشاں
اشرفیہ، فکرِ مستقبل کا اِک تازہ جہاں
اشرفیہ، کارواں درکارواں ہردَم رَواں
اشرفیہ، فوج ''مصباحی'' کا میرِ کارواں
اشرفیہ، عزم وہمت کی مجسّم داستاں
اشرفیہ، رفعت وعظمت میں ہے عرش آستاں
اشرفیہ، ہے وقار و عظمتِ اِسلامیاں
اشرفیہ، مذہبِ اسلاف کا ہے پاسباں
اشرفیہ، منہجِ اسلاف کا روشن بیاں
اشرفیہ، مسلکِ احمد رضا کا ترجماں
اشرفیہ، فکرِ تازہ کا مہکتا گلستاں
اشرفیہ، فکرودانش کا ہے بحرِ بے کراں
اشرفیہ، روشن وتاباں ہے مثلِ کہکشاں

Marfat.com

اشرفیہ، علم وحکمت کا ہے اِک کوہِ گراں
اشرفیہ، ''قُطبِ مینارہ'' جہانِ سُنّیاں
اشرفیہ، شہرِ علمی کا ہے ''تاجِ شہ جہاں''
اشرفیہ، اَوج ورِفعت میں ہے رَشکِ آسماں
اشرفیہ، صبحِ نَو کی ہے نَویدِ قُدسیاں
زندہ باد، اے اشرفیہ! ''اَزہرِ ہندوستاں''
''چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں''

Marfat.com

اَشْرَفِیَّہ، پاسبانِ اہلِ سُنَّت، زندہ باد

نتیجۂ فکر : یٰس اختر مصباحی

اشرفیہ، مرکزِ علم وہدایت، زندہ باد
اشرفیہ، مرکزِ حق وصداقت، زندہ باد
اشرفیہ، مَرجعِ اہلِ ہدایت، زندہ باد
اشرفیہ، مَرجعِ اہلِ صداقت، زندہ باد
اشرفیہ، مَنْبعِ فہم وفراست، زندہ باد
اشرفیہ، مَنْبعِ شرف وسیادت، زندہ باد
اشرفیہ، مَنْہلِ جودوسماحت، زندہ باد
اشرفیہ، مَنْہلِ آبِ حلاوت، زندہ باد
اشرفیہ، مَعدنِ فکروبصیرت، زندہ باد
اشرفیہ، مَعدنِ ذہن وذکاوت، زندہ باد
اشرفیہ، مَصدرِ فیضانِ رحمت، زندہ باد
اشرفیہ، مَصدرِ فیض وکرامت، زندہ باد
اشرفیہ، مَشْعَل وفانوسِ حکمت، زندہ باد
اشرفیہ، مَشْعَل ومصباحِ سُنَّت، زندہ باد
اشرفیہ، مَطْلَعِ انوارِ رحمت، زندہ باد
اشرفیہ، مَظہرِ آیاتِ نعمت، زندہ باد
اشرفیہ، مَنْبعِ فیضانِ سُنَّت، زندہ باد

Marfat.com

اشرفیہ، مرکزِ عرفانِ سُنّت، زندہ باد
اشرفیہ ،سُرمۂ چشمِ بصیرت، زندہ باد
اشرفیہ ،روے تابانِ حقیقت، زندہ باد
اشرفیہ ،نَیّرِ تابانِ مِلّت، زندہ باد
اشرفیہ ،ذُروَۂ کوہِ فضیلت، زندہ باد
اشرفیہ ،گوہرِ دُرجِ سعادت، زندہ باد
اشرفیہ ،حاملِ تاجِ کرامت، زندہ باد
اشرفیہ ،حامیِ آدابِ سُنّت، زندہ باد
اشرفیہ ،ماحیِ بدعت،ضَلالت، زندہ باد
اشرفیہ ،آبروے اہلِ سُنّت، زندہ باد
اشرفیہ،پاسبانِ اہلِ سُنّت، زندہ باد
اشرفیہ ،اِفتخارِقوم و مِلّت، زندہ باد
اشرفیہ،شوکت و شانِ جماعت، زندہ باد
اشرفیہ ،وارثِ اَسلافِ اُمّت، زندہ باد
اشرفیہ ،عارف و داناے فطرت، زندہ باد
اشرفیہ،حاملِ اَسرارِوَحدت، زندہ باد
اشرفیہ،قاسمِ علمِ نبوّت، زندہ باد
اشرفیہ ،داعیِ عشقِ رسالت، زندہ باد
اشرفیہ ،"باغِ فردوسِ"جماعت ، زندہ باد
اشرفیہ،اَبرِسایہ دارِ رحمت ، زندہ باد
اشرفیہ فیضِ" اشرف شیخِ "برکت"زندہ باد
اشرفیہ، فیض یابِ "اعلیٰ حضرت" زندہ باد

Marfat.com

اشرفیہ ، صاحبِ مجد وکرامت ، زندہ باد
اشرفیہ ،"امجد" و "نوری" کی" برکت"، زندہ باد
اشرفیہ،"سیّد" و "احسن" کی " برکت" زندہ باد
اشرفیہ، گلشنِ سُنّت کی نکہت، زندہ باد
اشرفیہ ،"حافظِ مِلّت " کی جنّت، زندہ باد
اشرفیہ ،دانش وحکمت کی عظمت ،زندہ باد
اشرفیہ ،پرچمِ مینارِعظمت ، زندہ باد

Marfat.com

زندہ باد، اے درسگاہِ اَشْرَفِیَّہ، زندہ باد

نتیجۂ فکر:۔ یونس اختر مصباحی

زندہ باد، اے درسگاہِ اشرفیہ ! زندہ باد
زندہ باد، اے شمعِ ایوانِ جماعت! زندہ باد
زندہ باد، اے درسگاہِ اشرفیہ ! زندہ باد
زندہ باد، اے نخلِ بُستانِ جماعت! زندہ باد
زندہ باد، اے درسگاہِ اشرفیہ ! زندہ باد
زندہ باد، اے آبشارِ علم وحکمت ! زندہ باد
زندہ باد ، اے درسگاہِ اشرفیہ ! زندہ باد
زندہ باد، اے مَرغ زارِ اہلِ سُنَّت! زندہ باد
زندہ باد ، اے درسگاہِ اشرفیہ ! زندہ باد
زندہ باد ، اے لالہ زارِ اہلِ سُنَّت! زندہ باد
زندہ باد ، اے درسگاہِ اشرفیہ ! زندہ باد
زندہ باد، اے "باغِ فردوسِ" جماعت! زندہ باد
زندہ باد ، اے درسگاہِ اشرفیہ ! زندہ باد
زندہ باد، اے فیضِ "اشرف" فیضِ "برکت" زندہ باد
زندہ باد ، اے درسگاہِ اشرفیہ ! زندہ باد
زندہ باد، اے "احمدی" "نوری" جماعت! زندہ باد

زندہ باد، اے درسگاہِ اشرفیہ! زندہ باد
زندہ باد، اے گلشنِ "حافظ" کی نکہت! زندہ باد
زندہ باد، اے درسگاہِ اشرفیہ! زندہ باد
زندہ باد، اے درسگاہِ علم وحکمت! زندہ باد
زندہ باد، اے درسگاہِ اشرفیہ! زندہ باد
زندہ باد، اے کوکبِ اقبالِ امّت! زندہ باد
زندہ باد، اے درسگاہِ اشرفیہ! زندہ باد
زندہ باد، اے اخترِ تابانِ ملّت! زندہ باد

Marfat.com

عرفانِ حقیقت

عبرت انگیز آغاز وانجام

عِلم، اور وہ بھی عِلمِ دین! کتنی عظیم نعمت اور لازوال دولت ہے؟ کتنا گراں قدر اور بیش بہا سرمایہ ہے؟ اسے کتنی عزت وکرامت اور کتنی عظمت واہمیت حاصل ہے کہ یہی امانت ووراثتِ انبیاء ومُرسلین عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَ التَّسْلِیْم، عہد بہ عہد منتقل ہوئی ہم تک پہنچی ہے اور اپنے اپنے ظرف واستطاعت کے مطابق آج کے اہلِ علم وفضل وکمال، بہرہ وَر اور نہال ومالا مال ہوئے ہیں۔ سچ ہے کہ: دیتے ہیں بادہ، ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

اللہ ربُّ العزت نے جن سعادت منداصحابِ ایمان واسلام کوعلم کے ذریعہ رفعت وسرفرازی بخشی ہے، وہ علمائے دین ہی درحقیقت اس وراثت وامانتِ دینی وعلمی کے حقیقی وارث وامین ہیں، جن کا رُسوخِ علم ایک طرف انہیں صحیح اَعمال واَفعال کی طرف راغب ومائل کرتا ہے اور دوسری طرف خوف وخشیتِ رَبّانی کا صحیح حامل بنا کر اُنھیں بارگاہِ الٰہی میں مقرَّب ومحبوب بنادیتا ہے۔

کتنا بے توفیق وبدنصیب ہے وہ صاحبِ علم جو اپنے علم کا غلط اور نہایت غلط استعمال کرتا ہے۔ اور عنایت وفضلِ رَبّانی سے کتنا دور ہے وہ صاحبِ علم جو اپنے علم کو شر وفساد کا ذریعہ اور وسیلہ بنا کر اُمّتِ مسلمہ کے قلوب میں اختلاف وانتشار کی تخم ریزی کرتا ہے اور اِفتراق بین المسلمین کے جُرمِ عظیم کا مُرتکب ہوتا ہے۔

اور بڑا ہی بدترین ہے وہ شخص جو فتنہ خیزی وشر انگیزی کے لئے طرح طرح کی دَسیسہ کاری کرتا ہے یا کسی سوئے ہوئے فتنہ کو بیدار کرکے اسے آتش فشاں بناتا ہے اور خلقِ خدا کو حَسد وبغض ومخاصمت اور عِناد ومخالفت کی بھٹی میں جھونک کر انہیں قلبی وروحانی اور جسمانی آزار اور کرب واَذیّت میں مبتلا کردیتا ہے۔

سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کو آج ایسے ہی بعض افراد سے سابقہ اور واسطہ ہے جو علم رکھتے ہوئے بھی اس کے تقاضوں کو پامال کررہے ہیں۔ اور عقل رکھتے ہوئے بھی اس کا بے جا

استعمال کر کے کفرانِ نعمتِ الٰہی کا اِرتکاب کر رہے ہیں۔ اچھی خاصی تعداد ایسوں کی بھی ہے جو علم وعقل سے بڑی حد تک تہی دست، مگر بعض شرعی احکام ومسائل اور اُمور ومعاملات کی مَن مانی تشریح واِطلاق واِنطباق میں بے حد جری اور نہایت بے باک ہیں۔

ضرورت ہے کہ ایسے چہروں کو پہچانا جائے، ان کے مذموم عزائم اور سرگرمیوں پر نظر رکھی جائے۔ اور ان کے شر وفساد سے مسلمانانِ اہلِ سُنّت کو محفوظ رکھنے کی مؤثر تدبیر اختیار کی جائے۔

دینِ اسلام اور مذہب سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کی تعلیمات وہدایات کو صحیح طور پر اس کے ماننے والوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب وتشویق کی شب و روز، حکیمانہ ومخلصانہ جد وجہد کی جائے۔

آفاقی پیغامِ اسلام کو اس کے وسیع پس منظر میں دیکھا اور سمجھا جائے اور اسے اس کی اصل شکل میں پیش کرنے کی ہمہ جہت تدبیر اور کوشش کی جائے۔

منکرین ومخالفین، اور معاندین کو حکمت وموعظتِ حسنہ یا بہتر سے بہتر افہام وتفہیم و بحث و مباحثہ کا انداز اور طرز وطریقہ اختیار کر کے سامع ومخاطب کے دل ودماغ کو مطمئن اور مسخّر کیا جائے۔

نوجوان نسل کی صحیح تعلیم وتربیت کی طرف خاطر خواہ توجہ دی جائے۔ جائز عصری مطالبات کی تکمیل کا سامان کیا جائے۔ اور ہر وہ اِقدام کیا جائے جس سے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی راہیں اور سبیلیں کشادہ ہو سکیں۔

علم پر صحیح طور سے عمل نہ کرنے کا ایک شاخسانہ یہ بھی ہے کہ بلا سوچے سمجھے اور بلا تحقیق و تصدیق کے کوئی بات کسی صاحبِ علم وعقل کی زبان وقلم سے نکلے اور پھر خلقِ خدا کے ساتھ خود اس کے لئے بھی وہ بات، وبالِ جان جائے۔

زیرِ نظر رسالہ کی تحریروں میں جا بجا آپ کو بعض اَفراد کی ایسی ہی غیر ذِمّہ داری و بے اِعتدالی کے نمونے ملیں گے کہ انہوں نے اگر تحقیق وتصدیق کا مَرحلہ ابتداہی میں طے کر لیا ہوتا تو وہ انجام سامنے نہ آتا جو آج ہم سب کے سامنے ہے کہ خاموشی اور رُسوائی کا عذاب جھیلنے کے سِوا بعض اَفراد کے سامنے اب کوئی چارہ ہی نہیں رہ گیا ہے۔

۱۳ر ربیع الاول ۱۴۳۵ھ/۱۵ر جنوری ۲۰۱۴ء سے متعدد ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے مَیں شرعی الزام کی نشان دِہی کا مسلسل مطالبہ کر رہا ہوں مگر دو ماہ کے اِس عرصے میں اب تک مجھے

Marfat.com

اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ جس کا واضح وصریح مطلب یہ ہے کہ "عرفانِ مذہب و مسلک" میں کوئی شرعی غلطی نہیں ہے۔ بلکہ شرعی الزام، عائد کرنے والوں کے دماغ، خود ہی شرعی غلطیوں کی آماج گاہ بنے ہوئے ہیں۔

اور دو دو چار کی طرح یہ حقیقت بھی عیاں ہو جاتی ہے کہ ایسے لوگ "شریعت" اور "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کو مَعَاذَ اللّٰہ، کھیل تماشہ بنا رہے ہیں کہ جب جو جی چاہا، کہہ دیا۔ اور اس کی کوئی پروا نہیں کہ صحیح ہے یا غلط؟ اور برسرِ عام، کچھ غلط کہہ دیا ہے تو بھی خاموشی اور بے نیازی کے ساتھ شرعی غلطی کو ہضم کر جاتے ہیں۔

بالفاظِ دیگر، روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ "عرفانِ مذہب و مسلک" میں نہ کوئی شرعی غلطی ہے نہ ہی اس کے مؤلف کو کسی رُجوع کی ضرورت ہے۔ بلکہ ضرورت صرف اس کی ہے کہ اس میں شرعی غلطیوں کا اِلزام، عائد کرنے والے غیر ذِمّہ دار مولوی اپنی اپنی شرعی غلطیاں تسلیم کرتے ہوئے بلا تاخیر پوری صدق دلی کے ساتھ، فرداً فرداً توبہ و رُجوع کریں اور اپنا توبہ نامہ، سنی مجلات و رسائل میں بھی شائع کرائیں۔

آئندہ صفحات میں آپ پڑھیں گے کہ غیر ذِمّہ داری و بے اعتدالی اور افواہ بازی و اِلزام تراشی کا کتنا سخت اور عبرت انگیز، آغاز و انجام ہوا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَلْبَاب۔

اِس صورتِ حال سے اہلِ علم کو سبق سیکھنا چاہیے اور علم و تحقیق کا دامن، مضبوطی کے ساتھ تھامے رہنا چاہیے۔ کہ اسی میں ہم سب کی دینی و دنیوی فلاح و کامرانی کا راز، مضمر ہے۔

اللہ ربُّ العزت ہم سب کو اپنے سچے دین اسلام پر قائم رکھتے ہوئے مذہب و مسلکِ اہلِ سُنّت و جماعت پر عمل کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہدایت و سعادت کے ظِلِّ ہُمایوں کے ساتھ ہماری دستگیری فرماتا رہے۔

آمین بِجاہِ حبیبہٖ سیّدِ المُرسَلین علیہِ و علی آلِہٖ و اصحابِہٖ و عُلَماءِ اُمّتِہٖ الصَّلوٰۃُ و التسلیم۔

یٰسٓ اختر مصباحی

دار القلم، قادری مسجد روڈ، ذاکر نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵

۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/ ۱۰ر مارچ ۲۰۱۴ء۔ بروز دوشنبہ مبارکہ

Marfat.com

اِحتسابِ شرعی سے پہلے ثبوتِ شرعی کی ضرورت

ایمان افروز، روح پرور اور فکر انگیز و مستقبل ساز کتاب ''عرفانِ مذہب و مسلک'' متعدد مقامات سے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر مقبولِ خاص و عام ہو چکی ہے اور اب پونے تین سو صفحات پر مشتمل ''طبعِ جدید مع اضافۂ مفید'' کے پریس جانے کی تیاری، بالکل آخری مرحلے میں ہے۔

بلاشبہ اہلِ سُنّت کے سنجیدہ اور علمی حلقوں میں ''عرفانِ مذہب و مسلک'' کی زبردست پذیرائی ہوئی، مگر جنھوں نے اپنے مخصوص ہدف کے تحت چند برسوں سے بعض سنّی تحریکوں اور اِداروں کو بُری طرح بدنام کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے، اُنھوں نے ''عرفانِ مذہب و مسلک'' پڑھ کر محسوس کیا کہ:

ہمارے مقرّرہ منصوبے کی راہ میں یہ کتاب، سنگِ گراں بن سکتی ہے، اِس لئے انھوں نے طے کر لیا کہ:

اِس کتاب کے حق میں کوئی حرفِ تعریف زبان پر لانا تو درکنار، اپنی ساری قوت و توانائی، صَرف کر کے اس کو بدنام کرنا اور کھلے اسٹیجوں کے ذریعہ پوری جماعت میں ہیجان برپا کرنا، انتہائی ضروری ہے۔

اِس لئے انجام سے بے پرواہ ہو کر ''عرفانِ مذہب و مسلک'' پر صرف ''انگشت نمائی'' نہیں، بلکہ جارحانہ ''نشتر زنی'' بلکہ ''تیشہ زنی'' شروع کر دی۔

کسی نے کہا: ''عرفانِ مذہب و مسلک'' میں صلحِ کلّیت کی تعلیم اور حکمِ شرعی کے خلاف ایک رَوِیّہ ہے۔''

کسی نے کہا: ''عرفانِ مذہب و مسلک'' ''عرفانِ ندویت و صلحِ کلّیت ہے۔''

کسی نے کہا: ''عرفانِ مذہب و مسلک'' قرآن و حدیث کی تصریحات کے خلاف ہے۔''

مذکورہ سنگین شرعی الزامات پر مشتمل تقاریر، کلِپ اور کیسٹ میں موجود و محفوظ ہیں، جنھیں سننے والوں کی نگاہوں کے سامنے ''تیشہ زنِ فرہادوں'' کے تقدس مآب چہروں کے نقوش، جھلملانے

Marfat.com

لگتے ہیں اوران کے اَسمائے گرامی، خود بخود، پردۂ ذہن پر بخطِ جلی، واضح وروشن ہو جاتے ہیں۔
اِس ساعت کے بعد یہ کہنے سننے کی ضرورت، باقی نہیں رہ جاتی کہ:

لاؤ تو قتل نامہ، ذرا میں بھی دیکھ لوں
کس کس کی مُہر ہے، سَرِ محضر لگی ہوئی

مَیں نے ۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ/۱۵ جنوری ۲۰۱۴ء سے اصولی اور نہایت شریفانہ طور سے بذریعۂ موبائل فن وموبائل مَسیج اور بعض اَحباب کے توسُّط سے زبانی بھی بار بار درخواست کی ہے اور ایک ماہ گذر جانے کے بعد زیرِ نظر تحریر کے ذریعہ اب بھی درخواست کر رہا ہوں کہ:

''عرفانِ مذہب ومسلک'' کی کسی بھی شرعی غلطی کی بقیدِ صفحہ وسطر، نشان دِہی کی جائے۔ کوئی بھی شرعی غلطی ثابت ہونے اور حق، واضح ہو جانے کے بعد بلا تکلُّف و بلا تاخیر اس سے رجوع کر کے آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔
کتاب پریس جانے والی ہے اِس لئے جو بھی شرعی غلطی آپ کی نظر میں ہے اُس کی بلا تاخیر نشان دِہی فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔''

مسلسل تقاضے اور شدید انتظار کے باوجود، صورتِ حال یہ ہے کہ:

اللہ رے سناٹا، آواز نہیں آتی

''عرفانِ مذہب ومسلک'' کے خلاف سنگین اِلزامات پر مشتمل جارِحانہ تحریریں، شائع کرنے، کرانے والے اور دُھواں دھار تقریریں کرنے، کرانے والے حضرات کی پُر اسرار خاموشی، نا قابلِ فہم ہے۔

آخر یہ نا رَوا خاموشی کب تک رہے گی؟ اور شرعی تقاضے کی تکمیل کے لئے کب وہ اپنی مُہر سکوت توڑیں گے؟ اَللّٰہُ اکبر۔ کہاں تو وہ شوراشوری اور کہاں یہ بے نمکی ؟؟؟

قارئینِ کرام، ذہن نشین رکھیں کہ شرعی غلطی کی نشان دِہی کے تقاضے واِصرار کے باوجود اس کی نشان دِہی نہ کرنا، یہ خود ایک شرعی جرم ہے۔ اور کوئی شرعی غلطی نہ ہونے کے باوجود کسی شرعی غلطی کا الزام، عائد کرنا، حقُ اللہ وحقُ العبد، دونوں کی پامالی اور بے حد سنگین شرعی جرم ہے۔

بہت سے دینی، علمی اور فکری موضوعات ہیں جن پر اہلِ سُنّت کو کام کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اسی طرح اہلِ سُنّت میں اتحادِ باہمی اور بہت سے مصالح ومفادات اہلِ سُنّت کے لئے عملی

Marfat.com

اقدامات بھی ضروری ہیں، مگر ان سب سے تقریباً بے نیاز ہو کر مشغلہ کیا ہے؟

ایک خاص منصوبہ کے تحت چند مسائل کو کھلے عوامی اسٹیجوں کے ذریعہ بڑے جذباتی اور ہیجان خیز انداز میں اُچھالنا۔ پوری جماعت کو انتشار و اضطراب کی بھٹی میں جھونکنا۔ نیز کچھ مستحکم اور پائدار دینی و علمی خدمت انجام دینے والے اصحابِ علم و قلم کو بھی اسی طرح کے اُمور و معاملات میں اُلجھائے رکھنا!!

میں پوچھتا ہوں: کیا واقعی یہی مذہب و مسلک کی سب سے بڑی یا بہت بڑی خدمت ہے؟؟
کیا ''ردِّ بدمذہباں'' کی جگہ ''رَدِّ سُنّیاں'' کے کسی نئے فریضے کا انھیں کوئی اِلہام ہوگیا؟؟
''عرفانِ مذہب و مسلک'' کے خلاف، گرجتے برستے ہوئے ایک صاحب نے مندرجہ ذیل شعر پڑھا۔ جو واقعۃً نہایت مناسب حال اور برمحل ہے کہ:

سُونا جنگل، رات اندھیری، چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو، چوروں کی رکھوالی ہے

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَهُوَ الْهَادِي إِلَىٰ سَوَاءِ السَّبِيلِ۔

یٰسٓ اختر مصباحی
دارُالقلم، قادری مسجد روڈ، ذاکر نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵
موبائل نمبر 09350902937

محرّرہ ۱۳؍ ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ/ ۱۴؍ فروری ۲۰۱۴ء۔ بروز جمعہ مبارکہ

Marfat.com

''عرفانِ مذہب ومسلک'' کی دو حقیقت افروز عبارتیں

مَیں کس کے ہاتھ میں اپنا لہو تلاش کروں؟؟؟

بِحَمْدِہٖ تعالیٰ ''عرفانِ مذہب ومسلک'' کو توقع سے زیادہ قبولِ عام حاصل ہوا۔ جس نے سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کے وسیع حلقے کو متاثر کیا اور متعدد ایسے حقائق، پیش کیے اور ایسے پہلوؤں کی طرف مسلمانانِ اہلِ سُنّت وجماعت کو متوجہ کیا جن پر غور وفکر کی موجودہ حالات میں شدید ضرورت تھی۔

بے شمار اَصحابِ علم وفکر اور اَربابِ شعور وفہم نے ''عرفانِ مذہب ومسلک'' کی پُر جوش تائید و تحسین کی۔ مگر ظاہر ہے کہ چمن میں صرف گُل ہی نہیں بلکہ کچھ خار بھی ہوا کرتے ہیں جو چاہتے ہیں کہ سارا ''گلستان'' ہی ''خارستان'' بن جائے۔ لیکن اَواخرِ مارچ ۲۰۱۴ء تک منظرِ عام پر آنے والا، تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل اِس ''عرفان'' کا اضافہ شدہ ایڈیشن، ایسے ''خار پسندوں'' کی اُمیدوں پر پانی پھیرنے کے لئے کافی ہے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ۔

بعض یارانِ طریقت نے ''عرفانِ مذہب ومسلک'' کے ساتھ ایسی کرم فرمائیاں کیں جو مدتوں یاد رہیں گی۔ اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ:

ناطِقہ، سَر بگریباں ہے اِسے کیا کہیے؟
خامَہ، انگشت بدَنداں ہے اِسے کیا لکھیے؟

''عرفانِ مذہب ومسلک'' کی دو حقیقت افروز عبارتوں کو خصوصیت کے ساتھ بعض کرم فرماؤں نے اپنی توجّہات سے نوازا اور ان کی طرف اعتراضات کے تیر ونشتر چلائے۔

اور اِسی پر بس نہیں کیا گیا، بلکہ توپ کے گولے بھی داغے گئے۔

یہ الگ بات ہے کہ چلائے گئے تیر ونشتر اور توپ کے گولے ایسے پلٹے کہ بڑے بڑے رُستم و سُہراب، خود ہی ان کا شکار ہوگئے۔

Marfat.com

کسی دوسرے پر پتھر پھینکنے سے پہلے، پتھر کھانے کے لئے خود بھی تیار رہنا چاہیے۔ اور:
یہ ہے گنبد کی صدا، جیسی کہو، ویسی سُنو۔
اِس حادثۂ فاجعہ نے ایک بار پھر یہ مقولہ، سچ کر دکھایا کہ: چاہ کَن را چاہ دَر پیش۔"
دونوں حقیقت افروز عبارتیں مع توضیح و تشریح، ذیل میں درج کی جا رہی ہیں:
(۱) ایک سفرِ بمبئی کے دَوران مجھ سے ایک ثقہ راوی نے بیان کیا کہ:
"فلاں صاحب نے اِس فتویٰ (فتوائے حجۃ الاسلام) کے پڑھنے کے بعد مجھ سے ایک ملاقات و گفتگو کے دَوران کہا کہ:
"مسلک اعلیٰ حضرت' کا خون ہو گیا۔ اِس فتویٰ کو 'فتاویٰ حامدیہ' سے نکال دینا چاہیے۔'
یہ جاہلانہ و احمقانہ تبصرہ و خیال سُن کر راقمِ سطور (یٰسٓ اختر مصباحی) نے اس راوی کے سامنے بَرجستہ کہا کہ:
'جس فرضی مسلک کا خون، اعلیٰ حضرت کے حکم سے حجۃ الاسلام و صدرُ الشریعہ اور دیگر خلفائے اعلیٰ حضرت نے کیا ہے، اُس کا خون ہونا ہی چاہیے اور بار بار ہونا چاہیے۔"
(ص ۲۳ "عرفانِ مذہب و مسلک" طبع اول، جون ۲۰۱۳ء۔ وص ۱۰۹ و ص ۱۱۰۔ اضافہ شدہ ایڈیشن۔ ستمبر ۲۰۱۳ء)
اتنی واضح و صریح اردو عبارت بھی بعض یارانِ طریقت کی سمجھ میں نہ آ سکی تو اُن سے عرض ہے کہ پہلے نہ سہی، اب سے وہ بَرائے مہربانی، اپنی عقل کا کچھ نہ کچھ ضرور اِستعمال کریں۔ اور اپنا ذہن، حاضر کر کے سوچیں کہ:
جسے وہ "مسلکِ اعلیٰ حضرت" سمجھ رہے ہیں اور زور و شور کے ساتھ جس کے نعرے لگوا رہے ہیں، تو کیا جو فکر و خیال اور جو عمل، اعلیٰ حضرت و حُجۃ الاسلام و صدرُ الشریعہ جیسے اکابرِ اہلِ سُنّت و جماعت کے موقف کے خلاف ہو، وہ بھی اس "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کا کوئی جُز اور حصہ ہو سکتا ہے؟
اور جب ایسا نہیں ہو سکتا ہے تو اسے فرضی و مَزعوم فکر و خیال و مسلک و موقف نہیں تو اور کیا کہا جائے؟
کبھی کبھی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ بے جا تشدُّد بلکہ تَحمُّق کے حامل، کچھ اِنتہا پسند افراد نے اپنی جہالت و حماقت اور اپنی تنگ نظری و کج فکری سے اپنے دل و دماغ میں کوئی ایسا مَسلک

Marfat.com

(فکر و خیال) پال رکھا ہے کہ اکابر و اسلاف اہلِ سُنّت و جماعت کی ہدایات و ارشادات کو بھی وہ لائقِ اِعتنا اور قابلِ عمل نہیں سمجھتے۔

اور اِن جاہلوں اور اِنتہا پسندوں کا "مزعومہ مسلک" (مذہب اہلِ سُنّت و مسلکِ اعلیٰ حضرت کے مخالف کوئی فکر و خیال) ان کی نظر میں اتنا صحیح اور کھرا ہے کہ:

اعلیٰ حضرت و صدرُ الشریعہ و حُجۃُ الاسلام و مفتیِ اعظم و محدِّث اعظم اور صدرُ الافاضل وغیرھم عَلَیھِمُ الرَّحْمَۃُ والرِّضْوَان بھی گویا ان کے معیار پر پورے نہیں اُترتے اور "خود ساختہ تصلُّب" کو وہ اِن اکابر و اسلاف اہلِ سُنّت کے "دینی تصلُّب" سے بھی بالاتر سمجھتے ہیں۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَبَارَکَ و تَعالٰی۔

یہ فکر و عمل نہ "تصلُّبِ مطلوب" ہے۔ نہ "تعصُّبِ محمود" بلکہ واضح و صریح الفاظ میں "حُمقِ محض" اور "جہالتِ فاحشہ" ہے جو نہایت معیوب اور شدید مذموم ہے۔

کیا ایسے ہی جاہلوں، بے عقلوں اور بدنصیبوں کی اِنتہا پسندی و کج رَوی کی خبر، رسولِ اکرم، نبیِ معظم، مُخبرِ صادق ﷺ نے اِس ارشادِ گرامی میں اہلِ ایمان کو نہیں دی ہے؟

هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ۔ (صحیح مسلم) "ہلاک ہوئے غُلو و تشدُّد والے۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے غُلو و تشدُّد اور اس کی ہلاکت سے اہلِ سُنّت کی حفاظت فرمائے۔ آمین! بِجَاہِ حَبِیبِکَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِین عَلَیہِ و عَلٰی آلِہٖ و اَصْحَابِہِ الصَّلوٰۃُ و التَّسْلِیم۔

(۲) رَدِّ فِرَقِ باطلہ کا مطلب ہے: اِحقاقِ حق و اِبطالِ باطل۔

اپنے موقف و نظریہ اور فکر و خیال کے اِثبات کے بہت سے طُرُق و اَسالیب ہوا کرتے ہیں۔ اور مسئلہ کی نوعیت، موقع و محل کی مناسبت، سامع و مخاطب کے مزاج و معیار کو مدِّ نظر رکھ کر اپنا موقف و مسلک واضح و ثابت کیا جاتا ہے۔ اِسی طرح غلط موقف و مسلک کو واضح بیان اور مضبوط دلائل کے ساتھ غلط اور باطل ٹھہرایا جاتا ہے۔

آج کل کے جو لوگ قِلّتِ علم و مطالعہ اور ناقص تجربہ و مشاہدہ کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جب تک اپنے بیان و خطاب کے ذریعہ کسی فرقۂ باطلہ کے اَساطین کو بار بار خبیث مردود، کافر و مُرتد نہ کہا جائے، اُس وقت تک رَدِّ فرقۂ باطلہ کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ ایسے حضرات کو اپنی غلط فہمی دور کر کے رَدِّ فِرَقِ باطلہ کا وہ صحیح اور مفید و

Marfat.com

مناسب طرز وطریقہ اختیار کرنا چاہیے جس سے اہلِ سُنّت کے مسلک وموقف کی صداقت وحقانیت واضح وثابت ہوسکے اور اہلِ باطل کے مسلک ونظریہ کا بُطلان، اَظْہَرُ مِنَ الشَّمس ہوجائے۔"

(ص ۱۱۔عرفانِ مذہب ومسلک۔طبع اول جون ۲۰۱۳ء

وص ۹۲ وص ۹۳۔عرفانِ مذہب ومسلک۔اضافہ شدہ ایڈیشن۔ستمبر ۲۰۱۳ء)

مندرجہ بالا پیراگراف کے بارے میں بعض عُقلائے روزگار وفُضلائے بے روزگار، اپنے علم اور عقل وفضل وکمال کو بالائے طاق رکھ کر طرح طرح کی چہ می گوئیاں بلکہ ہرزہ سرائیاں و یاوہ گوئیاں کررہے ہیں۔جن میں سے ایک یہ ہے کہ:

"اِس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی فرقۂ باطلہ کے اَساطین کو کافر ومُرتد کہنے سے منع کیا گیا ہے۔"

جب کہ اِس عبارت میں کہیں بھی اور کسی بھی طرح کسی فرقۂ باطلہ کے اَساطین کے کفر و اِلتزامِ کفر کی بنیاد پر اُنہیں کافر ومُرتد کہنے سے روکا نہیں گیا ہے۔ بلکہ یہ سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ بار بار خبیث ومردود اور کافر ومرتد کہنے میں رَدِّ باطل کو محصور سمجھنا، درست نہیں۔دوسرے بھی طریقے ہیں جو اِشاعتِ حق اور رَدِّ باطل کی راہ میں کارآمد اور مفید ہیں۔انھیں حسبِ موقع، عمل میں لایا جائے تو بہتر نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔

مثلاً: بعض لوگ، خبیث ومردود اور کافر ومرتد کی تکرار پر مشتمل پوری تقریر ختم کردیتے ہیں اور یہ نہیں بتاتے کہ فلاں فلاں نے کن ضروریاتِ دین کا انکار کیا ہے؟ خدا اور رسول کی شان میں کیا گستاخیاں کی ہیں؟ اور کس طرح مسلمانوں کا دین وایمان خراب کیا ہے؟

کچھ لوگ ان اہلِ باطل کا ظاہری کردار وعمل دیکھ کر اور ان کی چکنی چپڑی باتیں سن کر ان کے مَدّاح اور گرویدہ ہوجاتے ہیں اور علمائے اہلِ سُنّت سے بدظن ہوتے ہیں کہ ایسے اچھے لوگوں کو یہ خبیث ومردود اور کافر ومُرتد کیوں کہتے ہیں؟

کیا ایسے لوگوں کے سامنے اہلِ باطل کی خلافِ اسلام باتوں کا اظہار اور ان کے کفریات کی توضیح وتفصیل کی ضرورت نہیں؟

تجربہ شاہد ہے کہ ان سے دیرینہ عقیدت رکھنے والے بعض افراد پر جب ان کی اندرونی

Marfat.com

حالت منکشف ہوئی تو وہ ان سے دور و نفور اور اہلِ حق کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

مقرِر صاحب، یہ سمجھیں کہ ان کے کفریات تو چھپے ہوئے ہیں۔ وہ خلافِ ایمان و اسلام کیسے ہیں؟ یہ بھی علمائے اہلِ سنّت نے اپنی کتابوں میں خوب خوب واضح کر دیا ہے اور "ساری دنیا" کو اچھی طرح معلوم ہے۔ ہمیں اپنی تقریر میں ان عبارتوں کو لانا، پھر یہ سمجھانا کہ فلاں فلاں آیات و احادیث کی رُو سے یہ کفر ہیں، یہ سب تطویلِ لا طائل ہے۔

ہمیں اپنے فرضِ منصبی سے سبک دوش ہونے کے لئے ایسے بے ایمانوں کو بار بار خبیث و مردود اور کافر و مرتد کہہ دینا کافی ہے۔ باقی تحقیق و تفصیل میں جانا اور کتابوں کا بغور مطالعہ کرنا، عوام سامعین کا کام ہے۔"

بتایئے، مقرِر صاحب کی یہ سوچ، ناواقفوں کو حق آشنا کرنے کے لئے کتنی کارآمد ہے؟

یہ ایک مثال ہے۔ تفصیل کے لئے تو ابھی بہت کچھ باقی ہے۔

ادنیٰ فہم و فراست کا آدمی بھی اِس بات کو بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ کسی ایک ہی طرز و طریقہ میں تردید کو محدود و محصور سمجھنا، یہ قِلّتِ علم و فہم کا شاخسانہ اور ناقص تجربہ و مشاہدہ کا نتیجہ ہے۔

اتنی صاف و صریح اردو زبان کی عبارت سمجھنے سے بھی جو لوگ قاصر ہیں وہ یقیناً قلیلُ العِلم ہیں یا قاصِرُ الفہم۔ یا "مصباحی" کے ایسے حاسِد و مُعانِد ہیں جن کے حَسد و عِناد نے اُن کے علم و عقل کو مفلوج بنا کر صحیح بات کا غلط مطلب نکالنے پر اُنہیں مجبور کر دیا ہے۔

اب مزید وضاحت کے ساتھ یہ بات اِس طرح بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ:

(۱) کسی کافر و مُرتد کو بحدِ اطلاع تام و فہمِ کامل، کافر و مُرتد سمجھنا اور حسبِ موقع اس کا اظہار و اعلان، نہایت ضروری ہے۔

(۲) یہ سمجھنا کہ فرقۂ باطلہ کے کسی کافر و مُرتد کو اپنی ہر تحریر و تقریر میں کافر و مُرتد کہے بغیر اُس کی تردید کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور تردید کا بس یہی ایک طریقہ ہے جس میں ردّ و اِبطال، محدود و محصور ہے۔ یہ خیالِ خام ہے جس کی بنیاد، قِلّتِ علم و عقل اور عدمِ تدبُّر و بصیرت ہے۔ البتہ جہاں ضرورت و افادیت ہو، وہاں کسی بھی باطل کا بُطلان، دلائل سے عیاں کرنا، اہلِ علم کی منصبی ذمہ داری ہے۔

اور جہاں کافر و مُرتد کہنے کی ضرورت ہے اور اِس سلسلے میں کوئی سوال کیا جا رہا ہے، وہاں

Marfat.com

کافر و مرتد کو کافر و مرتد نہ کہنا، کتمانِ حق ہے۔ مداہنت ہے۔ صلحِ کلّیت ہے۔

(۳) حق کو سمجھانے، پھیلانے اور دل نشیں کرنے کے بہت سے طریقے ہو سکتے ہیں۔ جہاں جو طریقہ مفید ہو وہی اپنانا چاہیے۔

قرآن کریم نے اِثباتِ حق اور رَدِّ باطل کے لئے گوناگوں طریقے اپنائے ہیں اور مخاطبین کے اَحوال اور فہم و لیاقت کا بھی پورا لحاظ رکھا ہے۔ اِس سے بھی یہی درس ملتا ہے کہ حسبِ حال، مناسب طریقہ اپنانا عین تقاضائے حکمت ہے۔ بے لحاظِ مواقع، صرف ایک طریقے میں مقید رہنا محدودیت کی نشانی اور حکمت سے دوری ہے۔

صدرُ الشریعہ، حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی (وصال ذوالقعدہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) قُدِّسَ سِرُّہٗ اِس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اِس زمانہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ:

میاں! جتنی دیر اُسے کافر کہو گے اُتنی دیر اللہ اللہ کرو کہ یہ ثواب کی بات ہے۔''

اِس کا جواب یہ ہے کہ:

ہم کب کہتے ہیں کہ: کافر کافر کا وظیفہ کرلو۔'' مقصود یہ ہے کہ:

اسے کافر جانو۔ اور پوچھا جائے تو قطعاً اسے کافر کہو۔ نہ یہ کہ اپنی صلحِ کل سے اُس کے کفر پر پردہ ڈالو۔''

(ص ۵۵۔ بہارِ شریعت، حصہ اول، مؤلفہ صدرُ الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی۔ مطبوعہ فاروقیہ بک ڈپو۔ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی)

واضح رہے کہ مذکورہ بالا عبارت کو فقیہِ اسلام، حضرت مولانا الشاہ مفتی محمد احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی کی مکمل تائید، حاصل ہے۔ کیوں کہ بہارِ شریعت، حصہ اول تا حصہ ششم کا مطالعہ فرما کر آپ نے اسے اپنی تصدیق و توثیق سے مزین فرمایا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

بعض اصحابِ جُبّہ و دستار نے مذکورہ عبارت ''عرفان'' کو نشانہ بنا کر اہلِ سُنّت کو خطاب اور خبردار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

یہ حکمِ شرعی کے انکار کا ایک رَوَیّہ اور صلحِ کلّیت کی تعلیم ہے۔ سُنّتِ نبوی و سُنّتِ صحابہ و تابعین و سُنّتِ اکابرِ اہلِ سُنّت کے خلاف ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

حیرت بالائے حیرت اور افسوس صد افسوس کہ:

اہلِ محفل ہوں گے کیا اہلِ بصیرت اے شفیق
میرِ محفل ہی کو بے فکر ونظر پاتا ہوں مَیں

قرآن وحدیث وآثار وروایات کے پورے ذخیرہ میں کہیں ایسا نہیں ملے گا کہ دلائل و براہین تَرک کر کے، صرف کافر ومرتد کی تکرار میں تفہیم وتعلیم کو محدود کردیا گیا ہو۔

ارشادات واقوالِ ائمۂ مجتہدین وفقہائے اسلام وکتب ورسائلِ اکابر واَسلاف ِسَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کا پورا مطالعہ کرجایئے، آپ کو اُن میں کسی کو کافر ومُرتد کہا اور لکھا ہوا اُسی وقت ملے گا جب اس کی کوئی دلیل بھی موجود ہو اور ضرورت واِفادیت بھی مقصود ہو۔

بلاضرورت وافادیت کہیں بھی کسی کو کافر ومُرتد کہا اور لکھا ہوا نہیں ملے گا۔

فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ کے رسائل وکتب اِس سلسلے میں بھی ہمارے بہترین ہادی ورہنما ہیں کہ اُن میں سے جس کا بھی مطالعہ کیا جائے، اُس کا طرز وطریقہ یہی ہے کہ فِرَقِ باطلہ کے اَساطین کے عقائد وخیالات کا آپ نے دلائل کے ساتھ رَدّ فرمایا ہے۔ اُنھیں بار بار بلا ضرورت واِفادیت، کافر ومُرتد لکھنے کے نمونے آپ کی کسی کتاب ورسالہ میں نہیں ملیں گے۔

ہاں! جہاں مسئلۂ تکفیر پر بحث ہے۔ یا جہاں کفر واِرتداد ظاہر کرنے کی ضرورت واِفادیت ہے، وہاں آپ نے اُن کا حکم واضح کیا ہے۔ کفر واِرتداد کا فتویٰ دیا ہے اور کافر ومُرتد ہونے کے دلائل بھی عیاں کیے ہیں۔ اور کسی کا فر ومُرتد کو بلا ضرورت وحاجت، کافر ومُرتد کہنے کے نمونے، کتب ورسائلِ رضویہ میں ہرگز نہیں ملیں گے۔

جو شخص اِس کا دعویٰ کرے کہ امام احمد رضا نے ہر جگہ، ہر رسالہ، ہر کتاب میں کافر کافر اور مُرتد مُرتد کی تکرار کی ہے، بارِ ثبوت اُس کے ذِمّہ ہے۔ وَ مَنِ ادَّعٰی فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ۔

''عرفان مذہب ومسلک'' کی مذکورہ بالا دونوں عبارتیں مع توضیح وتشریح ہمارے قارئینِ کرام نے بغور پڑھ لی ہیں اور یقین ہے کہ صحیح نتیجہ تک بھی پہنچ چکے ہوں گے اِس لئے اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہ کر کے قارئینِ کرام کے شعور وفکر وفہم پر چھوڑتا ہوں کہ وہ فیصلہ کریں کہ مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کون سی صورت ہمارے صغیر وکبیر مُعترِضین وحاسِدین، بلکہ کرم فرماؤں کو درپیش آئی ہے:

(۱) علم و عقل کے صحیح استعمال سے بے نیازی

(۲) تدبُّر و بصیرت کا فقدان

(۳) قِلّتِ علم و عقل

(۴) اعتراض بلکہ حملے کا، حد سے بڑھا ہوا جنون

بزرگوں سے ہم نے سنا ہے کہ: ''عقل مند'' وہ ہے جو کچھ کہنے سے پہلے سوچتا ہے۔ اور ''بے وقوف'' وہ ہے جو کچھ کہنے کے بعد سوچتا ہے۔''

''عرفانِ مذہب و مسلک'' کے خلاف محاذ آرائی میں عموماً قسمِ دوم ہی کا افسوسناک مظاہرہ ہوا ہے۔ جس پر راقمِ سطور کو سخت حیرت و افسوس ہے۔

جو شخص، عقل رکھتے ہوئے بھی اُس کا صحیح استعمال نہیں کرتا اُس کے بارے میں کہا گیا ہے

کہ: چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی؟

ویسے مَیں اپنے تصور کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں کہ ''عرفانِ مذہب و مسلک'' کا ہر حاسِد و مُعانِد اور دیانت و انصاف کا ہر قاتل، مجسّمۂ حیرت و ندامت بنا ہوا ہے۔ اور:

دامن کو لیے ہاتھ میں کہتا ہے یہ ''قاتل''
کب تک اِسے دھویا کروں؟ ''لالی'' نہیں جاتی

اب ایسی کیفیت میں جہالت و حماقت یا عِناد و نفسانیت کے خوگر کسی عاشقِ نامُراد کے بارے میں اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ:

ہم نہ کہتے تھے کہ اے ذوقؔ! تو زُلفوں کو نہ چھیڑ
اب پریشاں ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو؟؟؟

عرض گذار

یٰسٓ اختر مصباحی

دارُ القلم، قادری مسجد روڈ۔ ذاکر نگر۔ اوکھلا نئی دہلی ۲۵

موبائل نمبر:۔ 09350902937

۲۵ ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ/ ۲۶ فروری ۲۰۱۴ء

Marfat.com

جماعتِ اہلِ سُنّت کا فتنۂ کبیر

''عرفانِ مذہب ومسلک'' اگر ایک طرف سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کے لئے نویدِ مسرت اور بانگِ درا ہے تو دوسری طرف ایک محدود طبقہ کی محدود منفی ذہنیت اور اس کے وجود کے لئے آزارِ قلب اور سوہانِ روح بھی ہے۔

''مذہبِ اہلِ سُنّت وجماعت ومسلکِ اعلیٰ حضرت'' پر اِستقامت اور اس کی تبلیغ و اِشاعت ہر سُنّی عالم کا خصوصی فریضہ ہے۔ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کے جُملہ اکابر و اسلاف کا تحریراً وتقریراً ذکرِ خیر کرتے رہنا بھی ہر سُنّی عالم کا عُمومی فریضہ ہے۔ سَوادِ اعظم کے ہر طبقہ، ہر ادارہ، ہر خانقاہ، ہر تنظیم کی خیر خواہی بھی ہر سُنّی کے فرائض میں شامل ہے۔

جو طبقہ آج کل ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کے نام سے سادہ لوح سُنّی عوام کے جذبات سے کھیل رہا ہے اور اپنی شہرت ودولت کے لئے طرح طرح کی بازی گری کر کے پوری جماعتِ اہلِ سُنّت کو اُلجھا کر اُس کا وقت، اُس کی صلاحیت، اُس کی توانائی اور اُس کے مالی وسائل کو ضائع اور بہت سے اہم دینی وعلمی وفکری فرائض ومسائل ومعاملات سے غافل اور دور کرتا جا رہا ہے، اُس سے بیشتر سُنّی مسلمانانِ ہند بخوبی واقف ہیں۔

اِسی طبقے کی فاسد اور تخریبی ذہنیت کا شاخسانہ یہ ہے کہ اس نے منصوبہ بند طریقے سے اہلِ سُنّت کی عظیم مرکزی درس گاہ ''اَلجامعۃ الأشرفیہ'' کو مسلسل اپنے خُفیہ واعلانیہ حملوں کا نشانہ بنا رکھا ہے اور ایک دوسری معروف درس گاہ ''دارُ العلوم علیمیہ'' جَمدَا شاہی ضلع بستی (یوپی) سے اندر علیمی ورضوی کا خود ساختہ تنازعہ کھڑا کر کے اسے زبردست اختلافات کا شکار بنا دیا ہے۔

چلتی ٹرین میں نماز کے مسئلہ سے حد درجہ دل چسپی اور گرمی وسرگرمی، اِسی طرح ''عرفان مذہب ومسلک'' کے خلاف ہونے والے حملے، محض بہانہ ہیں اور درحقیقت، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور اس محدود طبقے کا واحد نشانہ ہے۔ جس کے لئے ہر کردنی وناکردنی

Marfat.com

کا اِرتکاب و مظاہرہ، آئے دن کی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ ہوتا رہتا ہے۔ جس کا نتیجہ اس کے سِوا کچھ نہیں نکلے گا کہ اہلِ سُنّت کے اِس بلند و بالا اور مضبوط و مستحکم دینی و علمی قلعہ سے ٹکراتے ٹکراتے ایسے بدنیت و تخریب کار اَفراد خود اپنا وجود لہولہان کرڈالیں گے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ۔

اِدھر تین چار ماہ سے اشرفیہ مخالف گروپ کی سرگرمیاں کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی ہیں اور اشرفیہ کے خلاف منصوبہ بند جلسے کیے جارہے ہیں جن میں کچھ مخصوص مقررین کو دعوتِ خطاب دی جاتی ہے۔ جیسا کہ اَواخرِ نومبر و اَوائلِ دسمبر ۲۰۱۳ء میں ممبئی کے مختلف علاقوں میں منصوبہ بند جلسے ہوئے جن میں اشرفیہ مخالف تقریریں ہوئیں۔ اور ایک جلسے میں مولانا سید حُسینی میاں (رائچوری) ناگ پوری نے بڑی گھن گرج کے ساتھ یہ فتویٰ دیا کہ:

"اشرفیہ کو چندہ دینا ناجائز و حرام ہے۔"

اور اِس جاہلانہ فتویٰ کی اشرفیہ مخالف طبقہ کے کسی مولوی اور مفتی نے میری معلومات کے مطابق ابھی تک کوئی تردید نہیں کی ہے۔

اِس سال عرسِ رضوی (صفر ۱۴۳۵ھ/اَواخرِ دسمبر ۲۰۱۳ء) کے موقع پر جامعۃ الرضا، بریلی شریف کے اسٹیج سے ایک ایسے مقرر سے اشرفیہ کے خلاف تقریر کرائی گئی (دیکھیے ویب سائٹ، جامعۃ الرضا، بریلی) جس کی اِسی طرح کی ایک تقریر، مبارک پور میں جامعہ اشرفیہ کے مرکزی گیٹ کے سامنے کرائی گئی تھی۔ اور اشرفیہ مخالف تقریر سن کر کچھ نوجوان، مشتعل ہوگئے اور انھوں نے ہنگامہ برپا کردیا تھا۔

جانشینِ مفتیِ اعظم، حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا قادری رضوی ازہری بریلوی کے قائم کردہ ادارہ، جامعۃ الرضا، بریلی شریف کے اِسی اسٹیج سے تقریر کرتے ہوئے علاّمہٴ کبیر، مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری نے بڑے طنطنہ اور طمطراق کے ساتھ کہا کہ:

"اِس کتاب (عرفانِ مذہب و مسلک) میں جب شروع کا حصہ پڑھا تو:
اپنے مذہب اہلِ سُنّت و جماعت پر اتنا مستحکم اور متصلّب ہو کہ لوگ اس کو متعصِّب کہیں۔ لوگ اس کو متعصِّب کہیں۔

Marfat.com

سُبْحٰنَ اللّٰہ! تم نے اپنی زبان سے ہم لوگوں کو متعصب کہہ کر اپنا تعارف کرا دیا۔
جو رَد کرتے ہیں۔ اپنی کم علمی اور بے بصیرتی ہونے کے ساتھ رَد کرتے ہیں۔ تو جب تک ان کو کافر و مرتد نہ کہا جائے اُس وقت تک رَد ہی گویا کہ نہ ہوا۔
میں کہتا ہوں کہ: بے شک رَد نہیں ہوا۔ اِس لئے کہ اصل جو حکم ہے شرع کا، جب تک بیان نہ کیا جائے تو کس طریقے سے رَد ہو سکتا ہے؟
حکم تو بیان کیا۔ اور آپ اِس حکم کے بیان کرنے کو کم علمی یا جہالت اور بے بصیرتی اور دل کی نابینائی سے تعبیر کر کے ہم کو گالی دے رہے ہو۔ ہماری دھجیاں اُڑا رہے ہو؟
ہماری دھجیاں نہیں اُڑیں بلکہ تم نے حکمِ شرع کے انکار کا ایک رَدیّہ اختیار کیا ہے۔
...............''بہت ساری باتیں اس میں کِذب و اِفترا کی اس طرح کی لکھی گئیں۔
''اِس میں'' کا مطلب سمجھے؟
وہ ''عرفانِ مذہب و مسلک'' یعنی لاعرفانی کا نام رکھ دیا عرفانی۔ یہ حال ہے۔ ع
برعکس نہند نامِ زنگی، کافور۔ کہ کالا کلوٹا، ایک آنکھ غائب۔ مگر اس کا نام رکھ دیا یوسف۔ یہ اس نام کی اِہانت ہی تو ہے؟
اِس کتاب ''عرفانِ مذہب و مسلک'' میں کئی متضاد باتیں لکھیں۔
ابتدا کے چند صفحات پڑھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ بالکل ''ٹھنا ٹھن سُنّی'' کی یہ کتاب ہوگی۔ مگر جیسے جیسے آگے بڑھتے جایئے۔ ''صلحِ کلّیت کی تعلیم'' بڑھتی چلی جائے گی۔
......دوسرا اِضافہ ''طبعِ جدید مع اضافۂ غیر مفید'' جو انھوں نے شائع کیا اُس میں لکھا کہ:
''ہمارے اِس ''کتابچہ'' کے شائع ہونے کے بعد اتنا تو کم سے کم اثر پڑا کہ بہت سے لوگ، دوسروں کو کہا کرتے تھے۔ دوسروں کو صلحِ کلّی کہا کرتے تھے، اب اپنی نجی مجلسوں میں انکار کرتے ہیں۔
انھیں لوگوں میں حضرت (ازہری میاں) پر اور میرے اوپر یہ اِتہام لگایا ہے کہ:
امین میاں اور نجیب میاں کو یہ دونوں ''صلحِ کلّی'' کہتے ہیں۔ اور ان سے بھی یہ کہا۔
اور اِسی بنا پر نجیب میاں نے سالِ گذشتہ، عرسِ حافظِ مِلّت (مبارک پور) میں مفتی نظام

سے یہ مسئلہ پوچھا: صلحِ کلی کس کو کہتے ہیں؟

تو وہی تعریف انھوں نے کی جو محبِ گرامی قدر، مولانا سید شاکر حسین نے کی۔

اور اس کے بعد انھوں نے یہ کہا کہ:

اگر واقعۃً ایسا ہے تو اُس کو صلحِ کلی کہنا صحیح، ورنہ وہ کفر اُسی کی طرف پلٹے گا۔ کسی کو کافر کہنے کے جیسا۔"

یہ لفظ ہے۔ یہ انھوں نے کہا۔"

پھر اس کے بعد انھوں نے، نجیب میاں نے کچھ اعلان فرمایا۔"

(منقول از کلپ۔ دیکھیے: جامعۃ الرضا، بریلی کی ویب سائٹ۔ -***WWW.JAMIATURRAZA.COM***

(LINC: IMAM AHMADRAZA CONFERENCE 1435H

اپنے مذہب و مسلک میں متصلِّب ہونا اور اِس حد تک متصلِّب ہونا کہ لوگ اسے متعصِّب سمجھیں اور کہیں، یہ ہر سُنّی کے لئے ایک بہت اچھی اور قابلِ تعریف بات ہے۔ لیکن اپنی نفسانیت کی تسکین اور اپنے نامناسب و ناروا مفاد و مطلب کے لئے "متعصِّب" ہونا، نہایت غلط اور قابلِ مذمّت، حرکت ہے۔

اوّلاً: رَدِّ "عرفانِ مذہب و مسلک" کی کسی عبارت میں ممانعت نہیں۔

ثانیاً: بے علمی و بے بصیرتی کے ساتھ تحریروں اور تقریروں میں رَد کرنا تو دوسروں کو ہی نہیں بلکہ خود کو بھی ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ بے علم و بے بصیرت شخص کو وعظ و بیان کرنا ہی کب اور کہاں سے جائز ہو گیا کہ اس کے لئے رَدّ و مناظرہ کے جواز کی بات سوچی جاسکے؟

جہاں علم ہو گا اور بصیرت ہو گی وہاں بات بھی معقول ہو گی اور انداز بھی معقول ہو گا اور جہاں بے علمی و بے بصیرتی ہو گی وہاں نامعقولیت اور محض جذباتیت کے سوا اور کیا ہو گا؟

اور بلاضرورت و حاجت، کافر و مُرتد کو بھی کافر و مُرتد کہتے رہنے کی نامعقول عادت کی تردید تو خود علّامۂ کبیر کے والدِ محترم اور میرے دادا اُستاذ، صدرُ الشریعہ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَ الرِّضْوَان اپنی عالم بنانے والی کتاب "بہارِ شریعت" حصہ اول، ص ۵۵ میں فرما چکے ہیں۔ جس کی تائید و توثیق امامِ اہلِ سُنّت، مولانا الشاہ محمد احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی نے

Marfat.com

بھی فرمائی ہے۔

کافر ومرتد کہتے رہنے ہی میں رَدِّ وہابیہ کو محدود ومحصور سمجھنے اور رَدِّ وہابیہ کے دوسرے طریقوں سے بے نیاز رہنے کی جہالت اور بلا سبب وبلا ضرورت وحاجت ہر تحریر وتقریر میں کافر ومرتد کی گردان کرتے رہنے کی نامعقولیت پر مشتمل بہارِ شریعت، ص ۵۵ کا فقہی جُزئیہ، نیز دوسرے حقائق، میرے جاری کردہ بیان، مؤرخہ ۲۶ر فروری ۲۰۱۴ء میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

حکمِ شرعی سے انکار کا کوئی رَوَیّہ میں نے ''عرفانِ مذہب ومسلک'' میں نہیں اختیار کیا نہ کوئی کِذب واِفترا کیا ہے۔ البتہ علاَّمہُ کبیر کا رَوَیّہ اِس تقریر کے اندر عقل ونقل، دونوں کے خلاف ہے۔ اور کِذب واِفترا کا وظیفہ بھی اس میں انھوں نے خود ہی پڑھا ہے۔

''صلحِ کلّیت کے اپنے عائد کردہ اِلزام'' کو ''صلحِ کلّیت کی تعلیم'' قرار دینا، حقیقت کی گردن مروڑنا اور انصاف کو منہ چڑھانا ہے۔ اور حقیقت کو اُلٹ کر پیش کرنے کا یہ اِلزامِ کبیر کچھ ایسا ہی جیسے عوامی حلقے میں صدیوں سے زبان زدیہ کہاوت:

کبیرداس کی اُلٹی بانی
برسے کمبل، بھیگے پانی

''عرفان'' بحمدہٖ تعالیٰ عرفان ہی عرفان ہے اور حق وصداقت کی مضبوط چٹان بھی ہے۔ اس کے خلاف جو شخص بھی کسی طرح کا طُغیان وطوفان اُٹھائے گا وہ یقیناً خُسران و نُقصان ہی سے دوچار ہوگا۔

متضاد باتیں وہ کررہے ہیں جو ''عرفانِ مذہب ومسلک'' منظرِ عام پر آنے کے بعد یہ شوشہ بازی کررہے ہیں کہ:

ہم صلح کُلی، کسی سنّی کو کہتے ہیں تو اس سے عملی صلحِ کُلی مراد لیتے ہیں، اعتقادی صلحِ کُلی، مراد نہیں لیتے۔''

اِس وقت یہ ''نکتہ بعد الوقوع'' صرف مغالطہ دینے اور یہ تشقیق محض اپنے عیب پر پردہ ڈالنے کے لئے ہے۔ سارے اہلِ سُنّت جانتے ہیں کہ جب بھی بعض جاہل عوام یا مولوی نُما

Marfat.com

جاہلوں کی طرف سے کسی سنّی کو صلحِ کُلّی اور وہابی کہا گیا ہے، اُس سے محض اِعتقادی گمراہی، مراد لی جاتی رہی ہے۔ اب باتیں بنانے کے لئے یہ تاویل کی جا رہی ہے، جو تاویلِ فاسد و نامقبول ہے۔

اصطلاحات میں اسی طرح کا تصرُّف ہوتا رہے تو کل کوئی سرپھرا شخص، دوسروں کو "منافق"، "منافق" کہنا شروع کر دے۔ اور جب اس کی گرفت ہو تو کہہ دے کہ:

میں نے تو اِس سے منافقِ عملی، مراد لیا ہے۔"

فرمایئے۔! کیا "نحنا ٹن سنّی" کے مقابلے میں "صلحِ کُلّیت کی تعلیم" یہ عملی صلحِ کلّیت ہے یا اِعتقادی صلحِ کلّیت؟

"عرفانِ مذہب و مسلک" کو "کتابچہ" کہنا، علاّمۂ کبیر ہی کی شان ہے۔ جو انھیں کو مبارک ہو۔ "جوابِ آں غزل" کے طور پر مَیں بھی کچھ کہہ سکتا ہوں۔ مگر ضبط و تحمل سے کام لے رہا ہوں۔

علاّمۂ کبیر کا یہ کہنا کہ: انھیں لوگوں میں حضرت (ازہری میاں قبلہ) پر اور میرے اوپر یہ اِتہام لگایا ہے کہ امین میاں اور نجیب میاں کو یہ دونوں، صلحِ کلّی کہتے ہیں۔ اور ان سے بھی یہ کہا۔"

اِس کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ "عرفانِ مذہب و مسلک" میں یہ کہا گیا اور الگ سے بھی میں نے کہا ہے۔ اگر یہی مطلب ہے کہ تو اِس سے بڑا جھوٹ اور اِتہام اور کیا ہو سکتا ہے؟ اور اگر اس کے علاوہ کچھ مطلب ہے تو اسے صراحت و وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہیے تھا۔ مگر نیت چوں کہ سامعین کو مغالطہ میں ڈالنے کی تھی اِس لئے انداز بھی ویسا ہی اختیار کیا گیا۔

ویسے تجربہ یہی بتاتا ہے کہ اگر کوئی چور کہیں سے گذر رہا ہو اور کسی پتّہ کے کھڑکنے کی آواز اُس کے کان تک پہنچ جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ پولیس آ رہی ہے۔ اس کے بعد وہ بھاگنے اور چھپنے کی تدبیر کرنے لگتا ہے۔ اور اگر پکڑ لیا گیا تو کہنے لگتا ہے کہ:

"مَیں نہیں، وہ۔ مَیں نہیں، وہ"۔ وغیرہ وغیرہ

اپنے ساتھ حضرت (ازہری میاں قبلہ) کو بھی شامل کرنا، یہ علاّمۂ کبیر کا کمالِ فن ہے۔ اور کئی سال سے حضرت کا نام لے کر اور چہرہ دکھا کر بعض صغیر و کبیر افراد اپنا یہی کھیل، کھیل رہے ہیں۔

Marfat.com

اور علاّمۂ کبیر، بڑی سرگرمی کے ساتھ اِس وقت ''اشرفیہ مخالف مُہم کی منصوبہ بند قیادت'' فرما رہے ہیں۔ اس کمالِ فن سے سیکڑوں عُلما اور ہزاروں باشعور عوام وخواص اچھی طرح واقف ہیں۔

اشرفیہ نوازی، علاّمۂ کبیر کی نظر میں ایک گناہ اور بہت بڑا جُرم ہو چکا ہے۔

تین چار سال پہلے کی بات ہے کہ عرسِ رضوی کے موقع پر جامعۃ الرضا، بریلی کے اسٹیج پر علاّمہ قمر الزماں اعظمی، گھنٹوں بیٹھے رہے مگر ان کی تقریر نہیں ہونے دی گئی۔

ہر سمجھ دار آدمی، بڑی آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ یہ سازش و حرکت کس کی ہو سکتی ہے؟

حضرت صدرُ الشریعہ نے اپنے وصال سے پہلے سفرِ حج کے موقع پر اپنے تلمیذِ رشید، حافظِ مِلّت سے فرمایا تھا کہ:

''اشرفیہ بڑھے گا، پھلے گا پھولے گا۔ اور جو اس کی مخالفت کرے گا، ذلیل ہوگا۔''

تاریخ میں بعض ایسے افراد کا بھی ذکر ملتا ہے جن کا وجود ہی اُمّت و جماعت کے لئے فتنہ بنا رہا ہے۔ ایسے ہی افراد میں عہدِ عثمانی کا ایک شاطر، مَروان بن حَکم تھا جس کی مَروانی ذہنیت و سیاست، حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے خلاف، شورش اور فتنۂ عظیم کا سبب بنی۔ اور یہی فتنہ، حضرت عثمانِ غنی کی شہادت کا سبب بھی بنا۔

مَروان بن حَکَم سے متعلق ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے نویں صدی ہجری کے مجدِّد اور مشہور محدث و مؤرّخ، علاّمہ جلال الدین سیوطی (وصال ۹۱۱ھ) اپنی تاریخی کتاب ''تاریخُ الْخُلفَاء'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

وقال ابوبكر بن عبد الله المزنى: اَسْلَمَ يهودِى اسمُهٗ يوسف، وكانَ قَرَأَ الكتبَ، فمَرَّبهٖ مَرْوَان، فقال:

وَيْلٌ لِاُمَّةِ محمدٍ مِنْ اَهْلِ هٰذِهِ الدار۔

فقلتُ لَهٗ: اِلٰى مَتٰى؟ قال: حتى تجئى رَايَاتٌ سُوْدٌ مِنْ قِبلِ خراسان۔

(ص ۲۰۲۔ 'تاریخُ الْخُلفَاء' لِلْعَلّامة جلال الدين السُّيُوطى۔ مطبوعہ دارالفکر۔ بیروت، لبنان)

اہلِ عرفان کے لئے یہ کتاب ''عرفانِ مذہب و مسلک'' بِحَمْدِہٖ تعالیٰ عرفانی ہے۔

Marfat.com

ہاں! لاعرفانیوں کے لئے لاعرفانی ہوسکتی ہے۔ اور ایسے لاعرفانی بھی اگر صحتِ نیت کے ساتھ اس کا مطالعہ کریں تو امید ہے کہ توفیقِ الٰہی سے وہ بھی اہلِ عرفان ہو جائیں گے۔

بریلی شریف اور اس کے حلقۂ مُریداں سے علّامۂ کبیر جیسے لوگ اِس وقت کچھ زیادہ ہی فیض یاب و سیراب ہو رہے ہیں۔ ایسے فیض یافتہ افراد میں ایک نام، مولانا شعیب رضا نعیمی کا ہے جن کے نام کا لاحِقہ اب قادری ہو گیا ہے۔

عرسِ رضوی ۱۴۳۵ھ/ اَوَاخِرِ دسمبر ۲۰۱۳ء کے موقع پر جامعۃُ الرضا، بریلی کے جلسے میں تقریر کرتے ہوئے مولانا شعیب رضا نعیمی نے کہا کہ:

''عرفانِ مذہب و مسلک'' لکھنے کا مقصد ہی جماعتِ اہلِ سُنّت کے اندر انتشار پیدا کرنا تھا۔'' (منقول از کلِپ)

اِس سے پہلے پور بندر، گجرات کے جلسۂ عام (منعقدہ۔ اَوَائلِ دسمبر ۲۰۱۳ء) میں نعیمی صاحب نے پہلے تو اپنی محدود فکر کے مطابق یہ بیان کیا کہ:

''عرفانِ مذہب و مسلک'' نامی کتاب، دہلی میں، دہلی کے ماحول سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے۔''

اس کے کچھ دیر بعد جو تحقیق و انکشاف فرمایا اُسے سُن کر مَیں حیران و ششدر رہ گیا۔ نعیمی صاحب فرماتے ہیں:

''عرفانِ مذہب و مسلک'' نامی کتاب کو دیکھ لیجیے کہ یہ تو:
تصریحاتِ اعلیٰ حضرت کی خلاف ورزی ہے ان مسائل میں۔''
''عرفانِ مذہب و مسلک'' نامی کتاب کے اندر تو:
قرآن اور حدیث کی تصریحات کی مخالفت پائی جاتی ہے۔
اِس سے سکوت، چہ معنی دارد؟۔'' (منقول از کلِپ)

جی ہاں! مَیں تقریباً دو ماہ سے ''بریلی شریف'' اور ''گھوسی شریف'' سے '' قرآن و حدیث کی تصریحات کی مخالفت'' اور کسی ''شرعی غلطی'' کی نشان دہی کا مسلسل مطالبہ کر رہا ہوں۔ اس کے باوجود، سکوت، چہ معنی دارد؟

Marfat.com

مولانا شعیب رضا نعیمی کے اب تک کے فضائل وکمالات میں سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ حُسنِ اتفاق سے ''دامادِ ازہری'' بن گئے ہیں۔اور واقعی یہ ایک ایسی نسبت وفضیلت ہے کہ اس کی وجہ سے ہم ان کے بارے میں مزید کوئی تبصرہ کرنا، مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔لیکن دل چاہتا ہے کہ ان کی خدمت میں اِس شعر کا نذرانہ پیش کر ہی دیا جائے:

بَنا ہے شَہ کا مُصاحِب، پھرے ہے اِتراتا

وگرنہ شہر میں غالبؔ کی آبرو کیا ہے؟

علاّمۂ کبیر، مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری اور مولانا شعیب رضا نعیمی نے نامُرد طور سے، ''عرفانِ مذہب ومسلک'' اور مجھے اپنا نشانہ بنایا ہے۔

علاّمۂ کبیر نے اپنی تقریر میں ملک بھر سے آئے ہوئے زائرینِ عرسِ رضوی اور ہزاروں کے مجمعِ عام میں میرے اوپر بے بنیاد شرعی اِلزامات عائد کر کے میری مذہبی ومسلکی حیثیت کو مجروح کرنے کی مذموم کوشش کی ہے اِس لئے میں نے بھی انھیں نامُرد طور سے دنداں شکن جواب دیا ہے جس کے یہ دونوں حضرات خود ہی ذِمّہ دار ہیں۔

اگر ذرا بھی دینی وشرعی غیرت وحمیّت ہے تو اپنے اِلزام کے مطابق ''عرفان'' کی شرعی غلطی کی بلا تاخیر نشان دِہی کر کے اسے ثابت کریں۔ورنہ یاد رکھیں کہ:

رنگ لائے گی جو محشر میں تو اُڑ جائے گا رنگ

یوں نہ کہیے ''سُرخیِ خونِ قتیلاں'' کچھ نہیں

جن صغیر وکبیر مولویوں نے ''عرفانِ مذہب ومسلک'' کے خلاف تحریراً وتقریراً کوئی بھی شرعی اِلزام، عائد کیا ہے۔ وہ بقیدِ صفحہ وسطر اُس شرعی غلطی کی واضح نشان دِہی کر کے اُس کی حُرمت وضلالت یا جو بھی شرعی حیثیت ہو اُس کی تعیین کریں۔

اگر واقعۃً ایسی کوئی شرعی غلطی ثابت ہوگی تو بلا تکلُّف وبلا تاخیر مَیں اس سے رُجوع و توبہ و اِستغفار کر کے ''عرفانِ مذہب ومسلک'' کے آنے والے ایڈیشن (جو تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل ہے اور ہفتہ عشرہ میں حوالۂ پریس کیا جانے والا ہے) میں اصلاح کرنے کے ساتھ ایک رُجوع نامہ، سُنّی مجلات ورسائل میں بھی بغرضِ اشاعت اِرسال کر دوں گا۔

Marfat.com

بصورتِ دیگر جن مولویوں نے ''عرفانِ مذہب ومسلک'' پر شرعی اِلزام، عائد کیا ہے یا کسی بھی طرح اس اِلزام کی تائید کی ہے، وہ سب کے سب فرداً فرداً توبہ ورجوع واِستغفار کر کے اپنا اپنا توبہ نامہ، سنّی مجلات ورسائل میں شائع کرائیں۔

اور شرعی اِلزام، عائد کرنے یا اس کی تائید کرنے والے وہ صغیر وکبیر مولوی جو نہ شرعی اِلزام ثابت کر سکیں اور نہ ان کی نفسانیت انھیں توبہ واستغفار پر آمادہ ہونے دے، ایسے ہر مولوی پر لازم ہے کہ:

''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کے نام سے اور اس کی آڑ میں اپنی نفسانیت کی برپا کردہ گرم بازاری، اور چلتی ہوئی اپنی تجارتی دوکان، فوراً بند کر کے اہلِ سُنّت کو اپنی جہالت وحماقت، اپنی عیّاری ومکّاری اور اپنے آزار سے نجات دے۔

اور خود اہلِ سُنّت وجماعت کا فریضہ ہے کہ:

مذہبی لبادے میں ملبوس ایسے جاہل ونفس پرست مولویوں کا شدید مؤاخذہ ومحاسبہ کریں۔ ورنہ ان کا نفس اتنا موٹا ہو چکا ہے کہ ایسے بدنیت اور دنیادار مولوی، اِسی طرح مذہب ومسلک کی آڑ میں عوام اہلِ سُنّت کو اپنے گھٹیا مالِ تجارت کا خریدار، اور اپنی نفسانیت وشکم پروری کا شکار، بناتے رہیں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے شکاریوں اور بازی گروں سے اہلِ سُنّت کی حفاظت فرمائے۔ آمین ثُمّ آمین۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْل، نِعْمَ الْمَولٰى وَ نِعْمَ النَّصِير۔ و مَا توفِيقِى إِلَّا بِاللّٰه۔ و هُوَالْمُعِين وَ الْمُسْتَعانُ وَ عَلَيْهِ التُّكلان۔

یٰسٓ اختر مصباحی

دارالقلم دہلی

مؤرخہ ۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۵؍مارچ ۲۰۱۴ء

Marfat.com

مَروانی سیاست کانمونۂ کبیر

جانشینِ مفتی اعظم، حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا قادری رضوی ازہری بریلوی کے قائم کردہ تعلیمی ادارہ، جامعۃ الرضا، بریلی شریف میں عرسِ رضوی، صفر ۱۴۳۵ھ/اَوَاخرِ دسمبر ۲۰۱۳ء کے منعقدہ جلسے میں ملک بھر سے آئے ہوئے ہزاروں زائرین وسامعین کوخطاب کرتے ہوئے علّامۂ کبیر، مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری نے میرے خلاف نامُرَدطور سے مذہبی وسیاسی وشخصی، تینوں طرح کے بے سبب اور بے بنیاد حملے کیے۔ سیاسی حملہ کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا کہ:

''گورنمنٹ کی کرسی، آدمی کوفریبی بھی بنادیتی ہے۔ میرے استاذ، استاذ العلما، حافظِ ملّت فرماتے تھے:

''وہ لیڈر، ناقص ہے جوجھوٹ بولنے میں تکلُّف کرے۔ اور وہ لیڈر، ناکام ہے جوفریب دینے کاہُنر نہ جانے۔

ہاں! یہ میرے استاذ، استاذ العلما، حافظِ ملّت فرماتے تھے۔''

''اب یہ شوق پڑ ایاجن لوگوں کواور یہی شوق دَبائے ہوئے ہے یٰسٓ اختر مصباحی صاحب کو۔ کبھی اِس پارٹی میں کبھی اُس پارٹی میں گئے۔ ترازو لے کے پارٹیوں کاوَزن لیتے ہیں۔''

(منقول از کلپ۔ دیکھیے جامعۃ الرضا، بریلی کی ویب سائٹ، JAMIATURRAZA.COM- WWW.

(LINC: IMAM AHMADRAZA CONFERENCE 1435H

علّامۂ کبیر ہی کے نہیں بلکہ میرے بھی استاذ، استاذِ جلیل، حافظِ ملّت عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ وَ الرِّضْوَان نے جوکچھ فرمایاوہ بالکل صحیح اوردرست فرمایا۔ لیکن علّامۂ کبیر نے جوفرمایاوہ بالکل غلط ہے۔ جھوٹ ہے۔ اور اِلزام تراشی وبُہتان طرازی ہے۔ اور ایسالگتاہے کہ علّامۂ کبیر آج کل پوری ڈِھٹائی کے ساتھ اِسی طرح کے مذموم خیالات وصفات کے حامل و عادِی اور خوگر ہوتے چلے جارہے ہیں۔

Marfat.com

علاّمۂ کبیر کو جب ملک بھر سے آئے ہوئے ہزاروں زائرینِ عرسِ رضوی کے سامنے یہی سب کرنا اور فرمانا تھا تو اسی تقریر میں انھوں نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ:

''ایک اسمبلی الیکشن کے موقع پر سماج وادی پارٹی کے اسمبلی امیدوار، مُبین خاں (دیوبندی) کی حمایت میں میرے چھوٹے بھائی، مولانا فداء المصطفیٰ قادری (مدرسِ مدرسہ شمس العلوم، قصبہ گھوسی ضلع مئو، یوپی) نے مئوناتھ بھنجن (یوپی) کے محلّے، محلّے اور کالونی، کالونی میں سماج وادی پارٹی کے جلسوں میں درجنوں سیاسی وانتخابی تقریریں کیں۔ اور مُبین خاں (دیوبندی) کو بھاری ووٹ سے کامیاب بنانے کے لئے پُر زور تقریر اور اپیل کرتے رہے۔

اِسی تقریر میں علاّمۂ کبیر، مولانا ضیاء المصطفیٰ قادری نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ:

''میں نے یٰسٓ اختر مصباحی سے اسی اسمبلی الکشن کے دَوران کہا تھا کہ:

آپ، احمد حَسَن صاحب (ایم، ایل سی و منسٹر حکومتِ صوبہ اتر پردیش) سے بات کیجیے کہ وہ مولانا فداء المصطفیٰ کے لئے انتظام کردیں کہ وہ مختلف انتخابی حلقوں کا دَورہ کر کے سماج وادی پارٹی کی حمایت میں تقریریں کرسکیں۔ یہ بہت اچھی سیاسی تقریر کر لیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

(اگر موصوف اپنی تقریر میں میرا نام نہ لیتے تو میں بھی کبھی اِن باتوں کو ضبطِ تحریر میں نہیں لاتا۔ بلکہ کسی کے سامنے اسے اپنی زبان پر بھی نہیں لاتا۔)

''کبھی اس پارٹی میں کبھی اُس پارٹی میں گئے۔'' کہنے کو تو علاّمۂ کبیر نے بے سوچے سمجھے کہہ دیا۔ اب زیادہ نہیں، صرف اُن دو پارٹیوں کا نام بھی بتلادیں جن میں میری شمولیت ہوئی تو آپ کے ''کرشمۂ سیاست'' کا کچھ بھرم رہ جائے گا۔ اور اِن شاءَ اللہ یہ کام آپ زندگی بھر نہیں کر پائیں گے جو آپ کے سفید جھوٹ اور آپ کی اِلزام تراشی کا بھرم کھولنے کے لئے بہت کافی ہے۔

علاّمۂ کبیر کی سیاسی معلومات میں اضافہ کے لئے عرض ہے کہ مَیں نے زندگی میں کبھی کسی سیاسی پارٹی میں شمولیت نہیں اختیار کی ہے۔ ہاں! بعض مواقع پر سماج وادی پارٹی کی سیاسی تائید ''مسلم کنونشن، اتر پردیش'' کے پلیٹ فارم سے کی ہے۔ جس کا سلسلہ اب کئی سال سے منقطع

Marfat.com

ہے۔

''مسلم کنونشن اتر پردیش'' کے دو ممبران کو فروری ۲۰۱۴ء میں سماج وادی پارٹی کی موجودہ صوبائی حکومت نے صوبہ اتر پردیش میں وزارتی درجہ کے مَناصِب تفویض کیے ہیں۔ اگر میری، ذرا بھی اس قسم کی دل چسپی ہوتی تو سب سے پہلے نہیں تو بہت پہلے اِس طرح کے درجۂ وزارت کے مساوِی کسی منصب پہ فائز ہو چکا ہوتا۔ مگر تین چار سال پہلے ہی میں نے ممبرانِ مسلم کنونشن اتر پردیش سے کہہ دیا تھا کہ مجھے کسی بھی قسم کا کوئی سیاسی عہدہ ومنصب نہیں چاہیے۔ ایسا کوئی وقت آئے گا تو مَیں آپ لوگوں کا نام پیش کر دوں گا۔''

میرے اِس بیان کی مولانا محمد اقبال قادری (لکھنؤ) اور مولانا محمد ادریس بستوی، ممبرانِ ''مسلم کنونشن، اتر پردیش'' کہیں بھی اور کسی کے سامنے، تصدیق کر سکتے ہیں۔

اِس وقت اپنی تقریروں اور منفی سرگرمیوں کے ذریعہ پوری جماعتِ اہلِ سُنَّت کو فریب، کون دے رہا ہے؟ فِتنے، کون پیدا کر رہا ہے؟ اختلاف وانتشار کی آگ، کون بھڑکا رہا ہے؟ اور مرکزِ اہلِ سُنَّت، بریلی شریف کی، مُنصِف اور جج کی حیثیت کو بار بار حریف ووکیل کی شکل میں پیش کر کے عظمت واہمیتِ بریلی کو مجروح وپامال، کون کر رہا ہے؟

ملک وبیرونِ ملک کے بے شمار اہلِ سُنَّت، خوب سمجھ رہے ہیں کہ فریب وفتنہ کی چنگاری، کون بھڑکا رہا ہے اور خرمنِ اہلِ سُنَّت میں آگ، کون لگا رہا ہے؟

صِرف اہلِ اشرفیہ مبارک پور نہیں، بلکہ ملک کے بہت سے حضرات اِس حقیقت سے واقف ہیں کہ:

اشرفیہ مبارک پور سے انتقام لینے کے لئے کون مسلسل پیچ وتاب کھا رہا ہے؟ اور اپنی اِنتقامی ذہنیت وسیاست کو رُوبہ عمل لانے اور اشرفیہ کو بزعمِ خویش زیر کر کے اسے دنداں شکن جواب دینے کے مندرجہ ذیل دو اقدامات کس کی منصوبہ بند حکمتِ عملی کے نتائج ہیں؟

بریلی سے قُربت بڑھا کر اور اس کے کاندھے پر سوار اور اس پر مسلّط ہو کر سب سے پہلے یہ دو محاذ قائم کیے گئے:

(۱) مجلسِ شرعی مبارک پور کے مقابلے میں شرعی کونسل بریلی شریف، قائم کرنے کی

Marfat.com

تاریخی خدمت انجام دلائی گئی۔

اہلِ فکر ونظر بڑی سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں کہ یہ پہلا قدم ہی ایسا ہے کہ:

سنٹر (بریلی شریف) کو برانچ (مبارک پور) کے مقابلے میں کھڑا کیا گیا۔ یہ کہاں کی دانش مندی ودور اندیشی ہے؟ اور بریلی کا اِس اِقدام سے فائدہ ہوا یا نقصان؟

عبرت کا مقام ہے کہ مئی ۲۰۱۳ء میں مجلسِ شرعی مبارک پور کے سمینار (بہ مقام، جامعۃ البرکات، علی گڑھ۔ یوپی) میں شریک بیرونی علما وفقہا ومندوبین کی تعداد، پینسٹھ (۶۵) تھی۔ مقامی علما وائمہ اور پروفیسر ودانشور حضرات جو گاہے گاہے اِس سمینار میں شریک ہوتے رہے اُن کی تعداد، پینتیس (۳۵) تھی۔

اور مئی ۲۰۱۳ء ہی میں شرعی کونسل بریلی شریف کا سمینار، جامعۃ الرضا، بریلی شریف میں ہوا جس میں بیرونی حضراتِ مندوبین جو شریکِ سمینار تھے اُن کی مجموعی تعداد، آٹھ، دس تھی۔ باقی چند مقامی علما تھے۔

اب بتایا جائے کہ یہ کتنی بڑی کامیابی یا ناکامی ہے اور مجلسِ شرعی کے مقابلے میں شرعی کونسل، قائم کرنے سے بریلی کا کیا فائدہ یا نقصان ہوا؟

(۲) دَارُ الْاِفْتَا، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور نے تربیتِ قضا کا ایک منصوبہ بنایا تھا کہ کچھ بیدار مغز نوجوان علما اور معاملہ فہم مُفتیوں کو اِفتا وقضا کی تربیت دے کر انھیں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں بحیثیتِ قاضی، مقرر کیا جائے تاکہ نکاح وطلاق ومیراث وغیرہ کے متنازعہ اُمور ومسائل کا اِن حضرات کے ذریعہ شرعی حل اور تصفیہ ومصالحت وغیرہ کی جو بھی شرعی صورت ہو اُسے اپنا کر مسلمانوں کو آپس میں لڑنے جھگڑنے، اور عائلی تلخی وکشیدگی دور کرنے کی تدبیر ہوتی رہے۔ یا اِس طرح سنّی مسلمان نہ کسی دوسرے مسلک کے دارُالقضا کا رُخ کریں گے نہ ہی مقدمہ بازی وغیرہ میں اپنی زمین وجائداد کو داؤ پر لگائیں گے۔ بہت زیادہ نہیں تو کچھ نہ کچھ اِن معاشرتی مفاسد کا اِزالہ، ضرور ہو سکتا ہے۔

اِس منصوبہ کو ناکام بنانے کی سازش وتدبیر، مَردانی ذہنیت وسیاست کا ایک نہایت افسوسناک نمونہ ہے۔ کسی کو نہ یہ جاننے کی، نہ یہ بتانے کی، نہ یہ پوچھنے کی ضرورت ہے کہ کیسے،

Marfat.com

کہاں سے، اور کس طرح ایک نئی منصوبہ بندی ہوئی؟ مگر ہُوا یہ کہ:

قاضِی القُضاۃ اور نائب قاضی القضاۃ کا اعلان کر کے دَارُ الِافتا، اشرفیہ مبارک پور کے منصوبے پر پانی پھیر دیا گیا۔

اِس اعلان کے بعد اشرفیہ کی طرف سے کچھ اِقدام کرنے کے صورت میں براہِ راست تصادم کا شدید خطرہ تھا۔ جوڑ توڑ کی سیاست کے منصوبے میں شامل تھا۔ جب کہ اہلِ اشرفیہ ایسے کسی بھی اختلاف وتصادم سے ہمیشہ گریزاں رہے۔ اِس لئے انھوں نے اپنا منصوبہ، وقتی وعارضی طور سے ملتوی اور مؤخّر کر دیا۔

کسی بڑی مذہبی شخصیت کا اپنے مفاد و مطلب کے لئے استعمال کرنے کا طریقہ، نیا نہیں بلکہ پُرانا اور بہت پُرانا ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ، پندرہ، بیس سال پہلے، مولانا اسعد مدنی، صدر جمعیۃ العلماء ہند نے بڑے زور و شور کے ساتھ اِمارت کا مسئلہ گرم کیا اور اپنی جماعت کے ایک مشہور محدِّث اور علمی شخصیت، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کا انتخاب واعلان بحیثیت ''اَمیرُ الہند'' کیا اور خود ''نائب امیرُ الہند'' بَن بیٹھے۔

کیا یہ کسی بھی باخبر و باشعور شخص کو بتانے اور سمجھانے کی ضرورت ہے کہ اس کے پیچھے کیا سیاسی کھیل تھا؟ کیا ''نائب امیرُ الہند'' کے ذہن میں یہ کھچڑی نہیں پکی ہوگی کہ کچھ دنوں بعد ہی جب ''امیرُ الہند'' صاحب اِس جہانِ فانی سے رخصت ہو جائیں گے تو بغیر کسی مقابلہ ومحاذ آرائی کے، مَیں خود بخود ''امیرُ الہند'' بن جاؤں گا۔ اور ایسا ہی ہُوا بھی۔

کیا ''نائب امیرُ الہند'' کے ذہن میں یہ بات بھی نہیں رہی ہوگی کہ کہنے اور لکھنے کو تو یہ ''امیرُ الہند'' رہیں گے اور میں ان کا نائب رہوں گا۔ مگر ان کی زندگی میں بھی عملاً مَیں ہی ''امیرُ الہند'' رہوں گا۔ اور ایسا ہی ہوتا بھی رہا کہ چہرہ ''امیرُ الہند'' کا ہوتا اور ذہن وفکر اور منصوبہ سے اِقدام وعمل تک سب کچھ وہی ہوتا رہا جو ''نائب امیرُ الہند'' سوچتے اور چاہتے رہے۔

ہاں! یاد آیا کہ عہدِ خلافتِ ذی النّورین، عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ میں ایک بڑا شاطر شخص

Marfat.com

تھا۔ جس کا نام مَرْوَان بنِ حَکَم تھا۔ متداول تاریخوں میں اس مَروَان کے سیاسی کردار کا ذِکر کچھ اس طرح تحریر ہے کہ:

مَروَان بن حَکَم نے حضرت عثمان غنی کی قُربَت اور آپ کا اعتماد حاصل کرلیا تھا۔ مَروَان بڑا ہی مَکَّار وعَیَّار تھا اور حضرت عثمان غنی، نہایت نرم خو، حلیم الطَّبع، متحمل مزاج، خطا پوش تھے۔ مَروَان نے نہایت خُفیہ اور شاطرانہ طریقے سے ایک خط، والیِ مصر کے نام لکھا کہ: مصری باغیوں کا سَرغنہ، قتل کردیا جائے۔"

اِس خط پر اُس نے چوری سے حضرت عثمان غنی کی مُہر بھی لگادی تھی۔ اور خود ہی یہ خط آپ ہی کے ایک غلام کے ذریعہ، مصر بھیجا جو کہیں مشکوک حالت میں گھومتا ہوا پکڑلیا گیا اور تفتیش کے دَوران، سارا راز فاش ہوگیا کہ یہ ساری حرکت وسازش، مَروَان ہی کی ہے۔ جس کی اِس حرکت سے حضرت عثمان غنی بالکل بے خبر تھے۔ مَروَان نے خُفیہ طور سے خود ہی خط لکھ کر اس پر چوری سے حضرت عثمان غنی کی مُہر لگادی تھی۔

یہی خط، مدینہ طیبہ میں حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے خلاف شورش کا سبب بنا اور اسی شورش میں آپ کی شہادت بھی ہوئی۔

شورش کے آغاز اور اس فرضی خط میں مَروَان کا مکمل ہاتھ ہونے بلکہ مَروَان ہی کی دَستی تحریر ہونے کے سلسلے میں نویں صدی ہجری کے مجدِّد اور شہرۂ آفاق محدِّث ومصنّف ومؤرخ، علامہ جلال الدین سیوطی (وصال ۹۱۱ھ) اپنی مشہور تاریخی کتاب "تاریخُ الخُلَفاء" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

..........وَ مَا مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا وَ هُوَ مُغتمٌ لما قَرَاُوا الكتابَ، و حاصَرَ النَّاسُ عثمانَ سَنَةَ خمسٍ و ثلاثين، و اَجْلَبَ عَلَيْهِ محمد بن ابو بكر بِبني تيم وغيرهم۔

فَلَمَّا رَاٰى ذالِك عَلِيٌّ بعثَ اِلٰى طلحة و الزُّبير و سعد و عَمَّار و نَفرٍ مِنَ الصَّحابة، كلّهم بَدرِيٌّ، ثُمَّ دخلَ عَلٰى عثمانَ و معهُ الكتاب، و الغلامُ و البعيرُ،

Marfat.com

فقالَ لَهٗ عَلِیٌّ: ھٰذاالغلامُ غُلامُكَ؟ قال: نَعَمْ،
قالَ: و الْبعیرُ بَعیرُكَ؟قالَ: نَعَمْ،
قالَ: فَاَنْتَ كَتَبْتَ ھٰذاالكتابَ؟ قال: لَا
و حَلَفَ بِاللّٰهِ ماكَتَبْتُ ھٰذاالكتابَ، و لا اَمَرْتُ بِهٖ، و لا عِلْمَ لِی بِهٖ۔
قالَ لَهٗ عَلِیٌّ: فَالْخاتَمُ خاتَمُكَ ؟ قال: نَعَمْ،
قالَ: فكیفَ یخرُجُ غلامُكَ بِبعیرِكَ وبكتابٍ علَیهِ خاتَمُكَ لَاتَعْلَمُ بِهٖ؟
فَحَلَفَ بِاللّٰهِ ما كَتَبْتُ ھٰذا الكتابَ، و لَا اَمَرْتُ بِهٖ، و لا وَجَّهْتُ ھٰذا الغلامَ اِلٰی مِصرَ قَطُّ۔
اَمَّا الْخَطُّ فَعَرَفُوا اَنَّهٗ خَطُّ مَرْوَانَ۔ "اِلٰی آخِرِهٖ۔

(ص ۱۴۸ و ۱۴۹۔ "تاریخ الخُلفاء" لِلْعلّامة جلال الدّین السُّیوطی۔ مطبوعہ دارالفکر، بیروت، لبنان)

حیرت وافسوس کی بات ہے کہ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت آج بھی مَروانی سیاست کی دَسیسہ کاری اوراس کی سازش کا شکار ہیں۔

حقائق وواقعات کا باریک بینی سے جائزہ لیجیے تو دو دو چار کی طرح واضح طور پر یہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ:

بریلی سے بہت سے علما کو دور کرنے، اشرفیہ مخالف مُہم چلانے، اوراہلِ سُنّت کو اختلاف وانتشار کا شکار بنانے میں اِسی مَروانی ذہنیت وسیاست کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

ایسے نازک، پُرخطر اور سنگین حالات میں بس دُعا ہی کی جاسکتی ہے کہ ربِّ قادروقیوم، مسلمانانِ اہلِ سُنّت کو تخریب کارانہ ذہنیت اور تخریب پسند عناصر سے محفوظ ومامون رکھے اوراہلِ سُنّت کو فلاحِ اُمّت وتحفظِ مذہب ومسلکِ سَوادِ اعظم کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔

آمین۔ آمین یا رَبَّ الْعَالَمِین، بِجاہِ حَبِیبِكَ وَ نَبِیِّكَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ التَّسْلِیْم۔

یٰسٓ اختر مصباحی

دارالقلم، قادری مسجد روڈ، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵

مورخہ ۶ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ / ۸ رمارچ ۲۰۱۴ء

Marfat.com

چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ

چلتی ٹرین میں نماز، ادا ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں آج کل عُلمائے اہلِ سُنّت و جماعت کے مختلف حلقوں میں چلنے والی بحث، چلتی ٹرین سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ جاری ہے۔ اور اِس بحث میں بعض طالع آزما افراد نے حصہ لے کر نمایاں ہونے یا اسے طول دینے یا اس پر قبضہ کرنے کے لئے اتنی دل چسپی دکھائی ہے اور اِس تصور سے اس کی جانب لپک کر آگے بڑھے ہیں کہ اگر اُن سے ذرا بھی دیر ہوئی تو نہ صرف یہ کہ ٹرین چھوٹ جائے گی بلکہ پلیٹ فارم سے دور، بہت دور، نکل جائے گی۔

اور حسرت و یاس کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے ان کا حال و مآل، مندرجہ ذیل شعر کا، مصداق ہی نہیں بلکہ اس کا مُرقّع بھی بن سکتا ہے کہ:

قہر ہے تھوڑی سی غفلت بھی طریقِ عشق میں
آنکھ جھپکی قیس کی اور سامنے محمل نہ تھا

بہر حال فُقہا و مُفتیانِ کرام، اپنے اپنے دلائل و براہین سے مسلّح ہو کر، چلتی ٹرین میں نماز کے مسئلہ میں مندرجہ ذیل دو مختلف موقف اختیار کر چکے ہیں:

(۱) حالات اور ریلوے نظام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اِس لئے یہ حکمِ سابق ہی باقی رہے گا کہ فرض و واجب اور ملحق بواجب نمازیں چلتی ٹرین میں ادا نہیں ہو سکتیں، اگر وقت جاتا ہوا دیکھیں تو جیسے بھی ہو اِنھیں پڑھ لیں اور بعدِ زوالِ مانع، اِن کا اِعادہ کر لیں۔

یہ موقف، شرعی کونسل، بریلی شریف کا ہے۔

(۲) حالات اور ریلوے نظام کی تبدیلی کی وجہ سے حکمِ سابق باقی نہیں رہا اِس لئے مذکورہ نمازیں، اپنے اپنے وقت پر چلتی ٹرین میں بھی ادا ہو جائیں گی اور بعد میں اِن کے اِعادہ کی ضرورت نہیں۔

یہ موقف، مجلسِ شرعی، مبارک پور کا ہے۔

اپنے اپنے دلائل و براہین کی روشنی میں اختیار کردہ مندرجہ بالا دونوں فقہی موقف میں سے

Marfat.com

کسی فقہی موقف کی قوت وضعف اور ان کی صحت وعدمِ صحت کے بارے میں کوئی صحیح تجزیہ و محاکمہ وہی فُقہا ومفتیانِ کرام کر سکتے ہیں جو فقہ وافتا میں دَرک وکمال اور طویل تجربہ رکھتے ہوں۔ جب کہ مَیں نہ کوئی فقیہ ہوں نہ مفتی۔ اِس لئے اِس حسّاس اور نازک مسئلہ میں کسی محاکماتی رائے اور فیصلہ کُن اِظہارِ خیال سے پہلوتہی کر لینا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔

البتّہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ حق وصواب اور دیانت وانصاف کی بات یہ ہے کہ:

(۱) کسی جدید فرعی فقہی مسئلہ میں ہر مستند ومعتمد صاحب بصیرت ومہارت فقیہ ومفتی یا جماعتِ فُقہا ومُفتیانِ کرام کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ اپنے علم وتحقیق اور اخلاص ودیانت کے ساتھ وہ صحیح نتیجہ تک پہنچنے اور صحیح موقف اختیار کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے۔

(۲) صحیح نتیجہ تک پہنچنے اور صحیح فیصلہ کرنے میں کسی حرص وخوف سے اپنے آپ کو مکمل آزاد رکھے اور کسی خارجی دباؤ کے تحت کسی تزلزل وتذبذب کا ہرگز شکار نہ ہو۔

(۳) چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ، ایک غیر منصوص اور جدید فرعی فقہی مسئلہ ہے۔ اور اِس طرح کے مسائل میں سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت وجماعت کے حنفی فُقہا ومُفتیانِ کرام کے درمیان، ہزار سال سے ہزاروں مسائل میں اِستنباط اور اِستخراجِ حکم اور کسی ضرورت وحاجت وحرج وغیرہ یا تبدیلیِ عِلّت کی وجہ سے حکمِ سابق میں تبدیلی کیے جانے کے الگ الگ نتائج سامنے آتے رہے ہیں اور رایوں کا اختلاف ہوتا چلا آرہا ہے۔ اور زیرِ بحث مسئلہ میں بھی یہی صورت پائی جارہی ہے۔

(۴) مسئلۂ زیرِ بحث میں چوں کہ ہر دو موقف، حنفی فُقہا ومفتیانِ کرام ہی کے اختیار کردہ ہیں اِس لئے ان میں سے جس موقف پر کوئی سُنّی حنفی مسلمان عمل کرے، بلانکیر اس کا یہ عمل، جائز اور صحیح ہوگا۔

(۵) اصولِ مقرّرہ کی روشنی میں معتمد ومستند فقیہ ومفتی اور جماعتِ فُقہا ومُفتیانِ کرام کے اِستنباط واِستخراجِ مسئلہ یا ضرورت وحاجت وغیرہ کے تحقّق یا تبدیلیِ عِلّت کی صورت میں کسی حکمِ سابق کی تبدیلیِ حکم میں کوئی مانعِ شرعی وفقہی نہیں ہے۔

(۶) ضوابطِ مقرّرہ کے مطابق کیے گئے اِستنباط یا تبدیلیِ حکم کی بنیاد پر کسی مُعتمد ومُستند فقیہ ومفتی یا جماعتِ فقہا ومفتیانِ کرام کی تجہیل وتفسیق اور بے جا تنقید وکردار کشی، علم نہیں بلکہ جہل بلکہ خالص نفسانیت ہے۔

(۷) ضرورت وحاجت وغیرہ کے تحقق یا علّت کی تبدیٔ
یا جماعتِ فقہا ومفتیانِ کرام کی طرف سے کی جانے والی کسی تبدیلی
بازار گرم کرنا کہ فلاں مجتہد یا فقیہ نے زمانہ ماضی میں جو فتویٰ صاد
میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ یہ کوئی دلیل نہیں بلکہ عدمِ دلیل ہے۔
ان کی ناواقفیت اور ان کے جذباتِ عقیدت سے کھیلنے کی ناروا کوشش

(۸) عدمِ دلیل کی تائید میں کسی مجتہد یا فقیہ یا کسی قدیم وج
رہنا، بالکل دو دو چار کی طرح خود اُس مجتہد یا فقیہ کے اصول کے خلاف
میں استعمال کیا جائے۔ ہر مجتہد وفقیہ ومفتی کے نزدیک یہ قاعدہ وضابطہ
اسبابِ ستّہ (چھ اسباب) میں سے کوئی سبب، متحقق ہو جانے یا تبد ے میں
کسی حکمِ سابق میں تبدیلی ہوسکتی ہے۔

(۹) محض استاذی شاگردی یا پیری مُریدی یا محض عقیدت کی بنیاد پر کسی طرح کی فقہی رائے قائم کرنے یا مذکورہ اُمور میں سے کسی کو فقہی دلیل بنانے کا کوئی ضابطہ علمِ اصولِ فقہ کی کسی قدیم وجدید کتاب میں مذکور نہیں ہے۔ اِس لئے اِس طرح کا کوئی حربہ آزمانا، حد درجہ بے اُصولی و بے اعتدالی اور خالص غیر علمی وغیر فقہی تدبیر اور حقیقت سے چشم پوشی کا نہایت افسوسناک اور عبرت ناک طریقہ ہے۔

(۱۰) کسی تبدیلیِ حکم کے سلسلے میں بحث صرف اِس جہت سے ہوسکتی ہے اور ہونی چاہیے کہ اسبابِ ستّہ میں سے کسی ایک کا تحقّق ہوا ہے نہیں؟ تبدیلیِ علّت ہوئی ہے یا نہیں؟ اور تبدیلی کے فیصلہ کی دلیل قوی ہے یا نہیں؟

علمی وفقہی اُصول اور طرز وطریقہ کو پسِ پشت ڈال کر خواہ مخواہ کی بحث، بیان بازی، شور و غوغا، اِلزام تراشی وبہتان طرازی اور ذاتیات کو نشانہ بنانے کا ناروا طریقہ اپنانے والا شخص، قطعاً اور یقیناً نہ فقیہ ہے نہ مفتی اور نہ خدا ترس عالمِ دین۔ کیوں کہ جو عُلماے دین ہوتے ہیں اُن کا وصفِ خاص ہی ہوتا ہے: خوفِ خداوندی اور خشیتِ ربّانی۔

جیسا کہ ربِ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ۔ (سورۂ فاطر: آیت ۲۸)

Marfat.com

''اللہ سے اس کے وہی بندے، ڈرتے ہیں جو علم والے ہوتے ہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا، عزت والا ہے۔''

استاذِ گرامی، حافظِ مِلّت، مولانا الشاہ عبدالعزیز مرادآبادی، محدّث مبارک پوری (وصال ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) عَلَیْهِ الرَّحْمَةُ وَ الرِّضْوَان اپنے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے طلبہ کو علم کے بے جا اِستعمال اور اسے اپنی نفسانی خواہشات کا تابع بنانے سے سخت اِجتناب واحتراز کی نصیحت فرماتے ہوئے فارسی زبان کا یہ شعر، اکثر پڑھا کرتے تھے:

عِلْم را بر دِل زَنی ، یارے بود
عِلْم را بر تَن زَنی ، مارے بود

امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّس سِرُّہٗ کے فتویٰ سے اِنحراف اور فتاویٰ رضویہ سے اختلاف کی رَٹ لگانے والے اور اس کا شِدّت سے پروپگنڈہ کر کے ناخواندہ وسادہ لوح عوام کو مشتعل کر کے اُن کا اِستحصال کرنے والے افراد کی خدمت میں ایک ایسا فتویٰ اِس تحریر کے آخر میں پیش کیا جارہا ہے جسے پڑھ کر وہ ضرور کچھ، نہ کچھ روشنی حاصل کریں گے۔

کامبیکر اسٹریٹ، بمبئی سے امام احمد رضا قُدِّس سِرُّہٗ کی خدمت میں ایک اِستفتا آیا جو ۱۶/ رجب ۱۳۳۴ھ/ کا تحریر کردہ ہے۔

یعنی آج سے ایک صدی پیشتر کا یہ اِستفتا ہے۔ یہ اِستفتا اور اس کا جواب، قارئینِ کرام، فتاویٰ رضویہ، جلدِ ششم، ص ۳۸۳ و ۳۸۴۔ مطبوعہ سنّی دارُالاشاعت، مبارک پور میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

مستفتی نے سو (۱۰۰) سال پہلے بجلی کی روشنی اور بجلی سے چلنے والے پنکھے کے نقصانات و خطرات کا ذکر کرتے ہوئے مسجد میں مالِ وقف سے اس کے استعمال کے بارے میں شرعی حکم دریافت کیا ہے۔

یہ نقصانات وخطرات اُس وقت کے لحاظ سے تھے۔ اور ایسے تھے کہ اُن کی رُو سے بجلی کی روشنی اور بجلی سے چلنے والے پنکھے کا استعمال، ناجائز قرار پاتا تھا۔

چنانچہ فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ نے بجلی کی روشنی اور اس سے چلنے والے پنکھے کے استعمال کو ممنوع و ناجائز قرار دیا۔ صرف مالِ وقف نہیں بلکہ مالِ غیر موقوف سے بھی اور صرف

Marfat.com

مسجد نہیں بلکہ گھر میں بھی بجلی کی روشنی اور اس سے چلنے والا پنکھا، ممنوع و ناجائز قرار دیا۔

یہ اِستفتا اور اس کا جواب، فتاویٰ رضویہ جلدِ ششم میں ہے۔ جسے مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی مصباحی نے اپنے تازہ ترین فقہی رسالہ "فقہِ حنفی میں حالاتِ زمانہ کی رعایت! فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے" (مطبوعہ مجلسِ شرعی، مبارک پور ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی۔ ۱۴۳۴ھ/ ۲۰۱۳ء) میں بھی نقل کر دیا ہے۔

قارئینِ کرام غور کریں کہ بجلی کی روشنی اور اس کے پنکھے کے سلسلے میں مُستفتی کے بیان کردہ نقصانات و خطرات کے پیشِ نظر، امام احمد رضا قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فتویٰ دیا کہ مالِ وقف یا کسی بھی مال سے صرف مسجد نہیں بلکہ گھروں میں بھی اس بجلی کی روشنی اور اس کے پنکھے کا استعمال، ممنوع و ناجائز ہے۔ بلکہ جہاں اس بجلی اور اس کے پنکھے کا استعمال ہو، وہاں نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔

جو مولوی صاحبان اِس کے قائل ہیں اور زور وشور کے ساتھ اس کی تشہیر کرتے رہتے ہیں کہ کسی بھی صورت میں فتاویٰ رضویہ کے بیان کردہ کسی فتویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، خواہ جو بھی ضرورت و حاجت و تبدیلیِ علّت ہو، ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ:

اپنی مسجدوں، اپنی خانقاہوں، اپنے مدرسوں، اپنے کارخانوں، اپنی دوکانوں، اپنے دفتروں اور اپنے گھروں کا بجلی کنکشن اپنے موقف کو عملی شکل دینے کے لئے پہلی فرصت میں کٹوائیں اور مسلمانانِ اہلِ سُنّت و جماعت کو بھی اس فتویٰ پر عمل کرنے کی ہدایت و تاکید فرمائیں۔

جب گھروں میں بھی بجلی کی روشنی اور بجلی کا پنکھا استعمال کرنا، جائز نہیں رہ جائے گا تو بجلی سے چلنے والی ٹرین اور اس کے وہ ڈبّے اور بوگی جن میں بجلی کی روشنی اور بجلی کے پنکھے ہوتے ہیں، اُن میں بیٹھ کر سفر کرنے کے لئے سیکڑوں ہزاروں روپے کا ٹکٹ خرید کر اس سے سفر کرنا کیسے جائز ہوگا؟

اور جب بجلی سے چلنے والی چلتی ٹرین پر سوار ہونا ہی جائز نہیں رہ جائے گا تو پھر چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے کا مسئلہ بھی خود بخود حل ہو جائے گا۔

اِس طرح اس مسئلہ سے پیدا ہونے والا موجودہ اختلاف و انتشار ایسے افراد کے موقف کے مطابق عمل کرنے کی صورت میں اپنے آپ ختم ہو جائے گا۔

اور ایک خواہ مخواہ کی کشمکش سے مسلمانانِ اہلِ سُنّت، محفوظ و مامون ہو جائیں گے۔

شاید ایسے ہی کسی موقع پر ایک دور اندیش اور ظریف شاعر نے کہا تھا کہ:

Marfat.com

گُلِ کو باغ میں جانے نہ دینا
کہ ناحق خون، پروانوں کا ہوگا

تنبیہ و ہدایت کے لئے مندرجہ ذیل ''تحقیقات و اِرشاداتِ رضویہ'' بھی قارئینِ کرام غور سے پڑھیں جو آپ کے رسالہ ''اَجْلَی الْاِعْلام اَنَّ الْفَتویٰ مُطلقاً عَلٰی قولِ الْاِمام'' سے یہاں منقول ہیں۔ جنھیں آنکھ، کھول کر پڑھیں، علم و عقل کا صحیح استعمال کر کے اُنھیں سمجھیں اور دل کھول کر انھیں قبول کریں:

(عربی سے ترجمہ) قول، دو قسم کے ہیں: صوری اور ضروری۔

قولِ صوری، وہ ہے جو کسی نے صراحۃً کہا اور اُس سے نقل ہوا۔

اور قولِ ضروری وہ ہے جسے قائل نے صراحۃً اور خاص طور پر نہ کہا ہو۔ مگر وہ کسی ایسے عُموم کے ضمن میں اُس کا قائل ہو جس سے ضروری طور پر یہ حکم، برآمد ہوتا ہے کہ اگر وہ اِس خصوص میں کلام کرتا تو اُس کا کلام ایسا ہی ہوتا۔

کبھی حکمِ ضروری، حکمِ صوری کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں حکمِ صوری کے خلاف حکمِ ضروری، اَرْجح اور فیصلہ کن ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ اب قولِ صوری پر عمل کرنا، قائل کی مخالفت، شمار ہوتا ہے۔ اور حکمِ صوری کو چھوڑ کر حکمِ ضروری کی طرف رُجوع کو قائل کی موافقت یا اس کی پَیروی کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

زید، نیک اور صالح انسان تھا اِس لئے عَمرو نے خادموں کو کھلے لفظوں میں صراحۃً حکم دیا کہ:

''وہ زید کی تعظیم کیا کریں۔'' اُس نے اس حکم کا بار بار اِعادہ کیا۔

لیکن اِس سے پہلے وہ خُدّام کو یہ حکمِ عام بھی دے چکا تھا کہ:

''کسی فاسق کی تعظیم نہ کریں۔''

اتفاق ایسا ہوا کہ زید، فاسق ہوگیا۔ اب اگر عَمرو کے خُدّام اُس کے مکرّر و ثابت شدہ صریح حکم پر عمل کرتے ہوئے زید کی تعظیم کریں تو عَمرو کے نافرمان، شمار ہوں گے۔

اور اگر اُس کی تعظیم ترک کر دیں گے تو اِطاعت گذار ٹھہریں گے۔

ایسا ہی معاملہ اَقوالِ ائمہ میں بھی پایا جاتا ہے''

.....''ائمہ مذہب کے قولِ صوری کے خلاف، حکمِ ضروری پر عمل ہوتا ہے جس کے چھ (٦)

اسباب ہوتے ہیں:
(۱) ضرورت (۲) حرج (۳) عُرف (۴) تعامُل (۵) کوئی اہم مصلحت! جس کی تحصیل، مطلوب ہو (۶) کوئی بڑا مفسدہ، جس کا اِزالہ، مقصود ہو۔

اِن اسباب کی بِنا پر قولِ ضروری پر عمل اِس لئے ہوتا ہے کہ:
ضرورتوں کا اِستثنا، حرج کا دفعیہ، ایسی دینی مصلحتوں کی پاس داری جو اپنے سے زیادہ فساد سے خالی ہوں۔ مفاسد کو دور کرنا، عُرف کا لحاظ کرنا، اور تعامُل پر کاربند ہونا، یہ سب ایسے قواعدِ کلّیہ ہیں جو شریعت سے معلوم ہیں۔

سارے ائمہ اِن کی جانب مائل، اِن کی پاسداری کے قائل اور اِن پر اعتماد کرتے ہیں۔
اب اگر کسی مسئلہ میں امام کا کوئی صریح، حکم موجود ہو تو پھر حکم، تبدیل کرنے والے مذکورہ اُمور میں سے کوئی ایک پیدا ہو تو ہمیں یہ قطعی یقین ہوگا کہ:
اگر یہ صورتِ حال، خود امامِ مذہب، کے زمانے میں پیدا ہوتی تو اُن کا قول، اُس کے تقاضے کے مطابق ہوتا۔ اِن حالات سے آنکھیں مُوند کر اُس کے برعکس، وہ بھی حکم نہ دیتے۔
ایسی صورت میں اُن سے غیر منقول، قولِ ضروری پر عمل کرنا ہی دراصل اُن کے قول پر عمل ہے۔
اب اُن کے سابقہ منقول، اَقوالِ صریح پر جَم جانا، اُن کی پَیروی نہ کہلائے گی۔''

(رسالہ ''اَجْلی الْاِعْلام اَنَّ الفتوٰی مُطلقًا علٰی قولِ الْاِمام''
مشمولہ در آغازِ فتاویٰ رضویہ، جلدِ اول۔ مطبوعہ بریلی و بمبئی)

فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ ارشاد فرماتے ہیں:
''.........جہاں اِختلافاتِ فرعیہ ہوں، جیسے باہم حنفیہ و شافعیہ وغیرہُما فِرَقِ اہلِ سُنَّت میں، وہاں ہرگز ایک دوسرے کو بُرا کہنا، جائز نہیں۔ اور فحش دُشنام جس سے دِہن، آلودہ ہو، کسی کو بھی نہ چاہیے۔''

(الملفوظ۔ حصہ اول۔ مؤلفہ مفتی اعظم، مولانا شاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی۔ مطبوعہ بریلی و میرٹھ و بمبئی وغیرہ)

عرض گذار: یٰسٓ اختر مصباحی

دارُالقلم دہلی مؤرخہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ۔ مطابق ۳ / مارچ ۲۰۱۴ء۔ بروز دوشنبہ

’’سَوادِ اعظم کانفرنس‘‘ کا صدارتی خطاب

خطاب: مولانا یٰسٓ اختر مصباحی

ترتیب: محمد ارشاد عالم نعمانی مصباحی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَبْدَعَ الْاَفْلَاکَ وَ الْاَرْضِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیّاً وَ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَ الطِّیْنِ وَ عَلٰی آلِہٖ و اصحابِہٖ اَجْمَعِین۔ اَمَّا بَعْدُ!

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم۔

محترم سامعین! ’’سَوادِ اعظم‘‘ کے نام سے اس تاریخی کانفرنس کے انعقاد پر ہم، سب سے پہلے قاری سبطین رضا قادری ایوبی (خانقاہِ قادریہ ایوبیہ۔ پپرا کنک۔ ضلع کوشی نگر۔ مشرقی اتر پردیش) کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں جنھوں نے اس اہم موضوع پر کانفرنس کا اِنعقاد (بتاریخ ۳؍ جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۳۳ھ؍ ۲۷؍ مارچ ۲۰۱۲ء) کرکے جماعتِ اہلِ سُنَّت، سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت کے تعارف وتذکرہ و تشہیر کے لئے نہایت تاریخی اور مفید قدم اُٹھایا ہے۔

آپ کی اِس سرزمین پر ’’سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت‘‘ کے موضوع پر منعقد ہونے والی اِس ’’سَوادِ اعظم کانفرنس‘‘ (جسے حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی وحضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی اور مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی نے خطاب فرمایا۔) کے اثرات اِن شاءَ اللہ، وسیع اور ہمہ گیر سطح پر ہوں گے اور اِس نام سے ملک کے دیگر مقامات پر بھی کانفرنسیں منعقد ہوں گی۔ یہ آپ کے لئے بہت ہی اِعزاز واِفتخار کی بات ہے۔

’’سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت‘‘ یہ ہمارا نام ہے جو الفاظِ حدیث سے مُستنبط اور ماخوذ ہے۔ ایک حدیثِ مبارک جسے آپ اس سے پہلے سن چکے ہیں۔ ابنِ ماجہ شریف کی حدیث ہے:

اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔

’’سَوادِ اعظم کی اِقتدا واِتباع کرو، کیوں کہ جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔‘‘

’’سَوادِ اعظم‘‘ کا لفظ سن کر بہت سے لوگ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ ’’سَوادِ اعظم‘‘ کا مطلب کیا ہے؟ معنی کیا ہے؟ مفہوم کیا ہے؟

''سَوادِ اعظم'' کہتے ہیں، بڑی جماعت کو، جمہورِ اُمّت کو۔ سَوادِ اعظم کا یہ لفظ، حدیثِ رسول سے ماخوذ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَ سَلَّم نے ارشاد فرمایا:

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ۔

''تمھارے اوپر لازم ہے کہ میری سُنَّت اور میرے ہدایت یافتہ خُلفا کی سُنَّت کی پیروی کرو، ان کے ساتھ وابستہ رہو۔''

اس حدیثِ رسول کی روشنی میں ہم اپنے آپ کو اہلِ سُنَّت کہتے ہیں۔ گویا یہ سَوادِ اعظم اور یہ اہلِ سُنَّت، دونوں ''سُنّی'' نام ہیں۔

ایک حدیث میں ہے: عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ۔

اور دوسری حدیث میں ہے: یَدُاللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَةِ۔

اِن احادیثِ مبارکہ میں جماعت کے ساتھ رہنے کی تاکید و ہدایت اور جماعت کے لئے نُصرتِ الٰہی کی بشارت ہے۔ اِس طرح پورا نام ہوا: ''سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت۔''

اہلِ سُنَّت و جماعت کون ہیں؟ سَوادِ اعظم کون ہیں؟ ایک حدیث ہے، جس میں رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

''یہ اُمّت، تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ 'کُلُّھَا فِی النَّار' سارے فرقے جہنم میں ہوں گے سوائے مِلّتِ واحدہ کے، ایک مِلّت کے۔''

سوال کیا گیا حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے کہ وہ مِلّت کون سی ہوگی؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِی۔ ''جس پر مَیں اور میرے صحابہ ہیں۔ اس پر گامزن رہنے والے ہی جنتی ہیں۔''

دعویٰ ہر فرقہ کا ہے کہ ''مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِی'' کا مِصداق، ہم ہیں۔ سَوادِ اعظم، ہم ہیں۔ اہلِ سُنَّت، ہم ہیں۔ اِس کا پتہ کیسے چلے؟

سَوادِ اعظم، صحیح معنی میں کون ہے؟ اہلِ سُنَّت کون ہیں؟ اس سلسلے میں اہلِ سُنَّت کے نہایت عظیم المرتبت محدِّث، امام المحدِّثین حضرت شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی (وصال ۱۰۵۲ھ) نے

Marfat.com

بڑی عمدہ اور جامع گفتگو کی ہے اَشِعَّۃُ اللَّمْعَات شرح مشکوٰۃ میں۔ اور انھوں نے فرمایا ہے کہ:

''اِس سے پہلے کی جتنی بھی اہم کتابیں (تفسیر و حدیث و فقہ وغیرہ کی) ہیں، اِکٹھا کر لی جائیں اور ان کی روشنی میں تحقیق کر کے نتیجہ نکالا جائے تو یہ اہلِ سُنَّت ہی سَوادِ اعظم ہیں۔ اور یہی ''مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِی'' کا مِصداق ہیں۔ تفسیر و حدیث اور فقہ و کلام کی صدیوں قدیم کتابوں سے یہی ثابت ہے۔''

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! کل بھی ہم، سَوادِ اعظم تھے اور آج بھی سَوادِ اعظم ہیں۔ یہاں تک کہ جب شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) کی تقریروں اور تحریروں کے نتیجے میں ہندوستان کے اندر ایک نئے فرقے کی بنیاد پڑی، فرقۂ وہابیہ کی ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں، اُس وقت بھی جامع مسجد دہلی کے اندر جو مباحثہ اور مناظرہ ہوا اُس کی روداد بیان کرتے ہوئے ابوالکلام آزاد نے کہا ہے۔ یہ ایک کتاب ہے: ''آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی''۔ عبدالرَّزّاق ملیح آبادی ندوی نے جسے مرتَّب کیا۔ ہے۔ ابوالکلام آزاد نے اس میں یہ کہا ہے کہ:

''شاہ اسمٰعیل دہلوی سے یہ مباحثہ جو ہُوا اُس میں سارے علمائے دہلی ایک طرف تھے اور شاہ اسمٰعیل دہلوی اور ان کے ماننے والے ایک مولوی عبدالحیّ (بڈھانوی) دوسری طرف۔''

اور ابوالکلام آزاد (متوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء) کے بقول:

شاہ مُوَّرالدین دہلوی، شاگردِ شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی، اس مناظرہ کے انعقاد کے سلسلے میں اور شاہ اسمٰعیل کے تعاقب میں پیش پیش تھے۔''

مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی و مولانا شاہ محمد موسیٰ دہلوی فرزندانِ شاہ رفیع الدین دہلوی، فرزندِ شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی، اور علاّمہ فضلِ حق خیر آبادی و مولانا رشید الدین خاں دہلوی تلامذۂ شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی اور دیگر علما و مشائخ سَوادِ اعظم اہلِ سُنَّت و جماعت نے شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) اور ان کے ہم خیال مولوی عبدالحیّ بڈھانوی (متوفی ۱۸۲۸ء) کو مباحثۂ جامع مسجد، دہلی (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) میں بالکل عاجز و ساکت و لاجواب کر دیا۔

گویا ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں بھی سَوادِ اعظم، اہلِ سُنَّت و جماعت ہی تھے۔ اور اس سے جو الگ ہوئے اُن میں قابلِ ذکر جو جامع مسجد دہلی کے مباحثہ میں نام تھا وہ صرف دو تھے۔ اور ان

دونوں کے بالمقابل سارے کے سارے علما و مشائخ کرام، سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت تھے۔

یہ ہندوستان کے ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء کی بات ہے۔ اور ہندوستان کے اندر سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کے نمائندہ وہ علما و مشائخ کرام بھی ہیں، مختلف صدیوں اور اَدوار کے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان کے اندر اسلام کی نشر و اشاعت، صوفیہ و مشائخ کرام کے ذریعہ زیادہ ہوئی۔ جن میں یہ حضرات نمایاں ہیں:

حضرت داتا گنج بخش ہجویری لاہوری، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی، حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیا دہلوی، حضرت مخدوم علی احمد علاء الدین صابر کلیری، حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی، حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری اور اس طرح کے دیگر اکابر صوفیہ و مشائخ کرام۔

یہ سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کے پیشوا اور رہنما و قائد و سالار تھے۔ اور دُنیا جانتی ہے کہ یہ سارے کے سارے صوفیہ و مشائخ کرام سُنّی تھے۔ اور سُنّی ہونے کے ساتھ حنفی بھی تھے۔

لوگ آج کل بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتے ہیں اتحادِ اُمّت کی اور اتحاد بین المسلمین کی۔ مَیں ان سے کہتا ہوں کہ:

یہ شخصیات جن کے ذریعہ ہندوستان کے اندر اسلام کی روشنی پھیلی، ان کے قدیم مذہب و مسلک پر سب لوگ آجائیں تو خود بخود ساری اُمّت کا اتحاد ہو جائے گا۔ اور باطل مذاہب و مسالک کا وجود خود بخود مٹ جائے گا۔ اس کے لئے کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔ اسی طرح سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کا تسلسل و توارث بھی اچھی طرح واضح ہو جائے گا۔

یہ تو ماضی کی بات ہے۔ ابھی حجازِ مقدس کی بات چل رہی تھی۔ ۱۹۸۲،۸۳ء کی بات ہے۔ میں مسجدِ نبوی شریف (مدینہ طیبہ) سے عصر کی نماز پڑھ کر نکل رہا تھا۔ باہر، بابِ مجیدی کی طرف جا رہا تھا۔ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری مہاجرِ مدنی (وصال ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) رَحمۃُ اللّٰہِ عَلَیہ کے دولت کدے کی طرف۔ جن سے نجدی قاضی سے مباحثہ کی ایک بات حضرت علاّمہ

Marfat.com

(محمد احمد اعظمی مصباحی) مصباحی نے بیان کی۔ میں انھیں کے گھر جا رہا تھا۔ راستے میں ایک ہندوستانی ندوی اصلاحی مل گیا، جو مجھے ہندوستان ہی سے جانتا تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ:

''یہاں تو سب آپ ہی کے لوگ نظر آتے ہیں۔''

وہ مدینہ یونیورسٹی میں لکچرر تھا اور کئی سال سے مدینہ طیبہ میں مُقیم تھا۔ اس نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ: یہاں تو سب آپ ہی کے لوگ نظر آتے ہیں۔''

''آپ ہی کے لوگ'' کا مطلب یہ ہے کہ سُنّی زیادہ نظر آتے ہیں۔

یہ سُن کر میں نے اُس سے کہا کہ: یہاں ہمارے لوگ نہیں تو کیا تمھارے لوگ نظر آئیں گے؟

تو یہ مدینہ طیبہ کا حال اُس زمانے (۱۹۸۲،۸۳ء) میں بھی تھا۔ اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سعودیہ میں سب کے سب یا اکثر وہابی ہی ہیں۔ ایسا معاملہ نہیں۔ سعودیہ کے دو حصے اور دو علاقے اور دو خطے ہیں۔ ایک کا نام ہے نجد اور ایک کا نام ہے حجاز۔ یوپی اور بہار سمجھ لیجیے۔

نجدی حصے (ریاض، ظہران، دَمّام، عَسیر، اَحسا وغیرہ) میں وہابی رہتے ہیں۔ حجاز کا حصہ جس میں مکّہ مکرّمہ، مدینہ منوّرہ، جدّہ اور طائف ہیں۔ یہاں کی قدیم آبادی پہلے بھی سُنّی تھی اور آج بھی سُنّی ہی ہے۔

صرف حکومتی عہدوں اور مناصب پر نجدیوں کے منتخب افسر اور مساجد میں ان کے مقرّر، امام مؤذِن ہوتے ہیں۔ اس لئے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہی زیادہ ہیں۔

حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ جو اصلی حجازی ہیں وہ پہلے بھی سُنّی تھے اور آج بھی سُنّی ہیں۔

اور ابھی حضرت سید محمد بن علوی مالکی مکی جن کا ۲۰۰۴ء میں انتقال ہوا ہے، حَرمین طیبین کے جلیل القدر خاندانی مُحدِّث وعالمِ دین وشیخِ طریقت تھے۔ انھوں نے سارے نجدی شیوخ کو چیلنج کیا تھا کہ:

جو مجھ سے بحث کرنا چاہے، بحث کر لے۔ مَیں مذہب اہلِ سُنّت کی حقّانیت واضح اور ثابت کر دوں گا۔''

لیکن کوئی نجدی شیخ وعالم ان کے سامنے نہیں آیا۔ اور ان کا ادب واحترام اتنا زیادہ تھا کہ خود سعودی حکومت بھی ان کی طرف آنکھ اُٹھانے اور ان پر ہاتھ ڈالنے کی جرات وہمت نہیں کر سکتی۔

تھی۔ تو یہ ماضی قریب اور آج کا حال ہے حجاز مقدس کا۔

وہاں پر صرف حکومتی سطح پر قبضہ ہے نجدیوں کا، عوامی سطح پر آج بھی سینکڑوں، ہزاروں گھروں میں میلاد شریف ہوتا ہے۔ اور مَیں خود مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ سے لے کر ریاض تک بہت سی محافلِ میلاد میں شرکت کر چکا ہوں۔

آج کی یہ ''سَوادِ اعظم کانفرنس'' جو درحقیقت ''سَوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت کانفرنس'' ہے۔ یہ پیغام دینے کے لئے منعقد ہوئی ہے کہ جو قدیم سَوادِ اعظم ہے، جو قدیم اہلسنّت ہیں، ان کی راہ پر سب لوگ آ جائیں۔ یہ بعد کے جو نوزائیدہ باطل مسالک اور مسائل ہیں۔ یہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ ان کا کوئی وجود ہی کہیں باقی نہیں رہ جائے گا۔

اہلِ سُنّت وعلمائے اہلِ سُنّت کے تعلق سے اپنی لاعلمی بلکہ عِناد و مخاصمت کی وجہ سے مُعاندِین ومُخالفین کی طرف سے بہت سی باتیں کہی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک بات یہ بھی بار بار کہی اور لکھی جاتی ہے کہ:

> ''مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنی تحریروں کے ذریعہ ہندوستان کے اندر مسلکی اختلاف پیدا کیا اور اسے پروان چڑھایا۔''

اِن ناواقفوں یا مخالفوں کو معلوم نہیں کہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں جب تقویۃ الایمان (جس کی تالیف کئی سال پہلے ہی ہو چکی تھی اور نقل در نقل لوگوں تک پہنچتی رہی) منظرِ عام پر آئی تو سب سے پہلا اس کا تحریری جواب ۱۲۴۰ھ ہی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ) کے شاگردِ رشید، حضرت علامہ فضلِ حق خیرآبادی (وصال ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء) نے دیا۔ اور ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں تقویۃ الایمان کے پیدا کردہ مسائل کے خلاف عُلمائے اہلِ سُنّت نے جامع مسجد دہلی میں شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (متوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) سے مناظرہ کر کے اسے لاجواب کیا۔

اور ساتھ ہی ساتھ یہ تاریخی حقیقت بھی یاد رکھنی چاہیے کہ:

اس سُنّی وہابی مناظرۂ جامع مسجد، دہلی میں نہ بدایوں کا کوئی شخص (عالمِ دین) تھا، نہ بریلی کا۔ (امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی پر ''مسلکی اختلاف پیدا کرنے کا اِلزام''

Marfat.com

نہایت لغو اور باطل ہے جس کی تردید وتغلیط کے لئے اِس حقیقت کا اظہار کافی ہے کہ مناظرۂ جامع مسجد دہلی ۱۲۴۰ھ کے بتیس (۳۲) سال بعد ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں امام احمد رضا کی ولادت ہوئی۔ جب کہ خود آپ کے والدِ محترم، حضرت مولانا نقی علی قادری برکاتی بریلوی کی بھی اس مناظرہ (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے چھ (۶) سال بعد ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء میں ولادت ہوئی تھی)

بدایوں و بریلی میں متعدد جلیل القدر علما تھے۔ ان کی بہت ساری دینی و علمی خدمات ہیں۔ لیکن اس تعلق سے جامع مسجد دہلی میں جو کچھ ہُوا اُس میں صرف علماے دہلی شریک تھے اور انھوں نے ان نئے (وہابی) خیالات کا ردّ و اِبطال کیا۔

دوسرا تاریخی مناظرہ ''براہینِ قاطعہ'' مؤلّفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری (متوفی ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء) و مصدّقہ مولانا رشید احمد گنگوہی (متوفی جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ/اگست ۱۹۰۵ء) کی ایک توہین آمیز عبارت کے خلاف ہوا۔

۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں بھاول پور، پنجاب (موجودہ پاکستان) کے اندر ہونے والے اِس مناظرہ میں ایک طرف سُنّی علماے پنجاب تھے اور دوسری طرف دیوبندی علماے سہارن پور۔ بدایوں اور بریلی کا کوئی عالم اس سُنّی دیوبندی مناظرہ میں بھی شریک نہیں تھا۔

علماے پنجاب کی طرف سے حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری (وصال ۱۳۱۵ھ) اور علماے سہارن پور کی طرف سے مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارن پوری (متوفی ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء) مناظر تھے۔ مناظرۂ بہاول پور، پنجاب کی تفصیلی روداد ''تَقْدِیسُ الْوَکِیل عَنْ تَوهِینِ الرَّشِیدِ و الْخَلِیل'' مؤلفہ مولانا غلام دستگیر قصوری، پاک و ہند سے شائع ہو چکی ہے۔

اہلِ سُنّت کے درمیان مختلف اَدوار میں مختلف شخصیتیں جلوہ گر ہوتی رہیں اور انھوں نے اپنے اپنے طور پر نمایاں دینی و علمی خدمات انجام دیں۔

اِدھر آخری دَور میں سب سے نمایاں اور ممتاز خدمات، فقیہِ اسلام، امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال ۲۵ رصفر ۱۳۴۰ھ/ ۲۸ / اکتوبر ۱۹۲۱ء) عَلَیْهِ الرَّحْمَةُ و

Marfat.com

الرِّضوَان کی ہیں، جن کی خدمات کے بارے میں آپ بہت کچھ پڑھتے اور سنتے چلے آرہے ہیں۔

ہندوستان کے اندر ہماری جو شخصیات ہیں اور ہمارے جو نظریات ہیں وہ تسلسل کے ساتھ ہیں اوران کا تسلسل، ہماری شخصیات کا، قدیم دینی وروحانی مراکز کے ساتھ خانوادۂ ولی اللٰہی عزیزی، دہلی و خانوادۂ فرنگی محل، لکھنؤ، اور بدایوں، پھر بریلی، ان سب دینی و علمی مراکز کے علما و مشائخِ کرام کے ذریعہ ہماری شخصیات کا تسلسل ہے۔ اور ہمارے نظریات کا تسلسل، اور ہمارے جو عقائد اور معمولات ہیں وہ سب مشہور و معروف ہیں۔ جنھیں ذِکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

سَوادِ اعظم سے الگ ہٹ کر ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء میں جو علما سامنے آئے اور جو نظریات سامنے آئے وہ بالکل نوزائیدہ ہیں۔ سَوادِ اعظم سے بالکل الگ ہَٹ کر ہیں۔ تو وہ ہم سے جدا ہوئے ہیں۔ ہم کسی سے جدا نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ اپنی اصل سے، اپنی جڑ سے، اپنے وجود سے وابستہ، ہم کل بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ اور ہندوستان سے لے کر حَرَمین طیبین تک ہمارا تسلسل، شخصیاتی بھی اور نظریاتی بھی، ہر طرح سے قائم اور باقی ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم اپنے اِن نظریات کو، اپنی اِن شخصیات کو تسلسل کے ساتھ جانیں بھی اور ان کا ذِکر و بیان بھی کریں۔

اپنے اکابر و اسلاف کو جاننا، ان کی خدمات کا تعارف کرانا، یہ ہمارا مذہبی، ملّی اور قومی فریضہ ہے۔ اور جس طرح سے کوئی سعید اور صالح اولاد، کوئی نیک بخت لڑکا، اپنے باپ دادا کا ذکر کرتا ہے اور تعریف کرتا ہے اور تعریف سننے پر خوش ہوتا ہے، ہم کو بھی اسی طرح سے، بلکہ اس سے زیادہ اپنے اسلاف کا اور جتنی بھی نمایاں اور ممتاز اسلامی شخصیات واَفراد ہیں، حسبِ ضرورت واہمیت و اِفادیت سب کا ذِکر و بیان کرنا چاہیے تاکہ نئی نسل ان سب سے واقف ہو۔ اور یہ وراثت، نسل در نسل آگے کی طرف منتقل ہوتی رہے۔

ایسا نہ ہو کہ کوئی نام جب نئی نسل کے سامنے آئے تو یہ نوجوان پوچھیں کہ یہ کون بزرگ

Marfat.com

ہیں؟ جیسا کہ ''سَوَادِ اعظم'' کا لفظ جب پہلی مرتبہ یہاں آپ کے سامنے آیا تو آپ چونک گئے کہ ''سَوَادِ اعظم'' کیا چیز ہے؟ اور اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا مفہوم ہے؟ تو یہ نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ شخصیات کا، نظریات کا، بار بار ذِکر ہونا چاہیے، ان کا تعارف و تذکرہ کرنا اور کرانا چاہیے اور ان سے وابستہ رہ کر آگے کا جو کام ہے دینی، علمی، وہ کرتے رہنا چاہیے۔

آج مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ:

اِس ''سَوَادِ اعظم کانفرنس'' سے بانیِ خانقاہ اور بانیِ ادارہ، حضرت مولانا محمد ایوب شریف القادری صاحب عَلَیهِ الرَّحْمَةُ و الرِّضْوَان کی روح، یقیناً خوش ہو رہی ہوگی کہ میرے لڑکوں نے، میرے اہلِ خانہ نے، میرے مُریدین، مخلصین، متوسلین اور محبین نے میرے چھوڑے ہوئے کام اور مشن کو آگے بڑھایا اور اسے ترقی دی۔

یہ ان کے لئے ایک بے حد روحانی مسرت کی بات ہوگی اور وہ اپنی قبر میں یقیناً خوش ہو رہے ہوں گے۔

اِس طرح کا کام یہاں کے جو متعلقین و منتظمین ہیں ان کو آئندہ بھی کرتے رہنا چاہیے تا کہ ان کا دینی و علمی فریضہ ادا ہوتا رہے اور ان کے بزرگوں کی روحیں بھی خوش ہوتی رہیں۔

وَ مَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

(خطاب زیر''سَوَادِ اعظم کانفرنس'' منعقدہ شب سہ شنبہ ۳ر جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ/۲۷ر مارچ ۲۰۱۲ء بمقام پپرا کنک۔ ضلع کوشی نگر۔ مشرقی اتر پردیش۔ انڈیا)

Marfat.com

فہرست کتاب

عنوان	صفحہ
حرف دانش اور کلمۂ حق	۳
عصری دانش گاہوں کے نصاب میں اسلامیات	۵
سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت	۸
دعوت کی اہمیت اور حکمت و طرز احسن کی رعایت	۹
فقہ اسلامی اور اصول فقہ	۱۰
شرع کے مقاصد خمسہ: دین، عقل، نسب، جان اور مال کی حفاظت	۱۳
زیر نظر کتاب	۱۴
ارشاد مذہب و مسلک	۱۶
سوادِ اعظم کے رہنما و پیشوا	۱۷
ہند کے بعض بڑے فتنے	۱۹
۱- فتنۂ مہدویت	۱۹
شیخ علی متقی جون پوری	۲۰
شیخ محمد طاہر گجراتی	۲۲
۲- فتنۂ دین الٰہی	۲۵
۳- فتنۂ وہابیت	۲۶
سوادِ اعظم کی حقانیت	۲۷
فتنۂ وہابیت سے نبرد آزما علما	۳۳
کیا ہندوستان میں مسلکی اختلاف کے بانی مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں؟	۳۴
تحریک ندوہ	۳۶
علامہ فضل رسول بدایونی	۳۹
تاج الفحول مولانا عبد القادر عثمانی	۳۹
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری	۴۱
مذہب اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت	۴۲
خیرآبادی، بدایونی	۴۴
بریلوی	۴۵
بعض الفاظ و اصطلاحات	۴۷
اصول میں اتفاق کے بعد فرعی اختلاف والے، مسلک اہل سنت یا مسلک اعلیٰ حضرت سے خارج نہیں	۵۰
عہد صحابہ اور دورِ مابعد میں فرعی اختلاف کی مثالیں	۵۴
مسلک اعلیٰ حضرت کے عنوان سے علماے اشرفیہ کی تحریریں	۵۶
فرعی اختلاف میں دلائل چھوڑ کر ذاتیات پر حملہ	۵۷
اصطلاح مسلک اعلیٰ حضرت کی بنیاد	۶۸
خلیفۂ شمس مارہرہ	۵۹
چشم و چراغ خاندانِ برکات	۵۹
حضرت اشرفی میاں	۶۰
مارہرہ مطہرہ میں اصطلاح مسلک اعلیٰ حضرت	۶۱
صحیح العقیدہ سنی کو صلح کلی کہنے کی جسارت و شناعت	۶۶
تعلقات کے باب میں شرعی ضابطہ	۶۸
باب مجالست میں اکابر کی عملی و تحریری شہادتیں	۶۹
بدمذہبوں سے اختلاط اور دوستی	۷۸

Marfat.com

مسلم پرسنل کونشن بمبئی ۱۹۷۲ء میں علمائے اہل سنت کی شرکت — ۷۹
مجاہد ملت علیہ الرحمہ کا طرز عمل — ۸۵
تین نئے واقعات — ۸۷
اپنے لیے امام احمد رضا کی احتیاط اور دوسروں کے لیے آسانی کی تحقیق — ۸۹
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کا اندازِ فکر و عمل — ۹۰
اشتراک عمل کی استثنائی صورتیں — ۹۴
اجازت امیر المومنین و اولوالامر کی قید؟ — ۹۸
اہل سنت و جماعت کی شیرازہ بندی — ۹۶
غلو اور تشدد کا ایک زبردست نمونہ — ۹۷
سُنی کے مقابلے میں سیف الاسلام اور صمصام الاسلام — ۹۹
ہٹلر کی روش۔ سطحی اور جھوٹا پروپیگنڈہ — ۱۰۰
مسلک اعلیٰ حضرت کا نام لے کر جذبات سے کھیلنا — ۱۰۱
ایک فتوے کی تصدیق کا قضیہ — ۱۰۲
تنقیح طلب سوالات — ۱۰۴
بعد کاوش بسیار جواب ندارد — ۱۰۶
ایک دل چسپ دھمکی اور جواب — ۱۰۷
ایک تحریری بیان اور فتاوی رضویہ سے تائید — ۱۰۷
ہر مخالفت کا جواب کام۔ حافظ ملت — ۱۰۹
ہر کام کا جواب مخالفت۔ — ۱۱۰
عداوت اشرفیہ کا جنون — ۱۱۰
ردّ بدمذہباں کی جگہ ردِّ سنیاں — ۱۱۱
ایک جارحانہ نمونہ: — ۱۱۱
بدایوں، کچھوچھا، مبارک پور اور مارہرہ نشانے پر — ۱۱۲
دوسرا جارحانہ نمونہ — ۱۱۵
مفتیانِ کرام سے سوال — ۱۱۵
مالداروں سے جلب منفعت کے لیے ایک زود اثر نعرہ — ۱۱۶
مسلک اعلیٰ حضرت، مسلک اہل سنت اور دین اسلام کا استعمال — ۱۱۷
بے ثمر جلسوں کی اصلاح — ۱۱۹
مفاسد کی اصلاح کا فریضہ — ۱۲۳
کتاب فہمی اور شعر فہمی کا دل چسپ نمونہ — ۱۲۵
ذکر اسلاف سے ناگواری — ۱۲۸
ایک نیا حربہ — ۱۳۰
عصر حاضر کے تقاضے — ۱۳۱
قائد اہل سنت کے جذبات اور مدیر حجاز کی پذیرائی — ۱۳۶
دار القلم کے اعلان پر ان کے ہمت افزا کلمات — ۱۳۷
امام احمد رضا اور ردّ بدعات پر علامہ ارشد القادری کے دو اقتباس — ۱۳۸
مولانا شبنم کمالی کا حوصلہ افزا مکتوب — ۱۳۹
شعور و عرفان مذہب و مسلک — ۱۴۱
سوادِ اعظم کا تعارف — ۱۴۱
حضرت نوری میاں کی نصیحت و وصیت — ۱۴۳

Marfat.com

اہل سنت اور سُنی کی تعریف	۱۴۴
سراج العوارف کی ہدایات	۱۴۶
شیر بیشہ اہل سنت کی تحریریں	۱۴۷
تعصب اور تصلّب	۱۴۹
گرفتار شبہات کی مخلصانہ اصلاح	۱۴۹
معاندوں کے ساتھ شدت اور ان کا رد	۱۴۹
صلح کلی کا تعارف	۱۴۹
ردّ فِرق باطلہ کا مطلب	۱۵۰
طبع اول کی ایک عبارت سے غلط مطلب نکالنے کی کوشش	۱۵۱
توضیح وغیرہ	۱۵۲
بہار شریعت کی حق نما عبارت	۱۵۳
قرآن و حدیث، آثار و روایات، اقوال سلف اور تصانیف امام احمد رضا کا دل نشیں انداز	۱۵۴
محافل میں انداز خطاب کیا ہو؟	۱۵۴
صلح کلیت کی اصطلاح اور علامہ ازہری کا بیان	۱۵۶
صلح کلیت کی ترغیب پر مشتمل عبارتوں کے نمونے	۱۵۶
دعوت اسلامی، سنّی دعوت اسلامی وغیرہ پر صلح کلیت کے جھوٹے الزام کا انجام	۱۵۸
ایک استفتا اور اس کا جواب	۱۶۹
از مفتی اعظم قدس سرہ	
زید وہابی ہے، عمرو سنّی ہے مگر زید سے راہ و رسم رکھتا ہے۔ بکر کسی وہابی سے ربط نہیں رکھتا مگر عمرو مذکور سے راہ و رسم رکھتا ہے۔ تینوں کے احکام (فتاوی رضویہ)	۱۶۰
وہابی یا شیعہ سے بر بنائے مصلحت محض دنیوی ربط؟	۱۶۱
حقوق طلبی اور تحفظ اسلام کے لیے قائم شدہ مخلوط انجمن میں سنّی کی شرکت؟	۱۶۲
شدھی تحریک کے مقابلے میں جمعیۃ العلما اور خلافت کمیٹی کے جمود پر شیر بیشہ اہل سنت کی جانب سے دعوتِ حرکت	۱۶۲
معلوم و معتبر سنّی کی جانب نسبت کفر و ضلال بلکہ نسبت گناہ سے بھی پہلے پوری تحقیق ضروری، ورنہ خود گناہ میں گرفتاری۔	۱۶۳
محدث اعظم کا استفتا، صدر الشریعہ کا جواب، اور اپنے بعض افراد کے حالِ زار کا انکشاف	۱۶۴
اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی اجازت سے لکھنؤ کی ایک مخلوط میٹنگ میں حجۃ الاسلام وغیرہ خلفائے اعلیٰ حضرت کی شرکت	۱۶۸
اس شرکت پر بعض کرم فرماؤں کی ایذا رسانی سے حجۃ الاسلام کا کرب و اضطراب	۱۶۹
مسلک اعلیٰ حضرت کا نہیں، اپنے فرضی مسلک کا خون	۱۷۰
عرفان مذہب و آئینۂ فکر رضا	۱۷۲

Marfat.com

جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور اکابر کی عنایات	۱۷۶	امام احمد رضا سے سر ضیاء الدین کا	
جامعہ اشرفیہ اور علوم وافکار رضا کی اشاعت	۱۷۷	استفادہ	۱۷۸
فتاوی رضویہ	۱۷۷	ابوالکلام آزاد کا جلسۂ بریلی اور اہل سنت	
جدّ الممتار	۱۷۸	کی جانب سے اتمام حجت	۱۸۸
رضویات پر رسائل ومضامین	//	تنظیم انصار الاسلام کے جلسے اور	
امام احمد رضا لائبریری	//	خطاب فرمانے والے علمائے اہل سنت	۱۸۹
باب مفتی اعظم	//	تنظیم المدارس اور اصلاح نصاب	۱۹۰
یوم رضا ویوم مفتی اعظم	//	مجلس شرعی اور فقہی سیمینار	۱۹۰
انوار مفتی اعظم	//	بریلی شریف میں شرعی کونسل کا قیام اور	
اکابر علمائے ماضی کی تصانیف جمیلہ کی نئی		کچھ احوال	۱۹۱
آب وتاب سے اشاعت	۱۷۹	مجلس برکات، الجامعۃ الاشرفیہ	۱۹۳
انوار ساطعہ، الصوارم الہندیہ	//	تحریک فضل حق شناسی	۱۹۴
نصر المقلدین، نصرۃ المجتہدین	//	تحریک اسلاف شناسی	۱۹۵
انوار آفتاب صداقت، انتصار الحق	//	منفی رویئے پر ایک انتباہ انگیز خطاب	۱۹۷
جہانِ مفتی اعظم	//	مصباحی نسبت طنز وتعریض کا نشانہ	۱۹۸
دیگر ممالک میں فرزندان اشرفیہ کی خدمات	۱۸۰	خاک ہند کی متعدد بلند پایہ شخصیات پر	
دیگر مدارس اہل سنت کی خدمات	۱۸۳	سیمینار..	۲۰۰
امام احمد رضا کا ایک مکتوب	۱۸۵	دو اہم کتابیں قریب التکمیل	۲۰۰
مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ	۱۸۵	امام احمد رضا سیمینار وکانفرنس	۲۰۰
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے مولانا سید		صد سالہ جشن امام احمد رضا	۲۰۱
سلیمان اشرف علیہ الرحمہ کا تعلق	۱۸۵	جماعت کے مفادات ومصالح پر نظر	
مسلم یونیورسٹی کی نصاب ساز کمیٹی میں		اور وقت کے تقاضوں کے مطابق شرعی	
شرکت	۱۸۶	دائرے میں رہ کر حرکت وعمل	۲۰۳

پیغامِ عمل	۲۰۷	**خطبۂ صدارت** فقہی سیمینار پونہ	۲۷۳
فقہ اسلامی کی جامعیت وافادیت	۲۰۸	از مولانا محمد احمد مصباحی	
شریعت مطہرہ کی حکمت بالغہ	۲۰۹	**منظومات**	
خلاصۂ کلام	۲۱۹	رہنمائے دین وملت فضل حق فضل رسول	۲۸۸
مقاصد شریعت اور استخراجِ احکام	۲۲۰	فضل حق اور احمد رضا	۲۹۱
چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ	۲۳۰	اشرفیہ مذہب اسلاف کا ہے پاسباں	۲۹۳
چند اصول وضوابط اور فرعی اختلاف میں		اشرفیہ پاسبان اہل سنت زندہ باد	۲۹۵
اعتدال کی روش		زندہ باد اے درس گاہ اشرفیہ زندہ باد	۲۹۸
چھوڑ کے نغمۂ حجاز ...	۲۵۷		
از مفتی محمد نظام الدین رضوی			

عرفانِ حقیقت

عبرت انگیز آغاز وانجام ۳۰۰

اِحتسابِ شرعی سے پہلے ثبوتِ شرعی کی ضرورت ۳۰۳

"عرفانِ مذہب ومسلک" کی دو حقیقت افروز عبارتیں ۳۰۶

جماعتِ اہلِ سُنّت کا فِتنۂ کبیر ۳۱۴

مَروانی سیاست کا نمونۂ کبیر ۳۲۴

چلتی ٹرین میں نماز کا مسئلہ ۳۳۱

"سَوادِ اعظم کانفرنس" کا صدارتی خطاب ۳۳۸

Marfat.com

"دارالاسلام" کی شائع کردہ تراثِ علمیہ

1- المبین مع تنقید و تبصرہ 2- الرشاد 3- نُزْهَةُ الْمَقَالِ فِي لِحْيَةِ الرِّجَال

پروفیسر علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ

4- شَرْحُ الْمِرْقَاةِ لِشَمْسِ الْعُلَمَاءِ الْمَوْلَوِي مُحَمَّد عَبْدِ الْحَقِّ الْخَيْرَابَادِي

وَيَلِيهِ: رسالة في الوُجُودِ الرَّابِطِي لِلسَّيِّدِ الحَكِيمِ بَرَكَاتِ أَحْمَدَ التُّونْكِي

5- ابحاثِ ضروری: حافظ ولی اللہ لاہوری، محشی: مولوی فقیر محمد جہلمی تحقیق: خورشید احمد سعیدی

6- الروض المجود (وحدۃ الوجود): علامہ محمد فضل حق خیر آبادی، مترجم: حکیم سید محمود احمد برکاتی

7- علامہ فضل حق خیر آبادی - چند عنوانات: خوشتر نورانی

8- حیاتِ استاذ العلما مولانا یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ غلام رسول سعیدی

9- مولودِ کعبہ کون؟: مولانا قاری محمد لقمان قادری

10- مَنْ هُوَ مُعَاوِيَه؟: مولانا قاری محمد لقمان قادری

11- اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ الله: مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری رحمۃ اللہ علیہ

12- توثیق صاحبین: فیصل خان رضوی

13- دفاعِ سیدنا امیر معاویہ: شیخ حیات سندھی، عبد العزیز پرہاروی، عبد القادر بدایونی وغیرہم

14- افضلیتِ سیدنا صدیق اکبر پر اجماعِ امت: فیصل خان رضوی

15- رسائل مولانا خیر الدین خیوری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (والد ابو الکلام آزاد)

16- مجلّہ "حجۃ الاسلام" / علامہ اشرف سیالوی نمبر

17- اَلثَّوْرَةُ الْهِنْدِيَّةُ لِلْإِمَامِ فَضْلِ حَقِّ الْخَيْرَابَادِي، تَحْقِيق: الدُّكْتُورَة قَمَرُ النِّسَاء

18- مدحت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ: فرزدق تمیمی، مترجم: مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

19- فکر و نظر کے دریچے: مولانا ڈاکٹر غلام زرقانی (ابن علامہ ارشد القادری)

20- فیضیہ (فن مناظرہ): ادیبِ ہند مولانا فیض الحسن سہارن پوری

21- عرفانِ مذہب و مسلک مع عرفانِ حقیقت: یٰسین اختر مصباحی

22- کلیاتِ کافی: سلطانِ نعت گویاں حضرت مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی زیرِ طبع

دارُالاِسلام

ایک اِدارہ
ایک مقصد
ایک نظریہ

منشور۔۔

- گم گشتہ علمی وفنی تراث کی بازیافت اور اُن کی جدید اِشاعت
- اُردو زبان وادب کے اِرتقا میں صوفیہ وعلما کی تخلیقات کو زندہ کرنا
- تحقیقی مقالات کی تیاری میں تعاون کرنا اوران کو منظرِ عام پر لانا
- محققین وناشرین کے آپسی رابطے کے لیے ایک مرکز قائم کرنا
- نئے اِشاعتی اِداروں کی سرپرستی کرنا اور انھیں عالمی معیارِ تحقیق وطباعت سے آگہی دینا
- نومولود لکھاریوں کے قرطاس وقلم سے رشتے کو مضبوط بنانے کے لیے اُنھیں تربیت دینا
- جدید مسائل کا متوازن حل اِسلامی نقطۂ نظر سے دنیا کے سامنے پیش کرنا
- نظامِ خلافت کے پیام کا پرچار کرنا اور اس کے نفاذ کے لیے ہمہ گیر جدو جہد کرنا
- سامراجی قوتوں کے خفیہ عزائم کو اِفشا کرنا اور ان کے مقابل دفاعی پالیسی مرتب کرنا
- اِسلام کے خلاف میڈیائی یلغار کے مقابلے میں غیر متزلزل رکاوٹیں کھڑی کرنا
- وحدتِ اُمت کے لیے افرادِ ملت کی فکر وفہم کے راستے ہموار کرنا
- مستشرقین کی اِسلام دشمن تحقیقات کو حقائق کی میزان میں پرکھنا
- مذہبی بہروپیوں کے فریب کا پردہ چاک کر کے اُن کا اصلی چہرہ دُنیا کے سامنے پیش کرنا
- عقائدِ اِسلامیہ کے متون وشروح کو تحقیق اور ترجمہ کر کے شائع کرنا
- عوام المسلمین کے لیے آسان، مختصر اور مستند دینی واخلاقی لٹریچر شائع کرنا
- علومِ عقلیہ اور فنونِ حکمیہ پر قدیم اور جدید اربابِ علم وحکمت کی تحقیقات کو زندہ کرنا
- نظریۂ پاکستان کا پیغام عام کرنا، نیز اس کے نئے اور پرانے مخالفین کو بے نقاب کرنا
- نظریاتی تخریب کاری، غیر علمی مزاج اور فکری تحکم کا اِستیصال کرنا
- سیکولرازم، جدیدیت اور جمہوریت کی بطالت اور سفاہت کو آشکار کرنا

دارُالاِسلام
8-C پہلی منزل محی الدین بلڈنگ، داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور
0321-9425765 darulislam21@yahoo.com

Marfat.com